قرآن و احادیثِ آلِ محمدؐ کی روشنی میں

زندگی کے

اخلاق و آداب

(جلد اول)

تالیف

حجۃ الاسلام استاد محمد یوسف عابدی

ترتیب، تنظیم و استخراج منابع

مجاور عباس اعوان

قرآن و احادیثِ آلِ محمد علیہم السلام کی روشنی میں

اخلاق و آدابِ زندگی

(ماہ رمضان المبارک کا خصوصی تحفہ)

(جلد اول)

مؤلف

حجۃ الاسلام استاد محمد یوسف عابدی (مدظلہ)

ترتیب، تنظیم و استخراجِ منابع

مجاور عباس اعوان

ناشر:
معراج کمپنی

شناسنامہ کتاب

نام کتاب:	قرآن واحادیث کی روشنی میں اخلاق و آداب زندگی (جلد اول) (ماہ رمضان المبارک کا خصوصی تحفہ)
موضوع:	اخلاق و آداب
مؤلف:	حجۃ الاسلام والمسلمین استاد محمد یوسف عابدی (مدظلہ)
ترتیب، تنظیم واستخراج منابع:	مجاور عباس اعوان
کمپوزنگ وڈیزائننگ:	مجاور عباس اعوان
چھاپ اول:	جمادی الاول ۱۴۴۳ھ.ق / دسمبر ۲۰۲۱ء۔
بتعاون:	موسسہ امام سجاد علیہ السلام، کراچی
ناشر:	معراج کمپنی

ملنے کا پتہ

معراج کمپنی (اہل بیت آن لائن سٹور)

دوکان نمبر 58 فرسٹ فلور بادیہ جلیہ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
0423-736 12 14
0320-497 12 14
www.facebook.com/merajcompanypakistan

بسم الله الرحمن الرحيم

وبه نستعين

فہرست موضوعات

فصل اول ادب کی تعریف، اقسام ، اہمیت و فوائد/۳۹

فصل دوم (حصہ اول در فضیلت علم و علماء)/۵۹

فصل سوم در آدابِ طہارت و نظافت/۹۹

فصل چہارم سونے کے آداب/۱۴۳

فصل ششم سفر کے آداب اور احکام/۱۷۷

فصل ہشتم کھانے کے آداب/۲۳۳

فصل نہم در آداب معاشرت (حصہ اول)/۲۳۹

آدابِ معاشرت (حصہ دوم در سلام)/۲۴۵

آدابِ معاشرت (حصہ سوم در مصافحہ)/۲۸۷

آدابِ معاشرت (حصہ چہارم عفو و در گزر)/۲۹۷

آدابِ معاشرت (حصہ پنجم در دوستی)/۳۱۵

آدابِ معاشرت (حصہ ہفتم در عیادتِ مریض)/۳۴۹

آدابِ معاشرت (حصہ نہم حقوق و عقوقِ والدین)/۴۳۹

آدابِ معاشرت (حصہ دہم آداب ہمسایہ داری)/۴۸۹

آدابِ معاشرت (حصہ یازدہم آداب تجارت)/۵۱۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ

فصل اول ادب کی تعریف، اقسام، اہمیت و فوائد

ادب کی تعریف

ادب کیا ہے اور اس کی تعریف کیا ہے، حقیقتِ ادب کو اور اس کی تعریف کو بیان کرتے ہوئے علمائے اخلاق نے مختلف تعریفیں بیان کی ہیں، ان میں سے دو تعریفیں پیش خدمت ہیں:

۱)علامہ مجلسیؒ نے مرآت العقول میں ادب کی تعریف اور اس کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«الأدبُ الطریقة الحَسَنة فی المحاورات والمکاتبات والمعاشرات و ما یتعلّقُ بمعرفتها»[1]

ادب در حقیقت زندگی کے تمام شعبوں میں بہترین انداز و طریقے کو اپنانے اور نیک و بہترین رفتار و گفتار کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش آنے کا نام ہے۔ یعنی ادب در حقیقت زندگی میں بہترین اصول و بہترین انداز اور انسانیت کے اصل طریقوں کو اپنانے کا نام ہے۔

۲) جناب محمد حسن دیلمی جو کہ عظیم علمائے اخلاق میں سے ہیں اپنی کتاب ارشاد القلوب میں ادب کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہے:

«حقیقة الأدبِ اجتماعُ خِصالُ الخیرِ و تجافی خِصالِ الشرّ و بالأدبِ یبلُغُ الرّجلُ مکارمَ الأخلاق فی الدنیا و الأخرة ویصلُ به إلی الجنّة»[2]

---

(۱) مرآت العقول، ج۱، ص۷۷

(۲) ارشاد القلوب، ج۱، ص۱۶۰

حقیقتِ ادب انسانی کمالات اور تمام خوبیوں کو اپنانے اور جتنی بھی برائیاں اور خامیاں ہیں ان کو ترک کرنے کا نام ہے، ادب ان کمالات، فضائل اور خوبیوں کا نام ہے جن کو اپنانے سے انسان دنیا و آخرت دونوں میں بزرگی اور عظیم مقام کو پالیتا ہے اور انہی بہترین اخلاق و آداب ہی کے ذریعے سے انسان خود کو بہشت میں پہنچاتا ہے اور ابدی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

اس تعریف کی روشنی میں آداب در حقیقت انسانی خوبیوں و کمالات کو اور بہترین روش و انداز کو اختیار کرنے اور جتنی بھی خامیاں، برائیاں اور برے انداز و طور طریقے ہیں ان کو ترک کرنے کا نام ہے، ان آداب اور بہترین انداز و طور طریقوں کو زندگی کے تمام شعبوں میں کہ کس انداز سے زندگی کی جائے، بزرگوں کے ساتھ کیسے پیش آنا ہے، خدا کے حضور میں کس انداز سے پیش ہونا ہے، استاد اور والدین کے ساتھ کس انداز سے پیش آنا ہے، دیگر لوگوں کے ساتھ کیسے پیش آنا ہے، کس انداز سے کلام کرنا ہے یہاں تک کہ کیسے کھانا کھانا ہے، کس طرح سونا ہے، کس طرح عبادت کرنی ہے، دعا کے آداب کیا ہیں، زیارت کے آداب کیا ہیں، گفتگو کے آداب کیا ہیں اور بہترین و شائستہ زندگی گزارنے کے آداب کیا ہیں وغیرہ وغیرہ، ان سب کو تفصیل کے ساتھ آئمہ طاہرینؑ نے اپنی تعلیمات میں بیان کیا ہے اور ہمیں ان آداب کے سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی تاکید و سفارش کی ہے اور یہی آدابِ زندگی ہیں جن کو اپنانے سے دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی اور خوش بختی کو حاصل کیا جا سکتا ہے، روایات کی روشنی میں انہی آداب و اخلاق کو اپنانا ہی در حقیقت تعلیماتِ آلِ محمدؑ پر عمل کرنے کا نام ہے۔

مولائے کائناتؑ نے ادب کی تعریف اور اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: تمہارے لئے بہترین ادب یہ ہے کہ تم اُن چیزوں سے اجتناب اور پرہیز کرو جن چیزوں کو تم دوسروں سے ناپسند کرتے ہو۔

«كَفَى مُؤَدِّباً لِنَفْسِكَ تَجَنُّبُ مَا كَرِهْتَهُ لِغَيْرِكَ» (۱)

ایک اور روایت میں مولائے کائناتؑ نے فرمایا: قبیح و ناپسند صفات اور بری عادتوں سے دوری کا نام ادب ہے اور اپنے آپ کو ہمیشہ ان ناپسند و قبیح صفات و عادتوں سے دور رکھو اور اچھی صفات و عادتوں کو اپنالو تو تمہیں ایک خوشگوار اور کامیاب زندگی ملے گی۔

---

(۱) غرر الحکم، ج۱، ص ۵۲۳

«أَدِّبْ نَفْسَكَ بِمَا كَرِهْتَهُ لِغَيْرِكَ» (۱)

اور دوسری جگہ پر فرمایا: «عَوِّدْ نَفْسَكَ الْجَمِيلَ فَبِاعْتِيَادِكَ إِيَّاهُ يَعُودُ لَذِيذاً» (۲)

ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے ادب کی اہمیت و ضرورت اور بہترین آداب کو سیکھنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: تمام انسانوں کو بہترین آداب سیکھنے کی ضرورت ہے اور تمام انسانوں کے لئے سب سے قیمتی سرمایہ جو سونا اور چاندی سے بھی زیادہ قیمتی ہے، وہ بہترین آداب و اخلاق ہیں، جس کی طرف تمام انسان محتاج ہیں۔

«إِنَّكُمْ إِلَى اكْتِسَابِ الْأَدَبِ أَحْوَجُ مِنْكُمْ إِلَى اكْتِسَابِ الْفِضَّةِ وَ الذَّهَبِ» (۳)

ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے ادب کی اہمیت اور عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: کائنات میں تین چیزیں سب سے قیمتی سرمایہ ہیں، ان سے بالاتر کوئی سرمایہ اور دولت نہیں ہے، ۱۔ بہترین آداب و اخلاق، ۲۔ منافقت اور شک سے دوری، ۳۔ گناہوں اور حرام چیزوں سے اجتناب کرنا۔

«ثَلَاثٌ لَيْسَ عَلَيْهِنَّ مُسْتَزَادٌ حُسْنُ الْأَدَبِ وَ مُجَانَبَةُ الرَّيْبِ وَ الْكَفُّ عَنِ الْمَحَارِمِ» (۴)

ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ ہی نے بہترین آداب اور اخلاق عظیم انسانوں کی نشانی اور صفت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں: بہترین آداب اور اخلاق کو حاصل کرو، تمہیں کامیابی اور عظمت ملے گی اور بہترین آداب کے ذریعے سے تمہاری قدر و منزلت اور مال و دولت دونوں میں اضافہ ہوگا، جو شخص اخلاق اور آداب کو پالیتا ہے، وہ سب کچھ پالیتا ہے اور جو شخص آداب اور اخلاق سے محروم ہے وہ سب چیزوں سے محروم ہے اور لوگ ان پر حکومت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے عظیم انسانوں کو بہترین اخلاق اور آداب سے نوازا ہے اور بدترین انسانوں کو بہترین اخلاق اور آداب سے محروم رکھا ہے۔، در حقیقت بہترین اخلاق اور آداب عقل کے کمال، دل کی روشنی، زبان کی زینت اور تمام بزرگیوں کا نام ہے اور حقیقتِ انسان بہترین آداب اور اخلاق کے مجموعے کا نام ہے اور جو اخلاق اور آداب سے محروم ہو وہ چلتا پھرتا حیوان ہے۔

---

(۱) عیون الحکم، ج ۱، ص ۷۹

(۲) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۲۰، ص ۲۶۶

(۳) عیون الحکم، ج ۱، ص ۱۷۳

(۴) عیون الحکم، ج ۱، ص ۲۱۲

«اَلْأَدَبُ هُوَ لِقَاحُ الْعَقْلِ وَ ذَكَاءُ الْقَلْبِ وَ زِينَةُ اللِّسَانِ وَ دَلِيلُ الرَّجُلِ عَلَى مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَ مَا الْإِنْسَانُ لَوْ لَا الْأَدَبُ إِلَّا بَهِيمَةٌ مُهْمَلَةٌ لِلّٰهِ دَرُّ الْأَدَبِ إِنَّهُ يَسُودُ غَيْرَ السَّيِّدِ فَاطْلُبْهُ وَ اكْتَسِبْهُ تَكْتَسِبِ الْقَدْرَ وَ الْمَالَ مَنْ طَلَبَهُ صَالَ بِهِ وَ مَنْ تَرَكَهُ صِيلَ عَلَيْهِ يُلْزِمُهُ اللّٰهُ السُّعَدَاءَ وَ يَحْرِمُهُ الْأَشْقِيَاءَ» (۱)

روایات کی روشنی میں بے ادبی کی مذمت اور دور رہنے کی تاکید

جس طرح متعدد روایات میں ادب کی اہمیت، ضرورت اور آداب و اخلاق کو سیکھنے کی تاکید وسفارش کی گئی ہے، اسیطرح آلِ محمدؐ کی تعلیمات وروایات میں بد اخلاقی اور بے ادبی سے اجتناب کرنے کی تاکید وسفارش کی گئی ہے اور بے ادبی کی نہ تنہا مذمت اور سرزنش کی گئی ہے، بلکہ بے ادبی کی بدترین عاقبت وانجام کو بھی بیان کیا گیا ہے اور بد اخلاقی اور بے ادبی کے تمام مصادیق سے اجتناب کرنے کی تاکید وسفارش کی گئی ہے، مولائے کائناتؑ نے بے ادبی کی مذمت کرتے ہوئے اس کو تمام برائیوں اور شر کا سبب قرار دیا ہے۔

«عَدَمُ الأَدَبِ سَبَبُ كُلِّ شَرٍّ» (۲)

ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے فرمایا: اس شخص کے لئے کوئی بزرگی اور مقام ومنزلت نہیں ہے جو ادب اور اخلاق سے محروم ہے۔

«لاَ شَرَفَ مَعَ سُوءِ أَدَبٍ» (۳)

ایک اور مقام پر مولائے کائنات نے فرمایا: جو شخص بہترین آداب اور اخلاق کے مالک نہیں وہ ہمیشہ بچوں کی زندگی گزارے گا، اور ہمیشہ کھیل کود میں رہے گا اور اُسے کبھی بھی بزرگی نہیں ملے گی، بزرگی اور کمال کا ذریعہ بہترین آداب اور اخلاق ہے، حقیقت میں بزرگی بہترین کردار اور اخلاق اور آداب کو اپنانے کا نام ہے نہ کہ عمر اور دولت کے زیادہ ہونے کا نام ہے۔

---

(۱) اعلام الدین فی صفات المؤمنین، ج۱، ص ۸۳

(۲) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج۲۰، ص ۲۹۸

(۳) غرر الحکم، ج۱، ص ۷۷۰

«لاَ يَرْأَسُ مَنْ خَلاَ عَنْ (حُسْنِ) اَلْأَدَبِ وَ صَبَا إِلَى اَللَّعِبِ» (۱)

حضور ﷺ کا فرمان ہے: خبر دار بُرے آداب سے اپنے آپ کو بچاتا ہے اور تمام بے ادبیوں سے دور رہتا ہے۔

«إِيَّاكَ وَ مَا يَسُوءُ اَلْأَدَبُ» (۲)

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: شیطان بے ادب لوگوں کو آسانی سے گمراہ کرتا ہے، اسی طرح وہ علماء جن میں ادب اور اخلاق کا فقدان ہے وہ بھی شیطان کی زد میں ہیں، پس تم سب بہترین آداب اور اخلاق کو سیکھ لو ورنہ تم سب غیر مہذّب اور صحرا نشین لوگوں میں شمار کیے جاؤ گے۔

«إِنَّ اَلشَّيْطَانَ لَيَطْمَعُ فِي عَالِمٍ بِغَيْرِ أَدَبٍ أَكْثَرَ مِنْ طَمَعِهِ فِي عَالِمٍ بِأَدَبٍ فَتَأَدَّبُوا وَ إِلاَّ فَأَنْتُمْ أَعْرَابٌ» (۳)

حضرت امام صادق علیہ السلام کئی بُری صفات اور خامیوں سے اجتناب کرنے کا حکم دیتے ہوئے اور پھر ان بُری صفات اور بے ادبیوں کی بدترین عاقبت اور انجام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مغرور انسان کے لئے کوئی تعریف نہیں اور دھوکا باز انسان کے لئے کوئی دوست نہیں اور بے ادب انسان کے لئے کوئی شرافت وفضیلت نہیں، بخیل اور کنجوس انسان کے لئے کوئی رشتہ داری نہیں اور لوگوں کا مذاق اُڑانے والے کے لئے کوئی محبت نہیں اور جس کے پاس دین کی معرفت نہیں اس کے لئے کوئی قضاوت نہیں اور غیبت کرنے والے کے لئے کوئی سلامتی نہیں اور حسد کرنے والے کے لئے کوئی راحت وسکون نہیں اور دوسروں کی مذمت کرتے والوں کے لئے کوئی سرداری نہیں اور کم تجربہ وخود پسند انسان کے لئے کوئی ریاست وسرپرستی نہیں۔

«لاَ يَطْمَعَنَّ ذُو اَلْكِبْرِ فِي اَلثَّنَاءِ اَلْحَسَنِ - وَ لاَ اَلْخَبُّ فِي كَثْرَةِ اَلصَّدِيقِ وَ لاَ اَلسَّيِّئُ اَلْأَدَبِ فِي اَلشَّرَفِ وَ لاَ البخل [اَلْبَخِيلُ] فِي صِلَةِ اَلرَّحِمِ وَ لاَ اَلْمُسْتَهْزِئُ بِالنَّاسِ فِي صِدْقِ اَلْمَوَدَّةِ وَ لاَ اَلْقَلِيلُ اَلْفِقْهِ فِي اَلْقَضَاءِ وَ لاَ اَلْمُغْتَابُ فِي اَلسَّلاَمَةِ وَ لاَ اَلْحَسُودُ فِي رَاحَةِ اَلْقَلْبِ وَ لاَ اَلْمُعَاقِبُ عَلَى اَلذَّنْبِ اَلصَّغِيرِ فِي اَلسُّودَدِ وَ لاَ اَلْقَلِيلُ اَلتَّجْرِبَةِ اَلْمُعْجَبُ بِرَأْيِهِ فِي رِئَاسَةٍ» (۴)

---

(۱) عیون الحکم، ج۱، ص ۵۳۵

(۲) ارشاد القلوب، ج۱، ص ۱۲

(۳) اعلام الدین، ج۱، ص ۹۲

(۴) بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۶۷

اس روایت کی روشنی میں جو انسان اخلاقی برائیوں اور بے ادبی میں گرفتار اور اخلاقی کمالات سے عاری ہے، وہ تمام انسانی کمالات، بزرگیوں اور اعلیٰ اقدار سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ لہٰذا جو بھی انسانی کمالات و فضائل اور اعلیٰ اقدار اور دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی چاہتا ہے، وہ اخلاقی برائیوں اور بے ادبیوں سے اور تمام پست صفات ورزائل سے اپنے آپ کو بچائے اور دور رکھے۔

ادب کی اقسام

علمائے اخلاق نے ادب کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

۱) **آدابِ بندگی:** جس میں عبادت اور بندگی کے آداب کو بیان کیا گیا ہے، جیسے آدابِ نماز، آدابِ روزہ، آدابِ مسجد، آدابِ زیارت، آدابِ تلاوت قرآن اور آدابِ دُعا....۔

۲) **آدابِ فردی:** جس میں فردی اور شخصی آداب کو بیان کیا گیا ہے، جیسے کھانا کھانے کے آداب، پانی پینے کے آداب، نظافت اور پاکیزگی کے آداب، سونے کے آداب، غُسل اور وضوء کے آداب...۔

۳) **آدابِ اجتماعی:** جس میں لوگوں کے ساتھ معاشرت کے آداب اور بہترین رہن سہن اور زندگی کے آداب کو بیان کیا گیا ہے، جیسے آدابِ سلام، آدابِ کلام، آدابِ معاشرت، والدین کے ساتھ اور بزرگوں کے ساتھ اور عزیز و اقارب کے ساتھ اور گھر والوں کے ساتھ بہترین آداب اور بہترین معاشرتی و سماجی زندگی گزارنے کے انداز و طریقے کار کو بیان کیا گیا ہے۔

معصومینؑ کی روایات کی روشنی میں ادب کی اہمیت اور ضرورت

متعدد روایات میں تمام مؤمنین کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ دینی آداب اور اسلامی طور و طریقے سیکھنے کی اور اپنانے کی کوشش کریں، دین مقدس اسلام دین آداب ہے، عظیم آداب اور بہترین زندگی کے قوانین و مجموعہ کا نام ہے، ان آداب کو سیکھنا اور ان قوانین پر عمل کرنے کا نام اسلام ہے۔ اور جو شخص اسلامی آداب کو سیکھتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے وہ دونوں جہانوں کی کامیابی اور سعادت کو پالیتا ہے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: تم دینی آداب اور آدابِ الٰہی کو اپنالو تمہیں ہمیشہ کامیابی

ملے گی اور جو شخص قانونِ الٰہی کو اپنا لیتا ہے اور آداب دینی کو سیکھ لیتا ہے اس شخص کو پروردگار عالَم دونوں جہانوں کی کامیابی اور سعادت عطا کرتا ہے۔

«قال الامام العسکری(ع): مَن تأدّبَ بأدبِ الله أدّاه إلی الفَلاحِ الدّائِم و مَن استوصیٰ بوَصِیّةِ الله کَانَ لَه خَیرُ الدّارَینِ» (۱)

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: مؤمن ہمیشہ علوم آل محمدؐ اور آداب دینی کو سیکھتا اور اس پر عمل کرتا ہے، پھر وہ اپنے بچوں کو بھی آل محمدؐ کی تعلیمات و دینی آداب سکھاتا ہے، جس کے نتیجے میں مؤمن اور اس کے بچے اور اس کے گھر والے سب کو خداوند جنت میں داخل کرتا ہے اور قیامت کے دن چھوٹے بڑے گھر کے تمام افراد خُلدِ بریں میں آئمہ اطہارؑ کے ساتھ بہترین زندگی پاتے ہیں۔ مؤمن کے مقابل میں گناہگار انسان اور منافق انسان نہ خود آدابِ الٰہی کو سیکھتا ہے اور نہ اپنے بچوں کو سکھاتا ہے اور آدابِ الٰہی و تعلیمات آلِ محمدؐ کو نہ سیکھنے اور ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے خداوند انکو جہنم میں داخل کرتا ہے اور اس کے پورے خانوادے کو بھی جہنم میں ڈال دیتا ہے۔ اور نتیجے میں نہایت حسرت اور ندامت کے ساتھ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔

«عن أبی عبدالله: قال یزالُ المؤمنُ یُورِثُ أهلَ بیتِه العلمَ والأدبَ الصالحَ حتی یُدخلُهمُ الله الجنّة حتی لا یفقُدَ فیها منهم صغیراً و لا کبیراً و لا خادماً و لا جاراً و لا یزال العبدُ العاصی یُورِثُ أهل بیته الأدبَ السیّئة حتی یُدخلُهم ناراً» (۲)

تمہاری زندگی میں لوگوں کو صداقت اور سچائی اور امانت اور تقویٰ نظر آنی چاہئے، یہ چیزیں لوگوں کو دین کی طرف دعوت دیتی ہیں، تم لوگوں کو کردار کے ذریعے سے اور بہترین اخلاق و آداب کے ذریعے سے دعوت دو، صرف زبان سے دعوت دینے کی کوشش نہ کرو، کردار اور اخلاق کی زبان سب سے زیادہ مؤثر ہے۔

«عَنِ ابْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع كُونُوا دُعَاةً لِلنَّاسِ بِغَيْرِ أَلْسِنَتِكُمْ لِيَرَوْا مِنْكُمُ الْوَرَعَ وَ الِاجْتِهَادَ وَ الصَّلَاةَ وَ الْخَيْرَ فَإِنَّ ذَلِكَ دَاعِيَةٌ» (۳)

---

(۱) تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام، ص۱۸

(۲) مستدرک الوسائل، ج۱۲، ص۲۰۱

مولائے کائنات نے فرمایا: جو شخص بہترین آداب اور اخلاق کے مالک نہیں وہ ہمیشہ بچوں کی زندگی گزارے گا، اور ہمیشہ کھیل کود میں رہے گا اور اُسے کبھی بھی بزرگی نہیں ملے گی، بزرگی اور کمال کا ذریعہ بہترین آداب اور اخلاق ہے، حقیقت میں بزرگی بہترین کردار اور اخلاق اور آداب کو اپنانے کا نام ہے نہ کہ عمر اور دولت کے زیادہ ہونے کا نام ہے۔

«لَا يَرْأَسُ مَنْ خَلَا عَنْ (حُسْنِ) الْأَدَبِ وَ صَبَا إِلَى اللَّعِبِ» (۱)

آل محمدؐ کی روایات میں بہترین آداب کو اپنانے کے لئے اور زندگی کو آدابِ اسلامی سے آراستہ کرنے کی بہت تاکید وسفارش کی گئی ہے، تمام انسانوں کا سب سے عظیم سرمایہ بہترین ادب اور اخلاق ہے، مولا علیؑ نے فرمایا: سب سے بڑی زینت انسان کے لئے بہترین آداب اور اخلاق ہے اور حسب ونسب میں سب سے بلند حسب ونسب اس شخص کا ہے جو بہترین اخلاق اور آداب کا مالک ہے۔

«قال علیؑ (ع): عَلَيْكَ بِالْأَدَبِ فَإِنَّهُ زَيْنُ الْحَسَبِ، (۲) لَا حَسَبَ أَرْفَعُ مِنَ الْأَدَبِ» (۳)

حضور اکرمؐ نے فرمایا: اپنے بچوں کو اور اپنی اولاد کو عزت اور بزرگی دو اور ان کو بہترین آداب اسلامی سکھاؤ گے تو خدا تم سب کے گناہوں کو بخش دیگا۔

«قال رسولُ الله: أكرِمُوا أولادكُم وَأحسِنُوا آدابَهم يُغفر لكُم» (۴)

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: والدین کی جانب سے اولاد کے لئے سب سے بہترین میراث اچھے آداب اور اچھے اخلاق ہیں اس لئے کہ مال ودولت زوال پذیر ہے جبکہ دولت ابدی ودائمی بہترین اخلاق اور آداب ہیں۔

«عن الصادق: إنّ خيرَ ما ورّثَ الأباءُ لأبنائهم الأدبُ لا المالُ فإنّ المالَ يذهبُ والأدبُ يبقىٰ» (۵)

---

(۱) عیون الحکم ج ۱، ص ۵۳۵
(۲) غرر الحکم ج ۱، ص ۳۳۳
(۳) غرر الحکم ج ۱، ص ۷۷۷
(۴) کنز العمال ج ۱۶، ص ۴۵۶
(۵) کافی ج ۱۵، ص ۱۳۲

ترجمہ: بہترین چیز جو اولاد کے لئے چھوڑ کر جائیں وہ ادب ہے، مال نہیں ہے، اس لئے کہ مال ختم ہو جاتا ہے اور ادب باقی رہتا ہے۔ اور اسے حدیث کی روشنی میں فرمایا: دنیا میں عزت اور آخرت میں جنت بہترین اخلاق اور آداب کے ذریعے سے ملتی ہے نہ مال و دولت کے ذریعے سے۔

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: پانچ چیزیں تمام انسانوں کے لئے ان کی زندگی کا اصل سرمایہ ہیں اگر یہ پانچ چیزیں ان کی زندگی میں ہیں تو وہ کامیاب انسان ہیں اور اگر یہ پانچ چیزیں ان کی زندگی میں نہ ہوں تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے، سائل نے پوچھا تو امام نے فرمایا:

۱) سب سے پہلا سرمایہ دین۔ ۲) دوسرا عقل۔ ۳) تیسرا حیاء۔

۴) چوتھا بہترین اخلاق۔ ۵) پانچواں بہترین آداب۔

«عن الصادق(ع): خمسٌ مَن لم تكن فيه لم يكن فيه كثيرٌ مستَمتعٌ قيل وما هنّ يابن رسولِ الله؟ قال الدينُ والعقلُ والحياءُ وحُسنُ الخُلق و حُسنُ الأدبِ» (۱)

مولائے کائنات نے فرمایا: اے مؤمن علم و دانش اور بہترین اخلاق و آداب تمہاری اصل قیمت اور حیثیت ہے، پس تم علم حاصل کرنے اور بہترین آداب سیکھنے میں بہت زیادہ کوشش و زحمت کرو کیونکہ جتنا تمہارے علم اور بہترین اخلاق و آداب میں اضافہ ہو گا اتنا ہی تمہاری قدر و قیمت، شخصیت اور منزلت میں اضافہ ہو گا۔

اس روایت کی روشنی میں انسان کا جو اصل مقام اور منزلت ہے وہ ہر انسان کی معرفت اور علم و دانش ہے اور وہ بہترین اخلاق اور کردار ہے جس سے انسان نے اپنے آپ کو آراستہ کیا اور زینت دی ہے، جتنا علم اور اخلاق ہے اتنا ہی اس کا مقام اور منزلت ہے اور اگر علم اور اخلاق نہ ہو تو اس انسان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

«قال أمير المؤمنين(ع): يا مؤمنُ إنّ هذا العلمَ والأدبَ ثمنُ نفسكَ فاجتهد فی تعلّمهما فما يزيدُ من علمِک وأدبِک يزيدُ فی ثمنِک و قدرِک» (۲)

---

(۱) امالی صدوق، ص ۲۹۱

(۲) روضۃ الواعظین، ج ۱، ص ۱۱

بہترین آداب روایات کی روشنی میں

انسانی کمالات وصفات اور آدابِ زندگی میں سے کچھ چیزوں کو روایاتِ اہلبیت علیہم السلام میں بہترین اور افضل ترین آداب قرار دیئے گئے ہیں اور پھر ان بہترین آداب وصفات کو اپنانے کی تاکید کی گئی ہے، اب ہم روایات کی روشنی میں اُن چیزوں کو بیان کرتے ہیں جن کو روایات میں افضل ترین آداب قرار دیا گیا ہے۔

مولائے کائنات علیہ السلام بہترین آداب اور انسان کی بہترین صفات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛

«أَفْضَلُ ٱلْأَدَبِ أَنْ يَقِفَ ٱلْإِنْسَانُ عِنْدَ حَدِّهِ وَ لاَ يَتَعَدَّى قَدْرَهُ» (۱)

بہترین ادب یہ ہے کہ انسان اپنی شخصیت کو اور اپنی حیثیت کو پہچانے اور اپنی حیثیت سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے اور اپنی حد میں رہنے کی کوشش کرے۔ اس روایت کی روشنی میں اپنے آپ کو پہچاننا اور اپنی حیثیت میں کام کرنا اور اپنی حیثیت سے آگے نہ بڑھنا بہترین آداب میں سے ہے۔

ایک اور جگہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: افضل ترین ادب یہ ہے کہ انسان ہمیشہ مروّت اور انسانیت کا خیال رکھے۔

«أَفْضَلُ ٱلْأَدَبِ حِفْظُ ٱلْمُرُوَّةِ» (۲)

ایک اور کلام میں مولائے کائناتؑ نے فرمایا: بہترین ادب یہ ہے کہ تمام اچھے کاموں کا آغاز اپنی ذات سے کیا جائے۔ یعنی دوسروں کو نیکیوں کی طرف دعوت دینے سے پہلے خود اُن نیکیوں اور اچھے کاموں کو انجام دینا بہترین ادب ہے۔

«أَفْضَلُ ٱلْأَدَبِ مَا بَدَأْتَ بِهِ نَفْسَكَ» (۳)

ایک اور فرمان میں مولائے کائناتؑ نے بہترین ادب تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: افضل ترین ادب یہ ہے کہ خواہشاتِ نفسانی کے موقع پر نفس کو قابو میں رکھنا اور خوف واضطراب کے موقع پر اپنے آپ کو سنبھال لینا بہترین اور افضل ترین ادب ہے۔

---

(۱) غرر الحکم، ج۱، ص۲۰۸

(۲) ایضاً، ص۱۹۲

(۳) ایضاً، ص۲۰۰

اس روایت کی روشنی میں خواہشاتِ نفسانی کو قابو میں رکھنا اور خوف و اضطراب کے موقع پر صبر و تحمل سے کام لینا بہترین ادب ہے۔

«ضَبطُ ٱلنَّفسِ عِندَ ٱلرَّغَبِ وَ ٱلرَّهَبِ مِنْ أَفضَلِ ٱلأَدَبِ»[1]

ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے تمام انسانوں کو بہترین ادب تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: ہمیشہ صداقت و سچائی کو اپنالینا، جھوٹ اور غلط بیانی سے اجتناب کرنا، بہترین سیرت اور افضل ترین ادب ہے۔

اس روایت میں جھوٹ کو بدترین صفت اور صداقت وسچائی کو بہترین عادت وافضل ترین ادب قرار دیا ہے۔

«تَحَرِّي ٱلصِّدقِ وَ تَجَنُّبُ ٱلكِذبِ أَجمَلُ شِيمَةٍ وَ أَفضَلُ أَدَبٍ»[2]

حضرت امام باقر علیہ السلام بہترین فعل اور افضل ترین ادب تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں؛ بہترین کام اور افضل ترین ادب عزت و آبرو کو بچانا ہے، اگرچہ مال ہی کیوں نہ دینا پڑ جائے۔

اس حدیث کی روشنی میں بہترین ادب عزت و آبرو کی حفاظت ہے، چاہے اپنی عزت ہو یا دوسروں کی عزت ہو، قربانی دے کر بھی عزت وآبرو کو بچانا ہے، یہی بہترین ادب کا تقاضا ہے۔

«عن الباقر علیه السلام : ... إِنَّ أَفضَلَ ٱلفِعَالِ صِيَانَةُ ٱلعِرضِ بِالمَالِ... »[3]

حضرت امام صادق علیہ السلام بہترین ادب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛ خوبیوں کو اپنانا اور دوسروں کو اذیت نہ پہنچانا اور ہر اُس کام سے اجتناب کرنا جو شک کا باعث ہے، یہی بہترین ادب ہے اور یہ تین خوبیاں جس انسان میں ہوں وہ غریب نہیں بلکہ دنیا کا سب سے بڑا امیر انسان ہے۔

«عن الصادق علیه السلام ؛ ... ثَلاثَةٌ لَيسَ مَعَهُنَّ غُربَةٌ حُسنُ ٱلأَدَبِ وَ كَفُّ ٱلأَذى وَ مُجَانَبَةُ ٱلرِّيَبِ... »[4]

---

(۱) ایضاً، ص ۳۸۷

(۲) ایضاً، ص ۳۱۷

(۳) الکافی، ج ۸، ص ۱۸

(۴) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۲۲۹

مولائے کائناتؑ نے بہترین آداب اور اخلاق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: بہترین اخلاق اور ادب اپنے آپ کو حرام کاموں اور گناہوں سے بچانا ہے۔

«عن علی بن ابی طالب علیهما السلام؛ أَحْسَنُ اَلْآدَابِ مَا كَفَّكَ عَنِ اَلْمَحَارِمِ» (۱)

سات چیزیں کمالِ ادب اور کمالِ انسانیت ہیں

حضرت امام صادق علیہ السلام کمالِ ادب اور کمالِ انسانیت اور کمالِ مروّت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛ سات چیزیں ادب اور انسانیت کا کمال ہیں، ۱) عقل، ۲) حلم اور برداشت، ۳) صبر و استقامت، ۴) نرمی و مہربانی، ۵) سکوت وخاموشی، ۶) بہترین اخلاق، ۷) لوگوں کے ساتھ مدارات اور شائستہ زندگی۔

«عَنِ اَلصَّادِقِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ :كَمَالُ اَلْأَدَبِ وَ اَلْمُرُوَّةِ فِي سَبْعِ خِصَالٍ اَلْعَقْلِ وَ اَلْحِلْمِ وَ اَلصَّبْرِ وَ اَلرِّفْقِ وَ اَلصَّمْتِ وَ حُسْنِ اَلْخُلُقِ وَ اَلْمُدَارَاةِ» (۲)

حضرتِ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: میرے پدر بزرگوار (حضرت امام محمد باقر علیہ السلام) نے مجھے بہترین آداب تعلیم دیتے ہوئے تین چیزوں کا حکم دیا اور تین چیزوں سے منع فرمایا، وہ تین چیزیں جن کا حکم دیا وہ یہ ہیں؛

۱) اچھے لوگوں کی رفاقت اختیار کرنا اور بُرے لوگوں سے دور رہنا، مزید فرمایا جو بُرے لوگوں کے ساتھ ہمنشین ہوتا ہے وہ محفوظ نہیں رہتا۔

۲) شائستہ اور اچھے الفاظ کے ساتھ گفتگو کرنا اور بُرے الفاظ سے پرہیز کرنا، فرمایا جو شخص ناشائستہ اور نازیبا الفاظ کو استعمال کرتا ہے وہ پشیمان اور نادم ہوتا ہے۔

۳) بُری جگہوں سے دور رہنا، فرمایا جو شخص بُری جگہوں سے دور نہیں رہتا بدنام ہو جاتا ہے۔

اور وہ تین چیزیں جن سے منع فرمایا ہے وہ یہ ہیں؛

---

(۱) غرر الحکم، ج ۱، ص ۲۱۲

(۲) مستدرک الوسائل، ج ۹، ص ۳۸

۱) کسی کو ترقی یا نعمت ملنے پر حسد نہ کروں۔

۲) کسی کی مصیبت پر شماتت اور طعنہ زنی نہ کروں۔

۳) کسی کے بارے میں چغلی اور نمیمہ نہ کروں۔

اس روایت میں حضرتِ امام باقر علیہ السلام نے تین بہترین آداب و اخلاق بیان فرمائے ہیں اور تین بدترین اخلاقی رزائل کو بیان فرمایا ہے۔

«عن الصادق علیه السلام : أَدَّبَنِي أَبِي عَلَيْهِ السَّلاَمُ بِثَلاَثٍ وَ نَهَانِي عَنْ ثَلاَثٍ فَأَمَّا اَللَّوَاتِي أَدَّبَنِي بِهِنَّ فَإِنَّهُ قَالَ لِي يَا بُنَيَّ مَنْ يَصْحَبْ صَاحِبَ اَلسَّوْءِ لاَ يَسْلَمْ وَ مَنْ لاَ يُقَيِّدْ أَلْفَاظَهُ يَنْدَمْ وَ مَنْ يَدْخُلْ مَدَاخِلَ اَلسَّوْءِ يُتَّهَمْ قُلْتُ يَا اِبْنَ بِنْتِ رَسُولِ اَللَّهِ فَمَا اَلثَّلاَثُ اَللَّوَاتِي نَهَاكَ عَنْهُنَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ نَهَانِي أَنْ أُصَاحِبَ حَاسِدَ نِعْمَةٍ وَ شَامِتاً بِمُصِيبَةٍ أَوْ حَامِلَ نَمِيمَةٍ»[1]

بہترین اخلاق و آدابِ زندگی سرورِ کائناتؐ کے وصیت نامہ کی روشنی میں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنابِ معاذ بن جبل کو یمن کی طرف اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا تو ایک جامع اور کامل وصیت نامہ تحریر فرمایا جس میں جنابِ معاذ کو سفارش فرمائی کہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا اور بہترین آداب سکھانا، اُن کے اخلاق کو سنوارنا، زندگی کے بہترین جینے کے اصول ان کو بیان کرنا، ہر انسان کو مناسب مقام و مرتبہ دینا، حکم خدا کو ان کے درمیان نافذ کرنا، ... اور آپ لوگوں کی امانت کا خیال رکھیں اور ان کے ساتھ نرمی و مہربانی اور گذشت کے ساتھ پیش آئیں اور نماز کو قائم کرنا آپ کی بھرپور کوشش ہو، اس لئے کہ نماز دین کا ستون ہے اور لوگوں کو قیامت کی طرف دعوت دینا، خدا کی عبادت و بندگی کی تاکید کرنا، لوگوں کے درمیان دینی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے زیادہ سے زیادہ معلمین کو پھیلا دینا، لوگوں کو تقویٰ، صداقت، امانت داری، وفاداری، بہترین کلام اور ایک دوسرے کو سلام کرنا، ہمسایوں کا خیال رکھنا، یتیموں پر رحم کرنا، بہترین عمل کرنا، آرزوؤں کو کم کرنا اور آخرت کی طرف راغب رہنا، قرآن کو سمجھنا، غصہ کو پی جانا، تواضع و فروتنی سے

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۲۶۱

پیش آنا، ان امور کی لوگوں کو بہت زیادہ سفارش و تاکید کرنا۔ خبر دار!! کسی مسلمان کو دشنام نہ دینا، گناہ گار کی پیروی نہ کرنا اور امام معصوم کی نافرمانی نہ کرنا اور سچے انسان کو نہیں جھٹلانا اور جھوٹے کی تصدیق نہیں کرنا، اور ہمیشہ یادِ خدا اور ذکرِ خدا میں مشغول رہنا اور ہر گناہ کے بعد ضرور توبہ کرنا۔

اس وصیت نامہ کے آخر میں سرورِ کائناتؐ نے معاذؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے معاذ جان لو کہ تم لوگوں میں سے محبوب ترین اور میرے نزدیک نہایت پسندیدہ شخص وہ ہے کہ جس حالت میں ابھی میرے سامنے ہیں اسی حالت میں قیامت کے دن مجھ سے ملاقات کریں، (میرے بعد منافق یا دینِ اسلام سے پھر نہ جائے، بلکہ توحید، رسالت اور امامت کے عقیدے کے ساتھ قیامت میں مجھ سے ملاقات کرے)۔

اس وصیت نامہ میں جنابِ معاذ ابن جبل کے ذریعہ سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لوگوں کے لئے بہترین آداب اور آئینِ زندگی اور ایک کامیاب زندگی کے اصول اور دُنیا و آخرت دونوں کی کامیابی کے لئے بہترین ضابطہ حیات تعلیم دیا ہے، جو اِن اخلاق و آداب اور اصولوں پر عمل کرے اُس شخص کے لئے دنیا میں بھی کامیابی ہے اور آخرت میں بھی سعادت اور نجات ہے۔

«وَصِيَّتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ لَمَّا بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ يَا مُعَاذُ عَلِّمْهُمْ كِتَابَ اللهِ وَ أَحْسِنْ أَدَبَهُمْ عَلَى الْأَخْلَاقِ الصَّالِحَةِ وَ أَنْزِلِ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ خَيْرَهُمْ وَ شَرَّهُمْ وَ أَنْفِذْ فِيهِمْ أَمْرَ اللهِ وَ لَا تُحَاشِ فِي أَمْرِهِ وَ لَا مَالِهِ أَحَداً فَإِنَّهَا لَيْسَتْ بِوَلَايَتِكَ وَ لَا مَالِكَ وَ أَدِّ إِلَيْهِمُ الْأَمَانَةَ فِي كُلِّ قَلِيلٍ وَ كَثِيرٍ وَ عَلَيْكَ بِالرِّفْقِ وَ الْعَفْوِ فِي غَيْرِ تَرْكٍ لِلْحَقِّ - يَقُولُ الْجَاهِلُ قَدْ تَرَكْتَ مِنْ حَقِّ اللهِ وَ اعْتَذِرْ إِلَى أَهْلِ عَمَلِكَ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ خَشِيتَ أَنْ يَقَعَ إِلَيْكَ مِنْهُ عَيْبٌ حَتَّى يَعْذِرُوكَ وَ أَمِتْ أَمْرَ الْجَاهِلِيَّةِ إِلَّا مَا سَنَّهُ الْإِسْلَامُ وَ أَظْهِرْ أَمْرَ الْإِسْلَامِ كُلَّهُ صَغِيرَهُ وَ كَبِيرَهُ وَ لْيَكُنْ أَكْثَرُ هَمِّكَ الصَّلَاةَ فَإِنَّهَا رَأْسُ الْإِسْلَامِ بَعْدَ الْإِقْرَارِ بِالدِّينِ وَ ذَكِّرِ النَّاسَ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ وَ اتَّبِعِ الْمَوْعِظَةَ فَإِنَّهُ أَقْوَى لَهُمْ عَلَى الْعَمَلِ بِمَا يُحِبُّ اللهُ ثُمَّ بُثَّ فِيهِمُ الْمُعَلِّمِينَ وَ اعْبُدِ اللهَ الَّذِي إِلَيْهِ تَرْجِعُ وَ لَا تَخَفْ فِي اللهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ وَ أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللهِ وَ صِدْقِ الْحَدِيثِ وَ الْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَ أَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَ تَرْكِ الْخِيَانَةِ وَ لِينِ الْكَلَامِ وَ بَذْلِ السَّلَامِ وَ حِفْظِ الْجَارِ وَ رَحْمَةِ الْيَتِيمِ وَ حُسْنِ الْعَمَلِ وَ قَصْرِ الْأَمَلِ وَ حُبِّ الْآخِرَةِ وَ الْجَزَعِ مِنَ الْحِسَابِ وَ لُزُومِ الْإِيمَانِ وَ الْفِقْهِ فِي الْقُرْآنِ وَ كَظْمِ الْغَيْظِ وَ خَفْضِ

اَلْجَنَاحِ - وَ إِيَّاكَ أَنْ تَشْتِمَ مُسْلِماً أَوْ تُطِيعَ آثِماً أَوْ تَعْصِيَ إِمَاماً عَادِلاً أَوْ تُكَذِّبَ صَادِقاً أَوْ تُصَدِّقَ كَاذِباً وَ اُذْكُرْ رَبَّكَ عِنْدَ كُلِّ شَجَرٍ وَ حَجَرٍ وَ أَحْدِثْ لِكُلِّ ذَنْبٍ تَوْبَةً اَلسِّرُّ بِالسِّرِّ وَ اَلْعَلاَنِيَةُ بِالْعَلاَنِيَةِ يَا مُعَاذُ لَوْ لاَ أَنَّنِي أَرَى أَلاَّ نَلْتَقِيَ إِلَى يَوْمِ اَلْقِيَامَةِ لَقَصَّرْتُ فِي اَلْوَصِيَّةِ وَ لَكِنَّنِي أَرَى أَنْ لاَ نَلْتَقِيَ أَبَداً ثُمَّ اِعْلَمْ يَا مُعَاذُ أَنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ مَنْ يَلْقَانِي عَلَى مِثْلِ اَلْحَالِ اَلَّتِي فَارَقَنِي عَلَيْهَا»[1]

روایات کی روشنی میں اولاد کو بہترین آداب تعلیم دینے کی تاکید

اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات اور روایات میں والدین کی بنیادی اور اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری اور فریضہ اولاد کو بہترین آداب سکھانا، بہترین طریقہ سے اچھی تعلیم و تربیت دینا ہے، اس انداز سے بچوں کی تربیت کریں اور ان کو آدابِ دینی سے آراستہ و آشنا کریں کہ معاشرے میں نہایت شائستہ اور پسندیدہ زندگی کر سکیں اور بہترین شخصیت بن کر معاشرے میں لوگوں کے سامنے آئیں، اُس کے کردار اور افکار بہترین انسان کے کردار اور افکار ہوں۔

اگرچہ والدین اپنی اولاد کو دنیا کی تمام سہولتیں اور آسائشیں فراہم کریں، لیکن اگر دینی آداب و فرائض کی تعلیم و تربیت سے آشنا نہ کیا ہو تو انہوں نے اپنی اولاد پر ظلم کیا ہے۔ والدین کی طرف سے اولاد کے لئے بہترین تحفہ اور بہترین گفٹ بہترین آداب اور انسان ساز تعلیم و تربیت کو قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: والدین کی جانب سے اولاد کے لئے بہترین میراث اور نہایت قیمتی تحفہ بہترین آداب ہیں نہ کہ مال و دولت، اس لئے کہ مال و دولت فانی ہے اور بہترین آداب جاودانی و ابدی ہیں۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اَللَّهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ إِنَّ خَيْرَ مَا وَرَّثَ اَلْآبَاءُ لِأَبْنَائِهِمُ اَلْأَدَبُ لاَ اَلْمَالُ فَإِنَّ اَلْمَالَ يَذْهَبُ وَ اَلْأَدَبَ يَبْقَى»[2]

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: کسی بھی والد نے اپنی اولاد کو بہترین ادب سے افضل و بہتر کوئی ہدیہ و گفٹ نہیں دیا ہے، بہترین ہدیہ و تحفہ والدین کی طرف سے بہترین آداب کی تعلیم دینا ہے۔

---

(۱) ایضاً، ج ۷۷، ص ۱۳۶

(۲) الکافی، ج ۸، ص ۱۵۰

«عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ [ﷺ] قَالَ :مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَداً نُحْلاً أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ»(۱)

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے مولائے کائنات علیہ السلام سے وصیت کرتے ہوئے بہترین آداب سکھانا بچوں کے واجب حقوق میں شامل کرتے ہوئے فرمایا: اے علی علیہ السلام والدین پر بچوں کے تین حقوق نہایت ضروری ہیں؛

۱) بچوں کا بہترین نام انتخاب کرنا۔ ۲) بچوں کو بہترین آداب سکھانا۔

۳) بچوں کے لئے بہترین ماحول فراہم کرنا جس میں اچھی تربیت ہو سکے۔

«... يَا عَلِيُّ حَقُّ الْوَلَدِ عَلَى وَالِدِهِ أَنْ يُحْسِنَ اِسْمَهُ وَ أَدَبَهُ وَ يَضَعَهُ مَوْضِعاً صَالِحاً»(۲)

مولائے کائنات علیہ السلام نے بھی والدین پر اولاد کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے تین بنیادی حقوق کو بیان فرمایا ہے؛

۱) اولاد کے لئے بہترین نام انتخاب کرنا۔ ۲) اولاد کو بہترین آداب سکھانا۔

۳) قرآنِ پاک کی تعلیم دینا۔

«الإمامُ عليٌّ عليه السلام: حَقُّ الوَلَدِ علَى الوالِدِ أن يُحَسِّنَ اسمَهُ، و يُحَسِّنَ أدَبَهُ، و يُعَلِّمَهُ القرآنَ»(۳)

حضور ﷺ نے کائنات کے تمام والدین کو اولاد کے اہم ترین حقوق بیان کرتے ہوئے اور اُن کو بہترین آداب سکھانے کی تاکید و سفارش کرتے ہوئے فرمایا: اولاد کو شخصیت و کرامت و بزرگی دو اور اُن کو بہترین دینی اور اسلامی آداب سے آراستہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اس روایت میں والدین کی مغفرت و نجات کو اولاد کی صحیح تربیت اور بہترین آداب سکھانے پر موقوف

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج ۱۵، ص ۱۶۴

(۲) مکارم الاخلاق، ج ۱، ص ۴۳۳

(۳) نہج البلاغہ، حکمت ۳۹۹

قرار دیا گیا ہے، اس صورت میں تمہاری مغفرت ہو گی کہ تم اپنی اولاد کو شخصیت بھی دو گے اور بہترین تعلیم و تربیت کے ساتھ آداب بھی سکھاؤ گے۔

«قال رسول اللہ ﷺ: أَكْرِمُوا أَوْلَادَكُمْ وَ أَحْسِنُوا آدَابَهُمْ يُغْفَرْ لَكُمْ» [1]

اولاد کو تین آداب سکھانا ضروری ہیں

حضور ﷺ نے فرمایا: اپنی اولاد کو تین آداب ضرور سکھاؤ؛

۱) اولاد کو اپنے نبی ﷺ کی محبت و معرفت سکھاؤ۔

۲) اہل بیتِ نبی ﷺ کی محبت و معرفت سے آشنا کرو۔

۳) قرآنِ پاک کی تعلیم اور قرائت سے آشنا کرو۔

اس روایت کی روشنی میں والدین پر فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو پیغمبرؐ سے اور اہل بیت علیہم السلام سے اور قرآن پاک کی تعلیمات سے آشنا کریں اور جب بچہ بزرگ ہو جائے تو اس کے دل میں پیغمبر ﷺ کی محبت و معرفت ہو اور اہل بیت علیہم السلام سے بھی آگاہ و آشنا ہو اور قرآنِ پاک کی تلاوت کے ساتھ ساتھ تعلیماتِ قرآنی سے بھی آگاہ ہو۔

«عن النبی ﷺ: أَدِّبُوا أَوْلَادَكُم علی ثَلَاثِ خِصَالٍ: حُبِّ نَبِيِّكُم، وَحُبِّ أَهلِ بَيتِهِ، وَقِرَاءَةِ القُرآنِ» [2]

مولائے کائنات علیہ السلام نے سورہ تحریم کی اس آیت ﴿ قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَاراً ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچالو، فرمایا: جہنم کی آگ سے بچانے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کو دینی فرائض کی تعلیم دو اور بہترین آداب سکھاؤ۔ اس طریقہ

---

(۱) بحار الانوار، ج ۱۰۱، ص ۹۵

(۲) دانشنامہ قرآن و حدیث، ج ۲، ص ۲۸۲

سے اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچالوگے۔

«عن الامام علی علیه السلام: فی قوله تعالیٰ ﴿قُوا أَنفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَاراً﴾؛ علموهم و أدبوهم» (۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ؛ جب یہ آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَاراً﴾ (التحریم/ ٦) اے صاحبانِ ایمان اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچالو۔ نازل ہوئی تو اصحاب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی؛ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کس طرح اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچائیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرائض اور نیکیوں کو انجام دو اور انہی فرائض ونیکیوں کی اولاد کو تعلیم دو اور ان کو بہترین آداب سے اور خدا کی اطاعت سے آشنا کرو، اس طریقہ سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے محفوظ کرلوگے۔

اس آیت وروایت کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جہنم کی آگ سے نجات کے لئے اولاد کی صحیح تربیت اوران کو دینی فرائض و آدابِ اسلامی سے آشنا کرنالازم وضروری ہے۔ اور یہی سب کے لئے نجات و سعادت کا راستہ ہے۔

«عَنِ الْإِمَامِ الصَّادِقِ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) أَنَّهُ [عليه السلام] قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَ أَهْلِيكُمْ نَاراً، قَالَ النَّاسُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كَيْفَ نَقِي أَنفُسَنَا وَ أَهْلِينَا؟ قَالَ: إِعْمَلُوا الْخَيْرَ، وَ ذَكِّرُوا بِهِ أَهْلِيكُمْ فَأَدِّبُوهُمْ عَلَى طَاعَةِ اللهِ» (۲)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اولاد کے لئے آداب سکھانا ضروری قرار دیا ہے، بلکہ تمام فرائض اور واجبات کا سکھانا بھی والدین کی اہم ذمہ داری قرار دیا ہے، خاص طور پر نماز کا سکھانا اور بچوں کو نماز کا پابند بنانا بہت ضروری قرار دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنی اولاد کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو نماز کی تعلیم

---

(۱) ایضاً، ص ۲۳۲

(۲) تفسیر البرہان، ج ۳، ص ۴۷۱

دو اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو سختی کرو اور پھر ان کا سونا بچھونا الگ کر دو۔

«علِّموا أولادَكُمُ الصلاةَ إذا بلغُوا سبعًا، واضربوهم عليها إذا بلغوا عشرًا، وفرِّقُوا بينهم في المضاجِعِ»[1]

حضرت امام رضا علیہ السلام کے ایک صحابی نے مولاؑ سے عرض کی: اے میرے آقا، میرے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے ایک دنیا سے چل بسا اور ایک باقی ہے، امامؑ نے فرمایا: ان کی طرف سے صدقہ دیتے رہو۔ اور جب میں جانے لگا تو مولاؑ نے فرمایا: بچے کے ہاتھوں سے صدقہ دینے کی عادت ڈالو، اگرچہ یہ صدقہ معمولی ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ جو چیز اللہ کی راہ میں دی جاتی ہے سچی نیت کے ساتھ وہ بہت عظیم ہے۔

اس روایت میں مولاؑ نے بچوں کے ہاتھوں سے صدقہ دینے اور نیکی کرانے کی سفارش کر کے بچوں کو بچپنے ہی سے دینے اور سخاوت کی عادت ڈالنے کی تاکید کی ہے، جو چیز بچپنے میں اپنائی جاتی ہے وہ زندگی کا حصہ بن جاتی ہے یعنی بچپن کی تربیت پتھر پر لکیر کی طرح ہو جاتی ہے جو کبھی زائل نہیں ہوتی، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام کے فرمان میں آیا ہے کہ: بچپنے میں علم و آداب کو سیکھنا پتھر پر لکیر کی مانند ہے اور بوڑھاپے میں علم کا سیکھنا پانی پر لکیر کی طرح ہے «قالَ علی(ع) العلمُ فی الصغر كالنقش فی الحجر والعلم فی الكبر كالنقش على الماء»۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ بْنِ يَزِيدَ قَالَ: أَخْبَرْتُ أَبَا ٱلْحَسَنِ ٱلرِّضَا عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ أَنِّي أُصِبْتُ بِابْنَيْنِ وَ بَقِيَ لِي بُنَيٌّ صَغِيرٌ فَقَالَ تَصَدَّقْ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ حِينَ حَضَرَ قِيَامِي مُرِ ٱلصَّبِيَّ فَلْيَتَصَدَّقْ بِيَدِهِ بِالْكِسْرَةِ وَ ٱلْقَبْضَةِ وَ ٱلشَّيْءِ وَ إِنْ قَلَّ فَإِنَّ كُلَّ شَيْءٍ يُرَادُ بِهِ ٱللهُ وَ إِنْ قَلَّ بَعْدَ أَنْ تَصْدُقَ ٱلنِّيَّةُ فِيهِ عَظِيمٌ...»[2]

امام صادق علیہ السلام کی نگاہ میں اولاد کو دینی آداب سکھانے کی اہمیت و نتیجہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: مؤمن ہمیشہ علوم آل محمد علیہم السلام کو اور آداب دینی کو سیکھتا ہے

(۱) منتخب میزان الحکمۃ، ص ۱۸
(۲) الکافی، ج ۴، ص ۴

اور اس پر عمل کرتا ہے، پھر وہ اپنے بچوں کو بھی آل محمد علیہم السلام کی تعلیمات اور دینی آداب سکھاتا ہے، جس کے نتیجے میں مؤمن اور اس کے بچے اور اس کے گھر والے سب کو خداوند جنت میں داخل کرتا ہے اور قیامت کے دن چھوٹے بڑے گھر کے تمام افراد خلدِ برین میں آئمہ اطہار علیہم السلام کے ساتھ بہترین زندگی پاتے ہیں، یہاں تک کہ بہترین آداب اور تربیت کرنے کی وجہ سے گھر میں موجود غلام اور کنیزوں کو بھی اللہ تعالیٰ جنت میں جگہ عطا فرماتا ہے اور اس سے بڑھ کر ہمسایوں کو بھی اللہ تعالیٰ جنت میں جگہ عطا فرماتا ہے۔ اور مؤمن کے مقابل میں گناہگار اور منافق انسان نہ خود آداب الٰہی کو سیکھتا ہے اور نہ ہی اپنے بچوں کو سکھاتا ہے اور آداب الٰہی اور تعلیمات آلِ محمد علیہم السلام کو نہ سیکھنے کی وجہ سے اور ان پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے خداوند انکو اور اس کے پورے خانوادے کو جہنم میں ڈال دیتا ہے۔ اور نتیجے میں نہایت حسرت اور ندامت کے ساتھ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔

«عن أبی عبدالله: قال یزالُ المؤمنُ یُورِثُ أهلَ بیتِه العلمَ والأدبَ الصالحَ حتی یُدخلَهمُ الله الجنّةَ حتی لا یفقُدَ فیها منهم صغیراً ولا کبیراً ولا خادماً ولا جاراً ولا یزال العبدُ العاصی یُورِثُ أهل بیته الأدبَ السیّئة حتی یُدخلَهم ناراً» (۱)

(۱) مستدرک الوسائل، ج۱۲، ص۲۰۱

فصلِ دوم (حصہ اول در فضیلت علم و علماء)

آیات و روایات کی روشنی میں علم کی فضیلت اور علماء کا مقام

دینِ مقدسِ اسلام میں علم کی بہت زیادہ فضیلت و عظمت کو بیان کیا گیا ہے اور تمام مسلمانوں کو حصولِ علم و دانش کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے، قرآنِ پاک کی آیات اور معصومین علیہم السلام کی روایات میں سب سے زیادہ حصولِ علم پر زور دیا گیا ہے اور علم کو دنیا و آخرت دونوں کی کامیابیوں کو حاصل کرنے کا وسیلہ و ذریعہ قرار دیا ہے، معصومین علیہم السلام نے علم کو چراغِ زندگی اور جہالت کو دنیا و آخرت دونوں کی بدبختی کا سبب قرار دیا ہے، صاحبانِ علم کو اللہ تعالیٰ دنیا میں رفعت و بلندی عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی ان کا عظیم مقام و مرتبہ ہے، جیسا کہ سورہ مبارکہ مجادلہ میں ارشادِ رب العزت ہے؛ اللہ تعالیٰ رفعت و بلندی و عظیم درجات عطا کرتا ہے صاحبانِ ایمان کو اور صاحبانِ علم کو۔

﴿يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَ اللهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (المجادلة/ ١١)

اور سورہ مبارکہ زمر میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے رات بھر عبادت کرتے ہوئے سجدوں اور قیام کی حالت میں مناجات کرنے والے اہل عبادت اور آخرت سے ڈرنے والے، خدا کی رحمت کے امیدوار اور صاحبانِ علم کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے؛ کیا وہ لوگ جو صاحبانِ علم ہیں اور وہ لوگ جن کے پاس کوئی علم نہیں برابر ہو سکتے ہیں؟!! (یعنی صاحبانِ علم کا رتبہ خدا کے نزدیک نہایت عظیم ہے) اور یہی صاحبانِ علم ہدایت و نصیحت حاصل کرنے والے ہیں۔

﴿أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِداً وَ قَائِماً يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَ يَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ (الزمر/ ٩)

حضور ﷺ علم کی فضیلت اور علماء کی محفل میں بیٹھنے کی تاکید و فوائد کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛ آگاہ رہو کہ علماء کی محفل کو غنیمت جانو، یہ بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، جہاں خدا کی رحمت و مغفرت نازل ہوتی ہے، جس طرح آسمان سے خدا کی رحمت بارشوں کی صورت میں برستی ہے، گناہگار لوگ علماء کی محفل میں آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ علم کے حصول اور علماء سے استفادہ حاصل کرنے کی وجہ سے ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور جب وہ اُٹھتے ہیں تو پاکیزہ ہو کر وہاں سے جاتے ہیں اور مزید فرمایا: اللہ تعالیٰ کی تین گروہ پر خاص رحمت و نظر ہے؛

۱) علماء پر۔ ۲) علم کے حاصل کرنے والے پر۔ ۳) وہ لوگ جو علماء اور علم حاصل کرنے والوں سے محبت کرنے والے ہیں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ... أَلَا فَاغْتَنِمُوا مَجَالِسَ الْعُلَمَاءِ فَإِنَّهَا رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ تَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الرَّحْمَةُ وَ الْمَغْفِرَةُ كَمَا يُمْطَرُ مِنَ السَّمَاءِ يَجْلِسُونَ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ مُذْنِبِينَ وَ يَقُومُونَ مَغْفُورِينَ لَهُمْ وَ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَغْفِرُونَ لَهُمْ مَا دَامُوا جُلُوساً عِنْدَهُمْ وَ إِنَّ اللهَ يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ فَيَغْفِرُ لِلْعَالِمِ وَ الْمُتَعَلِّمِ وَ النَّاظِرِ وَ الْمُحِبِّ لَهُمْ»[1]

ایک اور روایت میں ابنِ عباس سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تین گروہ ایسے ہیں جن کے لئے آسمان، زمین، ملائکہ اور دن و رات دعا کرتے ہیں اور ان کے لئے اللہ کی بارگاہ میں طلبِ مغفرت کرتے ہیں؛

۱) علماء۔ ۲) طالب علم۔ ۳) سخی انسان۔

پھر آپ نے فرمایا: تین گروہ کی دعا مستجاب ہوتی ہے؛

۱) مریض۔ ۲) توبہ کرنے والے۔ ۳) سخی انسان۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا: تین گروہ ایسے ہیں جن کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی؛

---

(۱) جامع الاخبار (شعیری): ص ۳۸

۱) فرمانبردار بیوی ۲) نیک و صالح بیٹا ۳) وہ سخی انسان جس کا اخلاق بہت اچھا ہے۔

مزید آپ نے فرمایا: تین گروہ شیطان اور اس کے لشکر سے محفوظ ہیں:

۱) دن رات اللہ کی تسبیح میں مشغول رہنے والے۔

۲) خوفِ خدا میں رونے والے۔ ۳) سحر کے وقت استغفار کرنے والے۔

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ يَسْتَغْفِرُ لَهُمُ السَّمَاوَاتُ وَ الْأَرْضُ وَ الْمَلَائِكَةُ وَ اللَّيْلُ وَ النَّهَارُ الْعُلَمَاءُ وَ الْمُتَعَلِّمُونَ وَ الْأَسْخِيَاءُ وَ ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمُ الْمَرِيضُ وَ التَّائِبُ وَ السَّخِيُّ وَ ثَلَاثَةٌ لَا تَمَسُّهُمُ النَّارُ الْمَرْأَةُ الْمُطِيعَةُ لِزَوْجِهَا وَ الْوَلَدُ الْبَارُّ لِوَالِدَيْهِ وَ السَّخِيُّ يُحَسِّنُ خُلُقَهُ وَ ثَلَاثَةٌ مَعْصُومُونَ مِنْ إِبْلِيسَ وَ جُنُودِهِ الذَّاكِرُونَ للهِ وَ الْبَاكُونَ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ وَ الْمُسْتَغْفِرُونَ بِالْأَسْحَارِ»[1]

حضور ﷺ نے علم کی فضیلت اور علم کے حصول کے لئے مطالعہ کرنے کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایک عالم جو اپنے بستر پر ٹیک لگا کر مطالعہ کرتا ہے اور علمی کتابوں میں غور کرتا ہے، اس کا یہ ایک گھنٹہ عابد کی ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔

«عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ سَاعَةٌ مِنْ عَالِمٍ يَتَّكِي عَلَى فِرَاشِهِ يَنْظُرُ فِي عِلْمِهِ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الْعَابِدِ سَبْعِينَ عَاماً»[2]

حضور ﷺ کا فرمان ہے: دینی معارف و فرائض کا سیکھنا تمام مسلمانوں پر فرض و لازم ہے اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بہت پسند کرتا ہے جو علم کے چاہنے والے ہیں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَلَا إِنَّ اللهَ يُحِبُّ بُغَاةَ الْعِلْمِ»[3]

---

(۱) ارشاد القلوب، ج۱، ص۱۹۶

(۲) جامع الاخبار (الشعیری)، ص۳۷

(۳) الکافی، ج۱، ص۳۰

علم دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی کا سبب

حضور ﷺ نے علم کی اہمیت و فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی و کامیابی علم کے ساتھ ہے اور دنیا و آخرت دونوں کی بد بختی جہالت کے ساتھ ہے۔

«خَیرُ الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ مَعَ العِلمِ وَ شَرُّ الدُّنیَا وَالآخِرَۃِ مَعَ الجَهلِ» (۱)

علم حکومت و قدرت کے حصول کا سبب

علم دنیا میں حکومت، سلطنت اور قدرت کے حصول کا سبب ہے، جن کے پاس واقعی علم و دانش آجائے وہ دنیا پر چھا جاتے ہیں اور دنیا کے لوگوں پر غالب ہو جاتے ہیں اور جو لوگ علم کی دولت سے محروم رہتے ہیں وہ ہمیشہ قدرتمند حکومتوں کے سامنے مغلوب رہتے ہیں، وہ لوگ کوئی ترقی اور کمال کو نہیں پا سکتے، جیسا کہ ابن ابی الحدید نے نہج البلاغہ کی شرح میں مولا کائناتؑ سے منسوب اس حدیث کو بیان کیا ہے کہ: علم حکومت و قدرت ہے، جو علم کو پالیتا ہے اس کے ذریعے دنیا پر چھا جاتا ہے اور جو علم سے محروم رہتا ہے وہ ہمیشہ مغلوب رہتا ہے۔

«العِلمُ سُلطانٌ مَن وَجدَہُ صالَ بِهِ وَ مَن لَم یَجِدہُ صیلَ عَلَیهِ» (۲)

تمام صاحبانِ عقل کے لئے چار اہم فرائض

حضور ﷺ نے تمام صاحبانِ عقل پر چار چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے؛

۱) علم کا حاصل کرنا۔ ۲) علم کی حفاظت کرنا۔

۳) علم کو کائنات میں پھیلانا۔ ۴) علم پر عمل کرنا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص أَربَعٌ یَلزَمُ کُلَّ ذِي حِجًی وَ عَقلٍ مِن أُمَّتِي قِیلَ یَا رَسُولَ اللهِ مَا هُنَّ قَالَ استِمَاعُ العِلمِ وَ حِفظُهُ وَ نَشرُهُ عِندَ أَهلِهِ وَ العَمَلُ بِهِ» (۳)

---

(۱) نہج الفصاحۃ الفصاحہ، ص ۳۶۶

(۲) شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۲۰، ص ۳۱۹؛ علم و حکمت در قرآن و حدیث، ج ۱، ص ۴۳

(۳) بحار الانوار، ج ۱، ص ۱۶۸

علوم میں سب سے ضروری علم

علومِ آلِ محمد علیہم السلام کائنات کا سب سے عظیم سمندر ہے، جس کی گہرائی تک پہنچنا کسی بھی انسان کے بس کی بات نہیں ہے، اب ہمیں ان علوم و معارف میں سے جو نہایت ضروری و بنیادی علوم ہیں، جن کا حصول سب پر فرض و لازم ہے، ان کو تلاش کرنا پڑے گا اور پھر انہیں حاصل کرنا ہو گا، وگرنہ دنیا و آخرت دونوں کی سعادت و خوش بختی کا حصول ممکن نہیں ہے، لہٰذا وہ علوم جن کو حاصل کرنا ضروری و لازمی ہے ان کے بارے میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد میں وارد ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کے اطراف میں لوگ جمع ہیں اور مختلف سوالات پوچھ رہے ہیں، آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ علامہ ہے، جو اشعارِ عرب و انسابِ عرب کو جانتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ علم ہے جس کے جاننے میں کوئی فائدہ نہیں اور نہ جاننے میں کوئی نقصان نہیں، بلکہ ضروری ترین علم صرف تین علوم ہیں؛

۱) آیت محکمہ (اصولِ دین کا علم؛ توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت کو تفصیل سے جاننا)

۲) فریضہ عادلہ (شرعی احکام؛ حلال و حرام اور تمام فروعِ دین کو تفصیل کے ساتھ جاننا)

۳) سنۃ قائمہ (اخلاقی فضائل و رزائل تفصیل کے ساتھ جاننا)

دیگر علوم انسان کیلئے فضیلت ہیں۔

«عَنْ أَبِي الْحَسَنِ مُوسَى ع قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللهِ ص الْمَسْجِدَ فَإِذَا جَمَاعَةٌ قَدْ أَطَافُوا بِرَجُلٍ فَقَالَ مَا هَذَا فَقِيلَ عَلَّامَةٌ فَقَالَ وَ مَا الْعَلَّامَةُ فَقَالُوا لَهُ أَعْلَمُ النَّاسِ بِأَنْسَابِ الْعَرَبِ وَ وَقَائِعِهَا وَ أَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ وَ الْأَشْعَارِ الْعَرَبِيَّةِ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ ص ذَاكَ عِلْمٌ لَا يَضُرُّ مَنْ جَهِلَهُ وَ لَا يَنْفَعُ مَنْ عَلِمَهُ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ ص إِنَّمَا الْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ آيَةٌ مُحْكَمَةٌ أَوْ فَرِيضَةٌ عَادِلَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ وَ مَا خَلَاهُنَّ فَهُوَ فَضْلٌ» [1]

---

(۱) الکافی، ج۱، ص ۳۲

ایک اور روایت میں امام صادقؑ نے ضروری ترین علوم کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا: میں نے تمام لوگوں کے علوم کو چار چیزوں میں پایا ہے؛

۱) پروردگار کی شناخت اور معرفت۔ ۲) انسان کی اپنی معرفت وشناخت (خودشناسی)۔

۳) وظائف اور فرائض کی معرفت وشناخت۔

۴) ان چیزوں کی شناخت ومعرفت جو انسان کو دین سے خارج کر دیتی ہیں۔

اس حدیث کی روشنی میں اہم ترین علوم خداشناسی، خودشناسی، وظیفہ شناسی اور دشمن شناسی ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ :وَجَدْتُ عِلْمَ ٱلنَّاسِ كُلِّهِمْ فِي أَرْبَعٍ أَوَّلُهَا أَنْ تَعْرِفَ رَبَّكَ - وَ ٱلثَّانِي أَنْ تَعْرِفَ مَا صَنَعَ بِكَ وَ ٱلثَّالِثُ أَنْ تَعْرِفَ مَا أَرَادَ مِنْكَ - وَ ٱلرَّابِعُ أَنْ تَعْرِفَ مَا يُخْرِجُكَ مِنْ دِينِكَ» (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ دین اسلام ہر اس علم کے حصول کو لازم وضروری قرار دیتا ہے جو انسان کی دنیا و آخرت دونوں کی سعادت اور خوش بختی کے لئے اور دنیا میں ترقی وتکامل اور رُشد و کمال کے حصول کے لئے مؤثر ومفید ہے۔

تمام علوم کا محور و مرکز

تمام علوم کا محور و مرکز اور سرچشمۂ فیض محمد و آلِ محمد علیہم السلام ہیں، دنیا میں جتنے علوم ومعارف پھیلے ہیں، ان سب کا سرچشمہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی ذاتِ گرامی ہے، جنہوں نے پوری کائنات کو علم و معرفت کے چراغ سے منور کیا ہے، صرف دینی علوم عطا نہیں بلکہ دنیاوی علوم و معارف کو بھی آلِ محمد علیہم السلام نے بشر کو عطا کیا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ پاک ہے: میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں اور جس شخص کو علم و حکمت کی ضرورت ہو اُسے چاہئے کہ وہ درِ آلِ محمد علیہم السلام پر جھک جائے، یہ وہ دروازہ ہے جہاں سے بشر کو سب کچھ خدا نے عطا

---

(۱) مشکاۃ الانوار، ج۱، ص۲۵۹

کیا ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا: علیؑ میرے علم کا خزانہ اور صندوق ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا وَ مَنْ أَرَادَ الْحِكْمَةَ فَلْيَأْتِ الْبَابَ وَ قَالَ ص فِيهِ ع خَازِنُ عِلْمِي وَ تَارَةً أُخْرَى عَيْبَةُ عِلْمِي» (۱)

ایک اور روایت میں پوری کائنات میں علم کو پھیلانے والے باقر العلوم علیہ السلام نے فرمایا: شرق و غرب میں چلے جاؤ، کہیں پر بھی صحیح علم کو نہیں پاؤ گے، مگر ہم اہل بیت علیہم السلام کے ذریعے سے۔

«قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ ع لِسَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وَ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ شَرِّقَا وَ غَرِّبَا فَلَا تَجِدَانِ عِلْماً صَحِيحاً إِلَّا شَيْئاً خَرَجَ مِنْ عِنْدِنَا أَهْلَ الْبَيْتِ» (۲)

حضور ﷺ نے تمام علوم و معارف اور ہدایت و نجات کا محور و مرکز قرآن و اہل بیتؑ کو قرار دیتے ہوئے فرمایا: میں تمہارے درمیان دو گراں بہا امانتیں چھوڑ کے جا رہا ہوں اُن میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے اور دوسری میری اہل بیتؑ ہے اور جب تک قرآن و اہل بیتؑ کی پیروی کرتے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں (قرآن و اہل بیتؑ) ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے آملیں گے۔

اس روایت میں حضور ﷺ نے دین کا محور و مرکز اور تمام علوم و معارف کا سرچشمہ قرآن و اہل بیتؑ کو قرار دیا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کی سعادت و نجات کے لئے تعلیماتِ قرآنی اور روایاتِ اہل بیتؑ پر عمل کرنا ضروری قرار دیا ہے کہ جس کے بغیر انسان کے لئے نجات ممکن نہیں ہے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ نَصّاً فَقَالَ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي كِتَابَ اللهِ وَ عِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي فَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ» (۳)

علماء کی ہمنشینی اور حصولِ علم کی عظیم فضیلت

متعدد روایات میں علماء کے ساتھ ہمنشینی اور حصولِ علم کی بہت زیادہ فضیلت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے،

(۱) بحار الانوار، ج ۴۰، ص ۲۰۳

(۲) الکافی، ج ۱، ص ۳۹۹

(۳) الاحتجاج، ج ۲، ص ۳۷۸

اپنی معرفت کو بڑھانے کے لئے اور دین کی شناخت اور شریعت کے احکام کو حاصل کرنے کے لئے علماء کے ساتھ ہمنشینی کو بہت عظیم عبادت قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ہم مسجدِ نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ابوذرؓ داخل ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آیا عابد کے جنازے میں حاضر ہونا آپ کے نزدیک محبوب ہے یا علماء کے ساتھ ہمنشینی؟

تو آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا: علماء کے ساتھ مذاکرہ علمی اور اپنے معلومات کو بڑھانے کے لئے بیٹھ جانا میرے نزدیک محبوب تر ہے، پھر آپ نے مزید ارشاد فرمایا: علماء کے ساتھ ہمنشینی اور علمی مذاکرہ کرنا ایک ہزار شہداء کے جنازے میں حاضر ہونے سے افضل ہے اور علماء کے ساتھ ایک گھنٹہ علمی مذاکرہ کرنا ان ایک ہزار راتوں سے افضل ہے جن میں سے ہر ایک رات میں ایک ایک ہزار رکعت مستحب نماز ادا کی جائے اور علماء کے ساتھ علمی فائدہ حاصل کرنے کے لئے ایک گھنٹہ بیٹھ جانا ایک ہزار جہاد، ختم قرآن سے افضل ہے۔

جنابِ ابوذرؓ نے تعجب کرتے ہوئے سوال کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا علماء کے ساتھ ہمنشینی ختمِ قرآن سے افضل ہے؟!!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر علماء کے ساتھ علمی مذاکرہ کے لئے ہمنشینی اختیار کرنا بارہ ہزار ختمِ قرآن سے افضل ہے، پھر آپؐ نے جنابِ ابوذر کو حصولِ علم اور علماء کے ساتھ ہمنشینی کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: تم سب پر ضروری ہے علماء کی طرف رجوع کرنا، اور ان سے علمی فیض حاصل کرنا، اس لئے کہ علم ہی کے ذریعہ سے حلال و حرام کی تمیز ہوتی ہے اور وہ شخص جو علم کی تلاش میں اپنے گھر سے نکلے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے عوض میں انبیاء علیہم السلام کا ثواب عطا فرماتا ہے اور ہر حرف کے بدلے جو وہ سنتا اور لکھتا ہے جنت میں ایک شہر عطا کرتا ہے اور علم کے حاصل کرنے والوں کو خدا دوست رکھتا ہے اور ملائکہ و انبیاء علیہم السلام بھی ان کو دوست رکھتے ہیں اور علم سے رغبت نہیں رکھے گا مگر وہ شخص کہ جو خوش بخت و خوش نصیب ہوگا اور قیامت کے دن علم کے طلب کرنے والے ہی کامیاب و کامران ہوں گے۔

اے ابوذر علماء کے پاس حصولِ علم کے لئے ایک گھنٹہ بیٹھنا اُس ایک سال کی عبادت سے افضل ہے، جس کے دن بھر روزہ رکھا ہو اور رات بھر عبادت کے لئے قیام کیا ہو اور علماء کی زیارت کرنا ایک ہزار غلام آزاد

کرنے سے افضل ہے اور جو اپنے گھر سے علم کی تلاش میں نکلے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہر قدم کے بدلے میں ایک ہزار شہید کا ثواب عطا کرتا ہے اور طالبِ علم حبیبِ خدا ہے اور جو علم سے رغبت رکھے اس کے لئے اللہ جنت کو واجب قرار دیتا ہے اور صبح وشام اللہ کی رضا اُسے نصیب ہوتی ہے اور اُس وقت تک اس کی روح قبض نہیں ہو گی جب تک کہ حوضِ کوثر سے سیراب نہ ہو جائے اور جب تک کہ جنت کا پھل تناول نہ کرلے، اور قبر میں کیڑے مکوڑے طالبِ علم کے بدن کو نہیں چھو سکتے اور جنت میں حضرتِ خضرؑ کے ساتھی ہوں گے اور یہ ساری فضیلتیں اللہ تعالیٰ نے اس ایک آیت کے اندر پوشیدہ کر دی ہیں: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ﴾ (مجادلہ/ ۱۱). اللہ تعالیٰ رفعت وبلندی و عظیم درجات عطا کرتا ہے تم میں سے ان لوگوں کو جو صاحبانِ ایمان وصاحبانِ علم ہیں۔

۵عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع قَالَ: بَيْنَمَا أَنَا جَالِسٌ فِي مَسْجِدِ النَّبِيِّ ص إِذْ دَخَلَ أَبُو ذَرٍّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ جَنَازَةُ الْعَابِدِ أَحَبُّ إِلَيْكَ أَمْ مَجْلِسُ الْعَالِمِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ص يَا أَبَا ذَرٍّ الْجُلُوسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكَرَةِ الْعَالِمِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ أَلْفِ جَنَازَةٍ مِنْ جَنَازَةِ الشُّهَدَاءِ وَ الْجُلُوسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ قِيَامِ أَلْفِ لَيْلَةٍ يُصَلِّي فِي كُلِّ لَيْلَةٍ أَلْفَ رَكْعَةٍ وَ الْجُلُوسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ أَلْفِ غَزْوَةٍ وَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ كُلِّهِ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مُذَاكَرَةُ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ كُلِّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ص يَا أَبَا ذَرٍّ الْجُلُوسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ كُلِّهِ اثْنَيْ عَشَرَ أَلْفَ مَرَّةٍ عَلَيْكُمْ بِمُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ فَإِنَّ بِالْعِلْمِ تَعْرِفُونَ الْحَلَالَ مِنَ الْحَرَامِ وَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ لِيَلْتَمِسَ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ كَتَبَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ ثَوَابَ نَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَ أَعْطَاهُ اللهُ بِكُلِّ حَرْفٍ يَسْتَمِعُ أَوْ يَكْتُبُ مَدِينَةً فِي الْجَنَّةِ وَ طَالِبُ الْعِلْمِ أَحَبَّهُ اللهُ وَ أَحَبَّهُ الْمَلَائِكَةُ وَ أَحَبَّهُ النَّبِيُّونَ وَ لَا يُحِبُّ الْعِلْمَ إِلَّا السَّعِيدُ وَ طُوبَى لِطَالِبِ الْعِلْمِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا أَبَا ذَرٍّ وَ الْجُلُوسُ سَاعَةً عِنْدَ مُذَاكَرَةِ الْعِلْمِ خَيْرٌ لَكَ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ صِيَامِ نَهَارِهَا وَ قِيَامِ لَيْلِهَا وَ النَّظَرُ إِلَى وَجْهِ الْعَالِمِ خَيْرٌ لَكَ مِنْ عِتْقِ أَلْفِ رَقَبَةٍ وَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ لِيَلْتَمِسَ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ ثَوَابَ أَلْفِ شَهِيدٍ مِنْ شُهَدَاءِ بَدْرٍ وَ طَالِبُ الْعِلْمِ حَبِيبُ اللهِ وَ مَنْ أَحَبَّ الْعِلْمَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَ يُصْبِحُ وَ يُمْسِي فِي رِضَا اللهِ وَ لَا يَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يَشْرَبَ مِنَ الْكَوْثَرِ وَ يَأْكُلَ مِنَ

ثَمَرَةِ الْجَنَّةِ وَ لَا يَأْكُلُ الدُّودُ جَسَدَهُ وَ يَكُونُ فِي الْجَنَّةِ رَفِيقَ الْخَضِرِ وَ هَذَا كُلُّهُ تَحْتَ هَذِهِ الْآيَةِ قَالَ اللهُ تَعَالَى يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ» (۱)

علم زندگی میں کامیابی کا سبب

حضرتِ امام صادق علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: زندگی میں کامیابی نہیں ہے مگر دو گروہ کے لئے؛

۱) وہ عالم جو علم حاصل کرنے کے بعد اپنے علم پر کرتا ہے۔

۲) وہ طالب علم جو علم حاصل کرکے عمل کرنا چاہتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) عَنْ آبَائِهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا خَيْرَ فِي الْعَيْشِ إِلَّا لِرَجُلَيْنِ عَالِمٍ مُطَاعٍ أَوْ مُسْتَمِعٍ وَاعٍ» (۲)

علم و معرفت، انسان کی فضیلت کا راز

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کی فضیلت و برتری کا معیار علم و معرفت کو قرار دیتے ہوئے فرمایا: دنیا میں سب سے عظیم وہ شخص ہے جس کی نگاہ میں دنیا کی کوئی اہمیت نہ ہو اور سب سے اعلم وہ شخص ہے جس نے سب کے علوم کو اپنے سینے میں جمع کیا ہے اور سب سے شجاع ترین وہ شخص ہے جو خواہشاتِ نفسانی پر غالب آجائے اور سب سے قیمتی ترین وہ شخص ہے جس کے پاس سب سے زیادہ علم و دانش ہے اور سب سے کم ترین قیمت اس شخص کی ہے جس کے پاس سب سے کم علم ہے۔ (اس حدیث کی روشنی میں وہ شخص کہ جس کے پاس علم نامی کوئی چیز بھی نہ ہو اس کے لئے قیمت نامی کوئی چیز ہی نہیں ہے)

«قال رسول الله ﷺ: أَعْظَمُ النَّاسِ فِي الدُّنْيَا خَطَراً مَنْ لَمْ يَجْعَلْ لِلدُّنْيَا عِنْدَهُ خَطَراً وَ أَعْلَمُ النَّاسِ مَنْ جَمَعَ عِلْمَ النَّاسِ إِلَى عِلْمِهِ وَ أَشْجَعُ النَّاسِ مَنْ غَلَبَ هَوَاهُ وَ أَكْثَرُ النَّاسِ قِيمَةً

---

(۱) جامع الاخبار، ص ۳۷

(۲) الکافی، ج ۱، ص ۳۳

أَكْثَرُهُمْ عِلْماً وَ أَقَلُّ النَّاسِ قِيمَةً أَقَلُّهُمْ عِلْماً» (۱)

باب العلم کے مالک امیر المؤمنین علیہ السلام نے کائنات کے مؤمنین کو علم کے حصول کی تاکید اور علم و ادب کو انسان کی اصل قیمت و فضیلت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اے مؤمن تیرے نفس کی قیمت علم و ادب ہے، جتنا تمہارے علم و ادب میں اضافہ ہو گا تمہاری قدر و منزلت میں بھی اضافہ ہو گا، علم ہی کے ذریعے سے خدا کی معرفت حاصل ہو گی اور عبادت و بندگی کو انجام دیا جائے گا، پھر علم ہی کے ذریعے سے انسان خدا کی ولایت و قربت کو پاتا ہے، پس علماء کی نصیحتوں و ہدایتوں کو قبول کرو اور ان پر عمل کرو تا کہ تم ہر عذاب سے نجات پا جاؤ۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع يَا مُؤْمِنُ إِنَّ هَذَا الْعِلْمَ وَ الْأَدَبَ ثَمَنُ نَفْسِكَ فَاجْتَهِدْ فِي تَعَلُّمِهَا فَمَا يَزِيدُ مِنْ عِلْمِكَ وَ أَدَبِكَ يَزِيدُ فِي ثَمَنِكَ وَ قَدْرِكَ فَإِنَّ بِالْعِلْمِ تَهْتَدِي إِلَى رَبِّكَ وَ بِالْأَدَبِ تُحْسِنُ خِدْمَةَ رَبِّكَ وَ بِأَدَبِ الْخِدْمَةِ يَسْتَوْجِبُ الْعَبْدُ وَلَايَتَهُ وَ قُرْبَهُ فَاقْبَلِ النَّصِيحَةَ كَيْ تَنْجُوَ مِنَ الْعَذَابِ» (۲)

علم سے بالاتر کوئی فضیلت و شرف نہیں

کائنات میں جس ہستی کو باب العلم قرار دیا گیا ہے اس ہستی نے علم و معرفت کو انسان کے لئے بالاترین فضیلت و شرافت قرار دیا ہے، مولائے کائنات اُن چیزوں کو بیان کرتے ہوئے جو انسان کے لئے واقعی ثروت اور دولت ہے اور جن کا حصول انسان کے لئے نہایت ضروری ہے، فرماتے ہیں: انسان کے لئے عقل سے بڑھ کر کوئی ثروت و دولت نہیں، خود پسندی سے بڑھ کر کوئی تنہائی نہیں، تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقلمندی نہیں، تقویٰ سے بڑھ کر کوئی بزرگی نہیں، اخلاق سے بڑھ کر کوئی ہمنشین نہیں، ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں، توفیق سے بڑھ کر راہنما نہیں، عمل صالح سے بڑھ کر کوئی تجارت نہیں، ثواب سے بڑھ کر کوئی منافع نہیں، شبہہ کے مقام پر ٹھہر جانے سے بڑھ کر کوئی پرہیز گاری نہیں، حرام سے اجتناب کرنے سے بڑھ کر کوئی زہد نہیں، غور و فکر سے بڑھ کر کوئی علم نہیں، فرائض کی ادائیگی سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں، حیاء اور صبر سے بڑھ کر کوئی

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۳۹۵

(۲) روضۃ الواعظین و بصیرۃ المتعظین، ج ۱، ص ۱۱

ایمان نہیں، تواضع سے بڑھ کر کوئی حسب نہیں، علم سے بڑھ کر کوئی شرافت و بزرگی نہیں، حلم سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں اور مشورے سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں۔

«لاَ مَالَ أَعْوَدُ مِنَ الْعَقْلِ وَ لاَ وَحْدَةَ أَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ وَ لاَ عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ وَ لاَ كَرَمَ كَالتَّقْوَى وَ لاَ قَرِينَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ وَ لاَ مِيرَاثَ كَالْأَدَبِ وَ لاَ قَائِدَ كَالتَّوْفِيقِ وَ لاَ تِجَارَةَ كَالْعَمَلِ الصَّالِحِ وَ لاَ رِبْحَ كَالثَّوَابِ وَ لاَ وَرَعَ كَالْوُقُوفِ عِنْدَ الشُّبْهَةِ وَ لاَ زُهْدَ كَالزُّهْدِ فِي الْحَرَامِ وَ لاَ عِلْمَ كَالتَّفَكُّرِ وَ لاَ عِبَادَةَ كَأَدَاءِ الْفَرَائِضِ وَ لاَ إِيمَانَ كَالْحَيَاءِ وَ الصَّبْرِ وَ لاَ حَسَبَ كَالتَّوَاضُعِ وَ لاَ شَرَفَ كَالْعِلْمِ وَ لاَ عِزَّ كَالْحِلْمِ وَ لاَ مُظَاهَرَةَ أَوْثَقُ مِنَ الْمُشَاوَرَةِ» (۱)

شفاعتِ علماء

علم کی فضیلت و برتری کے لئے یہی کافی ہے کہ علماء نہ صرف قیامت کے دن خود نجات پائیں گے بلکہ علماء کی شفاعت کی وجہ سے دوسرے لوگ بھی نجات پائیں گے، سچے علماء دنیا میں لوگوں کو ضلالت و گمراہیوں سے اور آخرت میں جہنم کی آگ سے اپنی شفاعت کے ذریعے سے بچاتے ہیں، جیسا کہ حضور ﷺ کے فرمان میں آیا ہے کہ: قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں تین گروہ شفاعت کریں گے:

۱) انبیاء علیہم السلام ۲) علماء ۳) شہداء

«عَنْ عَلِيٍّ (ع) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَةٌ يَشْفَعُونَ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَيُشَفَّعُونَ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ» (۲)

حضرت امام صادق علیہ السلام قیامت کے دن علماء کی شفاعت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے حضور میں عالم اور عابد کو حساب کے لئے طلب فرمائے گا، پھر عابد سے کہا جائے گا کہ تم جنت میں چلے جاؤ اور عالم کو کہا جائے گا کہ تم مقامِ حساب میں بیٹھ جاؤ اور لوگوں کی شفاعت کرو، اس لئے کہ تم دنیا میں بھی لوگوں کو برائیوں سے نجات دیتے تھے اور ان کو بہترین طریقے سے دین کی تعلیمات اور ادب

---

(۱) نہج البلاغہ، ص ۴۸۸

(۲) الخصال، ج ۱، ص ۱۵۶

سکھاتے تھے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بَعَثَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ الْعَالِمَ وَ الْعَابِدَ فَإِذَا وَقَفَا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ قَالَ لِلْعَابِدِ انْطَلِقْ إِلَى الْجَنَّةِ وَ قِيلَ لِلْعَالِمِ فَاشْفَعْ لِلنَّاسِ بِحُسْنِ تَأْدِيبِكَ لَهُمْ» (۱)

کن علماء کے ساتھ ہمنشینی کرنی چاہئے؟

ہر عالم ہمنشینی کے لائق و سزاوار نہیں ہے بلکہ ہمنشینی کے لئے ضروری ہے کہ وہ عالم اس قدر باکردار و باعمل ہو کہ اُس کی ہمنشینی انسان کو متاثر کر دے اور اس کے لئے ہدایت و نصیحت کا باعث ہو، وہ عالم جو دین و اخلاص اور خدا کی طرف دعوت دے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کے فرمان میں ہے: ہر عالم کے ساتھ ہمنشینی اختیار نہ کرو بلکہ صرف اس عالم کے ساتھ ہمنشینی و رفاقت اختیار کرو جو تمہیں پانچ چیزوں سے نکال کر دوسری پانچ چیزوں کی دعوت دے؛

۱) شک سے نکال کر یقین کی طرف دعوت دے۔

۲) تکبر سے نکال کر تواضع و انکساری کی طرف دعوت دے۔

۳) ریاء سے نکال خلوص کی طرف دعوت دے۔

۴) عداوت و دشمنی سے نکال کر محبت و خیر خواہی کی طرف دعوت دے۔

۵) دنیا کی رغبت سے نکال کر آخرت، زہد اور پرہیز گاری کی طرف دعوت کرے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لَا تَجْلِسُوا عِنْدَ كُلِّ عَالِمٍ يَدْعُوكُمْ إِلَّا عَالِمٌ يَدْعُوكُمْ مِنَ الْخَمْسِ إِلَى الْخَمْسِ مِنَ الشَّكِّ إِلَى الْيَقِينِ وَ مِنَ الْكِبْرِ إِلَى التَّوَاضُعِ وَ مِنَ الرِّيَاءِ إِلَى الْإِخْلَاصِ وَ مِنَ الْعَدَاوَةِ إِلَى النَّصِيحَةِ وَ مِنَ الرَّغْبَةِ إِلَى الزُّهْدِ» (۲)

علماء کا مقام

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ میں نے جبرائیلؑ سے سوال کیا کہ خدا کے حضور میں علماء افضل ہیں یا

---

(۱) بصائر الدرجات، ج۱، ص۷

(۲) الاختصاص، الشیخ المفید، ص۳۳۵

شہداء؟ تو جبرائیلؑ نے عرض کیا: اے اللہ کے حبیب ایک عالم کا مقام بارگاہِ الٰہی میں ایک ہزار شہداء سے بھی افضل ہے، اس لئے کہ علماء انبیاءؑ کی اقتداء کرتے ہیں اور شہداء علماء کی اقتداء کرتے ہیں۔

(علماء کی ہدایت اور ان کی باتوں پر عمل کرنے کے نتیجے میں ہی شہداء کو شہادت کا رتبہ حاصل ہوا ہے)

«قَالَ النَّبِيُّ ﷺ سَأَلْتُ جَبْرَائِيلَ (ع) فَقُلْتُ الْعُلَمَاءُ أَكْرَمُ عِنْدَ اللهِ أَمِ الشُّهَدَاءُ فَقَالَ الْعَالِمُ الْوَاحِدُ أَكْرَمُ عَلَى اللهِ مِنْ أَلْفِ شَهِيدٍ فَإِنَّ اقْتِدَاءَ الْعُلَمَاءِ بِالْأَنْبِيَاءِ وَ اقْتِدَاءَ الشُّهَدَاءِ بِالْعُلَمَاءِ» (۱)

حضرتِ امام صادق علیہ السلام علماء کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وہ شخص جو اللہ کی خاطر علم حاصل کرتا ہے اور اپنے علم پر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو اپنے علم سے فیضیاب کرتا ہے اُسے آسمانوں میں عظیم کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ یعنی عظمت اور بلندیوں کو پانے کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں؛

۱) علم کا حاصل کرنا۔ ۲) علم پر عمل کرنا۔ ۳) معاشرے میں علوم آلِ محمد علیہم السلام کو نشر کرنا۔

«عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللهِ ع مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَ عَمِلَ بِهِ وَ عَلَّمَ لِلهِ دُعِيَ فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ عَظِيماً فَقِيلَ تَعَلَّمَ لِلهِ وَ عَمِلَ لِلهِ وَ عَلَّمَ لِلهِ» (۲)

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رضائے الٰہی کے لئے علم دین کو حاصل کرنے والوں کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ شخص جو علم کا ایک باب حاصل کرے تاکہ اللہ کی رضا کے لئے لوگوں کو معارفِ دینی سے آگاہ کرے، تو اللہ تعالیٰ ستر انبیاء کا اجر عطا کرتا ہے۔

«قَالَ أَيْضاً ﷺ مَنْ تَعَلَّمَ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ لِيُعَلِّمَهُ النَّاسَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ أَعْطَاهُ اللهُ أَجْرَ سَبْعِينَ نَبِيّاً» (۳)

ایک اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جو اس لئے علم حاصل کرے کہ باطل کو حق کی طرف اور گمراہ ہدایت کی طرف پلٹا دے، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو چالیس سال کی عبادت کا ثواب عطا کرتا ہے۔

---

(۱) ارشاد القلوب (للدیلمی)، ج ۱، ص ۱۶۳

(۲) الکافی، ج ۱، ص ۳۵

(۳) روضۃ الواعظین، ج ۱، ص ۱۲

«عَنْ رَسُولِ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ)، قَالَ: مَنْ خَرَجَ يَطْلُبُ بَاباً مِنْ عِلْمٍ لِيَرُدَّ بِهِ بَاطِلًا إِلَى حَقٍّ أَوْ ضَلَالَةٍ إِلَى هُدًى، كَانَ عَمَلُهُ ذَلِكَ كَعِبَادَةِ مُتَعَبِّدٍ أَرْبَعِينَ عَاماً»(۱)

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ میں نے جبرائیلؑ سے مقام علماء کے بارے میں سوال کیا؛ تو جبرائیلؑ نے جواب میں کہا؛ علماء دنیا و آخرت دونوں میں آپ کی امت کے لئے ہدایت کا چراغ ہیں اور خوش بخت ہے وہ شخص جو ان علماء کو پہچانے اور ان سے محبت کرے اور بدبخت ہے وہ شخص جو علماء کی معرفت سے دور رہے اور ان سے عداوت و دشمنی رکھے اور جو علماء سے عداوت رکھتا ہو تو فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اہل جہنم میں سے ہے اور جو علماء سے محبت کرتے ہیں، تو ان کے لئے فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اہل جنت میں سے ہے۔

«قَالَ رسول الله ﷺ: سَأَلْتُ جَبْرَائِيلَ عَنْ صَاحِبِ الْعِلْمِ فَقَالَ هُمْ سِرَاجُ أُمَّتِكَ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ طُوبَى لِمَنْ عَرَفَهُمْ وَ أَحَبَّهُمْ وَ الْوَيْلُ لِمَنْ أَنْكَرَ مَعْرِفَتَهُمْ وَ أَبْغَضَهُمْ وَ مَنْ أَبْغَضَهُمْ شَهِدْنَا أَنَّهُ فِي النَّارِ وَ مَنْ أَحَبَّهُمْ شَهِدْنَا أَنَّهُ فِي الْجَنَّةِ»(۲)

حضرت امام علی نقی الہادیؑ عصر غیبت میں باعمل علماء کا کردار اور ان کا عظیم مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر امام زمانہؑ کے پردہ غیب میں جانے کے بعد ایسے علماء جو لوگوں کو دین کی اور امامؑ کی طرف دعوت دینے والے، راہنمائی کرنے والے، دین کا دلیل و برہان اور حجتِ خدا کے ساتھ دفاع کرنے والے، ابلیس اور اس کے چیلوں کے جال سے اور دین کے دشمنوں کی سازشوں سے نجات دینے والے نہ ہوتے تو سب لوگ دین سے خارج اور مرتد ہو جاتے، لیکن ان علماء نے ان کے دلوں اور ان کے ایمان کو اس طرح مضبوطی کے ساتھ تھام لیا اور بچا لیا کہ جس طرح ناخدا کشتی میں سوار تمام افراد کو سمندر کے خطرناک طوفانوں سے بچا لیتا ہے اور یہی علماء کائنات میں تمام لوگوں سے افضل اور برتر ہیں اور خدا کے ہاں ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے۔

---

(۱) الامالي (للطوسي)، المجلس، ص۶۱۹

(۲) ارشاد القلوب (للدیلمي)، ج۱، ص۱۶۶

«وَ رُوِيَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ اَلْهَادِي عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ :لَوْ لاَ مَنْ يَبْقَى بَعْدَ غَيْبَةِ قَائِمِكُمْ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ مِنَ اَلْعُلَمَاءِ اَلدَّاعِينَ إِلَيْهِ وَ اَلدَّالِّينَ عَلَيْهِ وَ اَلذَّابِّينَ عَنْ دِينِهِ بِحُجَجِ اللهِ وَ اَلْمُنْقِذِينَ لِضُعَفَاءِ عِبَادِ اللهِ مِنْ شِبَاكِ إِبْلِيسَ وَ مَرَدَتِهِ وَ مِنْ فِخَاخِ اَلنَّوَاصِبِ لَمَا بَقِيَ أَحَدٌ إِلاَّ اِرْتَدَّ عَنْ دِينِ اللهِ - وَ لَكِنَّهُمُ اَلَّذِينَ يُمْسِكُونَ أَزِمَّةَ قُلُوبِ ضُعَفَاءِ اَلشِّيعَةِ كَمَا يُمْسِكُ صَاحِبُ اَلسَّفِينَةِ سُكَّانَهَا أُولَئِكَ هُمُ اَلْأَفْضَلُونَ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ»(۱)

علماء کی تعظیم کرنے کا حکم

دینِ مقدسِ اسلام میں انبیاء اور آئمہ طاہرینؑ کے بعد علمائے دین کا مقام و مرتبہ سب سے بلند و عظیم ہے، جس طرح دینِ مقدسِ اسلام میں انبیاء اور آئمہ طاہرینؑ کا احترام اور ان کی تعظیم ہر انسان پر واجب و لازم ہے، اسی طرح سے جو نیک و صالح اور باعمل و باکردار علمائے دین ہیں ان کا احترام اور ان کی تعظیم کرنا بھی واجب و لازم ہے، کیونکہ متعدد روایات میں علماء کی تعظیم اور ان کے احترام کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے احترام اور ان کی تعظیم کو احترام و تعظیم پروردگار اور تعظیم انبیاءؑ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے کہ: جس نے علماء کی توقیر و تعظیم کی اُس نے اپنے پروردگار کی توقیر و تعظیم کو انجام دیا۔

اس روایت میں صریح اور واضح الفاظ میں مولاؑ نے تعظیم علماء کو تعظیم پروردگار قرار دیا ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤمِنِينَ: مَنْ وَقَّرَ عَالِماً فَقَدْ وَقَّرَ رَبَّهُ»(۲)

ایک اور روایت میں سرورِ کائناتؐ نے علماء کی تعظیم اور ان کے احترام کو لازم و ضروری قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: علماء کی تعظیم و تکریم انجام دیا کرو اس لئے کہ علماء انبیاءؑ کے وارث ہیں، پس جس نے علماء کی تعظیم و تکریم کو انجام دیا تو گویا اُس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعظیم و تکریم کو انجام دیا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: اكرِمُوا الْعُلَمَاءَ فَانَّهُمْ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ فَمَنْ أَكْرَمَهُمْ فَقَدْ اكرَمَ اللهَ وَ رَسُولَهُ»(۳)

---

(۱) الاحتجاج، ج۲، ص۳۵۵

(۲) غرر الحکم، ج۱، ص۱۳۲

(۳) نہج الفصاحہ، ح۳۵۰

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے تین قسم کے افراد کی تعظیم کو لازم قرار دیتے ہوئے فرمایا: تین قسم کے افراد ایسے ہیں جن کے مقام و مرتبے کو کوئی معمولی نہیں سمجھے گا سوائے منافق کے، وہ تین افراد یہ ہیں:

۱) جس کی زندگی اسلام میں عبادت و بندگی کرتے ہوئے گزری ہے۔

۲) عادل حکمران۔ ۳) وہ عالم جو لوگوں کو نیکیوں کی تعلیم دیتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ثَلاَثَةٌ لاَ يَسْتَخِفُّ بِحَقِّهِمْ إِلاَّ مُنَافِقٌ ذُو شَيْبَةٍ فِي اَلْإِسْلاَمِ وَ إِمَامٌ مُقْسِطٌ وَ مُعَلِّمُ اَلْخَيْرِ»(۱)

ایک اور روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے علماء کی توہین و تحقیر کو حرام قرار دیتے ہوئے فرمایا: آگاہ رہو! جس کسی نے بھی علماء کی توہین و تحقیر کی تو اس نے میری توہین و تحقیر کی ہے اور جس نے میری توہین کی اس نے خدا کی توہین کی اور یقیناً جو خدا کی توہین کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور جس کسی نے بھی عالم کی تعظیم و تکریم کی اس نے میری تعظیم و تکریم کی اور جس نے میری تعظیم و تکریم کی اس نے خدا کی تعظیم و تکریم کی اور یقیناً جو خدا کی تعظیم و تکریم کرتا ہے اس کا مقام و مرتبہ خلدِ بریں ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَلاَ وَ مَنْ أَهَانَ عَالِماً فَقَدْ أَهَانَنِي وَ مَنْ أَهَانَنِي فَقَدْ أَهَانَ اللهَ فَمَصِيرُهُ إِلَى اَلنَّارِ وَ مَنْ أَكْرَمَ عَالِماً فَقَدْ أَكْرَمَنِي وَ مَنْ أَكْرَمَنِي فَقَدْ أَكْرَمَ اللهَ وَ مَنْ أَكْرَمَ اللهَ فَمَصِيرُهُ إِلَى اَلْجَنَّةِ»(۲)

عالم کی موت ناقابلِ جبران نقصان

روایات میں باکردار اور باعمل علماء کہ جن کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت ملتی ہے اور دین کے لئے استحکام و مضبوطی کا باعث ہیں، ایسے علماء کی موت کو عظیم مصیبت اور ناقابلِ جبران نقصان قرار دیا گیا ہے اور ایسے علماء کی موت کو ایک پورے قبیلے کی موت سے زیادہ سنگین قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ

---

(۱) مجموعہ ورام (تنبیہ الخواطر)، ج۲، ص۲۱۳

(۲) جامع الاخبار، ص۳۸

کائنات ﷺ کے فرمان میں آیا ہے: عالم کی موت ایک ایسی عظیم مصیبت ہے کہ جس کا جبران نہیں ہو سکتا اور ایک ایسا خلا ہے جس کو پُر نہیں کیا جا سکتا، وہ در حقیقت ہدایت کا ستارہ تھا جو غروب ہو گیا ہے اور ایک قبیلے کی موت عالم کی موت سے آسان ہے۔

(یعنی ایک عالم کی موت، ایک قبیلے کی موت سے زیادہ گراں اور عظیم نقصان کا باعث ہے)۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: مَوتُ العالِمِ مُصيبَةٌ لا تُجبَرُ و ثُلمَةٌ لا تُسَدُّ، و هُوَ نَجمٌ طُمِسَ، و مَوتُ قَبيلَةٍ أيسَرُ مِن مَوتِ عالِمٍ» (۱)

علم پر عمل کرنے کی ضرورت

علم کی فضیلت اور علماء کا مقام و مرتبہ اس صورت میں ہے کہ جب علماء اپنے علم کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے تمام فرائض الٰہی کو بجالائیں، تو اس صورت میں اس علم کی بھی فضیلت ہے اور علماء کے لئے مقام و منزلت بھی۔ اور اگر عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے، عالمانہ کردار کا مالک نہ ہو تو اس کے لئے بہت عظیم عقاب کا سامنا ہے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کے فرمان میں آیا ہے: عبد اللہ ابن مسعود سے خطاب کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: اے ابنِ مسعود جو شخص علم حاصل کرنے کے بعد اپنے علم پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن اندھا اور نابینا محشور کرتا ہے اور جو شخص ریاء کاری اور دکھاوے کے لئے علم حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے برکت کو چھین لیتا ہے، اس کی زندگی کو سخت کر دیتا ہے، اس شخص کو اپنے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے حال پر چھوڑ دے وہ واقعی ہلاک اور بد بخت ہو جاتا ہے، پھر آپؐ نے اس مطلب کو سمجھانے کے لئے آیت سے دلیل پیش کی: اللہ رب العزت کا فرمان ہے؛ جو شخص آخرت اور ملاقاتِ رب پر یقین رکھتا ہے اُس کو عملِ صالح انجام دینا چاہئے اور اپنی عبادات کو خالص خدا کے لئے قرار دینا چاہئے اور اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک قرار نہیں دینا چاہئے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَا ابنَ مَسعُودٍ مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَ لَمْ يَعْمَلْ بِمَا فِيهِ حَشَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى وَ مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ رِيَاءً وَ سُمْعَةً يُرِيدُ بِهِ الدُّنْيَا نَزَعَ اللهُ بَرَكَتَهُ وَ ضَيَّقَ عَلَيْهِ مَعِيشَتَهُ وَ وَكَلَهُ

(۱) کنز العمال، ۲۸۸۵۸

اللهُ إِلَىٰ نَفْسِهِ وَ مَنْ وَكَلَهُ اللهُ إِلَىٰ نَفْسِهِ فَقَدْ هَلَكَ قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحاً وَ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَداً» (۱)

علم پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ اور بدترین انجام

حضور ﷺ نے ایک انتہائی عبرت آمیز کلام میں علم پر عمل نہ کرنے والوں کا بدترین انجام اور عمل کرنے والوں کا بہترین مقام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: علماء کی دو قسمیں ہیں؛

۱) وہ علماء جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں تو یہ نجات پانے والے ہیں۔

۲) وہ علماء جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے وہ ہلاک ہونے والے ہیں، بے شک اہلِ جہنم بہت زیادہ اذیت و کرب محسوس کرتے ہیں اُس عالم کی بدبو سے جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا اور بے شک جہنم میں سب سے زیادہ ندامت اور حسرت کرنے والا وہ عالم ہو گا جس نے دوسرے لوگوں کو خدا اور آخرت کی طرف دعوت دی ہو اور دوسرے لوگوں نے اُس کی دعوت کو قبول کیا اور اللہ نے ان کو جنت میں داخل کر دیا، لیکن اس دعوت دینے والے کو اپنے علم پر عمل نہ کرنے، خواہشات نفسانی اور لمبی آرزوؤں کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا، کیونکہ خواہشات کی پیروی حق سے روگردان کر دیتی ہیں اور لمبی امیدیں آخرت کو فراموش کرا دیتی ہیں۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ فِي كَلَامٍ لَهُ: اَلْعُلَمَاءُ رَجُلَانِ رَجُلٌ عَالِمٌ آخِذٌ بِعِلْمِهِ فَهَذَا نَاجٍ وَ عَالِمٌ تَارِكٌ لِعِلْمِهِ فَهَذَا هَالِكٌ وَ إِنَّ أَهْلَ النَّارِ لَيَتَأَذَّوْنَ مِنْ رِيحِ الْعَالِمِ التَّارِكِ لِعِلْمِهِ وَ إِنَّ أَشَدَّ أَهْلِ النَّارِ نَدَامَةً وَ حَسْرَةً رَجُلٌ دَعَا عَبْداً إِلَى اللهِ فَاسْتَجَابَ لَهُ وَ قَبِلَ مِنْهُ فَأَطَاعَ اللهَ فَأَدْخَلَهُ اللهُ الْجَنَّةَ وَ أَدْخَلَ الدَّاعِيَ النَّارَ بِتَرْكِهِ عِلْمَهُ وَ اتِّبَاعِهِ الْهَوَى وَ طُولِ الْأَمَلِ أَمَّا اتِّبَاعُ الْهَوَى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ وَ طُولُ الْأَمَلِ يُنْسِي الْآخِرَةَ» (۲)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۷، ص ۱۰۰

(۲) الکافی، ج ۱، ص ۴۴

فصلِ دوم (حصہ دوم در آدابِ تعلیم و تربیت)

استاد کا مقام و مرتبہ احادیثِ معصومینؑ کے روشنی میں

سرورِ کائنات ﷺ کی نگاہ میں استاد کا مقام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے سرور کائنات ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: وہ شخص جو لوگوں کو نیکیاں، حکمت اور ہر وہ چیز جو انسان کی دنیوی و اخروی زندگی کے لئے ضروری ہے سکھاتا ہے، (اور جس کو روایات میں معلم الخیر بھی کہا گیا ہے،) اس شخص کے لئے کائنات کی ہر چیز چاہے وہ آسمانوں میں ہو یا زمین پر سب دعا کرتی ہیں اور اس کے گناہوں کی مغفرت کے لئے استغفار کرتی ہیں۔ اور جو دریاؤں اور سمندر کی مچھلیاں ہیں وہ بھی استاد کی سلامتی و عافیت کے لئے دعا کرتی ہیں، ملائکہ اور فرشتے بھی اس کے لئے استغفار اور دعا کرتے ہیں۔

مزید آپؐ نے فرمایا: استاد اور شاگرد دونوں اس اجر میں برابر کے شریک ہیں اور قیامت کے دن دونوں کے لئے بہت بڑا مقام و مرتبہ ہے۔

«قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نَجْرَانَ وَ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَاصِمٍ عَنِ الْمُفَضَّلِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص إِنَّ مُعَلِّمَ الْخَيْرِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ دَوَابُّ الْأَرْضِ وَ حِيتَانُ الْبَحْرِ وَ كُلُّ ذِي رُوحٍ فِي الْهَوَاءِ وَ جَمِيعُ أَهْلِ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ وَ إِنَّ الْعَالِمَ وَ الْمُتَعَلِّمَ فِي الْأَجْرِ سَوَاءٌ يَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَفَرَسَيْ رِهَانٍ يَزْدَحِمَانِ»[1]

---

(۱) بصائر الدرجات، ج۱، ص۳

معلم ایک روحانی باپ ہے جس طرح باپ واجب الاحترام ہے اس کی تعظیم، اطاعت اور باتوں کو ماننا واجب اور ضروری ہے اسی طرح روحانی باپ (استاد) کا احترام، اطاعت اور باتوں پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔

لہٰذا اسی لئے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: تمہارے تین باپ ہیں:

۱) جس نے تمہیں پیدا کیا۔ ۲) جس نے تمہیں تعلیم دی ہے۔

۳) جس نے تمہیں اپنی بیٹی دی ہے۔

اور سب سے بہترین باپ وہ ہے جس نے تمہیں علم کی دولت عطا کی ہے۔

«الْأَبَاءُ ثَلَاثَةٌ: أَبٌ وَلَّدَكَ، وَ أَبٌ عَلَّمَكَ، وَ أَبٌ زَوَّجَكَ، وَ خَيْرُ الْأَبَاءِ مَنْ عَلَّمَكَ»(۱)

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے استاد کے مقام و مرتبے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جس نے تمہیں علم سکھایا ہے اس نے تم کو اپنا غلام بنالیا ہے۔

«رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: مَنْ تَعَلَّمْتَ مِنْهُ حَرْفاً صِرْتَ لَهُ عَبْداً»(۲)

اسی طرح سے مولائے کائناتؑ سے منسوب ایک مشہور کلام ہے کہ جس میں مولاؑ نے فرمایا: جو مجھے ایک حرف تعلیم دیتا ہے اس نے مجھے اپنا غلام بنایا ہے۔

«مَنْ عَلَّمَنِي حَرْفاً صَيَّرَنِي عَبْداً»(۳)

مولائے کائناتؑ کی نگاہ میں استاد کا مقام

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: ایک عالم (استاد) کے عوام (شاگردوں) پر چند حقوق ہیں جن میں سے:

۱) اس سے زیادہ سوال نہ کرو، یعنی خوامخواہ سوالوں کی بھرمار نہ کرو۔

---

(۱) تحریر المواعظ العددیہ، ص ۲۳۷

(۲) عوالی اللئالی، ج ۱، ص ۲۹۲، ح ۱۶۳

(۳) تاریخ نامہ ہرات، ص ۴۷۶

۲) اُس کے کپڑے کو نہ کھینچو۔

۳) جب اُس کے پاس جاؤ اور کچھ لوگ اُس کے پاس بیٹھے ہوں تو سب لوگوں کو سلام کرو اور پھر ان لوگوں کے سامنے اس (عالم) کو مخصوص عزت دو۔

یعنی جہاں عالم (استاد) کسی بزم یا محفل میں بیٹھے ہوئے ہوں اور دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوں تو سب کو اجتماعی طور پر سلام کرو، چونکہ متعدد روایات میں آیا ہے کہ آنے والے کے لئے سلام کرنا ضروری ہے، لیکن عالم (استاد) اس بزم میں بیٹھا ہو تو اس کو خصوصی طور پر دوبارہ سلام کرو، سب کو سلام کرو یہ اجتماعی سلام اور آدابِ اسلامی میں سے ہے، لیکن ایک خاص سلام کرو عالم (استاد) کی طرف مخاطب ہو کر یہ عالم (استاد) کے لئے ایک خاص حق اور خصوصی مقام و مرتبے کی وجہ سے ہے۔

۴) اُس کے سامنے بیٹھو پیچھے کی طرف سے نہ بیٹھو۔

۵) آنکھ اور ہاتھ سے اُس کی طرف اشارہ نہ کرو۔

۶) زیادہ باتیں نہ کرو کہ فلاں اور فلاں تو اس طرح کہتے ہیں اور آپ اس طرح کہتے ہیں۔

۷) اس کے ساتھ بیٹھنے میں دل تنگ مت ہو، کیونکہ ایک عالم دین ایک کھجور کے درخت کی مانند ہے اور تم اس انتظار میں رہو کہ شاید اُس سے آپ کے لئے کوئی چیز اُترے، جو تمہیں انرجی اور طاقت دے۔

واضح رہے کہ یہ خرما جنت کے پھلوں میں سے ایک پھل ہے اور سب سے زیادہ طاقت اور قوت رکھتا ہے، بالکل اسی کھجور کے درخت کی طرح استاد کا کلام بھی تمہیں روحانی اور ایمانی طاقت اور انرجی دیتا ہے۔

۸) ایک عالم کا اجر و ثواب ایک روزے دار، شب زندہ دار اور راہِ خدا میں جہاد کرنے والے سے زیادہ ہے۔

۹)اور جب بھی ایک عالم اس دنیا سے انتقال کرتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا شگاف پڑ جاتا ہے کہ تا قیامت کا جبران کوئی چیز نہیں کر سکتی۔

«عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ جَعْفَرٍ الْجُعْفِيِّ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ كَانَ عَلِيٌّ ع يَقُولُ إِنَّ مِنْ حَقِّ الْعَالِمِ أَنْ لَا تُكْثِرَ عَلَيْهِ السُّؤَالَ وَ لَا تَجُرَّ بِثَوْبِهِ وَ إِذَا دَخَلْتَ عَلَيْهِ وَ عِنْدَهُ قَوْمٌ فَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ جَمِيعاً وَ خُصَّهُ بِالتَّحِيَّةِ دُونَهُمْ وَ اجْلِسْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ لَا تَجْلِسْ خَلْفَهُ وَ لَا تَغْمِزْ بِعَيْنَيْكَ وَ لَا تُشِرْ بِيَدِكَ وَ لَا تُكْثِرْ مِنْ قَوْلِ قَالَ فُلَانٌ وَ قَالَ فُلَانٌ خِلَافاً لِقَوْلِهِ وَ لَا تَضْجَرْ بِطُولِ صُحْبَتِهِ فَإِنَّمَا مَثَلُ الْعَالِمِ مَثَلُ النَّخْلَةِ يُنْتَظَرُ بِهَا مَتَى يَسْقُطُ عَلَيْكَ مِنْهَا شَيْءٌ وَ الْعَالِمُ أَعْظَمُ أَجْراً مِنَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ وَ إِذَا مَاتَ الْعَالِمُ ثُلِمَ فِي الْإِسْلَامِ ثُلْمَةٌ لَا يَسُدُّهَا شَيْءٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[1]

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی نگاہ میں استاد کا مقام اور حقوق

امام زین العابدینؑ نے معلم (استاد) کے جو حقوق بیان کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے؛

۱۔استاد کی تعظیم اور احترام کرنا۔ ۲۔ تحصیل علم کے سلسلے میں استاد سے مدد لینا۔

۳۔استاد سے علم حاصل کرنے کیلئے دل کو آمادہ کرنا۔

۴۔اپنی آواز کو استاد کی آواز پر بلند نہ کرنا۔

۵۔جب اس سے سوال کیا جائے تو اس سے پہلے جواب نہ دینا۔

۶۔استاد کے سامنے کسی سے بات نہ کرنا۔ ۷۔ کسی سے استاد کی غیبت نہ کرنا۔

۸۔اگر استاد کی کوئی بدگوئی کریں تو اس کا دفاع کرنا۔

۹۔اپنے استاد کے عیوب اور خامیوں کو چھپانا۔

۱۰۔استاد کے فضائل اور خوبیوں کو آشکار کرنا۔

---

(۱)المحاسن ج۱، ص ۲۳۳

۱۱۔ استاد کے دشمن کے پاس نہ بیٹھنا۔

۱۲۔ استاد کے دوست سے دشمنی نہ کرنا۔

مزید امامؑ نے ارشاد فرمایا: اگر تم ان تعلیمات پر عمل کروگے اور استاد کے حقوق کو انجام دوگے تو خدا کے مقرب فرشتے گواہی دیں گے تو واقعی طالب علم اور صحیح معنوں میں بہترین شاگرد ہے تونے استاد سے معارف اور علوم کو سیکھا ہے اور اللہ کی خاطر پڑھا ہے نہ کہ لوگوں کو دکھانے کے لئے۔

«وَ حَقُّ سَائِسِكَ بِالْعِلْمِ اَلتَّعْظِيمُ لَهُ وَ اَلتَّوْقِيرُ لِمَجْلِسِهِ وَ حُسْنُ الاِسْتِمَاعِ إِلَيْهِ وَ الْإِقْبَالُ عَلَيْهِ وَ أَنْ لاَ تَرْفَعَ صَوْتَكَ عَلَيْهِ وَ لاَ تُجِيبَ أَحَداً يَسْأَلُهُ عَنْ شَيْءٍ حَتَّى يَكُونَ هُوَ اَلَّذِي يُجِيبُ وَ لاَ تُحَدِّثَ فِي مَجْلِسِهِ أَحَداً وَ لاَ تَغْتَابَ عِنْدَهُ أَحَداً وَ أَنْ تَدْفَعَ عَنْهُ إِذَا ذُكِرَ عِنْدَكَ بِسُوءٍ وَ أَنْ تَسْتُرَ عُيُوبَهُ وَ تُظْهِرَ مَنَاقِبَهُ وَ لاَ تُجَالِسَ لَهُ عَدُوّاً وَ لاَ تُعَادِيَ لَهُ وَلِيّاً فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ شَهِدَتْ لَكَ مَلاَئِكَةُ اللهِ بِأَنَّكَ قَصَدْتَهُ وَ تَعَلَّمْتَ عِلْمَهُ لله جَلَّ اِسْمُهُ لاَ لِلنَّاسِ»(۱)

جب تک ہم ان حقوق کو انجام نہیں دیں گے اور استاد کا احترام اور اس کی تعظیم کرتے ہوئے، ان کی باتوں پر عمل نہیں کریں گے، تو اس وقت تک نہ علم کی دولت کو پا سکیں گے اور نہ ہی کامیاب ہو سکیں گے، دنیا میں کامیابی کے لئے صحیح معنوں میں استاد کا احترام اور استاد کے حقوق کی ادائیگی اور استاد کی باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے، جو شخص استاد کی قدر نہ کرے اور اس کے مقام اور منزلت کو نہ سمجھے، وہ ہمیشہ جہالت کے اندھیرے میں رہے گا وہ جہالت سے نکل کر علم کی وادی نور میں نہیں پہنچے گا، استاد حقیقت میں انسان کو جہالت کی تاریکی سے نکالتا ہے اور انسان کے وجود کو ،دل کو اور دماغ کو علم کے نور سے منور کرتا ہے، استاد انسان کو علم اور معرفت کے زیور سے آراستہ کرتا ہے، انسان کو انسانیت کے عظیم مقام اور معراج تک پہنچا دیتا ہے، انسان کو جہالت اور ضلالت کی تاریک وادیوں سے نکال کے علم اور معرفت کی وادیوں میں پہنچاتا ہے، تمام علوم

---

(۱) مکارم الاخلاق،ج۱،ص۴۱۹

اور معارف کو سکھاتا ہے، انسانیت کی اعلیٰ اقدار اور منازل تک پہنچاتا ہے۔

اسلام کی نگاہ میں عظیم انسان

دینِ مقدس اسلام میں سب سے زیادہ مقام اور عظیم منزلت انبیاء کرام اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کی ہے، ان سے بڑھ کر کوئی انسان عظیم نہیں ہے، وہ عصمت و نبوت و امامت اور ولایت کے مقام پر فائز ہیں کہ جو عہدہ الٰہی ہے، چونکہ یہ مذکورہ سارے عہدے الٰہی ہیں، خدا جسے چاہے عطا کرتا ہے وہ مقام کسی عام بشر کا مقام نہیں ہے بلکہ عظیم انسانوں کا مقام ہے۔

ان کے بعد عظمت و بزرگی اور مقام و منزلت اس عالم کا ہے جس نے دین کا حق ادا کیا ہے، پہلے خود علوم آل محمد علیہم السلام و معارف اہل بیت علیہم السلام کو حاصل کیا ہے، پھر لوگوں کو علوم و معارف اہل بیت علیہم السلام سکھاتا ہے اور معاشروں کو زندہ کرتا ہے، روایات میں اس طرح کے عالم کو ستر ہزار عابدوں سے افضل اور بہتر قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت امام باقرؑ کا فرمان ہے: ایک عالم جو معارف اہل بیت علیہم السلام کو معاشرے میں پھیلاتا ہے اور لوگ اس کے علم سے فائدہ اٹھاتے ہیں ستر ہزار عابدوں سے افضل اور بہتر ہے۔

«عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ؏ قَالَ: عَالِمٌ يُنْتَفَعُ بِعِلْمِهِ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِينَ أَلْفَ عَابِدٍ» (۱)

جو علماء باعمل ہیں اور لوگوں کو دین کی طرف دعوت دیتے ہیں برائیوں اور گناہوں سے نجات دلاتے ہیں، معاشرے میں آل محمد علیہم السلام کے علوم و معارف کی روشنیوں کو پھیلاتے ہیں، ضلالت و گمراہیوں سے لوگوں کو نجات دلاتے ہیں، ہزاروں شاگردوں کی تربیت کرتے ہیں، پھر ان کے ذریعے دین کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچاتے رہتے ہیں، یہی علماء قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ لوگوں کی شفاعت کریں گے، جس طرح دنیا میں عام لوگوں کی قیادت کرتے ہیں اور شیطانی جالوں میں پھنسنے نجات دلاتے ہیں اسی طرح قیامت کے دن بھی لوگوں کو عظیم عقاب اور جہنم

---

(۱) الکافي (ط - الاسلامية) ج۱، ص ۳۳

سے نجات دلائیں گے، جیسا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں آیا ہے: قیامت کے دن انبیاء، علماء اور شہداء لوگوں کی شفاعت کرینگے۔

«قَالَ النبی ص يُشَفَّعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِلأَنْبِيَاءِ ثُمَّ الشُّهَدَاءِ ثُمَّ الْعُلَمَاءِ ثُمَّ الشُّهَدَاءِ»(۱)

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: جب قیامت کا دن آئے گا تو اللہ تعالیٰ عالم اور عابد دونوں کو بلائے گا، جب دونوں اللہ کی بارگاہ میں آئیں گے تو عابد سے فرمائے گا تم جنت میں جاؤ اور عالم سے فرمائے گا کہ جس طرح دنیا میں تم لوگوں کو برائیوں اور گناہوں سے نجات دلاتے تھے، آج بھی مقامِ شفاعت پر فائز ہو کر لوگوں کو جہنم کی آگ سے نجات دلاؤ۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ بَعَثَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ الْعَالِمَ وَ الْعَابِدَ فَإِذَا وَقَفَا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ قَالَ لِلْعَابِدِ انْطَلِقْ إِلَى الْجَنَّةِ وَ قِيلَ لِلْعَالِمِ فَاشْفَعْ لِلنَّاسِ بِحُسْنِ تَأْدِيبِكَ لَهُمْ»(۲)

اس قسم کے علماء کی موت کو روایات میں ناقابلِ جبران نقصان اور خسارت قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائنات کے فرمان میں آیا ہے: ایک مؤمن عالم کا اجر وثواب روزہ رکھنے والے روزے داروں سے، ساری رات کھڑے ہو کر عبادت کرنے والے عابدوں سے اور راہ الٰہی میں جہاد کرنے والے مجاہدین سے افضل و عظیم ہے اور جب وہ انتقال کرتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا شگاف پڑ جاتا ہے جس کو قیامت تک کوئی بھی چیز پُر نہیں کر سکتی۔ یعنی ایک عالم کی وفات ناقابلِ جبران نقصان اور خسارت ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع الْمُؤْمِنُ الْعَالِمُ أَعْظَمُ أَجْراً مِنَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ وَ إِذَا مَاتَ ثُلِمَ فِي الْإِسْلَامِ ثُلْمَةٌ لَا يَسُدُّهَا شَيْءٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»(۳)

(۱) روضۃ الواعظین و بصیرۃ المتعظین (ط - القدیمۃ)؛ ج ۱؛ ص ۱۱۔
(۲) بصائر الدرجات فی فضائل آل محمد صلی اللہ علیہم؛ ج ۱؛ ص ۷۔
(۳) بصائر الدرجات فی فضائل آل محمد صلی اللہ علیہم؛ ج ۱؛ ص ۵۔

شاگردوں کے حقوق

امام زین العابدین علیہ السلام کی نگاہ میں شاگرد کے حقوق

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے رسالہ «الحقوق» میں شاگرد کا حق یوں بیان فرمایا ہے: سب سے پہلے استاد سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: جان لو کہ بیشک پروردگار عالَم نے تجھے ان شاگردوں کا سرپرست اور راہنما قرار دیا ہے، خدانے تمہیں علم و حکمت عطا کی ہے اور تمہارے سینے کو علم اور حکمت کا خزانہ قرار دیا ہے اور تم کو اس کا امین بنایا ہے (یہ علم و حکمت اپنے سینے میں رکھنے کے لئے نہیں دیا ہے، اس علم و حکمت کو دوسروں تک پہنچانا بھی لازم و ضروری ہے اور وہ لوگ جو تمہارے شاگرد بن کے تمہارے سامنے زانوئے ادب ٹیکے ہوئے ہیں، ان کے تاریک سینوں کو علم و حکمت کے نور سے منور کرنا اور ان کی تربیت کرنا بھی ضروری ہے) تم ان سے پیار و محبت اور نرمی سے پیش آنا، سختی سے پیش نہ آنا، ان کو تنگ اور پریشان بھی نہ کرنا (اپنے علم کو ان تک پہنچانے میں بخل اور کنجوسی بھی نہ کرنا) اگر احسن طریقے سے لوگوں کو علم و حکمت عطا کرتے رہوگے تو اللہ تعالی تمہارے علم میں اور تمہاری شخصیت میں اضافہ کرے گا اور تمہیں ہر دل عزیز کردے گا، لیکن اگر تم نے علم کے نور سے لوگوں کو محروم کیا اور بخل سے کام لیا، یا شاگردوں کی توہین اور تحقیر کی اور ان سے سختی سے پیش آئے، تو خداوند عالم اس علم و حکمت کی دولت کو تم سے چھین لے گا اور تمہیں جہالت کی طرف پلٹادے گا اور تجھے جو عزت و مقام دیا تھا اسے ذلت و رسوائی میں تبدیل کردے گا اور لوگوں کی نگاہوں سے گرا دے گا۔

«عَنْ سَيِّدِ الْعَابِدِينَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع: وَ أَمَّا حَقُّ رَعِيَّتِكَ بِالْعِلْمِ فَأَنْ تَعْلَمَ أَنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ إِنَّمَا جَعَلَكَ قَيِّماً لَهُمْ فِيمَا آتَاكَ مِنَ الْعِلْمِ وَ فَتَحَ لَكَ مِنْ خَزَائِنِهِ فَإِنْ أَحْسَنْتَ فِي تَعْلِيمِ النَّاسِ وَ لَمْ تَخْرَقْ بِهِمْ (۱) وَ لَمْ تَضْجَرْ عَلَيْهِمْ زَادَكَ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ إِنْ أَنْتَ

---

(۱) الخرق: ضد الرفق و ان لا يحسن الرجل العمل۔

مَنَعتَ النّاسَ عِلمَكَ أَوْ خَرِقْتَ بِهِمْ عِندَ طَلَبِهِمُ العِلْمَ مِنكَ كَانَ حَقّاً عَلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَنْ يَسْلُبَكَ العِلْمَ وَ بَهَاءَهُ وَ يُسْقِطَ مِنَ القُلُوبِ مَحَلَّكَ» [1]

اگر کوئی شخص کتنی ہی بڑی شخصیت کا مالک کیوں نہ ہو لیکن اگر ان کے وجود سے کسی کو فائدہ نہیں ہوا، یا شاگردوں کے ساتھ بد اخلاقی، سختی اور بخل کے ساتھ پیش آئے تو ان کے لئے مولا نے یہ بہت سخت جملہ بیان فرمایا ہے:۔ خداوند تمہارے علم کو چھین لے گا شخصیت اور عزت کو چھین لے گا اور ساتھ ساتھ لوگوں کی نظروں سے بھی گرا دے گا اور تمہارا مقام جو لوگوں کے نزدیک تھا وہ سب ختم ہو جائے گا۔

«كَانَ حَقّاً عَلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَنْ يَسْلُبَكَ العِلْمَ وَ بَهَاءَهُ وَ يُسْقِطَ مِنَ القُلُوبِ مَحَلَّكَ»

یہ جملہ بہت سخت تہدید ہے لہٰذا تمام استادوں کو چاہیے کہ مولاً کے اس جملے پر توجہ دیں اور اپنی ذمہ داری کو بہتر انداز سے ادا کریں تو پروردگار مزید علم و حکمت، شخصیت و مقام عطا کرے گا، جیسا کہ پروردگار کا اعلان ہے: اور جب تمہارے پروردگار نے اعلان کیا کہ اگر تم لوگ میرا شکریہ ادا کروگے تو میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا اور اگر کفرانِ نعمت کروگے تو بے شک میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔

﴿وَ إِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (ابراهیم/ ۷)

ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے علم کو چھپائے اور اپنے علم سے لوگوں کو فائدہ نہ پہنچائے تو لوگوں کا اعتماد اس سے ختم ہو جاتا ہے اور قیامت کے دن آگ کی لگام اس کے منہ پر لگی ہو گی۔

«وَ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :مَنْ كَتَمَ عِلْماً أَلْجَمَهُ اللهُ بِلِجَامٍ مِنَ النَّارِ» [2]

اور اسی طرح حضرت امام باقرؑ نے فرمایا: قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس عالم اور استاد کے لئے ہے جس کے علم سے لوگوں کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ (اس عالم کا یہ علم قیامت کے دن عذاب بن کر

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۶۲۱

(۲) منیۃ المرید، ص ۱۶۳

سامنے آئے گا)۔

«وَ قَالَ الباقر ع: إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَمْ يَنْفَعْهُ اللهُ بِعِلْمِهِ» (۱)،(۲)

لہٰذا ان احادیث کی روشنی میں شاگردوں کا تربیت کرنا، ان کی عزت واحترام کرنا، علم و حکمت کے نور سے ان کے سینوں کو منور کرنا اور ان کو اعلیٰ شخصیت بنا کر معاشرے میں پیش کرنا تمام استادوں کے اہم ترین فرائض میں سے ہے، اور اللہ نے جو علم و حکمت عطا کیا ہے اُس کو لوگوں تک پہنچانے میں کسی قسم کا بخل اور کنجوسی سے کام نہ لینا بلکہ اس علم کے نور و حکمت سے لوگوں کے تاریک دلوں کو منور کرنا ہے۔

البتہ اس نکتے پر توجہ دینا ضروری ہے کہ روایات میں شاگرد سے مراد صرف استاد کے سامنے بیٹھے ہوئے، مدرسے میں پڑھنے والے، اسکول و کالج و یونیورسٹی وغیرہ میں علم حاصل کرنے والے طالبِ علم ہی نہیں ہیں بلکہ حق کے تلاش کرنے والے اور علومِ آلِ محمدؑ سے تشنہ وہ تمام افراد مراد ہیں جو آلِ محمدؑ کے چاہنے والے اور شیعیانِ آلِ محمدؑ میں سے ہیں، اسی طرح عالم کا بھی حقیقی مصداق خود آلِ محمدؑ ہیں اور طالبِ علم کا مصداق شیعیانِ آلِ محمدؑ ہیں اور باقی تمام لوگ مانندِ خس و خاشاک ہیں، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے: لوگ تین قسم کے ہیں؛

۱) عالم۔ ۲) طالب علم۔ ۳) خس و خاشاک۔

ہم آلِ محمدؑ عالم ہیں، ہمارے شیعہ طالبِ علم ہیں اور باقی لوگ خس و خاشاک اور خشک گھاس کی مانند ہیں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: يَغْدُو النَّاسُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَصْنَافٍ عَالِمٍ وَ مُتَعَلِّمٍ وَ غُثَاءٍ فَنَحْنُ الْعُلَمَاءُ وَ شِيعَتُنَا الْمُتَعَلِّمُونَ وَ سَائِرُ النَّاسِ غُثَاءٌ» (۳)

لغت اور اصطلاح میں لفظ قیم کی معنی اور اس کا مصداق

حضرت امام سجادؑ کے فرمان «إِنَّمَا جَعَلَكَ قَيِّماً لَهُمْ» میں لفظ «قَيِّم» (تجھے ان شاگردوں کا سرپرست اور

(۱) احیاء علوم الدین، ج۱، ص ۳۰ و ج۳، ص ۳۳۳؛ تنبیہ الخواطر، ج۱، ص ۳۲۰؛ مجمع الزوائد، ج۱، ص ۱۸۵؛ کنز العمال، ج۱۰، ص ۲۰۸، ح ۲۹۰۹۹۔

(۲) منیۃ المرید، ص ۱۵۳۔

(۳) وسائل الشیعہ، ج ۲۷، ص ۶۸

راہنما قرار دیا ہے) لغت میں ہر سرپرست، نگران اور نگہبان کے معنی میں بھی آیا ہے، لیکن اصطلاح میں «قیِّم» سے مراد وہ شخص ہے جو ایک باپ کے انتقال کے بعد اس کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچوں کی سرپرستی کرتا ہے، باپ کے انتقال کے بعد یتیم بچوں کی سرپرستی، تربیت، پرورش اور نگہداری کی ضرورت ہوتی ہے، اگر ان یتیم بچوں کی تربیت، پرورش اور سرپرستی نہ کی جائے تو یہ بچے ضائع وبرباد اور بے دین و فاسق ہو جائیں گے اور یہ بچے تعلیم و تربیت اور انسانیت سے بھی محروم رہ جائیں گے، لہٰذا اسی وجہ سے دینِ مقدس اسلام میں ان یتیموں کی سرپرستی اور نگہداری کے لئے ایک نیک اور امین شخص کو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے، جس کو شریعت کی اصطلاح میں «قیِّم» کہتے ہیں، جو ہر طرح سے یتیموں کی دیکھ بھال کرتا ہے اور ان کی تعلیم و تربیت اور نظامِ زندگی کا بندوبست کرتا ہے۔

حضرت امام سجادؑ نے استاد کو اس شخص سے تشبیہ دی ہے جو یتیموں کا «قیِّم» اور سرپرست ہے، جس طرح یتیموں کی سرپرستی کرنے والا ہر طرح سے یتیموں کی دیکھ بھال اور تربیت کرتا ہے اور بہترین شخصیت بنا کر ان یتیموں کو معاشرے میں پیش کرتا ہے، اسی طرح استادوں کو چاہیے کہ شاگردوں اور مؤمنین کی ہر طرح سے تربیت کریں اور ان کی سرپرستی کرتے ہوئے اعلیٰ[۱] شخصیت بنا کر معاشرے میں پیش کریں۔

امت محمدی کا قیم اور عصر غیبت میں مؤمنین کی تربیت کرنے کی فضیلت

امام زمانہ عج کے پردہ غیبت میں چلے جانے کے بعد روایات میں علمائے کرام و فقہاء کو اس امت کا قیم کہا گیا ہے، یہ جو مؤمنین امام زمانہ عج سے جدا اور کٹے ہوئے ہیں، ان کو ایتام آل محمد کہا گیا ہے، دینی طالب علم، عوام مؤمنین یہ سب ایتام آل محمد ہیں، لہٰذا ان ایتام کی سرپرستی کون کرے گا؟ ان کو برائیوں، ضلالتوں اور گمراہیوں سے کون بچائے گا، ان کی دینی تعلیم و تربیت کا انتظام کون کرے گا؟ تو اس کے بارے میں آلِ محمدؑ کی متعدد روایات میں آیا ہے کہ ایتام آل محمد کی سرپرستی اور ان کی تعلیم و تربیت اور ہدایت کی ذمہ داری علماء پر عائد ہوتی ہے اور یہ علماء و فقہاء عصر غیبت میں ایتام آل محمد کے سرپرست اور راہنما ہیں۔

حضرت امام حسینؑ عصر غیبت میں مؤمنین کی تعلیم و تربیت اور ایتام آل محمد کی سرپرستی کرنے والوں کی فضیلت وعظمت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وہ شخص جو اُن مؤمنین کی ہدایت و تربیت کرتا ہے جن کا عصر غیبت میں امام سے رابطہ منقطع ہے، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو گواہ قرار دیتا ہے کہ اس شخص نے مؤمنین کی ہدایت و سرپرستی کی ہے اور ان پر نیکی اور احسان کیا ہے اب مجھ پر لازم ہے کہ میں اس شخص پر فضل وکرم و احسان کروں، اے میرے ملائکہ اس شخص نے مؤمنین کو جو کچھ سکھایا ہے ہر حرف کے بدلے جنت میں دس لاکھ قصر عطا کیا جائے اور اس کے علاوہ جنت کی ساری نعمتیں اس کو دی جائیں۔

«قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ ع مَنْ كَفَلَ لَنَا يَتِيماً قَطَعَتْهُ عَنَّا غَيْبَتُنَا وَ اسْتِتَارُنَا فَوَاسَاهُ مِنْ عُلُومِنَا الَّتِي سَقَطَتْ إِلَيْهِ حَتَّى أَرْشَدَهُ وَ هَدَاهُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ يَا أَيُّهَا الْعَبْدُ الْكَرِيمُ الْمُوَاسِي إِنِّي أَوْلَى بِهَذَا الْكَرَمِ اجْعَلُوا لَهُ يَا مَلَائِكَتِي فِي الْجِنَانِ بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ عَلَّمَهُ أَلْفَ أَلْفِ قَصْرٍ- وَ أَضِيفُوا إِلَيْهَا مَا يَلِيقُ بِهَا مِنْ سَائِرِ النِّعَمِ» (۱)

حضرت امام حسن عسکریؑ عصر غیبت میں مؤمنین کی ہدایت و سرپرستی کرنے والے علماء کا مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آگاہ رہو وہ شخص جو علوم آل محمدؐ سے آشنا ہے اور ان علوم ومعارف کو ان مؤمنین تک پہنچاتا ہے جن کی رسائی امام معصومؑ تک نہیں ہے اور ان ایتام آل محمد کی سرپرستی کرتا ہے، ان کی ہدایت کرتا ہے اور ان کو رشد و کمال تک پہنچاتا ہے، قیامت کے دن یہ شخص ہم آل محمد کے ساتھ عظیم درجات پر فائز ہو گا۔

«عن الامام العسکری ع: أَلَا فَمَنْ كَانَ مِنْ شِيعَتِنَا عَالِماً بِعُلُومِنَا، وَ هَذَا الْجَاهِلُ بِشَرِيعَتِنَا- الْمُنْقَطِعُ عَنْ مُشَاهَدَتِنَا يَتِيمٌ فِي حِجْرِهِ، أَلَا فَمَنْ هَدَاهُ وَ أَرْشَدَهُ وَ عَلَّمَهُ شَرِيعَتَنَا- كَانَ مَعَنَا فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلَى» (۲)

---

(۱) بحار الانوار (ط- بیروت)، ج۲، ص۴، ح۱۸۰۔

(۲)۔ التفسیر المنسوب الی الامام الحسن العسکری علیہ السلام، ص۳۳۹۔

حضرت سیدہ کونین جناب فاطمہ زہراؑ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے پدرِ بزرگوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا: وہ علماء جو عصرِ غیبت میں ایتامِ آلِ محمد کی کفالت و سرپرستی کرتے ہیں اور علومِ آلِ محمد سے ان کو آگاہ و آشنا کرتے ہیں جس قدر ان علماء نے علومِ آلِ محمد کو سیکھا ہے اور ایتام آلِ محمد کو ان علوم سے آگاہ اور آشنا کیا ہے اسی حساب سے ان علماء کو قیامت کے دن مقام اور منزلت اور درجہ دیا جائے گا، جنت کے نورانی اور فاخرہ لباس پہنائے جائیں گے۔ قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی سے آواز آئے گی کہ کہاں ہیں وہ علماء جو عصرِ غیبت میں مؤمنین اور ایتام آلِ محمد کی کفالت اور سرپرستی کرتے تھے اور علومِ آلِ محمد سے ان کو آشنا کرتے تھے، جس قدر انہوں نے مؤمنین کی سرپرستی کی ہے اور علومِ آلِ محمد سے ان کو آگاہ کیا ہے، اسی قدر ان علماء کو اور ان کے شاگردوں کو مقام اور منزلت اور جنت کے لباس فاخرہ عطا کئے جائیں، پھر پروردگار ان سب کو جنت میں عظیم مقام و منزلت عطا کرے گا۔ پھر جناب سیدہؑ نے مزید فرمایا: جنت کے نورانی لباسِ فاخرہ اس قدر عظیم ہیں کہ ان کا ایک دھاگہ پوری کائنات سے دس لاکھ درجے افضل و بہتر ہے۔

«عن فاطمه الزهراء س سَمِعْتُ أَبِي ص يَقُولُ إِنَّ عُلَمَاءَ شِيعَتِنَا يُحْشَرُونَ فَيُخْلَعُ عَلَيْهِمْ مِنْ خِلَعِ الْكَرَامَاتِ عَلَى قَدْرِ كَثْرَةِ عُلُومِهِمْ وَ جِدِّهِمْ فِي إِرْشَادِ عِبَادِ اللهِ حَتَّى يُخْلَعَ عَلَى الْوَاحِدِ مِنْهُمْ أَلْفُ أَلْفِ حُلَّةٍ مِنْ نُورٍ ثُمَّ يُنَادِي مُنَادِي رَبِّنَا عَزَّ وَ جَلَّ أَيُّهَا الْكَافِلُونَ لِأَيْتَامِ آلِ مُحَمَّدٍ ص النَّاعِشُونَ لَهُمْ عِنْدَ انْقِطَاعِهِمْ عَنْ آبَائِهِمُ الَّذِينَ هُمْ أَئِمَّتُهُمْ هَؤُلَاءِ تَلَامِذَتُكُمْ وَ الْأَيْتَامُ الَّذِينَ كَفَلْتُمُوهُمْ وَ نَعَشْتُمُوهُمْ فَاخْلَعُوا عَلَيْهِمْ خِلَعَ الْعُلُومِ فِي الدُّنْيَا فَيَخْلَعُونَ عَلَى كُلِّ وَاحِدٍ مِنْ أُولَئِكَ الْأَيْتَامِ عَلَى قَدْرِ مَا أَخَذُوا عَنْهُمْ مِنَ الْعُلُومِ حَتَّى إِنَّ فِيهِمْ يَعْنِي فِي الْأَيْتَامِ لَمَنْ يُخْلَعُ عَلَيْهِ مِائَةُ أَلْفِ خِلْعَةٍ وَ كَذَلِكَ يَخْلَعُ هَؤُلَاءِ الْأَيْتَامُ عَلَى مَنْ تَعَلَّمَ مِنْهُمْ ثُمَّ إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ أَعِيدُوا عَلَى هَؤُلَاءِ الْعُلَمَاءِ الْكَافِلِينَ لِلْأَيْتَامِ حَتَّى تُتِمُّوا لَهُمْ خِلَعَهُمْ وَ تُضَعِّفُوهَا لَهُمْ فَيَتِمُّ لَهُمْ مَا كَانَ لَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَخْلَعُوا عَلَيْهِمْ وَ يُضَاعَفُ لَهُمْ وَ كَذَلِكَ مَنْ يَلِيهِمْ مِمَّنْ خَلَعَ عَلَى مَنْ يَلِيهِمْ وَ قَالَتْ فَاطِمَةُ ع يَا أَمَةَ اللهِ إِنَّ سِلْكَةً مِنْ تِلْكَ الْخِلَعِ لَأَفْضَلُ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ أَلْفَ أَلْفِ مَرَّةٍ وَ

مَا فَضَلَ فَإِنَّهُ مَشُوبٌ بِالتَّنْغِيصِ وَ الْكَدَرِ»(۱)

طالب علموں کا مقام و مرتبہ روایات کی روشنی میں

متعدد روایات میں طالب علموں کے مقام اور ان کی عظمت و منزلت کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ: اگر کوئی طالبِ علم طالب علمی کے دوران مرجائے تو وہ شہادت کی موت مرتا ہے، یہ بات قرآن اور معصومین علیہم السلام کی روایات میں سے ثابت ہے کہ اگر طالبِ علم حصولِ علم کی راہ میں ہو اور اُسے اسی راہ میں موت آجائے تو وہ شہادت کی موت مرتا ہے۔جیسا کہ قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے کہ: اور جو بھی راہ خدا میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت سے ٹھکانے اور وسعت پائے گا اور جو اپنے گھر سے خدا اور رسول کی طرف ہجرت کے ارادہ سے نکلے گا اس کے بعد اسے موت بھی آجائے گی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَ مَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَماً كَثِيراً وَ سَعَةً وَ مَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِراً إِلَى اللهِ وَ رَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ وَ كَانَ اللهُ غَفُوراً رَحِيماً﴾ (النساء/ ۱۰۰)

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص اپنے گھر سے خدا کی راہ میں علوم و معارف سیکھنے کے لئے نکلے پھر طلبِ علم کی حالت میں اس کو موت آجائے تو شہادت کی موت پاتا ہے اور خداوند اس کو شہادت کا رتبہ عطاء کرتا ہے۔

«رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَقُولُ :إِذَا جَاءَ الْمَوْتُ طَالِبَ الْعِلْمِ وَ هُوَ عَلَى هَذِهِ الْحَالِ مَاتَ شَهِيداً»(۲)

ایک اور روایت میں علوم و معارف اہل بیتؑ حاصل کرنے والے طلاب اور شاگردوں کے مقام اور منزلت کو بیان کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علم کی تلاش میں نکلتا ہے اور واقعی شاگرد طالب علم ہے اس کا مقام اس انسان کی طرح ہے جو ہر دن روزہ رکھتا ہے اور ہر رات عبادت

(۱) بحار الانوار، ج۲، ص۳

(۲) منتخب میزان الحکمۃ، ص ۳۶۳، باب العلم۔

کرتے ہوئے قیام میں رہتا ہے اور مزید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علم کا ایک باب سیکھ لینا اس سے بہتر ہے کہ ابوقبیس کی پہاڑی سونا بن جائے پھر اس کو خدا کی راہ میں انفاق کیا جائے۔

«قَالَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَهُوَ كَالصَّائِمِ نَهَارَهُ الْقَائِمِ لَيْلَهُ وَ إِنَّ بَاباً مِنَ الْعِلْمِ يَتَعَلَّمُهُ الرَّجُلُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَكُونَ أَبُو قُبَيْسٍ ذَهَباً فَأَنْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ»(۱)(۲)

ایک اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طالبِ علموں کو اہل جنت قرار دیتے ہوئے اور ان کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اگر کوئی شخص اس انسان کو دیکھنا چاہے جس کو خدا نے جہنم کی آگ سے آزاد کردیا ہے (اور اہل جنت میں سے قرار دیا ہے) تو وہ طالبِ علم کی طرف نگاہ کریں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، وہ طالب علم جو حصول علم اور دین کی معرفت کی خاطر علماء کے پاس جاتا ہے، تو پروردگار عالم اُس کے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھ دیتا ہے اور ہر قدم کے بدلے جنت میں ایک شہر عطاء کرتا ہے اور زمین اس طالب علم کے لئے صبح و شام دعاء اور استغفار کرتی ہے اور اس حالت میں طالب علم صبح کرتا ہے کہ اس کے گناہ بخشے گئے ہیں اور ملائکہ ان طالب علموں کے لئے گواہی دیتے ہیں کہ خدا نے ان سب کو جہنم کی آگ سے آزاد کردیا ہے۔

«قَالَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى عُتَقَاءِ اللهِ مِنَ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى الْمُتَعَلِّمِينَ فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ مُتَعَلِّمٍ يَخْتَلِفُ إِلَى بَابِ الْعَالِمِ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ عِبَادَةَ سَنَةٍ وَ بَنَى اللهُ لَهُ بِكُلِّ قَدَمٍ مَدِينَةً فِي الْجَنَّةِ وَ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ وَ هِيَ تَسْتَغْفِرُ لَهُ وَ يُمْسِي وَ يُصْبِحُ مَغْفُوراً لَهُ وَ شَهِدَتِ الْمَلَائِكَةُ أَنَّهُمْ عُتَقَاءُ اللهِ مِنَ النَّارِ»(۳)(۴)

ان روایات سے طالب علم کا بلند مقام و مرتبہ ، ان پر خدا کی خاص عنایت و رحمت اور ان کا

---

(۱) تفسیر الرازی، ج ۲، ص ۱۸۰.

(۲) منیۃ المرید، ص ۱۰۰

(۳) تفسیر الرازی، ج ۲، ص ۱۸۰؛ روضۃ الناج، ج ۱، ص ۵۲ - ۵۳، وفیہما: «باب عالم» بدل «باب العالم»۔

(۴) منیۃ المرید، ص ۱۰۰

اہل جنت ہونا واضح و آشکار ہو جاتا ہے، طالب علم سے مراد صرف دینی طالب علم ہی نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص طالبِ علم ہے جو حق کی تلاش کے لئے جستجو کرے کہ جس کی نتیجے میں اُسے خدا اور دین کی معرفت حاصل ہو اور اُن علوم و معارف کا علم حاصل ہو جن کے ذریعے سے انسانیت کی خدمت کر سکے۔

شہید ثانی رحمہ اللہ کی نگاہ میں شاگردوں کے حقوق

شہید ثانی رحمہ اللہ نے منیۃ المرید میں شاگردوں کے حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

«اَنْ یُعَلِّمَہُ الْأَدَابَ وَالْأَخلَاقَ وَ یُحَسِّنَهُم إِلَى الصَّلَاحِ»[1]

استاد کو چاہئے کہ شاگرد کو بہترین آداب سکھائے، بہترین اخلاق سکھائے اور بہترین طریقے سے زندگی کرنے کی تعلیم و تربیت دے، کیونکہ یہ طالب علموں کا حق ہے اور بہترین طریقے سے شاگرد کی رہنمائی کریں اور شاگرد کو ہمیشہ تشویق اور ترغیب دلاتے رہیں۔

شہید ثانی نے منیۃ المرید میں شاگردوں کے حقوق کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے شاگرد کے بیس حقوق کو بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱-استاد، شاگرد کی تربیت کے لئے مخلص ہو۔

۲-استاد، شاگرد سے پیار و محبت اور تواضع کے ساتھ پیش آئے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: استاد کو چاہئے کہ شاگرد کے ساتھ نہایت آسانی، تواضع اور فروتنی کے ساتھ پیش آئے اور شاگرد کی بھی ذمہ داری ہے کہ جس سے وہ تعلیم حاصل کر رہا ہے اس کے ساتھ تواضع، تہذیب اور فروتنی کے ساتھ پیش آئے۔

«لِينُوا لِمَنْ تُعَلِّمُونَ وَ لِمَنْ تَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ»[2][3]

---

(۱) منیۃ المرید، ص ۱۸۰-۱۸۱۔

(۲) الفقیہ و المتفقہ، ج ۲، ص ۱۱۳؛ الکافی، ج ۱، ص ۳۶

(۳) منیۃ المرید، ص ۱۹۳

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شاگردوں کے ساتھ تواضع کی مثال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو جمع کر کے فرمایا: میں تم سے ایک حاجت رکھتا ہوں وہ میری پوری کر دو، حواریوں نے عرض کیا اے روح اللہ ضرور بالضرور ہم آپ کی حاجت کو پورا کریں گے، تو جنابِ عیسیٰ اٹھے اور ان کے پیر دھوئے، تو شاگردوں اور حواریوں نے کہا اے روح اللہ آپ سے زیادہ تو ہم اس چیز کا حق رکھتے ہیں کہ ہم آپ کے پیر دھلائیں، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: (میں نے تمہارے پاؤں کو اس لئے دھویا ہے تاکہ آپ تواضع کرنا سیکھیں اور انسانیت کی خدمت کرنے کا درس سیکھیں، کسی کے سامنے غرور و تکبر سے پیش نہ آنا، خود کو دوسروں سے افضل نہ سمجھنا، دیکھو میں روح اللہ، اولوالعزم پیغمبر، صاحب شریعت اور صاحب کتاب ہوں پھر بھی) میں تمہارے سامنے اس لئے تواضع اور فروتنی سے پیش آ رہا ہوں اور پاؤں کو دھو رہا ہوں تاکہ اس طریقے سے تمہیں ادب سکھاؤں اور تواضع کی تعلیم دوں پھر یہ جملہ فرمایا: کہ تواضع و فروتنی ہی کے ذریعے سے حکمت کا حصول ممکن ہے نہ کہ تکبر و غرور سے اور اسی طرح نرم زمین میں ہی سبزہ اگتا ہے نہ کہ بنجر و پتھریلی زمین میں۔

«أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنَانٍ رَفَعَهُ قَالَ: قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ع يَا مَعْشَرَ الْحَوَارِيِّينَ لِي إِلَيْكُمْ حَاجَةٌ اقْضُوهَا لِي قَالُوا قُضِيَتْ حَاجَتُكَ يَا رُوحَ اللهِ فَقَامَ فَغَسَلَ أَقْدَامَهُمْ (۱) فَقَالُوا كُنَّا نَحْنُ أَحَقَّ بِهَذَا يَا رُوحَ اللهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَقَّ النَّاسِ بِالْخِدْمَةِ الْعَالِمُ إِنَّمَا تَوَاضَعْتُ هَكَذَا لِكَيْمَا تَتَوَاضَعُوا بَعْدِي فِي النَّاسِ كَتَوَاضُعِي لَكُمْ ثُمَّ قَالَ عِيسَى ع بِالتَّوَاضُعِ تُعْمَرُ الْحِكْمَةُ لَا بِالتَّكَبُّرِ وَ كَذَلِكَ فِي السَّهْلِ يَنْبُتُ الزَّرْعُ لَا فِي الْجَبَلِ» (۲)

لہذا جس طریقے سے نرم زمینوں میں جب دانہ ڈالتے ہیں اس سے اچھی فصلیں آتی ہیں اسی طریقے سے وہ دل جو نرم ہیں اور وہ انسان جو متواضع ہیں، علم و حکمت اور دانائی انہی کے دل میں آسکتی ہے، مگر جو سخت، متکبر اور مغرور ہوں وہ کبھی بھی علم حاصل نہیں کر پائیں گے۔

---

(۱) فی بعض النسخ: [قبل]۔
(۲) الکافی،ج۱،ص۳۷

بطور خلاصہ یہ وہی سلسلہ ہے جو مختلف شکلوں میں آج بھی عیسائیوں کے درمیان کچھ اضافات کے ساتھ موجود ہے اور یہ رسم ان کے یہاں مشہور بھی ہے۔

۳- شاگردوں کے ساتھ پیار و محبت کریں اور ان کے لئے وہی چیز پسند کریں جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتے ہیں۔

۴- شاگردوں کو بد اخلاقی، بے ادبی، بری صفات اور گناہوں سے آیات و روایات کے ذریعے سے سختی کے ساتھ روکیں۔

۵- شاگرد کے ساتھ سختی اور شدت سے پیش نہ آئیں بلکہ نرمی، لطافت اور محبت سے پیش آئیں جس طرح مؤمنین کے لئے قرآن میں پروردگار کا دستور ہے: آپ ان مؤمنین کے لئے جو آپ کی پیروی کرتیں ہیں نہایت محبت اور تواضع سے پیش آئیں۔

﴿وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (۱)

اور حضور ﷺ نے فرمایا: عفو و درگذشت کرنے سے عزت و سربلندی اور تواضع و فروتنی سے رفعت اور بزرگی ملتی ہے۔

﴿قَالَ ص مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَ مَا زَادَ اللهُ عَبْداً بِعَفْوٍ إِلَّا عِزّاً وَ مَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللهُ﴾ (۲)

۶- شاگردوں کے حالات سے باخبر رہیں اور احوال پرسی کرتے رہیں، پریشان ہوں تو مدد کریں اور مریض ہوں تو عیادت کریں جس طرح سرور کائنات ﷺ کی سیرت تھی کہ آپ ہمیشہ اپنے اصحاب سے احوال پرسی فرماتے تھے، کوئی مریض ہوں تو عیادت کرتے تھے اور پریشان ہوں تو مدد کرتے تھے اور سفر میں ہوں تو سلامتی کے لئے دعاء کرتے تھے۔

﴿عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ص إِذَا فَقَدَ الرَّجُلَ مِنْ إِخْوَانِهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ سَأَلَ عَنْهُ فَإِنْ كَانَ

(۱)۔﴿الشعراء/۲۱۵﴾۔

(۲) منیۃ المرید

غَائِباً دَعَا لَهُ وَ إِنْ كَانَ شَاهِداً زَارَهُ وَ إِنْ كَانَ مَرِيضاً عَادَهُ» (۱)

«كَانَ يَفْعَلُ رَسُولُ اللهِ ص مَعَ أَصْحَابِهِ (۲) فَإِنْ كَانَ مَرِيضاً عَادَهُ أَوْ فِي غَمٍّ خَفَّفَ عَنْهُ أَوْ مُسَافِراً تَفَقَّدَ أَهْلَهُ وَ مَنْ يَتَعَلَّقُ بِهِ وَ يَسْأَلُ عَنْهُمْ وَ تَعَرَّضَ لِحَوَائِجِهِمْ وَ وَصَلَهُمْ بِمَا أَمْكَنَ وَ إِنْ لَمْ يَحْتَاجُوا إِلَيْهِ فِي شَيْءٍ تَوَدَّدَ وَ دَعَا» (۳)

۷- شاگردوں کی شناخت اور معرفت حاصل کریں، سب کا نام اور دیگر مشخصات اور حالات سے آگاہ رہیں اور اس شناخت اور معرفت کے حساب سے شاگردوں کی تربیت کریں۔

۸- شاگردوں سے رفاقت، دوستی اور بہت زیادہ صمیمیت اور الفت کے ساتھ پیش آئیں۔

۹- شاگردوں کو فرائض اور واجبات اور اہم ترین وظائفِ شرعی کی یاد دہانی اور تاکید کرتیں رہیں۔

۱۰- علم کی فضیلت اور حصولِ علم کی رغبت و تشویق کرتے رہیں، کامیاب اور بزرگ علماء اور تاریخی عظیم انسانوں کی داستانیں تشویق کے لئے شاگردوں کو بیان کرتے رہیں۔

۱۱- وقت ضایع کرنے اور بیہودہ کاموں میں مشغول رہنے سے سختی کے ساتھ منع کریں، وقت اور جوانی کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے مباحثہ، کثرتِ مطالعہ اور ہمیشہ غور و فکر کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔

۱۲- ہمیشہ شاگردوں کے ساتھ حق و انصاف اور عدالت سے پیش آئیں اور شاگرد کا حق اور وقت ضایع نہ کریں، شاگردوں کے حقوق، ان کی شخصیت، ان کے قیمتی اوقات اور زندگی کا ہمیشہ خیال رکھیں اور تعلیم و تربیت کے وظیفے کو بہترین طریقے سے ادا کرنے کی کوشش کریں۔

---

(۱) مکارم الاخلاق

(۲) الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۱۰۹، حرف الکاف۔

(۳) منیۃ المرید

فصل سوم در آدابِ طہارت ونظافت

اسلام میں نظافت کی ضرورت اور فضیلت

دینِ مقدس اسلام میں نظافت وپاکیزگی کی بہت زیادہ فضیلت وضرورت کو بیان کیا گیاہے، پوری زندگی میں نظافت وپاکیزگی پر توجہ دینے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، جس طرح قرآنِ مجید میں تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی کے لئے پوری کوشش وجدوجہد کرنے کا حکم دیاگیاہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایاہے کہ: جتنا ممکن ہوسکے تم تقویٰ الٰہی اختیار کرو اور فرمانِ الٰہی کو سُنتے رہو اور اطاعت کرتے رہو اور خدا کی راہ میں انفاق کرتے رہو اور نفس کو بُخل وکنجوسی سے بچاتے رہو، پس تو جو ایسا کرے گا وہ یقیناً فلاح پانے والا ہے۔

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (التغابن/ ١٦).

اس آیت میں تقویٰ و اطاعتِ الٰہی کے حصول کے لئے تمام توانائی و پوری قوت سے کوشش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی طرح احادیث میں بھی نظافت و پاکیزگی کے حصول کے لئے تمام توانائی کے ساتھ کوشش و جدوجہد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیساکہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے کہ: تمہاری زندگی میں جتنا ممکن ہو سکے نظافت و پاکیزگی اختیار کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیاد نظافت و پاکیزگی پر رکھی ہے اور ہرگز جنت میں نہیں جائے گا مگر وہ شخص کہ جس کی زندگی نظافت و پاکیزگی میں گزری ہو۔ جو لوگ دنیا میں پاک و پاکیزہ ہوں گے ان کا مقام قیامت کے دن خلدِ برین ہو گا، پاک و پاکیزہ ہستیوں کے ساتھ اس شخص کو محشور کیا جائے گا۔

وقال رسول الله ﷺ: تَنَظَّفوا بكُلِّ ما استطَعتُم ؛ فإنَّ اللهَ تعالى بَنَى الإسلامَ عَلَى النَّظافةِ ، و

لَن یَدخُلَ الجَنَّۃَ إلاّ کُلُّ نَظِیفٍ.»[۱]

پاکیزگی پروردگار کی محبوب ترین چیز

پروردگارِ عالَم کے نزدیک محبوب ترین چیز نظافت وپاکیزگی ہے جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: اللہ تعالٰی پاک وپاکیزہ ہے پاکیزگی ونظافت کو پسند کرتا ہے، پھر فرمایا: جتنا ممکن ہو تمام آلودگیوں سے نظافت و پاکیزگی اختیار کرو اور یہودیوں کے ساتھ شباہت نہ رکھو۔

دینِ اسلام میں قضائے حاجت کے بعد پانی کے ساتھ طہارت ودھونے کا حکم ہے، جس کے ذریعے سے تمام آلودگیاں ختم ہو جاتی ہیں اور پاکیزگی وطہارت حاصل ہوتی ہے، جبکہ یہودی قضائے حاجت کے بعد پانی سے اپنے آپ کو پاک نہیں کرتے بلکہ دوسرے وسائل استعمال کرتے ہیں، سرورِ کائنات ﷺ نے اس چیز سے منع فرمایا ہے۔

«قال رسول اللہ ﷺ: إنّ اللہ نظیف یُحِبّ النَّظافَۃَ فنظفوا عَذِراتکم و لا تَشَبَّھوا بالیھود»[۲]

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: دینِ اسلام پاکیزہ دین ہے بس تم لوگ بھی پاک وپاکیزہ رہا کرو اور یقیناً قیامت میں صرف پاکیزہ لوگ ہی جنت میں جائیں گے۔

«قال رسول اللہ ﷺ: إنّ الإسلام نظیف فتنظّفوا فإنّہ لا یدخل الجنّۃ إلّا نظیف»[۳]

پاکیزگی ایمان کا حصّہ اور نشانی

دینِ مقدس اسلام میں نظافت وپاکیزگی کو ایمان کا حصہ اور نشانی قرار دیا گیا ہے اور پھر صاحبانِ ایمان کو اہلِ جنت قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: کھانے کے خلال (دانتوں کی صفائی) کیا کرو کیونکہ یہ چیز نظافت میں سے ہے اور نظافت ایمان کا حصّہ اور نشانی ہے اور ایمان اپنے صاحب کے ساتھ جنت میں جائے گا۔

---

(۱) نہج الفصاحہ، ص۳۹۱؛ کنز العمال، ح ۲۶۰۰۲

(۲) لسان العرب، ج۴، ص۵۵۴

(۳) نہج الفصاحہ، ص۲۷۶

«قال رسول الله ﷺ: تَخَلَّلُوا فَإِنَّهُ مِنَ النَّظَافَةِ وَ النَّظَافَةُ مِنَ الْإِيمَانِ وَ الْإِيمَانُ مَعَ صَاحِبِهِ فِي الْجَنَّةِ» (۱)

عمومی نظافت کا حکم

دینِ مقدس اسلام نظافت و پاکیزگی کا کامل نظام اپنے دامن میں رکھتا ہے اور اسلام کے چاہنے والوں کے لئے اس پورے نظام پر توجہ دینے کی تاکید کرتا ہے، اسلام نے نہ صرف بدن ولباس وغیرہ کی نظافت و پاکیزگی کی سفارش کی ہے بلکہ پوری زندگی میں تمام چیزوں کی نظافت و پاکیزگی کا حکم دیا ہے، جس ماحول میں، جس شہر میں، جس ملک میں اور جس گھر میں انسان زندگی گزارتا ہے سب کی صفائی و پاکیزگی کو اسلام ضروری قرار دیتا ہے اور کثافت و آلودگی و گندگی کی سختی کے ساتھ مذمت کرتا ہے، تمام آلودگیوں سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ خوبصورتی اور جمال و پاکیزگی کو پسند کرتا ہے اور ہر قسم کی آلودگی، غم واندوہ اور تمام گندگیوں سے نفرت کرتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نعمت عطا کرتا ہے تو اللہ چاہتا ہے کہ اس نعمت کا اثر اور اس کی خوبصورتی اس کی زندگی میں نظر آئے۔

امام علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ کس طریقے سے زندگی میں نعمت کا اثر نظر آنا چاہیے؟

تو امام علیہ السلام نے فرمایا: پاکیزہ لباس پہننا چاہیے، خوشبو لگانا چاہیے، گھر کو خوبصورت و زیبا اور صاف ستھرا رکھنا چاہیے، گھر میں جھاڑو لگانا چاہیے، تاریکی سے پہلے گھر میں چراغ جلانا چاہیے، ان تمام اُمور کی وجہ سے فقر و غربت دور ہو جاتی ہے اور رزق میں وُسعت و فراوانی آجاتی ہے۔

«قَالَ الصَّادِقُ (ع) إِنَّ اللهَ تَعَالَى يُحِبُّ الْجَمَالَ وَ التَّجَمُّلَ وَ يَكْرَهُ الْبُؤْسَ وَ التَّبَؤُّسَ وَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى إِذَا أَنْعَمَ عَلَى عَبْدٍ نِعْمَةً أَحَبَّ أَنْ يَرَى عَلَيْهِ أَثَرَهَا قِيلَ وَ كَيْفَ ذَلِكَ قَالَ يُنَظِّفُ ثَوْبَهُ وَ يُطَيِّبُ رِيحَهُ وَ يُجَصِّصُ دَارَهُ وَ يَكْنُسُ أَفْنِيَتَهُ حَتَّى إِنَّ السِّرَاجَ قَبْلَ مَغِيبِ الشَّمْسِ يَنْفِي الْفَقْرَ وَ يَزِيدُ فِي الرِّزْقِ» (۲)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۵۹، ص ۲۹۱

(۲) مکارم الاخلاق، ص ۴۱

اسلام میں ظاہری طہارت کے ساتھ ساتھ باطنی طہارت کا حکم

جہاں اسلام نے ظاہری طہارت کا حکم دیا ہے، اتنا ہی باطنی طہارت کو بھی انتہائی ضروری قرار دیا ہے، بلکہ باطنی طہارت ظاہری طہارت سے زیادہ ضروری ہے، یعنی تمہارے قلب ودل کو ہر قسم کی آلودگی مثلاً؛ کفر، شرک، کینہ، حسد، بغض، نفاق، تکبر، غرور وغیرہ جیسے رزائل اخلاقی ونفس کی برائیوں سے پاک ہونا چاہیے، اگر کسی کے دل میں بیماری ہو تو گویا وہ حقیقت میں پاکیزہ نہیں ہے، قرآن پاک میں تمام آلودگیوں، اخلاقی رزائل اور عیوب سے پاک ہونے کو انسان کے لئے سعادت اور فلاح کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سورہ شمس میں پروردگار عالم نے گیارہ قسموں کے بعد فرمایا ہے؛

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا * وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا﴾ (الشمس/ ۹-۱۰)

یقیناً فلاح اور کامیابی پائی اس شخص نے جس نے اپنے نفس کو ہر آلودگی اور اخلاقی رزائل وعیوب سے پاک وپاکیزہ اور تزکیہ کیا اور ناکام ونامراد ہوا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو اخلاقی برائیوں اور رزائل اور گناہوں میں آلودہ کیا۔

اس آیت میں تمام انسانوں کی نجات وسعادت کے لئے باطنی پاکیزگی اور تمام اخلاقی برائیوں اور نفس کے عیوب اور گناہوں سے سے طہارت کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔

جہاں انسان اپنے ظاہر کو پاکیزہ، صاف وستھرا رکھتا ہے اور ظاہری پاکیزگی پر توجہ دیتا ہے، وہاں قرآن نے باطنی پاکیزگی اور طہارت پر بھی توجہ دینے کی تاکید کی ہے اور انسان کی نجات کے لئے دونوں پاکیزگیوں (ظاہری وباطنی) کو لازم وضروری قرار دیا ہے۔

مولائے کائنات علیہ السلام شرک وکفر، نفاق، حسد، تکبر، کینہ، عداوت وغیرہ کو بہت ہی بدترین بیماریوں میں شمار کرتے ہوئے ان سے شفاء کا نسخہ اور تمام آلودگیوں سے نجات کا نسخہ اور بشر کے لئے تمام سعادتوں اور کامیابیوں کو پانے کا وسیلہ قرآن پاک کو قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں؛ جان لو کہ قرآن بہترین نصیحت اور ہدایت کرنے والا ہے اور بہترین گفتگو اور کلام کرنے والا ہے، جو قرآن کے قریب آتا ہے وہ راہ حق کی طرف

ہدایت پاتا ہے اور گمراہی، نابینائی اور حق کی دوری سے نجات پالیتا ہے، جان لو کہ قرآن انسان کے لئے تمام بے نیازیوں کو پانے کا وسیلہ ہے، قرآن سے بڑھ کر بشر کے لئے بے نیازی کا کوئی نسخہ نہیں ہے، قرآن کے ذریعے سے اپنی تمام بیماریوں کے لئے شفاء طلب کرو اور اپنی تمام مشکلات کے حل کے لئے قرآن سے مدد حاصل کرو، یقیناً یہ قرآن تمہاری بدترین بیماری کفر و شرک، نفاق، ضلالت و گمراہی کے لئے شفاء بخش نسخہ ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ہدایت کی دعا مانگتے رہو، یہ بھی جان لو کہ یہی قرآن قیامت کے دن تمہاری شفاعت کرنے والا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ قرآن پر عمل کرو اور یہی قرآن تمہاری قیامت کے دن شکایت بھی کرے گا اگر قرآن سے دوری اختیار کرو اور اس پر عمل نہ کرو تو۔

«وَ اعْلَمُوا أَنَّ هَذَا الْقُرْآنَ هُوَ النَّاصِحُ الَّذِي لَا يَغُشُّ وَ الْهَادِي الَّذِي لَا يُضِلُّ وَ الْمُحَدِّثُ الَّذِي لَا يَكْذِبُ وَ مَا جَالَسَ هَذَا الْقُرْآنَ أَحَدٌ إِلَّا قَامَ عَنْهُ بِزِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ زِيَادَةٍ فِي هُدًى أَوْ نُقْصَانٍ مِنْ عَمًى وَ اعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ الْقُرْآنِ مِنْ فَاقَةٍ وَ لَا لِأَحَدٍ قَبْلَ الْقُرْآنِ مِنْ غِنًى فَاسْتَشْفُوهُ مِنْ أَدْوَائِكُمْ وَ اسْتَعِينُوا بِهِ عَلَى لَأْوَائِكُمْ فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءً مِنْ أَكْبَرِ الدَّاءِ وَ هُوَ الْكُفْرُ وَ النِّفَاقُ وَ الْغَيُّ وَ الضَّلَالُ فَاسْأَلُوا اللَّهَ بِهِ وَ تَوَجَّهُوا إِلَيْهِ بِحُبِّهِ وَ لَا تَسْأَلُوا بِهِ خَلْقَهُ إِنَّهُ مَا تَوَجَّهَ الْعِبَادُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى بِمِثْلِهِ وَ اعْلَمُوا أَنَّهُ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ وَ قَائِلٌ مُصَدَّقٌ وَ أَنَّهُ مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْآنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُفِّعَ» (۱)

مولائے کائنات علیہ السلام نے اس فرمان میں باطنی بیماریوں اور آلودگیوں کو بیان فرمایا ہے اور پھر باطنی آلودگیوں سے طہارت و پاکیزگی کو نہایت ضروری قرار دیا ہے، اسی لئے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ الإِسلَامَ نَظِيفٌ فَتَنَظَّفُوا، فَإِنَّهُ لَا يَدخُلُ الجَنَّةَ إِلَّا نَظِيفٌ» (۲)

کہ بیشک اسلام پاک و پاکیزہ ہے پس تم پاکیزگی کو اختیار کرو کیونکہ کہ جنت میں کوئی بھی شخص داخل نہیں ہو سکے گا مگر وہ کہ جو پاک ہوں گے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

---

(۱) نہج البلاغہ (صبحی صالح)، ص ۲۵۲

(۲) کنزالعمال، ح ۲۶۰۰۲

﴿... إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (البقرة/ ۲۲۲)

خدا پسند کرتا ہے پاکیزہ لوگوں کو۔ خدا ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو ظاہری وباطنی آلودگیوں، نجاستوں اور گناہوں سے اپنے آپ کو پاک وصاف رکھیں۔

انسان کے دواہم مرکزی عضو کی سلامتی وطہارت

دو عضوانسان کے مرکزی اعضاء میں سے ہیں ان دو اعضاء کی سلامتی اور طہارت ونظافت ضروری ولازمی ہے۔

پہلا: قلب و دل

دل حرم الٰہی ہے، اس کا پاک وپاکیزہ رکھنا ضروری ولازم ہے، جیسا کہ امام صادق علیہ السلام کا فرمانِ پاک ہے کہ:

«قَالَ الصَّادِقُ(ع): اَلْقَلْبُ حَرَمُ اللهِ فَلاَ تُسْكِنْ حَرَمَ اللهِ غَيْرَ اللهِ» (۱)

مولا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دل اللہ کا حرم ہے اس کے اندر غیر اللہ کو جگہ مت دو۔ اس کے اندر کفر، شرک، نفاق، کینہ، حسد، بغض، تکبر وغیرہ نہ رکھو بلکہ اس کو ہر قسم کی آلودگیوں اور گناہوں سے پاک وپاکیزہ رکھو، جسطرح مسجد اللہ کا حرم اور گھر ہے اسکا احترام اور اس کو پاک وپاکیزہ رکھنا چاہئے اسی طرح دل جو کہ حرم خدا ہے وہ بھی پاک وپاکیزہ رکھنا چاہئے اور قیامت کے دن وہی شخص کامیاب ہے جس کا دل پاکیزہ ہو اور قلبِ سلیم کا مالک ہو، قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے واضح لفظوں میں اعلان کیا ہے کہ! انسان کے لئے قیامت کے دن نا مال کام آتا ہے اور نہ ہی اولاد، بلکہ صرف وہی شخص کامیاب ونجات یافتہ ہے جو پاکیزہ دل اور قلب سلیم کے ساتھ خداوند کی بارگاہ میں حاضر ہو۔

﴿يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾ (الشعراء/ ۸۸-۸۹).

قلبِ سلیم سے مراد وہ دل ہے جو معرفتِ خدا سے لبریز ہو اور خدا کی معرفت کے ساتھ روزِ قیامت بارگاہِ الٰہی میں وارد ہو اور خدا کے علاوہ وہ دل ہر چیز سے پاک وپاکیزہ ہو، شرک، نفاق اور تمام اخلاقی رزائل، گناہوں اور غیر اللہ کی محبت سے خالی ہو، حضرت امام صادق علیہ السلام سے جبکہ کسی نے قلبِ سلیم کے بارے میں سوال کیا،

---

(۱) ایضا

تو مولانے قلبِ سلیم کی یہی تفسیر کی ہے اور مزید آپ علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص کے دل میں شک ہو (خدا کی توحید، پیغمبر کی رسالت، آئمہ کی ولایت پر) یقین نہ ہو تو وہ شخص ہلاک ہے، مزید آپ علیہ السلام نے فرمایا: دل سے حُبِ دنیا کو نکال دینا اور دل کو آخرت کی یاد و تیاری کے لئے فارغ رکھنا قلبِ سلیم کی علامت ہے۔

«عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: سَأَلْتُهُ عَنْ قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ: إِلاَّ مَنْ أَتَى اللهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ قَالَ اَلْقَلْبُ اَلسَّلِيمُ اَلَّذِي يَلْقَى رَبَّهُ وَ لَيْسَ فِيهِ أَحَدٌ سِوَاهُ وَ قَالَ وَ كُلُّ قَلْبٍ فِيهِ شِرْكٌ أَوْ شَكٌّ فَهُوَ سَاقِطٌ وَ إِنَّمَا أَرَادُوا اَلزُّهْدَ فِي اَلدُّنْيَا لِتَفْرُغَ قُلُوبُهُمْ لِلْآخِرَةِ» (۱)

اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: سخت بلاؤں میں سے فقر و فاقہ ہے لیکن اس سے بھی سخت بدن کا بیمار ہونا ہے اور اس سے بھی سخت تر دل کا بیمار ہونا ہے اور خدا کی نعمتوں میں سے مال کا فراوان ہونا ہے اور اس سے افضل بدن کی سلامتی ہے اور اس سے بھی افضل تر دل کی صحت و سلامتی اور دل میں تقویٰ اور دین کی معرفت کا ہونا ہے۔

اس روایت میں مولائے کائنات علیہ السلام نے عظیم ترین نعمت بدن اور دل کی سلامتی کو قرار دیا ہے اور دل کی سلامتی سے مراد دل کا ہر نقص، عیب، برائی، شک، نفاق، دنیا کی محبت اور غیر اللہ کی محبت سے خالی ہونا ہے اور جس کا دل ہر رجس و آلودگی سے پاک ہو وہ دنیا میں بھی عظیم نعمت کا مالک ہے اور قیامت کے دن بھی جنت کا مالک ہے۔

«وَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْعَقْلُ خَلِيلُ اَلْمُؤْمِنِ وَ اَلْحِلْمُ وَزِيرُهُ وَ اَلرِّفْقُ وَالِدُهُ وَ اَللِّينُ أَخُوهُ وَ لاَ بُدَّ لِلْعَاقِلِ مِنْ ثَلاَثٍ أَنْ يَنْظُرَ فِي شَأْنِهِ وَ يَحْفَظَ لِسَانَهُ وَ يَعْرِفَ زَمَانَهُ أَلاَ وَ إِنَّ مِنَ اَلْبَلاَءِ اَلْفَاقَةَ وَ أَشَدُّ مِنَ اَلْفَاقَةِ مَرَضُ اَلْبَدَنِ وَ أَشَدُّ مِنْ مَرَضِ اَلْبَدَنِ مَرَضُ اَلْقَلْبِ أَلاَ وَ إِنَّ مِنَ اَلنِّعَمِ سَعَةَ اَلْمَالِ وَ أَفْضَلَ مِنْ سَعَةِ اَلْمَالِ صِحَّةُ اَلْبَدَنِ وَ أَفْضَلَ مِنْ صِحَّةِ اَلْبَدَنِ تَقْوَى اَلْقَلْبِ» (۲)

دوسرا؛ عقل و فکر

انسان کی عقل و فکر تمام آلودگیوں سے پاک و پاکیزہ ہونی چاہئے، بہت سارے لوگ جو جہنم میں جانے

---

(۱) بحار الانوار، ج ۶۷، ص ۲۳۹

(۲) ایضاً، ج ۷۵، ص ۳۰

والے ہیں وہ عقلی، فکری اور عقیدتی آلودگی اور انحراف کی وجہ سے جائیں گے، مثبت سوچ کے نہ ہونے کی وجہ سے اور منفی افکار و انحرافی نظریات کے حامل ہونے کی وجہ سے جہنم کے عذاب میں گرفتار ہوں گے، جیسے کہ توحید کے بارے میں غلط نظریہ، نبوت کے بارے میں منفی سوچ، آئمہ طاہرین علیہم السلام کے بارے میں غلط و منفی سوچ اور دیگر انبیاء واوصیاء کے بارے میں منفی سوچ کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے؛ جب عقل و فکر و سوچ صحیح نہیں تو اس کا کردار بھی صحیح نہیں تو ایسی صورت میں اس کو ظاہری طہارت سے بھی کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔

قرآن مجید میں واضح لفظوں میں جہنم میں جانے والوں کی زبانی یہ اعلان ہے کہ: اگر ہم خدا اور سول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے اور بہترین عقل و فکر کے مالک ہوتے تو آج جہنم میں پڑے ہوئے نہ ہوتے، خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو نہ سننا اور اطاعت نہ کرنا، صحیح فکر، عقل و سوچ اور درست عقیدے کے نہ ہونے کی وجہ سے آج ہم جہنم میں جل رہے ہیں، اس کے مقابل میں جن کی فکر صحیح و سالم ہے، سوچ مثبت ہے، درست عقائد کے مالک ہیں، وہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں، غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور قیامت پر بھی یقین کامل رکھتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور جنت کی خوشخبری ہے۔

﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ * قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ * وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ * فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ * إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾ (الملک/ ۸-۱۲).

دین کی اساس و بنیاد نظافت، پاکیزگی و طہارت ہے، جنت میں صرف وہی لوگ جائیں گے جو پاک و پاکیزہ ہیں اور اس نظافت و پاکیزگی سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ ظاہری طور پر پاک و پاکیزہ ہو، بلکہ جہاں ظاہر پاک و پاکیزہ ہے وہاں باطن کا بھی پاک و پاکیزہ ہونا ضروری ہے اس کے بغیر کوئی جنت میں نہیں جاسکتا۔

جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پاک ہے کہ: جتنا ممکن ہو سکے ظاہری و باطنی طہارت اور نظافت و پاکیزگی کو اختیار کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیاد نظافت و طہارت پر رکھی ہے، ہر گز جنت میں داخل نہیں ہو سکتے مگر وہ افراد کہ جن کی زندگیاں پاک و پاکیزہ گزری ہیں۔ یعنی نظافت اور طہارتِ ظاہری کے ساتھ

ساتھ باطنی نظافت و طہارت، تمام آلودگیوں اور گناہوں سے بھی پاک و پاکیزہ ہوں، یہی لوگ سزاوار اور لائق جنت ہیں۔

«قال رسول اللہ ﷺ: تَنَظَّفوا بكُلِّ ما استَطَعتُم ؛ فإنَّ اللهَ تَعالى بَنَى الإسلامَ علَى النَّظافَةِ ، و لَن يَدخُلَ الجنَّةَ إلاّ كُلُّ نَظيفٍ»(۱)

نظافت باطنی کے لئے اچھی نیت کا ہونا اور لوگوں کے لئے نیک ارادوں کا اور بہترین سوچ کا رکھنا اور لوگوں کی فلاح و بہبود کا خواہش مند ہونا ضروری ہے، اس کے مقابل میں بُری نیت، لوگوں کے بارے میں بدگمانی اور منفی سوچ کثافت باطنی کی علامت ہے۔ اور روایتوں میں بُری نیت، باطنی خباثت و کثافت و منفی خیالات سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ چیزیں انسان کی عبادات اور دعاؤں کی اجابت و قبولیت کے لئے مانع و رکاوٹ بن جاتی ہیں۔

جیسا کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: سات چیزوں کی وجہ سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں، ان میں سے بُری نیت کا مالک ہونا، باطنی خباثت و آلودگی، نماز کو اول وقت میں ادا نہ کرنا، مؤمنین کے ساتھ منافقت کے ساتھ پیش آنا، مؤمنین کے لئے نازیبا و ناشائستہ الفاظ کا استعمال کرنا شامل ہیں۔

«عَلِيِّ بْنَ اَلْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: ... وَ اَلذُّنُوبُ اَلَّتِي تَرُدُّ اَلدُّعَاءَ سُوءُ اَلنِّيَّةِ وَ خُبْثُ اَلسَّرِيرَةِ وَ اَلنِّفَاقُ مَعَ اَلْإِخْوَانِ وَ تَرْكُ اَلتَّصْدِيقِ بِالْإِجَابَةِ وَ تَأْخِيرُ اَلصَّلَوَاتِ اَلْمَفْرُوضَاتِ حَتَّى تَذْهَبَ أَوْقَاتُهَا وَ تَرْكُ اَلتَّقَرُّبِ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ بِالْبِرِّ وَ اَلصَّدَقَةِ وَ اِسْتِعْمَالُ اَلْبَذَاءِ وَ اَلْفُحْشِ فِي اَلْقَوْلِ»(۲)

روایات کی روشنی میں آدابِ تخلی

جہاں طہارت و پاکیزگی کی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے وہاں پر طہارت کے آداب و موارد کو بھی بیان کیا گیا ہے، انہی موارد میں سے ایک آدابِ تخلی (بیت الخلاء کے آداب) ہیں کہ انسان جب بیت الخلاء میں جائے تو

(۱) نہج الفصاحہ، ص ۳۹۱؛ کنزالعمال، ح ۲۶۰۰۲
(۲) بحار الانوار، ج ۷۰، ص ۳۷۵

کس طرح جائے، کس طرح بیٹھے، کیا پڑھے وغیرہ وغیرہ، بیت الخلاء کے کچھ واجبات کچھ مستحبات کچھ محرمات کچھ مکروہات اور کچھ آداب ہیں جن کو آئمہ معصومین علیہم السلام نے تعلیم فرمایا ہے۔

بیت الخلاء کے واجب احکام

انسان جب بیت الخلاء میں جائے تو اس طرح بیٹھے کہ کوئی انسان اس کو نہ دیکھے اور قبلہ کی طرف مُنہ اور پُشت نہ ہو، کیونکہ روبقبلہ و پُشت بقبلہ حرام ہے۔

بیت الخلاء کے مستحب احکام

باتھ میں روم اور تخلی کرنے کے کچھ آداب و مستحبات ہیں جن میں سے چند یہ ہیں کہ؛ داخل ہوتے وقت پہلے بائیاں پاؤں رکھنا، نکلتے وقت دائیاں پاؤں رکھنا، سر پر ٹوپی پہننا، استبراء کرنا، تخلی کی مخصوص دعائیں پڑھنا، نماز سے پہلے، سونے سے پہلے، جماع سے پہلے اور منی نکلنے کے بعد پیشاب کرنا۔

تخلی کے محرمات

روبقبلہ یا پشت بقبلہ پیشاب اور پاخانہ کرنا، مؤمن کی قبر پر پیشاب یا پاخانہ کرنا جب توہین کا باعث ہو تو۔

تخلی کے مکروہات

تخلی کے مکروہات یہ ہیں؛ سخت زمین پر تخلی کرنا، ہوا کے رُخ کی طرف تخلی کرنا، سورج یا چاند کی طرف رُخ کر کے تخلی کرنا، پانی میں پیشاب کرنا، تخلی کی حالت میں بات کرنا، پھلدار درخت کے نیچے پیشاب یا پاخانہ کرنا، کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، تخلی کی حالت میں کھانا پینا، بیت الخلاء میں زیادہ دیر تک بیٹھنا، قبرستان میں تخلی کرنا جب توہین کا باعث نہ ہو، جانوروں کے بلوں میں پیشاب کرنا، رفت و آمد کی عمومی جگہوں اور راستوں میں تخلی کرنا، دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا، پیشاب و پاخانہ کو روک کر رکھنا اس صورت میں

کہ جب معذر نہ ہو اگر روکنا معذر ہو تو حرام ہے، تخلی کے تمام احکام جو اوپر تحریر ہوئے ہیں فقہ کی معروف کتاب عروۃ الوثقیٰ سے بیان کئے گئے ہیں۔(۱)

تخلی کے بعد وضوء کا حکم

تخلی کرنے کے بعد طہارت (وضوء) اور پاکیزگی اختیار کرنا ضروری ہے، متعدد روایات میں ہے کہ جب انسان تخلی کرلے تو طہارت کرے، یعنی استنجاء کرے پھر وضوء کرے، لیکن آج کل کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں پر طہارت ختم ہوگئی ہے، طہارت اور دھونے کی جگہ ٹشو پیپرز استعمال ہوتے ہیں، لیکن روایات میں اس طرح صاف کرنے کی مذمت کی گئی ہے، کیونکہ اس سے طہارت وپاکیزگی اور نظافت حاصل نہیں ہوتی اور اس سے جراثیم بھی ختم نہیں ہوتے بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔

جبکہ پانی اللہ کی طرف سے ایک ایسی عظیم نعمت ہے جس کے اندر عجیب تاثیر پائی جاتی ہے، جس سے جراثیم ختم ہو جاتے ہیں، بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اور پانی حیاتِ وزندگی میں اہم ہے، نہ تنہا پانی حیات وزندگی ہے بلکہ انسان وضوء اور غسل بھی کرتے ہیں اور دیگر آلودگیوں کو دھوتے اور صاف کرتے ہیں، اس سے نہ تنہا جراثیم ختم ہوتے ہیں بلکہ بدن کے لئے طہارت وپاکیزگی اور تازگی بھی حاصل ہوتی ہے، اسی لئے پانی سے طہارت اور استنجاء کا حکم ہے۔

تخلی اور بیت الخلاء جانے کے بعد باوضوء رہا کرو، اگر کوئی شخص تخلی کے بعد باوضوء رہے، تو واقعاً اُسے طہارتِ باطنی وطہارتِ ظاہری دونوں حاصل ہوتی ہیں، انسان تخلی کے بعد اعضاء کو دھولے تو ظاہری طہارت تو حاصل ہو جاتی ہے لیکن باطنی طہارت وضوء سے حاصل ہوتی ہے، وضوء ایک نور ہے جو انسان کے باطن اور ظاہر کو منوّر کرتا ہے۔

مولائے کائناتؑ علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر کوئی انسان باوضوء رہے تو پروردگارِ عالَم اس کی نیکیوں اور حسنات میں دس گنا اضافہ کرتا ہے، مزید مولاؑ نے فرمایا: پس ہمیشہ باوضوء رہا کرو، کیونکہ وضوء انسان کے لئے باعث نشاط و

---

(۱) عروۃ الوثقیٰ، ج ۱، ص ۱۳۳ - ۱۳۹

تازگی ہے، خبردار! کسالت و سستی سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ جو شخص کاہل و سست ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا نہیں کر پاتا۔

«قَالَ عليّ عليه السلام :... اَلْوضوء بَعْدَ الطَّهُورِ عَشْرُ حَسَنَاتٍ فَتَطَهَّرُوا إِيَّاكُمْ وَ اَلْكَسَلَ فَإِنَّهُ مَنْ كَسِلَ لَمْ يُؤَدِّ حَقَّ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ...»(۱)

---

(۱) بحار الانوار، ج۱۰، ص۸۹

آیات وروایات کی روشنی میں فضیلت و آثارِ وضوء

دینِ مقدس اسلام میں وضوء انتہائی باعظمت اور پُر فضیلت عبادت ہے، جس کے اندر عظیم آثار و حکمتیں پوشیدہ ہیں، وضوء کے ذریعے سے انسان کو ظاہری اور باطنی طہارت وپاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور وضوء ہی پر عبادات کی صحت وقبولیت کا دارومدار ہے، وضوء نہ تنہا ظاہری طہارت وپاکیزگی ونظافت کا سبب ہے بلکہ وضوء کے ذریعے سے انسان باطنی آلودگیوں وگناہوں سے پاکیزگی اور مغفرت پالیتے ہیں اور وضُوء ہی کے ذریعے سے خُدا کی رضاوخوشنودی بھی حاصل ہوتی ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر عبادت سے پہلے اور خصوصاً نماز اور طواف سے پہلے وضوء کرنا واجب ولازم قرار دیا ہے، ارشادِ رب العزت ہے؛

اے صاحبانِ ایمان جب نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو اپنے چہرہ اور ہاتھوں کو دھویا کرو اور سر وپاؤں کا مسح کیا کرو اور اگر جُنُب کی حالت میں ہو تو غُسل جنابت کیا کرو، اگر بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو اور پانی میسّر نہ ہو تو پاکیزہ مٹی سے تیمم کیا کرو، خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہیں پاک وپاکیزہ کرنا چاہتا ہے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کرنا چاہتا ہے، تاکہ تم شُکر گزار بندوں میں شامل ہو جاؤ۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَ أَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَ إِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوا وَ إِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيداً طَيِّباً فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَ أَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَ لٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (المائدة/ ٦)

اس آیت میں پروردگارِ عالَم نے نماز کے لئے وضوء، غُسل، تیمم کا حکم دیا ہے اور یہ تین چیزیں دینِ مقدس اسلام میں طہارت وپاکیزگی کے لئے اہم ترین اسباب ہیں، خدا نے وضوء، غُسل اور تیمم تینوں کو طہارت و پاکیزگی اور انسانوں کے لئے سختیوں سے نکلنے اور آسانیوں کو پانے اور خدا کی رضاوخوشنودی کے حصول کا مؤثر ترین ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور پھر ذیل میں فرمایا؛﴿وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ خدا چاہتا ہے کہ اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے تاکہ تم شکر گزار بندے بن جاؤ۔ یہ جملہ واضح کرتا ہے کہ وضوء، غُسل اور تیمم

تمام نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہیں اور پھر نماز سے پہلے وضوء کا حکم دے کر اس بات کو واضح کیا ہے کہ نماز کی صحت و قبولیت کا دار و مدار اور عبادت کی بُنیاد و اساس طہارت اور وضوء کرنا ہے۔

اور روایات میں بھی آیا ہے کہ کوئی نماز نہیں ہوتی ہے جب تک کہ طہارت و پاکیزگی (وضوء، غسل، تیمم) نہ ہو۔

امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمانِ پاک ہے کہ:

«قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: لاَ صَلاَةَ إِلاَّ بِطَهُورٍ.»[1]

اس حدیث میں لفظ طَھُور سے مراد فقہی کتابوں میں جو ذکر ہوا ہے وہ وضوء، غسل، تیمم ہے۔

۱۔ وضوء باعث محبوبیتِ پروردگار ہے

اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ طہارت و پاکیزگی کی حالت میں رہنے والے اور گناہوں سے توبہ کرنے والے لوگوں کو اپنے محبوب ترین بندوں میں شامل کیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ: بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور محبت کرتا ہے، اُن لوگوں سے جو توبہ کرنے والے ہیں اور پاکیزگی و طہارت کی حالت میں رہنے والے ہیں۔

﴿... إِنَّ اللهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (البقرۃ/ ۲۲۲)

اس آیت میں واضح لفظوں میں توبہ و طہارت کو محبوبِ خدا بننے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ وضوء کا فلسفہ

روایات میں وضوء کا فلسفہ اور وضوء کی حکمت اور دُنیا و آخرت میں وضوء کے عظیم آثار و فوائد کو بیان کیا گیا ہے، ان آثار و فوائد میں سے اور وضوء کی حکمت و فلسفہ میں سے چند حکمتوں اور آثار کو روایات کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے وضوء کی حکمت اور فوائد و آثار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: اللہ

---

(۱) من لایحضرہ الفقیہ، جلد ۱، ص ۵۸

تعالیٰ نے وضوء کو نماز اور عبادت سے پہلے اس لئے ضروری قرار دیا ہے تا کہ بندہ نہایت پاکیزگی و طہارت کی حالت میں خدا کے حضور میں کھڑا ہو اور خدا سے مُناجات کرے اور حکم خدا پر عمل کرنے کی وجہ سے بندہ مطیع و اطاعت گزار بندوں میں شامل ہو جائے اور وضوء و طہارت کے ذریعے سے آلودگیوں اور نجاستوں سے پاک و پاکیزہ ہو جائے اور بندے کو تازگی و نشاط حاصل ہو، کسالت و سُستی سے نجات حاصل ہو، خدا کے حضور قیام اور عبادت کے ذریعے سے باطن اور قلب کو بھی طہارت و پاکیزگی حاصل ہو۔

«قال الرضا (ع): لِأَنَّهُ يَكُونُ الْعَبْدُ طَاهِراً إِذَا قَامَ بَيْنَ يَدَيِ الْجَبَّارِ عِنْدَ مُنَاجَاتِهِ إِيَّاهُ مُطِيعاً لَهُ فِيمَا أَمَرَهُ نَقِيّاً مِنَ الْأَدْنَاسِ وَ النَّجَاسَةِ مَعَ مَا فِيهِ مِنْ ذَهَابِ الْكَسَلِ وَ طَرْدِ النُّعَاسِ وَ تَزْكِيَةِ الْفُؤَادِ لِلْقِيَامِ بَيْنَ يَدَيِ الْجَبَّارِ...» (۱)

۳۔ وضوء رزق میں وُسعت و فراوانی کا سبب

ایک شخص سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنے فقر کی شکایت کی، تو حضور ﷺ نے فرمایا: باوضوء رہا کرو تو خدا تمہارے فقر کو ختم کردے گا اور وسعتِ رزق عطا ہوگی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ: جب بھی یہ شخص تخلّی اور بیت الخلاء کرتا تھا اس کے بعد وضوء کرتا تھا اور ان کے رزق میں وُسعت و بَرکت پیدا ہوگئی۔

«وَ فِي اَلْحَدِيثِ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ شَكَا إِلَيْهِ رَجُلٌ قِلَّةَ اَلرِّزْقِ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَدِمِ اَلطَّهَارَةَ يَدُمْ عَلَيْكَ اَلرِّزْقُ فَفَعَلَ اَلرَّجُلُ ذَلِكَ فَوُسِّعَ عَلَيْهِ اَلرِّزْقُ» (۲)

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے کہ: کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضوء کرنا رزق میں وُسعت اور فراوانی کا سبب ہے۔

«عَنِ ابْنِ أَبِي عَوْفٍ الْبَجَلِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ (ع) يَقُولُ الوضوء قَبْلَ الطَّعَامِ وَ بَعْدَهُ

---

(۱) علل الشرائع، ج۱، ص ۲۵۷

(۲) مستدرک الوسائل، ج۱، ص ۳۰۰

يَزِيدَانِ فِي الرِّزْقِ» (۱)

وضوء اور وہ افعال جو رزق کی فراوانی کا سبب ہیں

امام حسن علیہ السلام نے فراوانی رزق کے عوامل و اسباب کو بیان کرتے ہوئے بہت ساری چیزوں کو رزق کی فراوانی اور وسعت میں مؤثر قرار دیا ہے، جن کی فہرست یہ ہے: زنا کو ترک کرنا، گھر کی صفائی کرنا، برتنوں کو دھو کر رکھنا، رزق کی فراوانی میں مؤثر ہیں اور رزق کی وسعت و فراوانی میں قوی ترین اسباب میں سے نماز کو تعظیم و خشوع کے ساتھ ادا کرنا، رات کو سورہ واقعہ اور صبح سورہ یاسین و سورہ ملک کا پڑھنا، اذان سے پہلے مسجد میں حاضر ہونا، ہمیشہ باوضوء رہنا، نافلہ صبح اور نماز وتر کو گھر میں ادا کرنا، بے ہودہ کلام سے اجتناب کرنا شامل ہیں۔ کیونکہ جو شخص بے ہودہ کلام میں مشغول رہتا ہے وہ باہدف و بامقصد گفتگو سے محروم ہو جاتا ہے۔

اس روایت میں حضرت امام حسن علیہ السلام نے رزق میں وسعت و فراوانی کے اسباب میں سے ایک مؤثر ترین عامل اور سبب ہمیشہ باوضوء رہنا قرار دیا ہے۔

«عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ :تَرْكُ الزِّنَا وَ كَنْسُ الْفِنَاءِ وَ غَسْلُ الْإِنَاءِ مَجْلَبَةٌ لِلْغَنَاءِ وَ أَقْوَى الْأَسْبَابِ الْجَالِبَةِ لِلرِّزْقِ إِقَامَةُ الصَّلاَةِ بِالتَّعْظِيمِ وَ الْخُشُوعِ وَ قِرَاءَةُ سُورَةِ الْوَاقِعَةِ خُصُوصاً بِاللَّيْلِ وَ وَقْتِ الْعِشَاءِ وَ سُورَةِ يس وَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَقْتَ الصُّبْحِ وَ حُضُورُ الْمَسْجِدِ قَبْلَ الْأَذَانِ وَ الْمُدَاوَمَةُ عَلَى الطَّهَارَةِ وَ أَدَاءُ سُنَّةِ الْفَجْرِ وَ الْوَتْرِ فِي الْبَيْتِ وَ أَنْ لاَ يَتَكَلَّمَ بِكَلاَمٍ لَغْوٍ مَنِ اشْتَغَلَ بِمَا لاَ يَعْنِيهِ فَاتَهُ مَا يَعْنِيهِ» (۲)

۴۔ وضوء روزِ قیامت باعثِ نورانیت

حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روزِ قیامت تمام امتوں میں سے میری امت کو وضوء کرنے کی وجہ سے اس حال میں محشور فرمائے گا کہ اُن کے چہرے، ہاتھ اور پاؤں نورانی و روشن ہوں گے۔

«عَنْ عَلِيٍّ عَنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله أَنَّهُ قَالَ: يَحْشُرُ اللهُ أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْنَ الْأُمَمِ غُرّاً مُحَجَّلِينَ مِنْ

---

(۱) المحاسن، ج۲، ص ۴۲۳

(۲) ایضاً، ج۳، ص ۳۱۸

آثارِ الْوضوء»⁽¹⁾

۵۔ وضوء گناہوں اور خطاؤں کی مغفرت کا سبب

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا کہ: میں نے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا فرمایا کہ: کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز کی طرف راہنمائی نہ کروں جس سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں اور خطاؤں کو دھوڈالے اور ختم کردے؟ تو صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جی بالکل فرمایئے، تو فرمایا: کہ شدید وسخت سردی میں وضوء کرنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا، یہ چیز اس کے ایمان، محبت اور نماز جیسی عظیم عبادت کے شوق کی دلیل اور گناہوں سے محفوظ رہنے کا سبب ہے۔

«قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يُكَفِّرُ الذُّنُوبَ وَ الْخَطَايَا إِسْبَاغُ الْوضوء عِندَ الْمَكَارِهِ وَ انْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذَلِكَ الرِّبَاطُ»⁽²⁾

جنابِ ابو بصیرؒ نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے وضوء کی فضیلت و آثار کو نقل کرتے ہوئے کہا کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص بھی وضوء کرتے وقت ذکرِ خدا کرے تو اس کا پورا بدن گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور ایک وضوء سے دوسرے وضوء تک کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور اگر اللہ کا نام نہ لے تو صرف وہی حصہ پاک ہوتا ہے جہاں وضوء کا پانی پہنچتا ہے۔

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ: يَا أَبَا مُحَمَّدٍ مَنْ تَوَضَّأَ فَذَكَرَ اِسْمَ اللهِ طَهُرَ جَمِيعُ جَسَدِهِ وَ كَانَ الْوضوء إِلَى الْوضوء كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهُمَا مِنَ الذُّنُوبِ وَ مَنْ لَمْ يُسَمِّ لَمْ يَطْهُرْ مِنْ جَسَدِهِ إِلاَّ مَا أَصَابَهُ الْمَاءُ»⁽³⁾

۶۔ وضوء تجدیدی باعث فضلِ الٰہی

مولائے کائنات علیہ السلام نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ہر نماز کے لئے

---

(۱) دعائم الاسلام، ج۱، ص۱۰۰

(۲) دعائم الاسلام، ج۱، ص۱۰۰

(۳) علل الشرائع، ج۲، ص۲۸۹

الگ سے تجدیدِ وضوء کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ تجدیدِ وضوء خدا کے فضل و کرم کا سبب ہے و گرنہ حدث کے بغیر وضوء واجب نہیں ہے۔

«عَنْ عَلِيٍّ(ع): أَنَّهُ كَانَ يُجَدِّدُ الْوضوء لِكُلِّ صَلَاةٍ يَبْتَغِي بِذَلِكَ الْفَضْلَ لَا عَلَى أَنَّ ذَلِكَ يَجِبُ إِلَّا مِنْ حَدَثٍ» [1]

فقہی اصطلاح میں باوضوء ہونے کے باوجود دوبارہ وضوء کرنے کا نام وضوء تجدیدی ہے، اس انداز سے وضوء کرنا فضل الٰہی کا باعث اور حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ و سنت ہے، و گرنہ جب تک حدث سرزد نہ ہو ایک ہی وضوء سے تمام نمازوں کو پڑھا جا سکتا ہے۔

۷۔ وضوء تجدیدی باعثِ نورانیت و قبولیت توبہ

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: وضوء کے بعد دوبارہ وضوء کرنا یعنی تجدیدِ وضوء کرنا نورٌ علیٰ نور ہے، پس جس نے بھی بغیر کسی حدث کے دوبارہ وضوء کیا تو اللہ تعالیٰ بھی بغیر استغفار کئے اس کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے، یعنی اگر وضوء کے بعد دوبارہ وضوء کیا جائے تو بغیر استغفار و توبہ کئے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

«عن الصادق(ع): أَنَّ الْوضوء عَلَى الْوضوء نُورٌ عَلَى نُورٍ وَ مَنْ جَدَّدَ وضوءهُ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ آخَرَ جَدَّدَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ تَوْبَتَهُ مِنْ غَيْرِ اسْتِغْفَارٍ» [2]

۸۔ ہمیشہ باوضوء رہنے کی فضیلت و آثار

روایات میں ہمیشہ باوضوء رہنے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے اور اس کی بہت زیادہ فضیلت و آثار روایات میں ذکر ہوئے ہیں، ہمیشہ باوضوء رہنا رزق کی فراوانی، خدا کی رضا و خوشنودی، عمر میں برکت اور وسعت، فضل الٰہی کے حصول، درجات کی بلندی اور گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے، اگر انسان باوضوء ہو کر مر جائے تو شہادت کا رُتبہ پالیتا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے انس بن مالک کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

---

(۱) دعائم الاسلام، ج ۱، ص ۱۰۰

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۴۱

اے انس زیادہ سے زیادہ باوضوء رہنے کی عادت رکھو تو تمہاری عمر میں وسعت وبرکت آئے گی، اے انس اگر با وضوء رہو اور وضوء کی حالت میں تمہیں موت آجائے تو تم شہادت کی موت مروگے اور شہادت کا رتبہ پاؤ گے۔ مزید آپ ﷺ نے فرمایا: اے انس ابن مالک! زوال کے وقت نافلہ ادا کرو اور نوافل کو زیادہ سے زیادہ ادا کرنے کی کوشش کرو، اس لئے کہ جو نوافل کو زیادہ ادا کرتے ہیں فرشتے اس سے محبت کرتے ہیں، جس شخص سے بھی تمہاری ملاقات ہو سلام کیا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں میں اضافہ کرے گا اور گھر میں جانے سے پہلے سلام کیا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گھر میں وسعت وبرکت عطا کرے گا اور مسلمانوں میں سے بزرگوں کی عزت واحترام کیا کرو اور بچوں سے پیار ومحبت کیا کرو، اگر ان کاموں کو انجام دو گے تو پروردگار عالم قیامت کے دن تمہیں میرے ساتھ محشور فرمائے گا اور قیامت میں میرے ساتھ اس طرح رہو گے جیسے کہ میری انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اور پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

«عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَا أَنَسُ أَكْثِرْ مِنَ الطَّهُورِ يَزِدِ اللهُ فِي عُمُرِكَ وَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَكُونَ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ عَلَى طَهَارَةٍ فَافْعَلْ فَإِنَّكَ تَكُونُ إِذَا مِتَّ عَلَى الطَّهَارَةِ شَهِيداً وَ صَلِّ صَلَاةَ الزَّوَالِ فَإِنَّهَا صَلَاةُ الْأَوَّابِينَ وَ أَكْثِرْ مِنَ التَّطَوُّعِ تُحِبَّكَ الْحَفَظَةُ وَ سَلِّمْ عَلَى مَنْ لَقِيتَ يَزِدِ اللهُ فِي حَسَنَاتِكَ وَ سَلِّمْ فِي بَيْتِكَ يَزِدِ اللهُ فِي بَرَكَتِكَ وَ وَقِّرْ كَبِيرَ الْمُسْلِمِينَ وَ ارْحَمْ صَغِيرَهُمْ أَجِئْ أَنَا وَ أَنْتَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَاتَيْنِ وَ جَمَعَ بَيْنَ الْوُسْطَى وَ الْمُسَبِّحَةِ» (۱)

۹۔ وضوء باعث مغفرت اور جنت

زید نے کہا میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا کہ انہوں نے اپنے والد گرامی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص بھی اپنے گھر میں کامل طریقے سے وضوء کرے، اپنے بالوں کو کنگھی کرے اور اپنے آپ کو خوشبو سے معطر کرے، پھر اپنے گھر سے وقار ومتانت کے ساتھ نہ کہ جلدی وعجلت میں مسجد کی طرف جائے، اس حالت میں کہ مسلمانوں کے ساتھ نماز جماعت کی چاہت رکھتا ہو، تو وہ جو بھی قدم رکھے گا اور اٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں ایک حسنہ اس کے نامہ اعمال میں درج فرمائے گا اور ایک گناہ اس کے نامہ اعمال سے مٹائے گا

---

(۱) امالی شیخ مفید، المجلس، ص۶۰

اور ایک درجہ خدا کے قریب ہو جائے گا، یہ ہر قدم پر ہوتا رہے گا یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہو جائے،... پھر فرمایا: کہ جب وہ شخص امام جماعت کے ساتھ نماز کو شروع کرتا ہے تو اس سے پہلے کہ امام جماعت سلام پڑھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے لئے مغفرت و بہشت واجب قرار دی جاتی ہے۔

اس روایت سے واضح ہو جاتا ہے کہ دینِ مقدسِ اسلام میں باجماعت نماز ادا کرنے اور وضوء کرنے کا کس قدر خدا کی بارگاہ میں اجر و ثواب کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ وضوء کرنے والے اور باجماعت نماز ادا کرنے والوں کو مغفرت بھی عطا کرتا ہے اور جنت بھی عطا کرتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر مؤمن کو کیا چاہیے۔

«زَيْدٌ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ مُوسَى بْنَ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: مَنْ أَسْبَغَ وضوءه فِي بَيْتِهِ وَ تَمَشَّطَ وَ تَطَيَّبَ، ثُمَّ مَشَى مِنْ بَيْتِهِ غَيْرَ مُسْتَعْجِلٍ - وَ عَلَيْهِ السَّكِينَةُ وَ الْوَقَارُ - إِلَى مُصَلَّاهُ رَغْبَةً فِي جَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ، لَمْ يَرْفَعْ قَدَماً وَ لَمْ يَضَعْ أُخْرَى إِلَّا كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةٌ وَ مُحِيَتْ عَنْهُ سَيِّئَةٌ وَ رُفِعَتْ لَهُ دَرَجَةٌ، فَإِذَا مَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ ... ثُمَّ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ مَعَ إِمَامِ جَمَاعَةٍ إِلَّا وَجَبَتْ لَهُ مِنَ اللهِ الْمَغْفِرَةُ وَ الْجَنَّةُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُسَلِّمَ الْإِمَامُ»(۱)

۱۰۔ باوضوء رہنا ایمان کے کامل ہونے اور جنت کے دروازے کھلنے کا سبب

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی علیہ السلام اگر کسی بھی شخص کے اندر سات چیزیں پائی جائیں تو تحقیق کہ اس نے حقیقت ایمان کو کامل کر لیا اور اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے؛

۱)۔ جو کامل طریقے سے وضوء کو انجام دے۔
۲)۔ احسن طریقے سے نماز کو ادا کرے۔
۳)۔ اپنے مال سے زکات کو ادا کرے۔
۴)۔ اپنے غضب و غصہ کو قابو میں رکھے۔
۵)۔ اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھے۔
۶)۔ اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے۔
۷)۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہل بیت علیہم السلام کے لئے مخلص اور خیر خواہ ہو، اس طرح کہ ان کی تمام نصیحتوں

---

(۱) الاصول الستۃ عشر، ص ۱۹۱

اور ہدایتوں پر عمل کرے۔

اس روایت میں سچے مؤمن کی سات صفات بیان کی گئی ہیں اور جس مؤمن میں یہ سات صفات پائی جائیں اُس کے لئے جنت کے تمام دروازے کھولنے کی بشارت دی گئی ہے، پھر اس مؤمن کی مرضی ہے کہ جس دروازے سے جنت میں جانا چاہے جاسکتا ہے۔

ان سات صفات میں سے ایک اہم ترین صفت بہترین انداز میں نماز ادا کرنا ہے (أَحْسَنَ صَلَاتَهُ) یہ تعبیر بیان کرتی ہے کہ نماز کو احسن انداز میں ادا کیا جائے ، احسن انداز یہ ہے کہ گھر میں نہ پڑھے بلکہ مسجد میں پڑھے، انفرادی طور پر نہیں بلکہ باجماعت پڑھے، نماز کے تمام شرائط و آداب کا لحاظ کرتے ہوئے حضورِ قلب و خشوع و خضوع اور کمالِ معرفت کے ساتھ نماز پڑھنے کا نام (أَحْسَنَ صَلَاتَهُ) ہے۔ ایک اور اہم صفت جنت میں جانے والوں کی تمام گناہوں سے دوری اختیار کرنا، زبان کو قابو میں رکھنا اور اہلِ بیت علیہم السلام کی معرفت وولایت کے ساتھ ان کے لئے مخلص و خیر خواہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے، اس طرح اگر کوئی شخص زندگی کرے تو یہ نہ تنہا جنتی ہے بلکہ جنّت کے تمام دروازے اس کے لئے کُھلے ہوئے ہیں، جس جنت میں اور جس دروازے سے جانا چاہے جاسکتا ہے اس کی مرضی ہے۔ اس مقام پر علامہ اقبال نے کیا خوب کہا کہ:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے　　خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

«قال رسول الله ﷺ: يَا عَلِيُّ سَبْعَةٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ وَ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ مُفَتَّحَةٌ لَهُ مَنْ أَسْبَغَ وضوءهُ وَ أَحْسَنَ صَلَاتَهُ وَ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ وَ كَفَّ غَضَبَهُ وَ سَجَنَ لِسَانَهُ وَ اسْتَغْفَرَ لِذَنْبِهِ وَ أَدَّى النَّصِيحَةَ لِأَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّهِ» [1]

۱۱۔ باوضوء سونا پوری رات عبادت کرنے کا ثواب

ہم نے آدابِ خواب میں روایات کی روشنی میں سونے سے پہلے بہت سارے آداب و اعمال ذکر کئے ہیں،

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۳۵۹

ان آداب و اعمال میں سے ایک اہم ترین عمل جس کا عظیم ثواب روایات میں آیا ہے وہ باوضوء سونا ہے، جو شخص باوضوء سوتا ہے اللہ تعالیٰ پوری رات جاگ کر عبادت کرنے کا ثواب عطا کرتا ہے، گویا کہ وہ سویا ہی نہیں بلکہ پوری رات جاگ کر عبادت کرتا رہا۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا: میں نے اپنے حبیب رسولِ خدا ﷺ سے سُنا کہ فرمایا: جس نے بھی رات طہارت کے ساتھ یعنی باوضوء ہو کر گزاری گویا کہ اس نے پوری رات عبادت میں جاگ کر گزاری، اس دن سے میں ہمیشہ وضوء کی حالت میں سوتا ہوں۔

«في خبر سلمان قال: سَمِعْتُ حَبِيبِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَقُولُ مَنْ بَاتَ عَلَى طُهْرٍ فَكَأَنَّمَا أَحْيَا اللَّيْلَ كُلَّهُ فَأَنَا أَبِيتُ عَلَى طُهْرٍ» (۱)

ایک اور روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: جو اپنے بستر پر باوضوء ہو کر سو جائے تو گویا کہ اس نے پوری رات مسجد میں عبادت کرتے ہوئے گزاری ہے، مزید طہارت کی تاکید فرماتے ہوئے آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر وضوء کا امکان نہیں ہے تو وہ تیمم کر کے سو جائے، اگر کوئی اس انداز سے سو جائے تو پوری رات نماز اور ذکر خدا میں جاگنے کا ثواب عطا ہوتا ہے۔

«[مكارم الأخلاق]، قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ تَطَهَّرَ ثُمَّ أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ بَاتَ وَ فِرَاشُهُ كَمَسْجِدِهِ فَإِنْ ذَكَرَ أَنَّهُ عَلَى غَيْرِ وضوء فَلْيَتَيَمَّمْ مِنْ دِثَارِهِ كَائِناً مَا كَانَ فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ لَمْ يَزَلْ فِي الصَّلَاةِ وَ ذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ» (۲)

ایک اور روایت میں حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: جو باوضوء ہو کر اپنے بستر پر سو جاتا ہے تو گویا اس نے مسجد میں عبادت کرتے ہوئے رات گزاری ہے اور اگر رات کو ذکرِ خدا انجام دے تو اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں کو بخش دیتا ہے اور اگر رات کے آخری حصے میں عبادت کے لئے اُٹھ جائے اور باوضوء ہو کر دو رکعت نماز ادا کرے اور خدا کی حمد و ثناء اور حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد جو کچھ بھی خدا سے مانگے گا اللہ تعالیٰ اُسے ضرور عطا

(۱) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۳۱۸

(۲) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۸۲

کرتا ہے یا پھر اس کے لئے اس سے مانگی ہوئی چیز سے بہتر چیز کو ذخیرہ قرار دیتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ :مَنْ تَطَهَّرَ ثُمَّ أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ بَاتَ وَ فِرَاشُهُ كَمَسْجِدِهِ فَإِنْ قَامَ مِنَ اَللَّيْلِ فَذَكَرَ اللهَ تَنَاثَرَتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ فَإِنْ قَامَ مِنْ آخِرِ اَللَّيْلِ فَتَطَهَّرَ وَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَ حَمِدَ اللهَ وَ أَثْنَى عَلَيْهِ وَ صَلَّى عَلَى اَلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمْ يَسْأَلِ اللهَ شَيْئاً إِلاَّ أَعْطَاهُ إِمَّا أَنْ يُعْطِيَهُ اَلَّذِي يَسْأَلُهُ بِعَيْنِهِ وَ إِمَّا أَنْ يَدَّخِرَ لَهُ مَا هُوَ خَيْرٌ لَهُ مِنْهُ» (۱)

۱۲۔ باوضوء سونا شہادت کا رتبہ پانے کا سبب

سرورِ کائنات ﷺ باوضوء سونے کی عظیم فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: جو شخص باوضوء ہو کر سو جائے اور اگر اُسے اسی حالت میں موت آجائے تو خداوند تعالیٰ اس شخص کو شہادت کا رتبہ عطا کرتا ہے۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ نَامَ عَلَى اَلْوضوء إِنْ أَدْرَكَهُ اَلْمَوْتُ فِي لَيْلَةٍ فَهُوَ عِنْدَ اللهِ شَهِيدٌ» (۲)

۱۳۔ وضوء باعث شفاء و سلامتی

حضور ﷺ نے فرمایا: اے علی علیہ السلام کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضوء کرنا جسم میں شفاء، سلامتی اور رزق میں برکت و وسعت کا باعث ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَا عَلِيُّ إِنَّ الْوضوء قَبْلَ الطَّعَامِ وَ بَعْدَهُ شِفَاءٌ فِي الْجَسَدِ وَ يُمْنٌ فِي الرِّزْقِ» (۳)

۱۴۔ نماز مغرب و صبح کا وضوء گناہوں کا کفارہ

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ: جس نے مغرب کی نماز کے لئے وضوء کیا تو یہ وضوء اس کے ان تمام گناہوں کا کفارہ ہے جو اس سے سارے دن میں سرزد ہوئے ہیں سوائے گناہانِ کبیرہ کے اور جس نے صبح کی نماز کے لئے وضوء کیا تو یہ وضوء اس کے ان گناہوں کا کفارہ ہے جو ساری رات میں اُس سے سرزد ہوئے ہیں

---

(۱) الکافی، ج ۳، ص ۴۶۸

(۲) ایضاً، ص ۱۸۳

(۳) المحاسن، ج ۲، ص ۴۲۵

سوائے گناہانِ کبیرہ کے۔

«قَالَ أَبُو الْحَسَنِ مُوسَى بْنُ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: مَنْ تَوَضَّأَ لِلْمَغْرِبِ كَانَ وُضُوءُهُ ذَلِكَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ فِي نَهَارِهِ مَا خَلَا الْكَبَائِرَ وَ مَنْ تَوَضَّأَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ كَانَ وُضُوءُهُ ذَلِكَ كَفَّارَةً لِمَا مَضَى مِنْ ذُنُوبِهِ فِي لَيْلَتِهِ إِلَّا الْكَبَائِرَ» (۱)

وضوء کرتے وقت مخصوص دُعا پڑھنے کی فضیلت اورِ عظیم حکمت

وضوء کرتے وقت وضوء کی دعاؤں کو پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت اور سفارش وارد ہوئی ہے، جو بھی شخص وضوء کی دعاؤں کو توجہ کے ساتھ سمجھ کر اور ان کی گہرائیوں کی طرف غور کرتے ہوئے ان عظیم الشان دعاؤں کو پڑھے وہ قیامت کے سخت ترین اور دشوار ترین مقامات پر نجات پالیتا ہے، کائنات کے مشکل کشاء نے تمام بشریت کو آخرت کی مشکلات سے نجات دلوانے کے لئے اور ابدی اور دائمی کامیابیوں کے حصول کے لئے دعاؤں کا یہ عظیم نسخہ تعلیم دیا ہے اس دعا میں ہر عضو پر پانی ڈالتے ہوئے قیامت کے مشکل ترین مواقع کی طرف توجہ دلائی ہے اور ہر مشکل کی دوری کے لئے الگ الگ دعائیں تعلیم فرمائی ہیں، پل صراط جہاں سے سب گناہگار جہنم میں گریں گے، میزان، مقام حساب اور نامہ اعمال کے تقسیم کے مواقع، انتہائی سخت اور کٹھن منزلوں میں شامل ہیں، ان تمام مقامات پر نجات کے لئے مولا نے یہ دعا تعلیم دی ہے:

میرے پروردگار! مجھے پل صراط پر ثابت قدم رکھ جس دن سب کے قدم لغزش کی وجہ سے لڑکھڑا کر جہنم میں گر رہے ہوں گے، اے جلالت وعظمت کے مالک میری تمام کوششوں کو اپنی رضا کے لئے قرار دے۔

یہ عظیم الشان دعا جو کہ مستند اور معتبر ہے، جناب شیخ صدوقؒ نے اپنی کتاب «من لا یحضرہ الفقیہ باب وضوء، ج۱، ص۴۱» میں تحریر کیا ہے، مولا امام صادقؑ علیہ السلام سے روایت ہے کہ مولائے کائنات علیہ السلام نے جناب محمد ابن حنفیہ سے وضوء کے لئے پانی طلب کیا پھر ہر عضو پر پانی ڈالتے ہوئے قیامت کے ایک ایک مرحلے کو یاد دلایا اور ان مراحل میں کامیابی کے لئے دعا تعلیم دی، پھر محمد ابن حنفیہ سے خطاب کر کے کہا: اے محمد ابن

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج۱، ص۵۰

حنفیہ جو میری طرح وضوء کرے اور جن دعاؤں کو میں نے پڑھا ہے ان کی تلاوت کرے تو خداوند متعال ہر قطرے کے بدلے ایک فرشتے کو پیدا کرتا ہے جو قیامت تک خدا کی تسبیح اور تقدیس اور عبادت کرتا ہے اور اس کا ثواب اس شخص کے لئے قرار دیتا ہے۔

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : بَيْنَا أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ ذَاتَ يَوْمٍ جَالِسٌ مَعَ مُحَمَّدِ بْنِ اَلْحَنَفِيَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ «يَا مُحَمَّدُ اِئْتِنِي بِإِنَاءٍ مِنْ مَاءٍ أَتَوَضَّأُ لِلصَّلاَةِ» فَأَتَاهُ مُحَمَّدٌ بِالْمَاءِ فَأَكْفَأَ بِيَدِهِ اَلْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ اَلْيُسْرَى ثُمَّ قَالَ: « بِسْمِ اللهِ وَ بِاللهِ وَ اَلْحَمْدُ للهِ اَلَّذِي جَعَلَ اَلْمَاءَ طَهُوراً وَ لَمْ يَجْعَلْهُ نَجِساً - » قَالَ «ثُمَّ اِسْتَنْجَى فَقَالَ» « اَللَّهُمَّ حَصِّنْ فَرْجِي وَ أَعِفَّهُ وَ اُسْتُرْ عَوْرَتِي وَ حَرِّمْنِي عَلَى اَلنَّارِ » قَالَ «ثُمَّ تَمَضْمَضَ فَقَالَ -: « اَللَّهُمَّ لَقِّنِّي حُجَّتِي يَوْمَ أَلْقَاكَ وَ أَطْلِقْ لِسَانِي بِذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ » ثُمَّ اِسْتَنْشَقَ فَقَالَ -: « اَللَّهُمَّ لاَ تُحَرِّمْ عَلَيَّ رِيحَ اَلْجَنَّةِ وَ اِجْعَلْنِي مِمَّنْ يَشَمُّ رِيحَهَا وَ رَوْحَهَا وَ طِيبَهَا - » » قَالَ «ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ فَقَالَ -: « اَللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي يَوْمَ تَسْوَدُّ فِيهِ اَلْوُجُوهُ وَ لاَ تُسَوِّدْ وَجْهِي يَوْمَ تَبْيَضُّ فِيهِ اَلْوُجُوهُ » ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ اَلْيُمْنَى فَقَالَ -: « اَللَّهُمَّ أَعْطِنِي كِتَابِي بِيَمِينِي وَ اَلْخُلْدَ فِي اَلْجِنَانِ بِيَسَارِي وَ حَاسِبْنِي «حِسَاباً يَسِيراً » «ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ اَلْيُسْرَى فَقَالَ -: « اَللَّهُمَّ لاَ تُعْطِنِي كِتَابِي بِيَسَارِي وَ لاَ تَجْعَلْهَا مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِي وَ أَعُوذُ بِكَ رَبِّي مِنْ مُقَطَّعَاتِ اَلنِّيرَانِ » ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ فَقَالَ -: « اَللَّهُمَّ غَشِّنِي بِرَحْمَتِكَ وَ بَرَكَاتِكَ وَ عَفْوِكَ » ثُمَّ مَسَحَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ -: « اَللَّهُمَّ ثَبِّتْنِي عَلَى اَلصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيهِ اَلْأَقْدَامُ وَ اِجْعَلْ سَعْيِي فِيمَا يُرْضِيكَ عَنِّي يَا ذَا اَلْجَلاَلِ وَ اَلْإِكْرَامِ ». ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقَالَ «يَا مُحَمَّدُ مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وضوءِي وَ قَالَ مِثْلَ قَوْلِي خَلَقَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ مَلَكاً يُقَدِّسُهُ وَ يُسَبِّحُهُ وَ يُكَبِّرُهُ فَيَكْتُبُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ ثَوَابَ ذَلِكَ لَهُ إِلَى يَوْمِ اَلْقِيَامَةِ» [۱]

اس عظیم الشان دعا کا مختصر ترجمہ لکھ دیتے ہیں تاکہ پڑھنے والے دعا کو سمجھ کر ان تمام سخت و دشوار مراحل کی طرف متوجہ ہو جائیں کہ جن مراحل میں مولا علیہ السلام نے خدا سے پناہ مانگی ہے اور پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے کہ وہ کون کون سے مراحل ہیں اور پھر ان مراحل سے نجات پانے کے لئے خدا سے دعا طلب کریں۔ لہٰذا اس دعا کی حکمت اور

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۴۱

آثار پر بھی توجہ رہے۔

مولانے فرمایا جب پانی پر نگاہ پڑے تو یہ دعا پڑھیں؛

«بِسْمِ اللهِ وَ بِاللهِ وَ اَلْحَمْدُ للهِ اَلَّذِي جَعَلَ اَلْمَاءَ طَهُوراً وَ لَمْ يَجْعَلْهُ نَجِساً»

پروردگار کے نام سے اور اسی کی مدد سے شروع کرتا ہوں اور جس کے لئے تمام تعریفیں ہیں کہ اسی نے پانی کو پاک اور پاک کرنے والا قرار دیا ہے اور نجس قرار نہیں دیا۔

وضوء سے پہلے ہاتھوں کو دھوتے وقت یہ پڑھیں؛

«اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِینَ وَاجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ»

پروردگارا مجھے توبہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں میں قرار دے۔

اور جب منہ میں پانی ڈالیں تو یہ پڑھیں ؛

«اَللّٰهُمَّ لَقِّنِّي حُجَّتِي يَوْمَ أَلْقَاكَ وَ أَطْلِقْ لِسَانِي بِذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ»

پروردگارا قیامت کے دن مجھے حجت اور کامیابی عطا کر اور میری زبان کو اپنے ذکر اور شکر کے لئے کھول دے

۔

اس جملے میں مولائے کائنات علیہ السلام نے قیامت کے اس مرحلے کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں انسانوں کی زبانوں پر مہر لگادی جائے گی اور اعضاء بولیں گے اور خدا کی بارگاہ میں گواہی دیں گے جیسا کہ سورۂ یس میں آیا ہے کہ:

﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (یس/ ٦٥)

آج ہم ان کے منہ پر مہر لگادیں گے اور ان کے ہاتھ بولیں گے اوران کے پاؤں گواہی دیں گے کہ یہ کیسے اعمال انجام دیا کرتے تھے۔

اور جب ناک میں پانی ڈالیں تو یہ پڑھیں ؛

«اَللّٰهُمَّ لاَ تُحَرِّمْ عَلَيَّ رِيحَ الْجَنَّةِ وَ اجْعَلْنِي مِمَّنْ يَشَمُّ رِيحَهَا وَ رَوْحَهَا وَ طِيبَهَا»

پروردگارا مجھے ان جنتیوں میں سے قرار دے جو جنت کی پاکیزہ اور معطر خوشبو کے سونگھنے والے ہیں۔

وہ لوگ جو جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گے

«اَللّٰهُمَّ لاَ تُحَرِّمْ عَلَيَّ رِيحَ الْجَنَّةِ»

اس جملے میں مولا علیہ السلام ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا ہے، جو قیامت کے دن جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہیں گے اور روایات میں بھی اس مطلب کو بیان کیا گیا ہے کہ متعدد افراد ایسے ہیں جو جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہیں گے؛ جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خبردار! ماں باپ کی نافرمانی سے اور ان کو ستانے سے پرہیز کرو، اس لئے کہ اگرچہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کے فاصلے سے محسوس ہوگی لیکن کچھ افراد جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہیں گے؛

۱) عاق والدین یعنی ماں باپ کا نافرمان اور ماں باپ کو ستانے والا۔

۲) قطع رحم کرنے والا یعنی رشتے داروں سے تعلقات وروابط کو منقطع کرنے والا۔

۳) وہ بوڑھا شخص جو زناکار ہے۔ ۴) ہمیشہ تکبر وغرور کے ساتھ زندگی کرنے والا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: بے شک کبریائی اور بزرگی صرف اور صرف رب العالمین کے لئے ہے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي كَلاَمٍ لَهُ: إِيَّاكُمْ وَ عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّ رِيحَ الْجَنَّةِ تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَلْفِ عَامٍ وَ لاَ يَجِدُهَا عَاقٌّ وَ لاَ قَاطِعُ رَحِمٍ وَ لاَ شَيْخٌ زَانٍ وَ لاَ جَارٌّ إِزَارَهُ خُيَلاَءَ إِنَّمَا الْكِبْرِيَاءُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» (۱)

اور دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کے فاصلے سے محسوس ہوگی، لیکن اس کی خوشبو سے بھی کئی لوگ محروم رہیں گے؛

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۴۹

۱) عاق والدین۔ ۲) قطع رحم کرنے والا شخص۔

۳) وہ بوڑھا شخص جو زناکار ہے۔ ۴) متکبر و مغرور انسان۔

۵) وہ شخص جو لوگوں میں تفرقہ پیدا کرتا ہے اور جدائی ڈالتا ہے۔

۶) وہ شخص جو لوگوں پر منت اور احسان جتلاتا ہے۔

۷) وہ شخص جو دنیا سے کبھی سیر نہ ہو سکے، یعنی نہایت ہی حریص اور لالچی انسان۔

۸) کفن چور۔ ۹) وہ شخص جو تربیت دینی سے محروم اور ناصالح ہو۔

۱۰) منحرف وحق سے دور رہنے والا۔ (جاض عن الشيء : مال عنه وانحرف)۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَخْبَرَنِي جَبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَنَّ رِيحَ اَلْجَنَّةِ تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَلْفِ عَامٍ مَا يَجِدُهَا عَاقٌّ وَ لاَ قَاطِعُ رَحِمٍ وَ لاَ شَيْخٌ زَانٍ وَ لاَ جَارٌّ إِزَارِهِ خُيَلاَءَ وَ لاَ فَتَّانٌ وَ لاَ مَنَّانٌ وَ لاَ جَعْظَرِيٌّ قَالَ قُلْتُ فَمَا اَلْجَعْظَرِيُّ قَالَ اَلَّذِي لاَ يَشْبَعُ مِنَ اَلدُّنْيَا .وَفِي حَدِيثٍ آخَرَ: وَ لاَ حَيُوفٌ وَ هُوَ اَلنَّبَّاشُ وَ لاَ زَنُوفٌ وَ هُوَ اَلْمُخَنَّثُ وَ لاَ جَوَّاضٌ وَ لاَ جَعْظَرِيٌّ وَ هُوَ اَلَّذِي لاَ يَشْبَعُ مِنَ اَلدُّنْيَا» (۱)

پھر ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: اے علی علیہ السلام میں نے شب معراج جنت کے دروازے پر ان تحریروں کو لکھا ہوا دیکھا، اس جنت کو حرام قرار دیا گیا ہے بخیل شخص پر، ریاکار پر، عاق والدین پر، سخن چین اور چغل خور پر۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: يَا عَلِيُّ رَأَيْتُ عَلَى بَابِ اَلْجَنَّةِ مَكْتُوباً أَنْتِ مُحَرَّمَةٌ عَلَى كُلِّ بَخِيلٍ وَ مُرَاءٍ وَ عَاقٍّ وَ نَمَّامٍ» (۲)

اور جب چہرے پر پانی ڈالیں تو یہ پڑھیں:

«اَللَّهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِي يَوْمَ تَسْوَدُّ فِيهِ اَلْوُجُوهُ وَ لاَ تُسَوِّدْ وَجْهِي يَوْمَ تَبْيَضُّ فِيهِ اَلْوُجُوهُ»

---

(۱) بحار الانوار، ج ۶۹، ص ۱۹۱

(۲) ارشاد القلوب، ج ۱، ص ۱۳۹

پروردگارا میرے چہرے کو نورانی قرار دے جس دن لوگوں کے چہرے سیاہ و تاریک ہوں گے۔

اس جملے میں مولائے کائنات علیہ السلام نے قیامت کے اس منظر کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں مؤمنین کے نیک و صالح اعمال کے سامنے آنے کی وجہ سے خوشحالی و سرور سے ان کے چہرے نورانی ہو جائیں گے اور گنہگار لوگوں کے گناہ اور جرائم سامنے آنے کی وجہ سے ان کے چہرے تاریک و سیاہ ہو جائیں گے۔ قیامت کے دن مؤمنین کے چہرے نہایت روشن و نورانی ہوں گے اور ان کے ہر طرف نور ہی نور ہو گا، چہروں کی نورانیت اور دائیں بائیں ہر طرف نورانی ہونے کی وجہ سے منافقین کہ جن کے چہرے تاریک و سیاہ ہوں گے مؤمنین سے تقاضا کریں گے کہ ہماری طرف بھی ایک جھلک دیکھ لو تاکہ ہم تمہارے وجود سے کچھ نور حاصل کر لیں، مؤمنین کی طرف سے ان منافقین کو جواب ملتا ہے کہ یہ نور ہم دنیا سے لے کے آئے ہیں (یہ خدا کی توحید اور عبادت، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آل محمد علیہم السلام کی ولایت کا نور ہے) تم دنیا میں جاؤ اور اس نور کو حاصل کر کے آجاؤ۔

جیسا کہ سورہ مبارکہ حدید میں اس منظر کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور مؤمنین کو جنت اور فوز عظیم کی خوشخبری دی گئی ہے؛

﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرَاكُمُ الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ * يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾ (الحدید/ ۱۲-۱۳)

اور جب دائیں ہاتھ پر پانی ڈالیں تو یہ پڑھیں؛

«اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِي كِتَابِي بِيَمِينِي وَ الْخُلْدَ فِي الْجِنَانِ بِيَسَارِي وَ حَاسِبْنِي حِسَاباً يَسِيراً»

پروردگارا میرا نامۂ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں عطا کر اور ہمیشہ جنت میں جگہ عطا کر اور میرا حساب و کتاب آسان لینا۔

اور بائیں ہاتھ کو دھوتے وقت یہ پڑھیں؛

«اَللّٰهُمَّ لاَ تُعْطِنِي كِتَابِي بِيَسَارِي وَ لاَ تَجْعَلْهَا مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِي وَ أَعُوذُبِكَ رَبِّي مِنْ مُقَطَّعَاتِ النِّيرَانِ»

خدایا میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دے اور میرے ہاتھ پس پشت بندھے ہوئے نہ ہوں میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جہنم کی آگ اور بدترین عاقبت سے۔

ان دعاؤں میں مولانے اصحاب یمین اور اصحاب شمال کی طرف اشارہ کرکے اس اہم مرحلے کی طرف توجہ دلائی ہے اور دعا کا حکم دیا ہے جہاں نیک اور صالح لوگوں کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ اصحاب یمین خوش بخت اور کامیاب لوگ ہیں، مجرمین اور گناہ گاروں کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ ان کی بدبختی کی علامت ہے۔

قرآن پاک کی متعدد آیات میں نامہ اعمال کی تقسیم کا مرحلہ بار بار ذکر ہوا ہے، یہ انتہائی اہم اور فیصلہ کُن مراحل میں سے ہے، سورہ مبارکہ حاقہ کی آیات ۱۹ سے ۳۱ تک تفصیل کے ساتھ نامہ اعمال کی تقسیم اور اصحاب یمین کی بہترین عاقبت اور انجام کو بیان کیا گیا ہے اور پھر اصحابِ شمال کی بدترین عاقبت اور انجام کو بیان کرکے ان کے لئے جہنم کی آگ کا اعلان کیا گیا ہے، جن مؤمنین کے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیئے جاتے ہیں وہ نہایت خوشحال ہو جاتے ہیں اور تمام اہل محشر کو اپنے نامہ اعمال پڑھنے کی دعوت دیتے ہیں اور پھر نہایت خوشحالی کے ساتھ یہ جملے ان کی زبان پر آتے ہیں کہ: میں اس مرحلہ کے انتظار میں تھا، مجھے یقین تھا کہ ایک دن میرا نامہ اعمال مجھے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور یہ میری کامیابی کا دن ہے، پروردگار کی طرف سے ان مؤمنین کے لئے نہایت پسندیدہ اور خوشحال زندگی ہے، پھر مؤمنین سے کہا جائے گا کہ جنت کے اعلیٰ ترین درجات میں خدا کی نعمتیں تمہارے لئے فراہم ہیں اب مزے سے کھاؤ اور پیو یہ جنت اور نعمتیں اور درجات اُن اعمال کا صلہ ہیں جو فانی دنیا میں تم لوگ انجام دیتے تھے۔

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ✻ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ✻ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ✻ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ✻ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ✻ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ (الحاقة/ ١٩-٢٤).

اور پھر اصحابِ شمال کی بدترین عاقبت اور انجام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: وہ لوگ کہ جن کے نامہ

اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ نہایت شرمندگی اور پشیمانی کے ساتھ یہ جملے کہیں گے: اے کاش یہ نامہ اعمال ہمیں نہ دیا جاتا اور ہمارے نامہ اعمال میں کیا لکھا ہے ہمیں خبر نہ ہوتی! اے کاش ہم مرجاتے اور یہ نامہ اعمال ہمارے سامنے نہ آتے، نہ ہمارے مال نے ہمیں بے نیاز کیا اور نہ ہماری حکومت نے، دولت و حکومت دونوں چلی گئیں، اب قیامت میں ہمارے لئے ناکامیوں کا سامنا ہے، پھر خدا کی طرف سے آواز آئے گی کہ ان کو جہنم کی زنجیروں اور طوق میں جکڑ دو اور پھر جہنم میں پھینک دو.

﴿وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ * وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ * يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ * مَا أَغْنَى عَنِّي مَالِيَهْ * هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ * خُذُوهُ فَغُلُّوهُ * ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ﴾ (الحاقة/ ۲۵-۳۱).

مولائے کائنات علیہ السلام نے اس حساس اور فیصلہ کن مرحلہ کو یاد دلاتے ہوئے اور نجات کا راستہ بتاتے ہوئے دائیں اور بائیں ہاتھ کو دھوتے وقت خدا کی بارگاہ میں یہ دُعا پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

اور جب سر پر مسح کریں تو یہ پڑھیں؛

«اَللّٰهُمَّ غَشِّنِي بِرَحْمَتِكَ وَ بَرَكَاتِكَ وَ عَفْوِكَ»

خدایا میرے سر پر اپنی رحمتوں، برکتوں اور عفو و درگزر کا سایہ رکھ اور کبھی بھی اپنی رحمت سے محروم نہ رکھنا۔

اس دعا میں مولا علیہ السلام نے قیامت میں جو لوگ خدا کی رحمت، مغفرت اور عفو و گذشت سے محروم رہیں گے اس مرحلے کی طرف اشارہ کیا ہے، اللہ کی رحمت دنیا میں عام ہے مؤمنین اور مجرمین سب کو رحمت سے نوازتا ہے رزق اور زندگی دیتا ہے لیکن قیامت میں خدا کی رحمت اور تمام نعمتیں صرف اور صرف مؤمنین کے لئے ہیں، مجرمین اور گناہ گاروں کے لئے عذاب اور عقاب کا سامنا ہے۔

اور جب پاؤں کا مسح کریں تو یہ پڑھیں ؛

«اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنِي عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيهِ الْأَقْدَامُ وَ اجْعَلْ سَعْيِي فِيمَا يُرْضِيكَ عَنِّي يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ»

خدایا مجھے پل صراط پر ثابت قدم رکھ جس دن سب کے قدم لڑکھڑانے اور لغزش کی وجہ سے جہنم میں گر رہے ہوں گے، اے جلالت و عظمت کے مالک میری کوششوں کو اور زندگی کی تمام سختیاں اور زحمات کو اپنی رضاو خوشنودی کے لئے قرار دے۔

یقیناً جو زندگی بھر ان دعاؤں کو پڑھتا رہتا ہے خداوند متعال اس کی تمام دعاؤں کو مستجاب کر کے قیامت میں شاندار کامیابی عطا کرتا ہے۔

«ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَنَظَرَ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقَالَ «يَا مُحَمَّدُ مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وضوءِي وَ قَالَ مِثْلَ قَوْلِي خَلَقَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ مَلَكاً يُقَدِّسُهُ وَ يُسَبِّحُهُ وَ يُكَبِّرُهُ فَيَكْتُبُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ ثَوَابَ ذَلِكَ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»

پھر مولا علیہ السلام نے سر کو اٹھایا اور محمد ابن حنفیہ سے خطاب کر کے فرمایا: اے محمد ابن حنفیہ جو میری طرح وضوء کرے اور جن دعاؤں کو میں نے پڑھا ہے ان کی تلاوت کرے تو خداوند متعال ہر قطرے کے بدلے ایک فرشتے کو پیدا کرتا ہے جو قیامت تک خدا کی تسبیح اور تقدیس اور عبادت کرتا ہے اور اس کا ثواب اس شخص کے لئے قرار دیتا ہے۔

وہ مقامات جہاں وضوء کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی

وضوء کی فضیلت و آثار کو اور ہمیشہ باوضوء رہنے کی فضیلت کو اور مختلف امور کو وضوء کی حالت میں انجام دینا مستحب ہونے کو اوپر ذکر کیا گیا ہے، لیکن بعض مقامات پر وضوء کرنے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گی ہے اور ان مقامات پر وضوء کرنا مستحب مؤکد قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ جناب صاحب «عروۃ الوثقیٰ» نے ان مقامات کی فہرست اس طرح بیان کی ہے؛

نماز میت کے لئے، اہل قبور کی زیارت کے لئے، کسی بھی مسجد میں جانے کے لئے، آئمہ کے حرم میں داخل ہونے کے لئے، دور یا نزدیک سے زیارت کرنے کے لئے، قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے لئے، سجدہ شکر کے لئے، اذان دینے کے لئے، شب زفاف میاں بیوی دونوں کے لئے، سونے سے پہلے، مقاربت سے پہلے، قضاوت کرنے کے لئے، دعا و طلب حاجت کے لئے، قرآن کو تحریر کرنے کے لئے جبکہ قرآن کے حروف سے ہاتھ

مَس نہ ہو رہا ہو ورنہ واجب ہے، وضوء تجدید کرنا، مجنب انسان کا غسل سے پہلے کھانے پینے کے لئے، میت کو غسل دینے کے لئے، مسافر کا سفر سے واپسی پر گھر میں وارد ہونے سے پہلے، حیض کی حالت میں نماز کے اوقات میں عورت کا مصلے پر بیٹھنا اور وضوء کرنا۔ [1]

اس کے علاوہ کھانا کھانے سے پہلے، درس سے پہلے، مطالعہ کرنے سے پہلے، محافل و مجالس اہل بیت میں جانے سے پہلے، سفر پر جانے سے پہلے، وغیرہ وغیرہ موارد میں وضوء کرنے کے بہت عظیم فوائد و آثار ہیں۔

نظافت و پاکیزگی کی خاطر غسل کا حکم

دینِ مقدسِ اسلام نے نظافت و پاکیزگی کے حصول کے لئے اور تمام کثافتوں و آلودگیوں سے مسلمانوں کو دور رکھنے کے لئے جس طرح نماز سے پہلے وضوء کو واجب قرار دیا ہے اسی طرح مختلف مواقع پر نہانا اور غسل کرنا بھی ضروری قرار دیا ہے۔

جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر ہفتہ میں نظافت و پاکیزگی کے حصول کے لئے غسل کیا کرے اور اپنے سر و بدن کو بہترین طریقے سے دھولیا کرے۔

«قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: حَقٌّ لِلّٰهِ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْماً يَغْسِلُ فِيْهِ رَأْسَهُ وَ جَسَدَهُ» [2]

دینِ مقدس اسلام میں بعض مواقع پر غسل کرنا، نہانا، طہارت و پاکیزگی اختیار کرنا واجب اور بعض مواقع پر مستحب قرار دیا گیا ہے۔ اور واجب غسلوں میں سے غسلِ جنابت، غسلِ میت، غسلِ مس میت، غسلِ حیض، غسلِ استحاضہ، غسلِ نفاس اور غسلِ نذر و قسم وغیرہ ہے اور مستحب غسلوں میں سے احرام سے پہلے، خانہ کعبہ میں داخل ہونے سے پہلے، روزِ جمعہ، عیدِ قربان، عیدِ فطر، روزِ عرفہ، کسی بھی معصوم کی زیارت سے پہلے، رمضان المبارک کی شبہای قدر وغیرہ میں غسل کرنا مستحب اور سنت ہے۔

جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام واجب اور مستحب غسلوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: چودہ

---

(۱) عروۃ الوثقی، ج۱، ص۵۸ - ۵۹

(۲) نہج الفصاحہ (مجموعہ کلمات قصار حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ص۴۴۸

مقامات پر غسل کرنا چاہیے: غسل میت، غسل جنابت، غسل مس میت، غسل جمعہ، عیدِ قربان، عیدِ فطر، یوم عرفہ، احرام سے پہلے، خانہ کعبہ میں داخل ہونے سے پہلے، مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے، حرم میں داخل ہونے سے پہلے، زیارت کرنے سے پہلے اور رمضان المبارک کی شبہای قدر میں۔

«عَبْدُ اللهِ بْنُ سِنَانٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) قَالَ: إِنَّ الْغُسْلَ فِي أَرْبَعَةَ عَشَرَ مَوْطِناً غُسْلُ الْمَيِّتِ وَ غُسْلُ الْجُنُبِ وَ غُسْلُ مَنْ غَسَّلَ الْمَيِّتَ وَ غُسْلُ الْجُمُعَةِ وَ الْعِيدَيْنِ وَ يَوْمِ عَرَفَةَ وَ غُسْلُ الْإِحْرَامِ وَ دُخُولِ الْكَعْبَةِ وَ دُخُولِ الْمَدِينَةِ وَ دُخُولِ الْحَرَمِ وَ الزِّيَارَةِ وَ لَيْلَةِ تِسْعَ عَشْرَةَ وَ إِحْدَى وَ عِشْرِينَ وَ ثَلَاثٍ وَ عِشْرِينَ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ»(۱)

دین مقدس اسلام میں جتنی بھی بڑی عیدیں ہیں ان تمام عیدوں میں نظافت و پاکیزگی کے حصول کے لئے غسل کرنا، نئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا اور نظافت و پاکیزگی کے تمام تقاضوں پر توجہ دینے کی تاکید و سفارش کی گئی ہے، چاہے وہ عیدِ قربان ہو، عیدِ فطر ہو، عیدِ غدیر ہو یا روزِ جمعہ ہو وغیرہ وغیرہ، ان تمام ایام میں دین مقدس اسلام پاکیزگی وطہارت پر خاص توجہ دیتا ہے اور مسلمانوں کو پاکیزگی وطہارت کے حصول کے لئے بہت زیادہ تاکید کرتا ہے۔

انبیاء ومرسلین کی چار سنتیں

حضرت امام صادق علیہ السلام عمومی طور پر پوری زندگی میں نظافت وپاکیزگی کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: چار چیزیں تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام کی سنت میں شامل ہیں:

۱) مسواک کرنا ۲) خضاب لگانا

۳) خوشبو لگانا ۴) شادی کرنا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) قَالَ: أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ السِّوَاكُ وَ الْحِنَّاءُ وَ الطِّيبُ وَ النِّسَاءُ»(۲)

---

(۱) الخصال، ج ۲، ص ۴۹۹

(۲) مکارم الاخلاق، ص ۴۱

گھر کی صفائی

متعدد روایات میں گھر کی نظافت، پاکیزگی و صفائی پر خاص توجہ دی گئی ہے، گھر کے ماحول کو ہر قسم کی آلودگیوں وگندگیوں سے پاک و صاف رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، گھر کے ماحول کو پاک و صاف رکھنے سے صحت و تندرستی اور رزق میں وُسعت و فراوانی آتی ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: اپنے گھروں کو صاف و ستھرا رکھا کرو اور مکڑی کے جالوں کو گھر سے ہٹایا کرو، اس لئے کہ مکڑی کا جالا گھر میں فقر و غُربت کا سبب ہے۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ (ع) قَالَ: نَظِّفُوا بُيُوتَكُمْ مِنْ حَوْكِ الْعَنْكَبُوتِ فَإِنَّ تَرْكَهُ فِي الْبَيْتِ يُورِثُ الْفَقْرَ» (۱)

ایک اور روایت میں گھر کی صفائی اور نظافت کی تاکید کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: گھر میں رات کو کچرا و گندگی نہ رکھا کرو، تمام کچرے و گندگی کو رات ہونے سے پہلے گھر سے باہر پھینک دو، اس لئے کہ گندگی شیطان کا گھر ہے۔

«النَّبِيُّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: لَا تُبَيِّتُوا الْقُمَامَةَ فِي بُيُوتِكُمْ وَ أَخْرِجُوهَا نَهَاراً فَإِنَّهَا مَقْعَدُ الشَّيْطَانِ» (۲)

مولائے کائنات علیہ السلام گھر کی صفائی اور گھر میں جھاڑو لگانے کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: گھر میں مکڑی کا جال اور کچرا نہ رکھا کرو، کیونکہ یہ فقر و غُربت کا سبب ہے اور گھر میں جھاڑو دیا کرو، گھر کا ماحول صاف و ستھرا رکھا کرو، کیونکہ یہ رزق میں وُسعت کا سبب ہے۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ (ع) قَالَ: تَرْكُ نَسْجِ الْعَنْكَبُوتِ فِي الْبَيْتِ يُورِثُ الْفَقْرَ وَ تَرْكُ الْقُمَامَةِ فِي الْبَيْتِ يُورِثُ الْفَقْرَ وَ قَالَ ع كَنْسُ الْفِنَاءِ يَزِيدُ فِي الرِّزْقِ» (۳)

بدن کی نظافت پر خاص توجہ دینے کا حکم

دین اسلام میں بدن اور بدن کے تمام اعضاء کی نظافت و پاکیزگی پر خاص توجہ دی گئی ہے، بدن کے تمام

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۷۵

(۲) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۷۵

(۳) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۷۶

اعضاء، بالوں کو صاف رکھنے کا حکم ہے، دانتوں کو صاف رکھنا اور مسواک کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے، ناخنوں کو کوتاہ کرنا اور بدن کے فالتو اور زائد بالوں کو صاف کرنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے، پورے بدن کو صاف رکھنے اور پھر پاکیزہ کپڑے پہننے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: پاکیزہ لباس پہنو، سر کے بالوں پر توجہ دو، ہمیشہ مسواک کرتے رہو، اپنے آپ کو آراستہ رکھو اور پورے بدن کو صاف و ستھرا رکھنے کی کوشش کرو، کیونکہ بنی اسرائیل کے مرد حضرات ان کاموں پر توجہ نہ دینے کی وجہ سے ان کی خواتین انحراف اور بے عفتی میں مبتلا ہو گئیں۔

اس روایت میں مردوں کی صفائی و نظافت کو عورتوں کی خوشحالی کا سبب قرار دیا گیا ہے اور مردوں کا صفائی و پاکیزگی کا خیال نہ رکھنا، عورتوں کے انحراف و ناراضگی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

«اغسلوا ثيابكم و خذوا من شعوركم و استاكوا و تزينوا و تنظفوا فانّ بني إسرائيل لم يكونوا يفعلون ذلك فزنت نساؤهم» (۱)

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: ہمیشہ اپنے ناخنوں کو کوتاہ رکھا کرو، یہ تمہارے لئے زینت کا سبب ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ قُصُّوا أَظَافِيرَكُمْ فَإِنَّهُ أَزْيَنُ لَكُمْ» (۲)

دانتوں کی صفائی اور مسواک کی فضیلت و خاص تاکید

دانتوں کی صفائی کے لئے اور دانتوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اور منہ کو صاف و شفاف رکھنے کے لئے مسواک کرنے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے اور مسواک کے لئے عظیم فائدے و برکات روایات میں ذکر ہوئے ہیں، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے مسواک کی تاکید و فضیلت و فوائد کو بیان کرتے ہوئے بارہ فائدے ذکر فرمائے ہیں؛

---

(۱) نہج الفصاحہ، ص ۲۲۶

(۲) الجعفریات (الاشعثیات)، ص ۲۹

۱) مسواک کرنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔ ۲) منہ اور دانتوں کی پاکیزگی کا سبب ہے۔

۳) آنکھوں کی بینائی کی تقویت کا سبب ہے۔ ۴) خدا کی خوشنودی کا سبب ہے۔

۵) دانتوں کی خوبصورتی وسفیدی کا سبب ہے۔ ۶) بلغم کو ختم کرنے کا سبب ہے۔

۷) منہ کی بدبو کو زائل کرنے کا سبب ہے۔ ۸) لثے اور مسوڑھوں کی مضبوطی کا سبب ہے۔

۹) ہاضمے کے نظام کی تقویت کا سبب ہے۔ ۱۰) قوائے حافظہ کی تقویت کا سبب ہے۔

۱۱) اعمال اور نیکیوں کے اجر میں اضافے کا سبب ہے۔ ۱۲) فرشتوں کی خوشحالی کا سبب ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: فِي اَلسِّوَاكِ اِثْنَتَا عَشْرَةَ خَصْلَةً هُوَ مِنَ اَلسُّنَّةِ وَ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ وَ مَجْلاَةٌ لِلْبَصَرِ وَ يُرْضِي اَلرَّبَّ وَ يَذْهَبُ بِالْبَلْغَمِ وَ يَزِيدُ فِي اَلْحِفْظِ وَ يُبَيِّضُ اَلْأَسْنَانَ وَ يُضَاعِفُ اَلْحَسَنَاتِ وَ يَذْهَبُ بِالْحَفَرِ وَ يَشُدُّ اَللِّثَةَ وَ يُشَهِّي اَلطَّعَامَ وَ تَفْرَحُ بِهِ اَلْمَلاَئِكَةُ» (۱)

مسواک کے عظیم الشان فوائد و آثار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو مسواک کی تاکید و فضیلت اور عظیم الشان فوائد و آثار کو بیان کرتے ہوئے ایک طولانی حدیث میں جو کہ معتبر کتابوں میں آئی ہے، فرماتے ہیں:

۱) جو شخص بھی دن میں کم از کم ایک مرتبہ مسواک کرے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوتا ہے اور اس کے لئے جنت قرار دیتا ہے۔

۲) اور جو شخص دن میں دو مرتبہ مسواک کرے تو اس نے انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل کیا ہے۔

۳) اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے ہر ایک نماز کے لئے ایک سو رکعت نماز کا ثواب عطا کرتا ہے۔

۴) اور اس شخص کو فقر و غربت سے نجات عطا کرتا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج۶، ص ۴۹۵

۵) اس شخص کے منہ میں خوشبو پیدا ہوتی ہے۔

۶) حافظہ کو تقویت دیتا ہے۔ ۷) فہم و سمجھ کی قوت کو بڑھاتا ہے۔

۸) کھانے کی خواہش وچاہت کو تقویت دیتا ہے۔

۹) مسوڑھوں اور دانتوں کی بیماریوں سے نجات دیتا ہے۔

۱۰) دیگر بیماریاں بھی دور ہو جاتی ہیں۔

۱۱) فرشتے خوشحالی کی وجہ سے اس شخص سے مصافحہ کرتے ہیں۔

۱۲) فرشتے اس مؤمن کا گھر سے نکلتے وقت استقبال کرتے ہیں۔

۱۳) دانتوں کی خوبصورتی کا سبب ہے۔

۱۴) عرش کے حاملین اس شخص کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

۱۵) اللہ تعالیٰ ہر مؤمن و مؤمنہ کے بدلے ہزار سال کی عبادت کا ثواب اس شخص کو عطا کرتا ہے۔

۱۶) اللہ تعالیٰ ایک ہزار درجہ اس کا بلند کرتا ہے۔

۱۷) اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جنت کے تمام دروازے کھول دیتا ہے۔

۱۸) نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں عطا کرتا ہے۔ ۱۹) قیامت کے دن آسانی کے ساتھ حساب لیتا ہے۔

۲۰) اللہ تعالیٰ رحمت کے دروازے اس کے لئے کھول دیتا ہے۔

۲۱) وہ شخص دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اپنی جنت کو دیکھ لیتا ہے۔

۲۲) جس نے مسواک کیا اس نے انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل کیا اور جس نے انبیاء علیہم السلام کی سنت پر عمل کیا تو قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ محشور ہو گا۔

۲۳) دنیا سے جانے سے پہلے جناب ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کرے گا۔

۲۴) قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ محشور ہو گا۔

۲۵) اللہ تعالیٰ اس شخص کی دنیا و آخرت کی حاجات کو بر آوردہ کرے گا۔

۲۶) قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے سائے میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہو گا۔

۲۷) یہ شخص جنت میں جنابِ ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے رفقاء میں شامل ہو گا۔

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنِ اسْتَاكَ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ مَنِ اسْتَاكَ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ فَقَدْ أَدَامَ سُنَّةَ الْأَنْبِيَاءِ وَ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ صَلَاةٍ يُصَلِّيهَا ثَوَابَ مِائَةِ رَكْعَةٍ وَ اسْتَغْنَى عَنِ الْفَقْرِ وَ تَطِيبُ نَكْهَتُهُ وَ يَزِيدُ فِي حِفْظِهِ وَ يَشْتَدُّ لَهُ فَهْمُهُ وَ يَمْرُؤُ طَعَامُهُ وَ يَذْهَبُ أَوْجَاعُ أَضْرَاسِهِ وَ يُدْفَعُ عَنْهُ السُّقْمُ وَ تُصَافِحُهُ الْمَلَائِكَةُ لِمَا يَرَوْنَ عَلَيْهِ مِنَ النُّورِ وَ يَنْقَى أَسْنَانُهُ وَ تُشَيِّعُهُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ خُرُوجِهِ مِنَ الْبَيْتِ وَ تَسْتَغْفِرُ لَهُ حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَ الكروبيين [الْكَرُوبِيُّونَ] وَ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَةٍ ثَوَابَ أَلْفِ سَنَةٍ وَ رَفَعَ اللهُ لَهُ أَلْفَ دَرَجَةٍ وَ فَتَحَ اللهُ لَهُ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ وَ أَعْطَاهُ اللهُ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ وَ حَاسَبَهُ حِسَاباً يَسِيراً وَ فَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ أَبْوَابَ الرَّحْمَةِ وَ لَا يَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يَرَى مَكَانَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَ قَدِ اقْتَدَى بِالْأَنْبِيَاءِ وَ مَنِ اقْتَدَى بِالْأَنْبِيَاءِ دَخَلَ مَعَهُمُ الْجَنَّةَ وَ مَنِ اسْتَاكَ كُلَّ يَوْمٍ فَلَا يَخْرُجُ مِنَ الدُّنْيَا حَتَّى يَرَى إِبْرَاهِيمَ ع فِي الْمَنَامِ وَ كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي عِدَادِ الْأَنْبِيَاءِ وَ قَضَى اللهُ تَعَالَى لَهُ كُلَّ حَاجَةٍ لَهُ مِنْ أَمْرِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ وَ يَكُونُ فِي الْجَنَّةِ رَفِيقَ إِبْرَاهِيمَ ع وَ رَفِيقَ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ؛ (۱)

انہی عظیم فوائد اور آثار کی خاطر جنابِ جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کی جانب سے مسواک کی سفارش کرتے تھے، یہاں تک کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جنابِ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اس قدر مسواک کی سفارش کی کہ مجھے ایسے محسوس ہوا کہ یہ مسواک کرنا میری امت کے واجبات میں شامل ہو جائے گا۔

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج۱، ص ۳۶۱

«عن رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ مَا زَالَ يُوصِينِي بِالسِّوَاكِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيَجْعَلُهُ فَرِيضَةً»[1]

مسواک کرنے کی تاکید و سفارش ہمیشہ اور ہر حال میں ہے، لیکن بعض مواقع پر روایات میں خاص تاکید اور بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے، ان میں سے بعض موارد یہ ہیں؛

۱) نماز سے پہلے۔
۲) قرآن پڑھنے سے پہلے
۳) روزہ رکھنے سے پہلے۔
۴) سونے سے پہلے۔
۵) نیند سے اٹھنے کے بعد۔
۶) نمازِ شب سے پہلے۔
۷) ہر وضوء سے پہلے۔
۸) اجتماعی محافل و مجالس و عبادتوں میں جانے سے پہلے۔

شکوہ!!

مسواک اور دانتوں کی صفائی کی اتنی تاکید و سفارش اور اتنے عظیم الشان فوائد بیان کرنے کے باوجود مسلمان اس عظیم سنت اور عبادت کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے بہت ساری بیماریوں اور مشکلات میں گرفتار ہو چکے ہیں، دانت پیلے اور زرد پڑ جاتے ہیں، مُنہ سے بدبو آتی ہے، مدتیں گزر جاتی ہیں مگر مسواک کرنے کی توفیق نہیں ہے، خود بھی تکلیف میں ہیں اور اپنے ساتھیوں کو اور ہر اس شخص کو جو اس کے قریبی ترین افراد ہیں ان کو بھی زحمت و تکلیف میں مبتلا کر دیتے ہیں، اپنی شخصیت کو گندگی اور مُنہ کی بدبو کی وجہ سے دوسروں کے سامنے گرا دیتے ہیں۔ اگر ان سفارشات و تعلیماتِ آلِ محمد علیہم السلام پر عمل کرتے ہوئے بطورِ کلی نظافت و پاکیزگی اختیار کریں اور خاص طور پر مسواک کرنے کو ضروری قرار دیں تو بہت ساری بیماریوں اور پریشانیوں سے نجات پا جائیں گے، سلامتی و عافیت نصیب ہو گی، اپنی شخصیت کو بھی محفوظ رکھیں گے اور دوسرے لوگ بھی اس کی اذیت و آزار سے محفوظ رہیں گے۔ دنیا و آخرت دونوں میں عظیم کامیابیوں کے ساتھ اجر و ثواب کو بھی حاصل کریں گے۔

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۳۴

روزِ جمعہ نظافت و پاکیزگی کا دن

جمعہ کا دن روایات میں صفائی اور پاکیزگی کا دن (یوم النظافۃ) قرار دیا گیا ہے، دین اسلام میں یوں تو ہمیشہ پاکیزگی اور نظافت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، لیکن بطورِ خاص جمعہ کے دن کو نظافت اور پاکیزگی کے لئے مخصوص قرار دیا گیا ہے، اس دن ہر طرح کی پاکیزگی اور نظافت کا حکم دیا گیا ہے، لباس کی پاکیزگی، بدن کی پاکیزگی، رہن سہن، تمام ماحول، گھر، مساجد اور شہر کی پاکیزگی کا حکم ہے۔

جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جمعہ کے دن نظافت اور پاکیزگی کے ساتھ اپنے آپ کو آراستہ اور تزئین کرو، خوشبو لگاؤ، بہترین لباس پہنو، داڑھی اور بالوں کی اصلاح کرو، جمعہ کا غسل کرو، نہایت وقار و سکون کے ساتھ اپنے آپ کو عبادت وبندگی اور نیک کاموں کے لئے تیار کرو، اس لئے کہ اللہ تعالی جمعہ کے دن بہت زیادہ اجر وثواب عطا کرتا ہے۔

«عَنْ هِشَامِ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع لِيَتَزَيَّنْ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَغْتَسِلُ وَ يَتَطَيَّبُ وَ يُسَرِّحُ لِحْيَتَهُ وَ يَلْبَسُ أَنْظَفَ ثِيَابِهِ وَ لْيَتَهَيَّأْ لِلْجُمُعَةِ وَ لْيَكُنْ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ السَّكِينَةُ وَ الْوَقَارُ وَ لْيُحْسِنْ عِبَادَةَ رَبِّهِ وَ لْيَفْعَلِ الْخَيْرَ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ اللهَ يَطَّلِعُ عَلَى أَهْلِ الْأَرْضِ لِيُضَاعِفَ الْحَسَنَاتِ» (۱)

ایک اور روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے جمعہ کے دن نظافت اور پاکیزگی کو سنت قرار دیتے ہوئے فرمایا: جمعہ کے دن ناخن کو تاہ کرنا داڑھی اور دیگر بالوں کی اصلاح کرنا سنتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور باعث شفاء و سلامتی ہے۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَنْ أَخَذَ مِنْ شَارِبِهِ وَ قَلَّمَ مِنْ أَظْفَارِهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللهِ عَلَى سُنَّةِ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ شَعْرَةٍ وَ كُلِّ قُلَامَةٍ عِتْقَ رَقَبَةٍ وَ لَمْ يَمْرَضْ مَرَضاً يُصِيبُهُ إِلَّا مَرَضَ الْمَوْتِ» (۲)

---

(۱) الکافی، ج ۳ ص ۴۱۷

(۲) ایضا

ایک اور روایت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جمعہ کے دن نظافت اور پاکیزگی اختیار کرنا بہت ساری بیماریوں کی شفاء، بدن کی تندرستی، رزق کی فراوانی، فقر و غربت کی دوری کا باعث ہے۔

«عَنْ حَفْصِ بْنِ الْبَخْتَرِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: أَخْذُ الشَّارِبِ وَ الْأَظْفَارِ مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ أَمَانٌ مِنَ الْجُذَامِ» (۱)

ایک اور روایت میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جمعہ کے دن مونچھیں اور ناخن کو تاہ کرنا، سر کو ایک مخصوص جڑی بوٹی کے ساتھ دھونا فقر و غربت کی دوری اور رزق و روزی میں اضافہ کا سبب ہے۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) قَالَ: أَخْذُ الشَّارِبِ وَ الْأَظْفَارِ وَ غَسْلُ الرَّأْسِ بِالْخِطْمِيِّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَنْفِي الْفَقْرَ وَ يَزِيدُ فِي الرِّزْقِ» (۲)

مسلمانوں کا کردار اسلام کی بدنامی کا سبب!!

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں نے نظافت وپاکیزگی کے نظام کو بہت زیادہ نظر انداز کر دیا ہے، دین مقدس اسلام میں اس قدر نظافت و پاکیزگی پر زور دینے اور تاکید کرنے کے باوجود مسلمانوں نے عملی اور اجتماعی زندگی میں اس بہترین نظام سے بہت زیادہ غفلت برتنے اور سستی کرنے کی وجہ سے اور مسلمانوں کی گندگی اور عملی زندگی میں نظافت سے دور ہونے کی وجہ سے دین مقدس اسلام کو بہت زیادہ بدنام کر دیا ہے، ہر طرف گندگی اور کچروں کے ڈھیر نظر آتے ہیں، ہر طرف آلودگی اور انتہائی نازیبا مناظر نظر آتے ہیں، نہ اپنے بدن کی نظافت وپاکیزگی پر توجہ دیتے ہیں، نہ اپنے گھر واپنے ماحول کو صاف رکھتے ہیں، نہ اپنے شہر وملک کی نظافت وپاکیزگی کا خیال رکھتے ہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ نظافت وپاکیزگی شہر وملک کو صاف ستھرا وخوبصورت وزیبا رکھنا صرف حکومت کی ذمہ داری ہے، یہ بات درست ہے کہ اس سلسلہ میں حکومت کی بہت زیادہ ذمہ داری بنتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ ہر مسلمان نظافت وپاکیزگی کے حوالہ سے لاپرواہی وغفلت کا شکار ہو جائے، جبکہ آپ نے روایات کا ملاحظہ کیا کہ نظافت وپاکیزگی ہر مسلمان کی ضرورت اور فرض عین ہے اور ہر

---

(۱) ایضاً، ص ۴۱۸

(۲) ایضاً

مسلمان کے ایمان کی نشانی ہو، مسلمانوں کی نظافت وپاکیزگی کو اپنی زندگی کا حصّہ اور فرض نہ سمجھنے کی وجہ سے غیر مسلم دینِ مقدس اسلام میں نظافت وپاکیزگی کے عظیم نظام کو سمجھنے سے دور ہیں، جبکہ آئمہ طاہرین علیہم السلام نے مسلمانوں کو ہر حوالے سے نمونہ، آئیڈیل اور زینت بننے کی تاکید کی ہے اور فرمایا ہے کہ تمہارا کردار، عمل، سیرت، اخلاق، نظافت، پاکیزگی، صداقت وسچائی، امانت داری، وفائے عہد اور دیگر عظیم صفات میں دوسروں کے لئے نمونہ بننے اور آلِ محمد علیہم السلام کے لئے باعث افتخار وزینت ہونا چاہئے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے تمام کائنات کے مسلمانوں اور خاص طور پر اپنے شیعوں کو نصیحت وسفارش کرتے ہوئے فرمایا: تم سب پر تقویٰ وپرہیزگاری، زندگی میں کوشش وزحمت، امانت داری، سچائی اور ہمسایوں کے ساتھ بہترین سلوک کرنا ضروری ہے، یہی وہ آئین ہے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں، دوسروں کے ساتھ مل جُل کر اجتماعی نماز ادا کیا کرو، رشتے داروں سے بہترین رابطہ رکھو، مریضوں کی عیادت واحوال پرسی کیا کرو، جنازوں میں حاضر ہونے کی کوشش کیا کرو، اس طرح زندگی بسر کرو کہ تمہارا عظیم کردار ہمارے لئے فخر وزینت کا سبب بن جائے، اس طرح سے زندگی نہ کرنا کہ جو ہمارے لئے ننگ وعار وبدنامی کا سبب ہو، ہماری محبت کو لوگوں کے دلوں میں بٹھاؤ، ہماری عداوت و دشمنی کو لوگوں سے دور کرو اور ہمیشہ مکتبِ آلِ محمد علیہم السلام کا دفاع اور پرچار کرتے رہو۔

«فِقهُ الرِّضَا، عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَرْوِي عَنِ الْعَالِمِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَ الْوَرَعِ وَ الاِجْتِهَادِ وَ أَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَ صِدْقِ الْحَدِيثِ وَ حُسْنِ الْجِوَارِ فَبِهَذَا جَاءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ صَلُّوا فِي عَشَائِرِكُمْ وَ صِلُوا أَرْحَامَكُمْ وَ عُودُوا مَرْضَاكُمْ وَ احْضُرُوا جَنَائِزَهُمْ كُونُوا لَنَا زَيْناً وَ لاَ تَكُونُوا شَيْناً حَبِّبُونَا إِلَى النَّاسِ وَ لاَ تُبَغِّضُونَا جُرُّوا إِلَيْنَا كُلَّ مَوَدَّةٍ ادْفَعُوا عَنَّا كُلَّ قَبِيحِ الْخَبَرِ» (۱)

ایک اور حدیث میں امام صادق علیہ السلام نے اپنے چاہنے والوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے ہمارے پیروکارو اور چاہنے والو تمہاری نسبت ہم سے ہے تو اس لئے ایسا کردار اختیار کرنا کہ تمہارا کردار ہمارے

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج ۸، ص ۳۱۳

لئے فخر وزینت کا سبب بنے، ایسا کردار نہ ہو جو ننگ و عار و بدنامی کا سبب بن جائے، لہٰذا اپنے آپ کو امیر المومنین علیہ السلام کے سچے اصحاب کی طرح بنانے کی کوشش کرو جو لوگوں کے لئے نمونہ عمل اور پیشوا تھے، وہ لوگوں کے امین تھے، لوگوں کو دین کی طرف دعوت دینے والے، مریضوں کی عیادت کرنے والے، تمام قبیلہ والوں کے لئے بہترین مثال اور نمونہ کی حیثیت رکھتے تھے، تم بھی ایسا بننے کی کوشش کرو، بیماروں کی عیادت کرتے رہو، جنازوں میں شرکت کرتے رہو، مسلمانوں کے ساتھ مل کر مساجد میں نماز ادا کرتے رہو، تمام نیکیوں اور بہترین صفات میں سب پر سبقت حاصل کرتے رہو اور تمہارا حق یہی ہے کہ تم ہمیشہ نیکی و خیر کے کاموں میں سب سے آگے رہو۔

«عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبَانٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: يَا مَعْشَرَ الشِّيعَةِ إِنَّكُمْ قَدْ نُسِبْتُمْ إِلَيْنَا كُونُوا لَنَا زَيْناً وَ لَا تَكُونُوا شَيْناً كُونُوا مِثْلَ أَصْحَابِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي النَّاسِ إِنْ كَانَ الرَّجُلُ مِنْهُمْ لَيَكُونُ فِي الْقَبِيلَةِ فَيَكُونُ إِمَامَهُمْ وَ مُؤَذِّنَهُمْ وَ صَاحِبَ أَمَانَاتِهِمْ وَ وَدَائِعِهِمْ عُودُوا مَرْضَاهُمْ وَ اشْهَدُوا جَنَائِزَهُمْ وَ صَلُّوا فِي مَسَاجِدِهِمْ وَ لَا يَسْبِقُوكُمْ إِلَى خَيْرٍ فَأَنْتُمْ وَ اللهِ أَحَقُّ مِنْهُمْ بِهِ» (۱)

ایک اور روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے تمام مسلمانوں کے لئے اور خاص طور پر شیعیانِ آلِ محمد علیہم السلام کے لئے تاکید فرمائی ہے کہ: لوگوں کو اپنی بہترین سیرت و اخلاق کے ذریعے دین کی طرف دعوت دو، تمہاری سیرت میں لوگوں کو صداقت و سچائی، امانت داری اور دیگر بہترین صفات نظر آنی چاہئے، یہی وہ چیزیں ہیں جو لوگوں کو دین اور مکتبِ آلِ محمد علیہم السلام کی طرف دعوت دیتی ہیں، صرف زبان سے دین کی طرف دعوت دینا موثر نہیں ہے، موثر ترین چیز جو لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتی ہے وہ تمہاری سیرت و اخلاق ہے نہ کہ تمہاری زبان۔

«عَنِ ابْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُونُوا دُعَاةً لِلنَّاسِ بِغَيْرِ أَلْسِنَتِكُمْ لِيَرَوْا مِنْكُمُ الْوَرَعَ وَ الِاجْتِهَادَ وَ الصَّلَاةَ وَ الْخَيْرَ فَإِنَّ ذَلِكَ دَاعِيَةٌ» (۲)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۸۵، ص ۱۱۹

(۲) وسائل الشیعہ، ج ۱، ص ۵۶

فصل چہارم سونے کے آداب

آدابِ خواب اہل بیت علیہم السلام کی نگاہ میں

آئمہ طاہرین علیہم السلام کی روایات میں تفصیل کے ساتھ سونے کے آداب، کہ کس طریقے سے سونا چاہیئے اور سونے سے پہلے کن اعمال اور اذکار کو انجام دینا چاہیئے بیان کئے گئے ہیں، اگر ہم اپنی زندگی میں اِن آداب و اعمال کا خیال رکھیں اور سونے سے پہلے ان آداب کو بجالائیں تو انسان کی نیند اور سو جانا بھی عبادت بن سکتی ہے، جیسا کہ آنے والی روایات میں ذکر کیا گیا ہے کہ جو آدمی باوضوء سوتا ہے پروردگارِ عالم پوری رات عبادت کرنے کا ثواب عطا کرتا ہے، لہٰذا ان آداب کو سیکھنا اور بجالانا چاہیئے، تاکہ ہماری زندگی کا ایک بڑا حصّہ جو نیند میں گزر جاتا ہے وہ بھی خدا کی عبادت و بندگی میں شمار ہو جائے، ان آداب میں سے چند اہم ترین آداب آئمہ علیہم السلام کی روایات کی روشنی میں بیان کئے جاتے ہیں:۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ہم آل محمد علیہم السلام سونے سے پہلے دس آداب اور اعمال کو انجام دیتے ہیں اور یہ دس اعمال تمام آئمہ علیہم السلام کی سیرت ہے، وہ یہ ہیں:

۱) سونے سے پہلے وضوء کرنا: روایات میں آیا ہے کہ جو شخص باوضوء سوئے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے پوری رات کے جاگنے اور عبادت کرنے کا ثواب عطا کریگا۔

۲) دائیں کروٹ پر سونا۔ ۳) ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا۔

۴) ۳۳ مرتبہ الحمد للہ پڑھنا۔ ۵) ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا۔

۶) رو بقبلہ سونا۔ ۷) سورۃ الحمد پڑھنا۔

۸) تین مرتبہ یا حداقل ا مرتبہ سورۃ قل ھو اللہ پڑھنا۔

۹) آیۃ الکرسی پڑھنا۔ ۱۰) آیۂ شہادت پڑھنا؛

﴿شهد الله انه لَا إِلٰهَ الاَّ هُو والملٰئِكةُ وأُولُوا العِلمِ قَآئماً بِالقِسطِ لَا إِلٰهَ إلاّ هُوالعَزِيزُالحَكِيمُ﴾ (آل عمران / ۱۸)

«قَالَ الإمامُ الرضا عليه السلام : لَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ عِنْدَ نَوْمِنَا عَشْرُ خِصَالٍ؛ اَلطَّهَارَةُ، وَ تَوَسُّدُ الْيَمِينِ، وَ تَسْبِيحُ اللهِ ثَلاثاً وَ ثَلاثِينَ، وَ تَحْمِيدُهُ ثَلاثاً وَ ثَلاثِينَ، وَ تَكْبِيرُهُ أَرْبَعاً وَ ثَلاثِينَ، وَ نَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ بِوَجْهِنَا، وَ نَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ، وَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ، وَ شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لا إِلٰهَ إِلاَّ هُوَ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَخَذَ بِحَظِّهِ مِنْ لَيْلَتِهِ» [1]

اس روایت کے ذیل میں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: ان تمام چیزوں کو اگر کوئی شخص انجام دے کر سوئے تو اس نے اپنی رات کو ضائع نہیں کیا بلکہ عبادت میں گزاری اور اس کو اس رات کا حصہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف مل کے رہے گا۔ یعنی اس کی رات عبادت میں شمار ہوگی اور اللہ اس کی رات کو اس کے نامہ اعمال میں عبادت میں شمار کردے گا، اگرچہ یہ عمل انجام دے کے سوتا ہے۔

سونے کے چار اہم آداب جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بی بی فاطمہ زہرا کو تعلیم فرمائے

جناب سیدہ کونین حضرت زہرا کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے سے پہلے چار اعمال انجام دینے کا حکم دیا ہے، اس روایت میں چار اہم ترین آداب سونے سے پہلے انجام دینے کی تاکید ہے؛

حضرت زہرا نے فرمایا: ایک شب میں سونے کے لئے تیار ہو چکی تھی اور اپنا بستر بچھا چکی کہ اتنے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما ہوئے، جب دیکھا کہ میں سونے کی تیاری میں ہوں تو مجھے فرمایا: اے بیٹی اس وقت تک نہ سونا جب تک کہ چار کام انجام نہ دے دو؛

۱) ختم قرآن کر کے سونا۔ ۲) تمام انبیاء علیہم السلام کو اپنے لئے شفیع قرار دے کر سونا۔

۳) مؤمنین کو خوشحال کر کے سونا۔ ۴) حج اور عمرہ کر کے سونا۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۲۱۰؛ فلاح السائل، ص ۲۸۰

یہ کہہ کر نماز میں مشغول ہوگئے جب نماز ختم ہوئی تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس مختصر وقت میں یہ عظیم اعمال کس طرح انجام دوں، حضرت نے تبسّم فرمایا، پھر ان چار اعمال کی تفصیل بیان فرمائی کہ:

اے بیٹی جب تین مرتبہ قل ھو اللہ پڑھ لیں تو اللہ تعالی آپ کو مکمل قرآن پڑھنے کا ثواب عطا کریگا۔

اور جب آپ مجھ پر اور پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام پر درود پڑھیں گی تو ہم سب قیامت کے دن آپ کے شفیع ہونگے؛(اللھم صلی علی محمد وآل محمد وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین)۔

اور جب آپ مؤمنین کے لئے خدا سے ان کے گناہوں کی مغفرت کے لئے استغفار کریں گی تو کائنات کے مؤمنین آپ سے راضی وخوشحال ہونگے؛(اللھم اغفرلی ولولدیّ و للمؤمنین یوم یقوم الحساب).

اور اگر آپ تین دفعہ یا کم از کم ایک دفعہ تسبیحات اربعہ پڑھیں گی تو اللہ تعالی آپ کو حج وعمرہ کا ثواب عطا فرمائے گا،(سبحان اللہ والحمدللہ واللہ اکبر)۔

«عَنْ فاطِمَةَ الزَّهْراءِ علیها السلام قالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم وَ قَدْ إفْتَرَشْتُ فِراشی لِلنَّوْمِ، فقالَ: یا فاطِمَةُ لا تَنامی إلاّ وَ قَدْ عَمِلْتِ أَرْبَعَةً: خَتَمْتِ القُرآنَ، وَ جَعَلْتِ الأَنْبِیاءَ شُفَعائَكِ، وَ أَرْضَیتِ الْمُؤمِنینَ عَنْ نَفْسِكِ، وَ حَجَجْتِ وَ اعْتَمَرْتِ، قالَ هذا وَ أَخَذَ فِی الصَّلوةِ، فَصَبَرْتُ حَتّی أَتَمَّ صَلاتَهُ، قُلْتُ: یا رَسُولَ اللهِ أَمَرْتَ بِأَرْبَعَة لا أَقْدِرُ عَلَيَّها فی هذَا الحالِ! فَتَبَسَّمَ (صلی الله علیه وآله وسلم) وَ قالَ: إذا قَرَأْتِ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ ثَلاثَ مَرّات فَكَأَنَّكِ خَتَمْتِ القُرْآنَ، وَ إذا صَلَّیْتِ عَلَيَّ وَ عَلَی الأَنْبِیاءِ قَبْل كُنّا شُفَعاءَكِ یَوْمَ الْقِیمَةِ، وَ إذا اسْتَغْفَرْتِ لِلْمُؤْمِنینَ رَضُوا كُلُّهُمْ عَنْكِ، وَ إذا قُلْتِ: سُبْحانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ للهِ وَ لا إِلهَ إِلاَّ اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ، فَقَدْ حَجَجْتِ وَ اعْتَمَرْتِ» (۱)

---

(۱) عوالم العلوم والمعارف، ج ۱۱، ص ۸۵۷

سونے کے آداب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واہل بیت علیہم السلام کی سیرت میں

یوں تو متعدد روایات میں اہل بیت علیہم السلام کی سیرت سے ہمیں سونے کے آداب کے بارے میں بہت کچھ تعلیم دیا گیا ہے، لیکن جو آداب وافعال خود آئمہ معصومین علیہم السلام انجام دیتے تھے سونے کے وقت وہ ہمیں صرف بتایا ہی نہیں بلکہ عملاً انجام دے کے بتایا ہے اور خود بھی ان پر عمل کرتے تھے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں سونے کے مختلف آداب پائے جاتے ہیں؛ جیسے کہ مسواک کرنا، طہارت وضوء کرنا، قرآن مجید کی متعدد سورتوں کی اور بالخصوص سورہ مسبحات کی تلاوت کرنا (سورہ مسبحات کی تفصیل آگے آرہی ہے)، آیت الکرسی کی تلاوت کرنا، مخصوص دعائیں پڑھنا وغیرہ، ہم ان میں چند اہم ترین آداب کو بیان کرتے ہیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ میں سونے کے آداب حضرت امام صادق علیہ السلام کی زبانِ مبارکہ سے؛

محمد ابن مروان کہتے ہیں کہ مولا امام صادق علیہ السلام نے مجھ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تجھے خبر نہ دوں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح سوتے تھے؟ میں نے عرض کی: جی بالکل فرمایئے، تو فرمایا:

۱۔ سونے سے پہلے آیت الکرسی پڑھتے تھے۔ ۲۔ ایک خاص دعا سونے سے پہلے پڑھتے تھے۔

«عَنْ مُحَمَّدِبْنِ مَرْوَانَ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِاللهِ(ع): أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ؟ قُلْتُ: بَلَى. قَالَ: كَانَ يَقْرَأُ آيَةَ الْكُرْسِيِّ، وَ يَقُولُ «بِسْمِ اللهِ آمَنْتُ بِاللهِ وَ كَفَرْتُ بِالطَّاغُوتِ اللَّهُمَّ احْفَظْنِي فِي مَنَامِي وَ فِي يَقَظَتِي»(۱)»

فرمایا: کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے کے وقت ایک تو آیت الکرسی اور دوسری یہ دعا پڑھا کرتے تھے، یہ دعا دو اہم مطالب پر مشتمل ہے۔

۱۔ توحید کا اقرار ۲۔ شرک وطاغوت وکفر سے اعلان بیزاری

اس کے بعد اپنے آپ کو خدا کی پناہ میں دیتے تھے کہ میری ذات نیند و بیداری دونوں صورتوں میں آپ کے ہاتھ میں ہے۔

---

(۱) الکافی ج۲، ص ۳۶۵

پانچ مہم آداب جو رسولِ اکرم ﷺ نے مولا علی علیہ السلام کو تعلیم فرمائے

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: ایک مرتبہ سرورِ کائنات ﷺ نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا: اے علی علیہ السلام جب آپ سونے کے لئے بستر پر جاؤ اور سونے کے لئے آمادہ ہو جاؤ تو آپ کے لئے لازمی ہے کہ پہلے کچھ اعمال و اذکار اور عبادتیں انجام دیں پھر سونا:

۱۔ تمہارے لئے لازم وضروری ہے کہ استغفار پڑھ کے سویا کرو (استغفر اللہ ربی و أتوب الیہ)۔

۲۔ مجھ پر درود بھیجو (اللھم صل علی محمد و آل محمد)۔

۳۔ تسبیحات اربعہ پڑھو (سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر)۔

۴۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) پڑھو۔

۵۔ سورہ قل ھو اللہ احد کو اکثر پڑھا کرو کیونکہ یہ سورت قرآن کا نور ہے، (قبر، حشر و برزخ کی نورانیت کا باعث ہے، اگرچہ مختصر سورہ ہے لیکن خواص و تاثیر کے لحاظ سے سب سے زیادہ مؤثر ہے، جو شخص تین مرتبہ پڑھے تو اُسے قرآن پاک کے ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے، اگر سونے سے پہلے پڑھے تو قیامت کے دن وہ انسان سب سے زیادہ نورانی ہو گا۔

۶۔ اور ضروری ہے کہ آیت الکرسی کی تلاوت کر کے سوئیں، کیونکہ اس کے ہر حرف کے بدلے میں اللہ تبارک وتعالٰی ایک ہزار برکتیں اور ایک ہزار رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: دَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ يَا عَلِيُّ إِذَا أَخَذْتَ مَضْجَعَكَ فَعَلَيْكَ بِالاِسْتِغْفَارِ، وَ الصَّلاَةِ عَلَيَّ، وَ قُلْ سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ للهِ وَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ، وَ لاَ حَوْلَ وَ لاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، وَ أَكْثِرْ مِنْ قِرَاءَةِ قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ فَإِنَّهَا نُورُ الْقُرْآنِ، وَ عَلَيْكَ بِقِرَاءَةِ آيَةِ الْكُرْسِيِّ فَإِنَّ فِي كُلِّ حَرْفٍ مِنْهَا أَلْفَ بَرَكَةٍ وَ أَلْفَ رَحْمَةٍ.» [1]

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۲۲۰

سونے سے پہلے رسولِ اکرم ﷺ کی سیرت

سونے سے پہلے کچھ چیزیں انجام دینی چاہیے جو کہ ہمارے لئے پہلے خود پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت ہے اور پیغمبر ﷺ کے بعد آئمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرت و نمونہ موجود ہے، سب سے زیادہ سونے سے پہلے جس چیز کی تاکید ہوئی ہے وہ مسواک کرنا ہے اور یہ پیغمبر ﷺ کی سیرت طیبہ ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ سونے سے پہلے مسواک اور وضوء کرتے تھے۔

سونے سے پہلے وضوء کرنے کی فضیلت

امام صادق علیہ السلام سے ایک روایت ہے کہ: اگر کوئی شخص وضوء کر کے سوئے تو پروردگارِ عالَم اسے پوری رات عبادت میں گزارنے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ اور خود پیغمبر اکرم ﷺ اور آئمہ طاہرین بھی ہمیشہ باوضوء ہو کر سوتے تھے۔ لہٰذا سونے کے آداب میں سے سب سے پہلا ادب باوضوء ہو کر سونا ہے۔

ایک اور حدیث میں پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص باوضوء ہو کر سوئے تو گویا کہ اُس نے پوری رات جاگ کر عبادت کی ہے۔

«قال رسول الله ﷺ: مَن باتَ علیٰ طُهرٍ فکأنّما أحیَ اللّیلَ کُلّه» (۱)

وضوء کر کے سوئے اور سوتے میں مر جائے تو شہید کا ثواب عطا ہوتا ہے

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی شخص باوضوء ہو کر سوئے اور اسی حالت میں اسے موت آجائے تو وہ شہادت کی موت مرتا ہے، یعنی اسے اللہ تبارک و تعالیٰ شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ نَامَ عَلَی الْوضوءِ إِنْ أَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فِي لَيْلِهِ مَاتَ شَهِيداً» (۲)

---

(۱) امالی شیخ صدوق، ص ۳۳

(۲) مستدرک الوسائل، ج ۱، ص ۲۹۶

باوضوء سونے والے شخص کا بستر مسجد ہے اور رات مسجد میں عبادت گزارنے کا ثواب

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی بھی سونے سے پہلے وضوء کر کے بستر پر جائے اور وہ سو گیا تو گویا اس شخص کا فرش و بستر مسجد بن جاتا ہے اور اگر اسے یاد آجائے کہ وضوء نہیں کیا اور وضوء کی حالت میں نہیں ہے تو جہاں کہیں بھی ہو وہیں پر اس چاہیے کہ بیٹھ جائے اور تیمم کر لے تو اللہ تعالیٰ اسکو نماز پڑھنے کے حکم میں قرار دیتا ہے۔ (یعنی جب تک وہ وضوء میں ہے اور ذکر پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں نماز کا ثواب لکھتا ہے)۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ تَطَهَّرَ ثُمَّ أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ بَاتَ وَ فِرَاشُهُ كَمَسْجِدِهِ فَإِنْ ذَكَرَ أَنَّهُ لَيْسَ عَلَى وضوء فَلْيَتَيَمَّمْ مِنْ دِثَارِهِ وَ كَائِناً مَا كَانَ لَمْ يَزَلْ فِي صَلَاةٍ مَا ذَكَرَ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ»[1]

حضرت سلمان فارسیؓ ہر رات باوضوء سوتے تھے

• ایک اور روایت جو کہ بہت طولانی ہے اور اس میں مختلف فراز ہیں لیکن ہم اپنے موضوع کے اعتبار سے صرف ایک فراز کو یہاں پر بیان کر رہے ہیں؛

امام صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ فرمایا: آپ میں سے کون ہے جو ساری رات جاگ کر عبادت کرتا ہے؟

تو جناب سلمانؓ نے عرض کی یا رسول اللہ میں ساری رات جاگ کر عبادت کرتا ہوں، (اسی طرح متعدد اشیاء کے بارے میں رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا تو جناب سلمانؓ عرض کرتے گئے کہ یا رسول اللہ یہ بھی میں انجام دیتا ہوں، یہ بھی انجام دیتا ہوں۔ تو وہاں پر موجود دیگر اصحاب کو تعجب ہوا کہ سلمانؓ سارا دن ہمارے ساتھ ہوتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں کرتے، تو ایسا کیوں کہہ رہے ہیں، انہیں سلمانؓ پر غصہ آیا اور انہوں نے رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایۃ عرض کی: یا رسول اللہ سلمانؓ سارا دن ہمارے ساتھ رہتا ہے، اس طرح یہ تو نہیں کرتا، تو رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم خود سلمان سے پوچھو کہ تم تو ہمارے ساتھ ہوتے ہو تو یہ کام کیسے کرتے ہو؟

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۴۶۹

انہوں نے پوچھا تو جناب سلمانؓ نے فرمایا: میں نے اپنے محبوب رسول خدا ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ: جو کوئی بھی باوضوء ہو کر سو جائے تو گویا اس نے پوری رات عبادت میں گزاری ہے اور میں ہمیشہ باوضوء ہو کر سوتا ہوں۔ تو اعتراض کرنے والے اپنا سامنہ بنا کے خاموش ہو گئے۔ یہ ایک طولانی قصہ ہے جس کو بیان کرنے سے ہم اپنے موضوع سے ہٹ جائیں گے، لہٰذا اس کو یہیں پر ختم کرتے ہیں۔

«...أَيُّكُمْ يُحْيِي اللَّيْلَ قَالَ سَلْمَانُ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ... سَمِعْتُ حَبِيبِي رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَقُولُ مَنْ بَاتَ عَلَى طُهْرٍ فَكَأَنَّمَا أَحْيَا اللَّيْلَ كُلَّهُ فَأَنَا أَبِيتُ عَلَى طُهْرٍ...» (۱)

سونے سے پہلے سورہ ہای مسبحات کے پڑھنے کا ثواب

جناب جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ: جو شخص بھی سورہ ہای مسبحات (مسبحات وہ سورتیں ہیں جن کی ابتداء لفظ سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ سے ہوتی ہے، جن میں سے سورہ حدید، سورہ اعلیٰ، سورہ جمعہ، سورہ تغابن، سورہ حشر ہیں) کو کامل طور پر سونے سے پہلے پڑھے تو وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ اپنے زمانہ کے امام علیہ السلام کو درک نہ کرلے (یعنی امام زمانہ کی زیارت نصیب ہو گی پھر اس دنیا سے رخصت ہو گا) اور اگر وہ مر گیا تو اس کو رسول خدا ﷺ کے جوار میں جگہ نصیب ہو گی۔

«عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: مَنْ قَرَأَ الْمُسَبِّحَاتِ كُلَّهَا قَبْلَ أَنْ يَنَامَ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يُدْرِكَ الْقَائِمَ، وَ إِنْ مَاتَ كَانَ فِي جِوَارِ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ» (۲)

سونے سے پہلے چند سورتیں پڑھنے کی تاکید

روایات میں آیا ہے کہ سونے سے پہلے سورہ حمد، سورہ توحید، سورہ واقعہ اور مسبحات۔

حضور ﷺ سونے سے پہلے ہمیشہ مسبحات کی تلاوت کر کے سوتے تھے۔

اور حضرت امام باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جو شخص سونے سے پہلے مسبحات کی تلاوت کرے وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ امام زمان علیہ السلام سے اس کی ملاقات نہ ہو اور مرنے کے بعد وہ قیامت کے دن

---

(۱) بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۳۱۷

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۶۲۰

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں ہوں گے۔

«عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) يَقُولُ: مَنْ قَرَأَ الْمُسَبِّحَاتِ كُلَّهَا قَبْلَ أَنْ يَنَامَ لَمْ يَمُتْ حَتَّى يُدْرِكَ الْقَائِمَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)، وَ إِنْ مَاتَ كَانَ فِي جِوَارِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ)» [1]

سونے سے پہلے سورہ واقعہ پڑھنے کی خاص تاکید اور عظیم فائدہ

عبد اللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ: جو شخص بھی ہر رات سورہ واقعہ کی تلاوت کرے گا وہ کبھی فقر وفاقہ وغربت میں مبتلا نہیں ہوگا، (اللہ خزانہ غیب سے رزق کثیر عطا فرمائے گا)۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَقُولُ: مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ كُلَّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ أَبَداً» [2]

جو شخص سونے سے پہلے سورہ واقعہ پڑھتا ہے قیامت کے دن اس کا چہرہ نورانی ہوگا اور دنیا میں کبھی بھی فقیر نہیں ہوگا، یہ دو عظیم فائدے اس کو ملیں گے دنیا وآخرت میں، اس کے علاوہ جو فوائد ہیں وہ الگ ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی نگاہ میں سونے سے پہلے سورہ واقعہ پڑھنے والے کا مقام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جو شخص سونے سے پہلے ہر رات کو سورہ واقعہ کی تلاوت کرے یہ شخص قیامت کے دن اس انداز سے خدا کے حضور میں آئے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا، سب سے زیادہ نورانی ہو کر روز قیامت میں محشور ہوگا۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ قَرَأَ الْوَاقِعَةَ كُلَّ لَيْلَةٍ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ وَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ» [3]

---

(۱) کافی ج۲، ص۶۲۰ تفسیر البرہان، ج۵، ص۲۹۱

(۲) تفسیر نور الثقلین، ج۵، ص۲۰۳

(۳) ثواب الاعمال، ص۱۱۷؛ مستدرک الوسائل، ج۴، ص۲۰۵

امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں ہر شبِ جمعہ سورہ واقعہ پڑھنے کی فضیلت

سورہ واقعہ کا پڑھنا رزق میں وسعت اور فراوانی کا اور فقر و غربت کی دوری کا سبب ہے، حضرت امام صادق علیہ السلام نے ہر شب جمعہ سورہ واقعہ پڑھنے والے کو پانچ بشارتیں دی ہیں، جیسا کہ ابو بصیر سے روایت ہے کہ مولا امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص ہر شب جمعہ کو سورہ واقعہ کی تلاوت کریگا؛

۱) یہ محبوب خدا ہو گا۔ ۲) لوگوں کے پاس بھی یہ شخص محبوب ہو گا۔

۳) دنیا میں کوئی پریشانی اور آفت میں مبتلا نہ ہو گا۔

۴) اللہ تعالیٰ اس شخص کو فقر، غربت اور فاقہ سے نجات عطا کریگا۔

۵) اور قیامت کے دن یہ شخص مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ محشور ہو گا۔

مولا نے آخر میں فرمایا یہ سورہ (سورہ واقعہ) خاص امیر المؤمنین مولا علی علیہ السلام کا سورہ ہے جس میں کوئی اور شریک نہیں ہے۔

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ قَرَأَ فِي كُلِّ لَيْلَةِ جُمُعَةٍ اَلْوَاقِعَةَ أَحَبَّهُ اللهُ وَ أَحَبَّهُ إِلَى النَّاسِ أَجْمَعِينَ وَ لَمْ يَرَ فِي الدُّنْيَا بُؤْساً أَبَداً وَ لاَ فَقْراً وَ لاَ فَاقَةً وَ لاَ آفَةً مِنْ آفَاتِ الدُّنْيَا وَ كَانَ مِنْ رُفَقَاءِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ هَذِهِ السُّورَةُ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَاصَّةً لَمْ يَشْرِكْهُ فِيهَا أَحَدٌ»(۱)

امام صادق علیہ السلام کی نگاہ میں آیت الکرسی پڑھنے کی فضیلت

چند سوروں کے ساتھ ساتھ آیۃ الکرسی پڑھنا عظیم برکات و آثار کا سبب ہے، جیسا کہ ایک روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: جو شخص ایک مرتبہ آیت الکرسی پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس سے ایک ہزار دنیا کی اور ایک ہزار آخرت کی پریشانیاں دور کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا: دنیا کی پریشانیوں میں سے فقر و غربت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نجات عطا کرتا ہے اور آخرت کی پریشانیوں میں سے عذاب قبر ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ مَرَّةً، صَرَفَ اللهُ عَنْهُ أَلْفَ مَكْرُوهٍ

---

(۱) ایضا: ایضا، ج۶، ص ۱۰۳، ایضا

مِنْ مَكَارِهِ الدُّنْيَا وَ أَلْفَ مَكْرُوهٍ مِنْ مَكَارِهِ الْآخِرَةِ، أَيْسَرُ مَكْرُوهِ الدُّنْيَا الْفَقْرُ، وَ أَيْسَرُ مَكْرُوهِ الْآخِرَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ»⁽¹⁾

سونے سے پہلے استغفار اور لا الہ الا اللہ کا پڑھنا

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جو بھی سونے سے پہلے سو مرتبہ (لا الہ الا اللہ) پڑھے تو خدا اس کا گھر جنت میں بناتا ہے اور جو کوئی سو مرتبہ استغفار کا ورد کر کے سوئے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے درخت سے گر جاتے ہیں۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ قَالَ حِينَ يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مِائَةَ مَرَّةٍ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ، وَ مَنِ اسْتَغْفَرَ حِينَ يَأْوِي إِلَى فِرَاشِهِ مِائَةَ مَرَّةٍ تَحَاتَّتْ ذُنُوبُهُ كَمَا يَسْقُطُ وَرَقُ الشَّجَرِ»⁽2⁾

سونے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا ثواب

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص سونے سے پہلے «بسم اللہ الرحمن الرحیم» پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ: صبح تک اس شخص کی ہر سانس کو تسبیح کا ثواب اور درجہ لکھ دو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ: إِذَا قَالَ الْعَبْدُ عِنْدَ مَنَامِهِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَقُولُ اللهُ: مَلَائِكَتِي اُكْتُبُوا بِالْحَسَنَاتِ نَفَسَهُ إِلَى الصَّبَاحِ»⁽3⁾

سوتے وقت احتلام سے بچنے کا ایک اہم نسخہ

یہ ایک مسئلہ جو تقریباً ہر کسی کے ساتھ پیش آتا رہتا ہے اور بہت سارے افراد اس سے بہت زیادہ پریشان بھی رہتے ہیں کہ سوتے وقت احتلام ہو جاتا ہے، خصوصاً ماہ مبارک رمضان میں اگر وہ بھی سردیوں میں ہو تو یہ پریشانی اور دوبالا ہو جاتی ہے، تو اس مسئلے کا حل حضرت امام صادق علیہ السلام نے

---

(۱) تفسیر عیاشی، ج۱، ص۱۳۶

(۲) ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، ج۱، ص۴

(۳) جامع الاخبار، ص۴۲

اپنے صحابی معاویہ ابن عمار کے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ جب معاویہ ابن عمار نے مولاؑ سے سوال کیا کہ: مولاؑ اگر یہ مسئلہ پیش آ جائے تو کیا کریں ؟

تو امام علیہ السلام نے فرمایا: جب بھی تمہیں بستر میں نیند کی حالت میں احتلام کا خوف ہو تو چاہئے کہ سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیا کر: «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الاِحْتِلاَمِ وَ مِنْ سُوءِ الْأَحْلاَمِ وَ مِنْ أَنْ يَتَلاَعَبَ بِيَ الشَّيْطَانُ فِي الْيَقَظَةِ وَ الْمَنَامِ...» اے پروردگار! میں احتلام سے پناہ مانگتا ہوں اور برے خواب سے پناہ مانگتا ہوں اور سوتے وجاگتے دونوں حالتوں میں شیطان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: إِذَا خِفْتَ الْجَنَابَةَ فَقُلْ فِي فِرَاشِكَ - «اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الاِحْتِلاَمِ وَ مِنْ سُوءِ الْأَحْلاَمِ وَ مِنْ أَنْ يَتَلاَعَبَ بِيَ الشَّيْطَانُ فِي الْيَقَظَةِ وَ الْمَنَامِ...» [1]

نیند خدا کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور حد سے زیادہ سونا اللہ کے غضب کا بھی سبب

اگر چہ نیند ایک بڑی نعمت ہے تا کہ انسان تر و تازہ اور فریش ہو جائے اور زیادہ طاقت و توانائی حاصل کر لے، تھکاوٹ ختم ہو جائے، راحت و سکون حاصل کرلے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ نیند کی زیادتی اور حد سے زیادہ سونا بھی عذاب ہے، رات اور دن کو سوتا ہی رہے تو یہ مذمت ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد پاک ہے کہ: ﴿ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا * وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا﴾ (النبأ/ ۱۰-۱۱). ہم نے رات تمہارے آرام کے لئے اور دن معاش کے لئے قرار دیا ہے، نیند کم ہونی چاہئے ہر وقت سونا باعث عقاب و عذاب اور غضب پروردگار ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: دو چیزیں ایسی ہیں جس پر خدا بہت زیادہ غضب ناک ہوتا ہے، ۱۔ زیادہ سونا، ۲۔ زیادہ بیکار رہنا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُبْغِضُ كَثْرَةَ النَّوْمِ وَ كَثْرَةَ الْفَرَاغِ» [2]

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۹۷

(۲) وسائل الشیعہ، ج ۱۷، ص ۵۷

زیادہ سونا اور زیادہ بیکار رہنے سے انسان اپنا قیمتی وقت ضائع کرتا رہتا ہے، نہ دنیا کے کام آتا ہے اور نہ ہی آخرت کے کام، یہ شخص دنیا میں بھی سُست رہتا ہے اور آخرت میں بھی اے کاش کی صدائیں بلند کرتا رہے گا، لیکن اب وقت گزر گیا جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب صرف ندامت وپشیمانی کے سوا کچھ نہ کرسکے گا۔

اور امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بارگاہِ الٰہی میں مناجات کے لئے پہنچے تو کئی سوالات حضرت موسیٰؑ نے پروردگار سے پوچھے؛ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ: اے پروردگارا! آپ کے نزدیک روئے زمین پر سب سے زیادہ ناپسند ومنفور ترین شخص کون ہے؟ تو اللہ رب العزت نے فرمایا: اے موسیٰ مجھے اس بندے سے بہت زیادہ نفرت ہے جس کے اندر دو خصلتیں اور بری صفتیں پائی جائیں؛

۱) وہ شخص جو رات بھر مُردے کی طرح سوتا ہے اور رات کے کسی حصے میں بھی اٹھ کر مجھے یاد نہیں کرتا۔

۲) وہ شخص جو دن بھر سُستی اور کاہلی میں رہتا ہے، نہ کوئی کام کرتا ہے نہ کاج۔

«قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ أَيُّ عِبَادِكَ أَبْغَضُ إِلَيْكَ، قَالَ جِيفَةٌ بِاللَّيْلِ بَطَّالٌ بِالنَّهَارِ» [1]

نہج البلاغہ کی روشنی میں متقی اور خدا کا محبوب بندہ

خدا کی بارگاہ میں منفور ترین بندے کے مقابلے میں کچھ افراد اور بندے ایسے بھی ہیں جن سے خدا بے پناہ محبت کرتا ہے اور وہ خدا کے محبوب ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں پروردگارِ عالَم نے واضح لفظوں میں اعلان فرمایا ہے: بے شک اللہ تعالیٰ متقین کو پسند کرتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے؛

﴿بَلَىٰ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقَىٰ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ﴾ (آل عمران/ ۷۶)۔

اور انہی اللہ کے پسندیدہ بندوں کے بارے میں خطبہ متقین میں مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کی نگاہ میں پسندیدہ ترین انسان، متقی وپرہیزگار ہے، متقی انسان کی علامات میں سے ایک علامت

(۱) بحار الانوار، ج ۱۳، ص ۳۵۳

یہ ہے کہ؛ رات خوف و خطر میں گزارتا ہے اور صبح کو خوش اٹھتا ہے۔ خطرہ اس بات کا ہوتا ہے کہ رات غفلت میں نہ گزر جائے اور خوشی اس فضل ورحمت کی جو اسے نصیب ہوئی ہے۔

«یَبِیتُ حَذِراً وَ یُصْبِحُ فَرِحاً: حَذِراً لَمَّا حُذِّرَ مِنَ الْغَفْلَةِ، وَ فَرِحاً بِمَا أَصَابَ مِنَ الْفَضْلِ وَ الرَّحْمَةِ» (۱)

صبح کے وقت سونے والا اس دن کی روزی سے محروم ہوجاتا ہے

کوشش کریں کہ ہم نماز صبح کے بعد نہ سوئیں، بلکہ تلاوت قرآن، دعاؤں اور مناجات میں مشغول رہیں اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرت بھی یہی رہی ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: کبھی بھی صبح نہ سویا کرو کیونکہ صبح کے وقت سونے میں بہت بڑے نقصانات و نحوستیں ہیں، اس خواب سے تمہارے رزق میں کمی واقع ہو گی، تمہارے چہرے کا رنگ زرد ہو جائے گا، یعنی چہرے کا نور ختم ہو جائے گا، یہ خواب بہت ہی نحوست والی ہے اور خبردار! کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رزق کو طلوع فجر (اذان صبح) اور طلوع شمس (سورج نکلنے) کے درمیان میں تقسیم کرتا ہے، لہٰذا اس وقت کے سونے سے بچو۔

«نَوْمَةُ الْغَدَاةِ مَشْئُومَةٌ تَطْرُدُ الرِّزْقَ وَ تُصَفِّرُ اللَّوْنَ وَ تُقَبِّحُهُ وَ تُغَيِّرُهُ وَ هُوَ نَوْمُ كُلِّ مَشْئُومٍ إِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى يَقْسِمُ الْأَرْزَاقَ مَا بَيْنَ طُلُوعِ الْفَجْرِ إِلَى طُلُوعِ الشَّمْسِ فَإِيَّاكُمْ وَ تِلْكَ النَّوْمَةَ» (۲)

روایات کی روشنی میں نیند کی قسمیں

سب سے پہلے یہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ نیند کے حوالے سے دو اہم موضوع زیر بحث ہوتے ہیں؛

۱) یہ کہ سونے کی کتنی قسمیں ہیں، سونے کا طریقہ کیا ہے، کس طرح لیٹے اور کس طرح سوئے۔

۲) سونے کے آداب و اعمال کیا ہیں، سونے سے پہلے کون سے اعمال انجام دے کر سونا چاہئے وغیرہ وغیرہ

---

(۱) اقتباس از خطبہ متقین / خطبہ امام

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱، ص ۵۰۲

کہ جن کا ذکر تفصیل کے ساتھ اوپر گزر چکا ہے۔

نیند کی اقسام یا سونے کے طریقے رسولِ خدا ﷺ کی حدیث میں

رسولِ خدا ﷺ نے مولا علی علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے علی علیہ السلام جان لو کہ نیند کی چار اقسام ہیں؛

۱) انبیاء علیہم السلام کے سونے کا طریقہ پیٹھ کے بل سونا ہے۔

۲) مومنین کی نیند کا طریقہ دائیں کروٹ پر سونا ہے۔ ۳) منافقین اور کفار بائیں کروٹ پر سونا ہے۔

۴) شیاطین اوندھے منہ، منہ کے بل سوتے ہیں یعنی الٹے ہو کے سوتے ہیں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَا عَلِيُّ اَلنَّوْمُ أَرْبَعَةٌ؛ نَوْمُ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَلَى أَقْفِيَتِهِمْ، وَنَوْمُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى أَيْمَانِهِمْ، وَنَوْمُ الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ عَلَى أَيْسَارِهِمْ، وَنَوْمُ الشَّيَاطِينِ عَلَى وُجُوهِهِمْ.»[1]

حضور اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث میں نیند کی سات اقسام بیان کی گئی ہیں

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ نیند کی سات اقسام ہیں؛

۱) غفلت کی نیند؛ یہ اس شخص کی نیند ہے جو درس میں یا ایسی مجلس میں سو جاتا ہے جس مجلس سے استفادہ کرنا ہوتا ہے۔

۲) شقاوت کی نیند؛ صبح کی نیند۔

۳) عقوبت کی نیند؛ نماز کے وقت میں سونا عقوبت وعذاب کے استحقاق کا سبب بنتا ہے، نماز کے وقت کبھی نہیں سونا چاہئے، چہ جائیکہ کہ نماز کو ترک کرنا یہ تو اور بڑا گناہ ہے۔

۴) لعنتی شخص کی نیند؛ نماز فجر پڑھنے کے بعد بلا فاصلہ سو جانے والے پر لعنت کی گئی ہے، جب نماز پڑھ کر سورج طلوع ہونے سے پہلے سونے والے پر لعنت ہے تو جو نماز کو قضا کر کے سوتا رہے اس کا کیا حال ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ وامان میں رکھے بہت سخت ہے اس کے لئے۔

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج۳، ص ۳۵۲

۵) راحت و سکون کی نیند: یہ وہ نیند ہے کہ جس میں بدن کو سکون و آرام ملتا ہے، جس کو قیلولہ بھی کہا جاتا ہے، اس کا وقت نماز ظہر سے پہلے سے لے کر نماز ظہر کے وقت تک ہے۔ اس سے بدن کو سکون ملتا ہے اور مختلف بیماریاں بھی ختم ہوتی ہیں۔

۶) رخصت والی نیند: یعنی ایسی نیند ہے جس کی اجازت پروردگار نے دی ہے کہ اس وقت میں آپ بالکل آرام سے سو سکتے ہو، یہ نماز عشاء کے بعد سے نماز فجر کے وقت تک یا کچھ اس سے کچھ وقت پہلے تک سونا ہے کہ نماز تہجد پڑھ لی جائے، اس کو رخصت کی نیند کہا گیا ہے کہ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سونے والے کو اجازت ورخصت دی گئی ہے۔

۷) حسرت کی نیند: شب جمعہ کی نیند، جمعرات کا دن گزار کے جو جمعہ کی رات آتی ہے اس رات کو اگر کوئی انسان اول شب سے لے کر آخر شب تک سوتا رہے تو یہ حسرت کی نیند ہے، یعنی انسان قیامت کے دن حسرت کرے گا کہ کاش یہ نیند نہ کرتا، کیونکہ شب جمعہ مغفرت، رحمت، برکت اور دعاؤں کی اجابت کی رات ہے، جب قیامت کے دن اس رات کے جاگنے کا ثواب اور اس رات کے اعمال کے ثواب کا علم ہو گا تو حسرت کرتا رہے گا کہ کاش کاش میں اپنی زندگی میں شب جمعہ کو سو کر نہ گزارتا، بلکہ اس میں خدا کی عبادت اور خدا سے راز ونیاز میں گزارتا، لیکن اُس وقت یہ صرف حسرت ہی رہے گی کچھ کر نہیں پائے گا۔ اسی لئے روایت میں اس کو حسرت کی نیند سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسی لئے شب جمعہ کی رات کو بیدار رہنے کے لئے امام جعفر صادق علیہ السلام کا بھی فرمان ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ: جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو بیماری سے شفاء مل جائے، پریشانیاں ختم ہو جائیں، دعائیں مستجاب ومقبول ہو جائیں اور گناہوں سے مغفرت مل جائے تو اس شخص کو چاہیے کہ شب جمعہ بیدار رہے اور خدا سے دعا و مناجات کرے، کیونکہ نعمت، رحمت، برکت، استجابت اور مغفرت کے دروازے اس رات کو کھلے ہوتے ہیں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَلنَّوْمُ عَلٰى سَبْعَةِ اَوْجُهٍ:

۱) نَوْمُ الْغَفْلَةِ : فَهُوَ الَّذِى فِى مَجْلِسِ الذِّكْرِ.

۲) نَوْمُ الشَّقَاوَةِ : فَهُوَ الَّذِى فِى وَقْتِ الصُّبْحِ.

۳) نَوْمُ الْعُقُوبَةِ : فَهُوَ الَّذِي فِي وَقْتِ الصَّلٰوةِ.

٤) نَوْمُ اللَّعْنَةِ : فَهُوَ الَّذِي بَعْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ.

٥) نَوْمُ الرَّاحَةِ : فَهُوَ نَوْمُ الَّذِي عِنْدَ اسْتِوَاءِ النَّهَارِ.

٦) نَوْمُ الرُّخْصَةِ : فَهُوَ الَّذِي بَعْدَ الْعِشَاءِ.

٧) نَوْمُ الْحَسْرَةِ : فَهُوَ نَوْمُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ. [فَهُوَ النَّوْمُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ]» (۱)

نیند کی اقسام امیر المؤمنین علیہ السلام کی حدیث میں

امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کوفہ کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں آپ علیہ السلام کے حضور میں ایک شامی شخص آیا اور مولا علیہ السلام سے کئی سوالات کرنے کے بعد نیند کے بارے میں سوال کیا کہ مولاؑ یہ بتائیے کہ نیند کا طریقہ کیا ہے ہمیں کیسے سونا چاہیے؟ مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: نیند اور سونے کے چار طریقے ہیں؛

۱) پہلا طریقہ انبیائے کرام علیہم السلام کا ہے کہ یہ سیدھا کر کے بل لیٹ جاتے ہیں اور اس طرح سوتے تھے کہ ان کی آنکھیں نہیں سوتی تھیں، یعنی دل کی آنکھیں ہمیشہ کھلی رہتی تھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے انتظار میں، کہ کسی بھی وقت وحی نازل ہو سکتی ہے (اس کے انتظار میں ہمیشہ رہتے تھے حتی کہ سونے کے وقت بھی وہ اس طرف متوجہ ہوتے ہیں، وہ ہماری طرح غفلت کی نیند نہیں سوتے تھے کہ اگر ہم سو جائیں تو ہمیں کچھ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ آس پاس میں کیا ہو رہا ہے، بالکل عقل، آنکھیں اور کان بلکہ سب حواس سو جاتے ہیں، لیکن انبیاء علیہم السلام کی نیند اس طرح نہیں ہوتی وہ ہمیشہ بیدار رہتے ہیں)۔

۲) مومنین کی نیند کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دائیں کروٹ سوتے ہیں یعنی روبقبلہ ہو کر سوتے ہیں۔

۳) باشاہوں اور ان کی اولاد بائیں کروٹ سوتے ہیں۔

۴) شیطان اور اس کے بھائی اور ہر دیوانہ اوندھے منہ، پیٹ کے بل سوتے ہیں۔

(۱) المواعظ العددیہ، ص ۳۱۱؛ زبدۃ الاحادیث، ج ۲، ص ۱۵۸

«كَانَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ بِالْكُوفَةِ فِي الْجَامِعِ إِذْ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ فَسَأَلَهُ عَنْ مَسَائِلَ فَكَانَ فِيمَا سَأَلَهُ أَنْ قَالَ لَهُ أَخْبِرْنِي عَنِ النَّوْمِ عَلَى كَمْ وَجْهٍ هُوَ؛ فَقَالَ النَّوْمُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَوْجُهٍ اَلْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ تَنَامُ عَلَى أَقْفِيَتِهِمْ مُسْتَلْقِينَ وَ أَعْيُنُهُمْ لاَ تَنَامُ مُتَوَقِّعَةً لِوَحْيِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ، وَ الْمُؤْمِنُ يَنَامُ عَلَى يَمِينِهِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، وَ الْمُلُوكُ وَ أَبْنَاؤُهَا تَنَامُ عَلَى شَمَائِلِهَا لِيَسْتَمْرِءُوا مَا يَأْكُلُونَ، وَ إِبْلِيسُ وَ إِخْوَانُهُ وَ كُلُّ مَجْنُونٍ وَ ذُو عَاهَةٍ يَنَامُ عَلَى وَجْهِهِ مُنْبَطِحاً»⁽¹⁾

---

(۱) الخصال، ج۱، ص ۲۶۲

فصل پنجم در آدابِ سخن

کلام کی اہمیت اور آداب

پروردگارِ عالَم نے سورہ مبارکہ رحمٰن میں اپنی متعدد عظیم نعمتوں کو بیان فرمایا ہے اور احساس دلایا کہ کس قدر خدا کی جانب سے انسان کو عظیم نعمتوں سے نوازا گیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے جن وانس سے اپنی عظیم نعمتوں کا اعتراف لیتے ہوئے ایک ہی سورہ میں اکتیس بار فرمایا ہے کہ: ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جن عظیم نعمتوں کو سورہ رحمٰن میں بیان فرمایا ہے ان میں خِلقت وزندگی عطا کرنے کے بعد سب سے پہلی اور سب سے عظیم نعمت بیان وکلام کو قرار دیا ہے، خدا نے انسان کو بیان وکلام کی نعمت سے نوازا ہے اور دیگر مخلوقات کو یہ نعمت عطا نہیں ہوئی یہاں تک کہ دیگر مخلوقات اپنے درد کو بھی بیان کرنے سے عاجز ہیں۔

﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ ۞ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ (الرحمن/ ۳-۴)

اور احادیث میں بھی اللہ تعالیٰ کی متعدد عظیم نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں دو اہم اور عظیم نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دوسری تمام مخلوقات پر فضیلت وبرتری عطا کی ہے؛

۱) عقل وفکر، انسان کی سب سے عظیم فضیلت فکر اور عقل کی توانائی ہے۔

۲) کلام وبیان، اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیان کرنے اور کلام کرنے کی قوت اور توانائی عطا کی ہے۔

جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی جانب سے انسان کو دو عظیم فضیلتیں ملی ہیں:

۱) عقل کی قوت، جس کے ذریعے انسان دوسروں سے استفادہ کرتا ہے، علم ومعارف کو حاصل کرتا ہے۔

۲) کلام اور بیان، جس کے ذریعے انسان اپنے علم، تجربات اور اپنی افکار کو دوسروں تک پہنچاتا ہے اور سکھاتا ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ(ع): لِلْإِنْسَانِ فَضِيلَتَانِ عَقْلٌ وَ مَنْطِقٌ فَبِالْعَقْلِ يَسْتَفِيدُ وَ بِالْمَنْطِقِ يُفِيدُ» (۱)

جہاں کلام انسان کی عظیم فضیلت ہے وہاں کلام کرنے اور گفتگو کرنے کے لئے بہت سارے آداب و شرائط کو آلِ محمد علیہم السلام کی تعلیمات میں بیان کیا گیا ہے، جن میں سے چند اہم آداب ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں:

۱) حُسنِ کلام، سخن کی زیبائی

کلام کرنے کے لئے ایک بہترین اور ضروری ترین ادب خوبصورت اور زیبا کلام ہے، گفتگو کے لئے ایسے کلمات اور الفاظ کا انتخاب کرنا ضروری ہے جن میں کرامت و بزرگی ہو اور انسان کی حرمت اور عزت کا لحاظ ہو۔

جیسا کہ پروردگارِ عالَم نے والدین کے ساتھ گفتگو کرنے کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا: اپنے والدین کے ساتھ کرامت و بزرگی کے ساتھ کلام کیا کرو اور پھر ان کے ساتھ کمالِ تواضع و فروتنی کے ساتھ پیش آؤ اور اس طرح اپنے والدین کے لئے دعا کرو کہ اے میرے پروردگار میرے والدین پر رحم و کرم فرما جس طرح کہ انہوں نے میرے بچپنے میں میری تربیت کی ہے۔

﴿فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۞ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾ (الإسراء/ ۲۳-۲٤)

اور مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگوں کے ساتھ بہترین کلمات اور جملات کے ساتھ گفتگو کرو، اس کے نتیجے میں تم بھی لوگوں سے بہترین جملات جواب میں سنو گے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ(ع): أَجْمِلُوا فِي الْخِطَابِ تَسْمَعُوا جَمِيلَ الْجَوَابِ» (۲)

اور حضرت امام سجاد علیہ السلام کا فرمان ہے: جو لوگوں کے ساتھ بہترین سخن اور بہترین کلام کے ساتھ پیش آتا

---

(۱) عیون الحکم، ص ۴۰۳؛ غرر الحکم، ص ۵۳۶

(۲) غرر الحکم، ص ۳۳۶

ہے، تو پروردگار عالَم بہترین گفتگو اور کلام کرنے والے کو پانچ چیزیں عطا کرتا ہے اور یہ پانچ چیزیں بہترین کلام کرنے کی پاداش و نتیجہ ہیں:

۱) اس شخص کے مال میں فراوانی عطا کرتا ہے۔

۲) بہترین توفیقات عنایت کرتا ہے۔

۳) اس کی عمر میں اور زندگی میں اضافہ کرتا ہے۔

۴) اس شخص کو سب کے لئے محبوب بنادیتا ہے۔

۵) اس شخص کا مقام بہشت میں بنادیتا ہے۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ(ع) قَالَ: اَلْقَوْلُ الْحَسَنُ يُثْرِي الْمَالَ وَ يُنْمِي الرِّزْقَ وَ يُنْسِئُ فِي الأَجَلِ وَ يُحَبِّبُ إِلَى الأَهْلِ وَ يُدْخِلُ الْجَنَّةَ» (۱)

۲) آسان گفتگو جو سب سمجھ سکیں

گفتگو کرنے کے آداب میں سے ایک کلام کو آسان، واضح اور شفاف لفظوں میں بیان کرنا ہے، جس کو تمام لوگ سمجھ سکیں اور کسی قسم کا ابہام اور اجمال اس کے کلام میں نہ ہو، جیسے کہ: مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: بہترین کلام وہ ہے جسے آدابِ سخن کے ساتھ بیان کیا گیا ہو اور ہر عام و خاص آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہو۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ(ع): أَحْسَنُ الْكَلَامِ مَا زَانَهُ حُسْنُ النِّظَامِ وَ فَهِمَهُ الْخَاصُّ وَالْعَامُّ» (۲)

۳) صداقت اور سچائی

بہترین کلام کی شرائط اور آداب میں سے صداقت اور سچائی ہے، جو کچھ کہا جارہا ہے وہ صداقت اور حقیقت پر مشتمل ہو، جس میں کسی قسم کا دھوکہ، جھوٹ اور فریب نہ ہو، مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: بہترین کلام وہ ہے جو کاملاً صداقت اور سچائی پر مشتمل ہو۔

---

(۱) خصال صدوق، ص ۳۱۷
(۲) عیون الحکم، ص ۱۲۳

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ(ع): خَيرُ الكَلَامِ الصِّدْقُ» (۱)

۴) علم اور معرفت پر مشتمل ہونا

کلام کی شرائط اور آداب میں سے علم اور معرفت ہے، وہ کلام اور گفتگو کی جائے جو علم اور معرفت پر مشتمل ہو، ایسا کلام نہ کیا جائے جس میں علم اور معرفت نہ ہو، مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: ایسا کلام نہ کرو جس کے بارے میں تمہیں علم نہ ہو، ایسی گفتگو بھی نہ کرو جو تمہارے لئے کی جائے تو تمہیں ناگوار ہو۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ(ع): لَاتقُل مَا لَمْ تَعْلَمْ وَإِنْ قَلَّ مَا تَعْلَمُ وَلَا تَقُلْ مَا لَا تُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَكَ» (۲)

۵) فضول گفتگو اور قبیح باتوں سے پرہیز کرنا

متعدد روایات میں فضول باتیں کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ جن میں لوگوں کے لئے کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں اور اُن باتوں سے بھی سختی سے منع کیا گیا ہے جو باتیں انتہائی قبیح اور بُری ہیں، حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: اے ہمارے شیعو اور ماننے والو ہمارے لئے باعث زینت بنو اور باعث ننگ و عار نہ بنو، لوگوں سے بہترین سخن اور گفتگو کرنا اور اپنی زبان کو فضول گفتگو اور قبیح و برے کلام سے محفوظ رکھنا۔

«قَالَ الصَّادِقُ(ع): مَعاشِرَ الشّيعَةِ ، كونوا لَنا زَيْنًا ولا تكونوا عَلَينا شَينًا ، قولـوا لِلنّـاسِ حُسنًا، اِحفَظوا أَلسِنَتَكُم وكُفّوها عَنِ الفُضولِ وقَبيحِ القَولِ» (۳)

بُری باتوں سے اور نازیبا کلام و گفتگو سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام قرار دیا ہے اُن لوگوں پر جو بدکلام اور بد دہن ہیں اور بُری باتوں کے ساتھ لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

---

(۱) عیون الحکم، ص ۲۳۷
(۲) نہج البلاغۃ، ص ۳۹۷
(۳) امالی طوسی، ص ۴۴۰

«قال رسول الله ﷺ: الجنّة حرامٌ علیٰ کلّ فاحشٍ أن یَدخُلها» (۱)

۶)نرمی سے بات کی جائے سختی کے ساتھ بات نہ کرنا

متعدد روایات میں کلام کی شرائط اور آداب میں سے نرمی، پیار اور محبت کے ساتھ بات کرنا بھی قرار دیا گیا ہے، لوگوں کے ساتھ پیار، محبت، نرمی اور خوشی سے بات کرو، سختی اور غصہ کی حالت میں کسی کو سمجھانے کی کوشش نہ کرو، مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: اپنی زبان کو نرمی، پیار ومحبت سے بات کرنے اور لوگوں کو سلام کرنے کی عادت کراؤ، اگر اس انداز سے پیش آؤ گے تو تمہارے چاہنے والے بہت اور دشمن کم ہو جائیں گے۔

«قال أمیر المؤمنین(ع): عَوِّدْ لِسَانَکَ لِینَ الْکَلَامِ وَبَذْلَ السَّلَامِ یَکْثُرْ مُحِبُّوکَ وَیَقِلُّ مُبْغِضُوکَ» (۲)

۷)لوگوں کے عقل ومعیار کے مطابق گفتگو کرنا

روایات میں تاکید کی گئی ہے کہ لوگوں کے ساتھ کلام اور گفتگو کرنے کے لئے ان کے عقلی شعور اور معیار کا لحاظ رکھا جائے، ان کے عقلوں اور شعور کے مطابق گفتگو کی جائے، ایسا کلام نہ کیا جائے جو ان کے شعور و ادراک سے بالاتر ہو، سرور کائنات ﷺ کا فرمان ہے: ہم انبیاء علیہم السلام کی سیرت یہ ہے کہ لوگوں سے ان کے عقلی شعور ومعیار کے مطابق کلام کرتے ہیں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ: إِنَّا مَعَاشِرَ الْأَنْبِیَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُکَلِّمَ النَّاسَ عَلَی قَدْرِ عُقُولِهِمْ» (۳)

اور اسی طرح دوسرے مقام پر سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے ساتھ ان کے عقلی شعور ومعیار کے مطابق کلام کرو۔

---

(۱) نہج الفصاحہ، ص ۴۴۳

(۲) غیون الحکم، ص ۳۳۰

(۳) مجالس سعید، ص ۳۵

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: كَلِّمِ النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ» (۱)

۸) زیادہ باتیں نہ کرنا:

متعدد روایات میں کثرتِ کلام، کثرت سخن اور زیادہ باتیں کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے بلکہ ضرورت وحاجت کے مطابق گفتگو کی جائے، ضرورت سے زیادہ کلام کرنے سے منع کیا گیا ہے، حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: ذکرِ الٰہی کے علاوہ زیادہ کلام اور گفتگو نہ کیا کرو، کیونکہ ذکرِ خدا اور مفید باتوں کے علاوہ زیادہ باتیں کرنا قساوتِ قلبی کا سبب ہے، مگر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے۔

«عن أبي عبدالله(ع): لاتُكثروا الكلام في غيرِ ذكرِ الله فانّ الذين يُكثرون الكلامَ في غيرِ ذكرِ الله قاسيةٌ قُلوبُهم ولكن لا يعلمونَ» (۲)

اور مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: خبردار زیادہ کلام اور گفتگو کرنے کی کوشش نہ کرنا یہ تمہارے لئے لغزش وانحرافات کا سبب ہے اور لوگوں کے لئے خستگی اور ملالت کا سبب ہے۔

«قال أميرالمؤمنين(ع): إيّاک وكثرة الكلامِ فانه يُكثرُ الزلل ويُورِثُ المَلل» (۳)

ایک اور روایت میں مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: جب عقل کامل ہو جائے تو بات کم ہو جاتی ہے۔ لیکن جو بیوقوف ہو وہ زیادہ کلام کرتا ہے۔

«إذا تمّ العقلُ نقصَ الكلامُ» (۴)

---

(۱) کافی، ج ۸، ص ۲۶۸
(۲) کافی، ج ۲، ص ۱۱۴
(۳) عیون الحکم، ص ۹۷
(۴) نہج البلاغہ، کلمات قصار

زبان وکلام کے حوالے سے انسان کی ذمہ داریاں

زبان کی تربیت اور اچھی باتیں سکھانا

حضورِ اکرم ﷺ کی یہ روایت زبان کی تربیت اور اچھی باتیں سکھلانے کے حوالے سے بہت ہی اہم ہے، جس میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس انسان کو جنت کی بشارت دی ہے کہ جس کے اندر یہ تین خصوصیات وصفات موجود ہیں:

۱) اپنی زبان سے کسی سے جھگڑا، فساد اور لڑائی نہ کرے، ایسی گفتگو نہ کرے جس سے فساد اور جھگڑا ہو، اگرچہ کارِ حق ہی کیوں نہ ہو، یعنی اگرچہ حق ہی بیان کرنا چاہتا ہو پر ایسے مقامات پر حق کو بھی بیان نہ کرے جہاں پر یہ حق کا بیان کرنا انسانوں کے درمیان لڑائی، جھگڑا اور فساد کا باعث بنتا ہو۔

۲) جھوٹ نہ بولے، جھوٹ بولنا ترک کر دے، چاہے یہ جھوٹ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو، جھوٹ جھوٹ ہے چاہے کسی بھی حالت میں ہو، مذاق میں بھی جھوٹ بولنے کو ترک کرے۔

۳) حسنِ سلوک اور اچھے اخلاق سے پیش آئے۔

وہ افراد جن کے اندر یہ تین خصوصیات وصفات پائی جائیں ان کے لئے صرف جنت کی خوشخبری ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر میں ضمانت دیتا ہوں کہ اس کا جنت کے پہلے حصے میں، جنت کے درمیانی حصے میں اور جنت کے اعلیٰ حصے میں گھر ہو گا۔ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو آخرت میں تین گھر عطا کرے گا اور تین گھروں کا مالک ہو گا، (ظاہراً تین گھر اس لئے ہیں کہ ہر صفت کے لئے اللہ تعالیٰ اس کو ایک الگ گھر عطا کریگا۔ (سبحان اللہ)۔

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: أَنَا زَعِيمٌ بِبَيْتٍ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ، وَ بَيْتٍ فِي وَسَطِ الْجَنَّةِ، وَ بَيْتٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ لِمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَ إِنْ كَانَ مُحِقّاً وَ لِمَنْ تَرَكَ الْكَذِبَ وَ إِنْ كَانَ هَازِلاً وَ لِمَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ»[1]

---

(۱) اقتباس از خطبہ متقین / خطبہ ہمام

زبان کی پانچ اہم ذمہ داریاں

مولائے کائنات علیہ السلام اپنی ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ: زبان کی کچھ ذمہ داریاں ہیں جن کو ادا کرنا چاہئے؛

۱) یہ ہے کہ زبان سے لوگوں کو خدا، رسول اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دے۔

۲) دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ زبان کے ذریعے سے معاشرے میں عدل وانصاف کو رائج کیا جائے اور ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھائی جائے۔

۳) ذمہ داری یہ ہے کہ زبان کے ذریعے سے لوگوں کو وفا کی طرف دعوت دو اور بے وفائی سے روکو۔

۴) چوتھی ذمہ داری یہ ہے کہ زبان سے لوگوں کو انصاف کی طرف دعوت دو، کیونکہ بندگانِ خدا سب سے زیادہ عدل وانصاف کی نصیحت کے محتاج ہیں۔ یعنی انسانوں کو دنیا میں سب سے زیادہ عدل وانصاف کی ضرورت ہے۔

۵) پانچویں ذمہ داری یہ ہے کہ زبان کے ذریعے سے دینی کاموں اور لوگوں کے ساتھ بہترین انداز سے تعاون اور مدد کے لئے دعوت دی جائے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے کہ؛

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾. (المائدة/ ٢).

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو لیکن گناہوں اور دشمنی میں تعاون نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ کا عقاب بہت شدید ہے۔

«...فَهَلُمَّ أَيُّهَا النَّاسُ إِلَى التَّعَاوُنِ عَلَى طَاعَةِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ الْقِيَامِ بِعَدْلِهِ وَ الْوَفَاءِ بِعَهْدِهِ وَ الْإِنْصَافِ لَهُ فِي جَمِيعِ حَقِّهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ الْعِبَادُ إِلَى شَيْءٍ أَحْوَجَ مِنْهُمْ إِلَى التَّنَاصُحِ فِي ذَلِكَ وَ حُسْنِ

التَّعَاوُنِ عَلَيْهِ...» (۱)

ہدایت کرنے کا غلط اور صحیح طریقہ

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی ایک اہم روایت ہے جس میں مولاؑ نے ہدایت کے لئے دو طریقوں کا ذکر فرمایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ ان میں سے ایک غلط اور ایک صحیح ہے، فرماتے ہیں: یعنی جس نے اپنے دینی بھائی کی مخفیانہ طور پر نصیحت کی تو گویا اس نے اس کی عزت کی اور اسے مقام وزینت بخشی اور جس نے اسے آشکارا طور پر سب کے سامنے نصیحت کی تو گویا اس نے اس کی تذلیل کی۔

«مَنْ وَعَظَ أَخَاهُ سِرّاً فَقَدْ زَانَهُ وَ مَنْ وَعَظَهُ عَلَانِيَةً فَقَدْ شَانَهُ» (۲)

یعنی اگر کوئی آپ کے سامنے غلطی واشتباہ کرے تو آپ سب کے سامنے اسے نہ ٹوکیں اور نہ ہی سب کے سامنے اسے ذلیل کریں، یعنی کسی ایک شخص کو مخاطب کر کے سب کے سامنے اس کی غلطی پکڑ کر اسے نہ سمجھائیں، یہ طریقہ بہت ہی غلط ہے کیونکہ اس طرح سب کے سامنے اس کی عزت چلی جاتی ہے اور اسے ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بلکہ نصیحت کرنے کا اہم ترین اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کی برائی اور غلطی کا کسی کو پتا نہیں چلنا چاہیے، اگر تمہیں کسی شخص کی غلطی کا پتا چلا ہے تو اس کو ایک طرف سائیڈ میں لے جا کر آرام و سکون و پیار سے سمجھائیں، برائی کا احساس دلائیں لیکن سب کے سامنے نہیں، بلکہ جس کے عیوب مخفی ہیں اس کو چھپا کے نصیحت اور رہنمائی کرو یہی بہترین نصیحت کا طریقہ ہے۔

خدا کے نزدیک پسندیدہ انسانوں کی صفات

مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام کے فرزند جناب محمد حنفیہ روایت کرتے ہیں کہ بابا نے احنف ابن قیس سے خطاب کرتے ہوئے مومنین کی اور خدا کے محبوب بندوں کی بہت سی صفات کو بیان کیا ہے، (ویسے تو بہت

(۱) الکافی، ج۸، ص ۳۵۲

(۲) تحف العقول، ج۱، ص ۳۸۹

ساری صفات ہیں جو مولاؑ نے بیان فرمائی ہیں، جیسے کہ خطبہ متقین کا ذکر پہلے کر چکے ہیں اور اس کے علاوہ بھی بہت ساری احادیث آئمہ علیہم السلام سے اس بارے میں نقل ہوئی ہیں، لیکن اس حدیث کے اندر صرف چھ مہم صفات کا تذکرہ ہم کریں گے، ویسے اس حدیث میں بھی بہت سی علامات کو بیان کیا گیا ہے لیکن چونکہ حدیث طولانی ہے اور ہم اختصار پیش کرنا چاہتے ہیں، اس لئے حوالہ دے دیتے ہیں جو دیکھنا چاہے وہاں رجوع کرے، چھ مہم وبنیادی صفات درج ذیل ہیں):

۱)وہ افراد جو زمین پر انکساری اور خضوع سے چلتے ہیں، یعنی تکبر نہیں کرتے۔

۲)جو لوگوں سے بہترین کلام کرتے ہیں، یعنی حسن اخلاق سے پیش آتے ہیں۔

۳)جو دوسروں کو سلام کرتے ہیں اور سلام کرنے میں پہل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حتی کہ جاہلوں کے پاس سے گزرتے وقت بھی انہیں سلام کرتے ہیں۔

۴)جو بیہودہ چیزوں سے بزرگی سے گزرتے ہیں، یعنی ان کی طرف توجہ نہیں دیتے۔

۵)جو تہمت کی جگہوں سے پرہیز کرتے ہیں، یعنی ایسے مقامات جہاں پر شریف لوگوں کا جانا مناسب نہیں ہے اس طرف جانے سے بھی گریز کرتے ہیں چہ جائیکہ وہاں جا کر بیٹھنا۔

۶) جو اپنی زبان سے دوسرے لوگوں کی تذلیل و تحقیر نہیں کرتے، بلکہ ان کے بارے میں اچھی باتیں کرتے ہیں۔

«... إِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ أَحَبَّ أَقْوَاماً ... فَلَوْ رَأَيْتَهُمْ فِي نَهَارِهِمْ إِذاً لَرَأَيْتَ قَوْماً» يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْناً «وَ يَقُولُونَ لِلنَّاسِ حُسْناً» - «وَ إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَاماً» «وَ إِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَاماً» «قَدْ قَيَّدُوا أَقْدَامَهُمْ مِنَ التُّهَمَاتِ وَ أَبْكَمُوا أَلْسِنَتَهُمْ أَنْ يَتَكَلَّمُوا فِي أَعْرَاضِ النَّاسِ...»[1]

---

(۱)صفات الشیعہ، ج۱، ص۳۹؛ بحار الانوار، ج۷، ص۲۱۹

امام زین العابدین علیہ السلام کی نگاہ میں زبان کی چار اہم ذمہ داریاں

امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی ایک طویل حدیث کے ضمن میں زبان کی چار اہم ذمہ داریوں کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

۱)زبان سے ان لوگوں کی تعریف اور اچھائی بیان کرنی چاہئے جو صاحبانِ احسان و معروف ہیں، یعنی نیک کام انجام دینے والے ہیں۔

۲)زبان سے والدین کا اور اپنے استادوں کا احترام کرو۔

۳)زبان سے اپنے ساتھ احسان کرنے والے مخلص لوگوں کے لئے دعا کرتے رہو۔

۴)زبان سے ہمیشہ اچھی گفتگو کرنے کی کوشش کرو، زبان سے بیہودہ گفتگو سے پرہیز کرو۔

«... وَ أَمَّا حَقُّ ذِي الْمَعْرُوفِ عَلَيْكَ فَأَنْ تَشْكُرَهُ وَ تَذْكُرَ مَعْرُوفَهُ وَ تَكْسِبَهُ الْمَقَالَةَ الْحَسَنَةَ وَ تُخْلِصَ لَهُ الدُّعَاءَ فِيمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَإِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ كُنْتَ قَدْ شَكَرْتَهُ سِرّاً وَ عَلَانِيَةً ثُمَّ إِنْ قَدَرْتَ عَلَى مُكَافَأَتِهِ يَوْماً كَافَأْتَهُ... »[1]

امام محمد باقر علیہ السلام آیت ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ کے ضمن میں فرماتے ہیں

امام محمد باقر علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیت ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾.(البقرة/ ۸۳). کے ضمن میں نو گروہوں کا ذکر کیا ہے کہ جن میں سے پانچ گروہ اللہ تعالیٰ کے منفور اور چار گروہ محبوب ہیں۔

مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں فرمایا کہ: لوگوں سے اس طرح نیک بات کرو جس طرح تم چاہتے ہو کہ لوگ تم سے اچھی بات کریں، کیونکہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ مندرجہ ذیل پانچ قسم کے افراد کو پسند نہیں کرتا:

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج۲، ص ۶۱۸

۱) اَللَّعَّانَ، بلاوجہ لعنت کرنے والوں کو، مگر جس پر خدا نے لعنت کرنے کو کہا، یعنی شیطان اور دشمن خدا و دشمن اہلبیت پر اللہ نے لعنت کرنے کی اجازت دی ہے، باقی اگر کوئی مسلمان ایک دوسرے پر لعنت کرتے ہیں تو یہ لعنت کرنے والا شخص خدا کے نزدیک منفور ہے۔

۲) اَلسَّبَّابَ، سبّ کرنے والوں کو، یعنی برائیوں اور عیوب کو بیان کرنے والے۔

۳) اَلطَّعَّانَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، مؤمنین کو طعنہ دینے والوں کو۔

۴) اَلْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ، گالی گلوچ دینے والوں کو۔

۵) اَلسَّائِلَ الْمُلْحِفَ، بھیک مانگنے والوں کو، بھیک مانگنا اسلام میں ناپسند ہے، جبکہ بہترین کام خدا سے مانگنا ہے اور یہی انبیاء، اولیاء واوصیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے، لیکن عام لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور ان سے مانگنے کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے چار محبوب گروہ درج ذیل ہیں:

۱) جس کے اندر شرم وحیاء زیادہ ہو۔ ۲) جس کے پاس صبر و تحمل زیادہ ہو۔

۳) پاکدامنی وعفت رکھنے والا۔ ۴) متقی وپرہیزگار انسان۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي قَوْلِهِ تَعالى: قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً، قَالَ قُولُوا لِلنَّاسِ أَحْسَنَ مَا تُحِبُّونَ أَنْ يُقَالَ لَكُمْ فَإِنَّ اللهَ يُبْغِضُ اللَّعَّانَ السَّبَّابَ الطَّعَّانَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ السَّائِلَ الْمُلْحِفَ وَ يُحِبُّ الْحَيِيَّ الْحَلِيمَ الْعَفِيفَ الْمُتَعَفِّفَ» [1]

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں جنتی انسان کی تین صفات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کوئی

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۱۸۱

بھی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا جب تک کہ:

۱) وہ ایمان نہ لائے، اور اس وقت تک باایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ:

۲) وہ دوسروں سے محبت نہ کرے اور پھر فرمایا کہ: کیا میں تمہاری ایک ایسی چیز کی طرف راہنمائی نہ کروں کہ اگر تم اس کو انجام دو تو تمہارے درمیان ایک دوسرے کی محبت پیدا ہو جائے؛

۳) پس تو اپنے درمیان سلام کو زیادہ پھیلاؤ۔

«قَالَ ﷺ: وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَ لاَ تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَوَ لاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؛ أَفْشُوا السَّلاَمَ بَيْنَكُمْ ....»[1]

اس روایت میں تین علامات کا ذکر ہوا ہے؛ ایک ایمان اور فرمایا کہ اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہے جب تک کہ ایک انسان دوسرے انسان سے محبت نہ کرے، یعنی جب محبت پیدا ہو جائے تو اس کا لازمہ یہ ہوتا ہے کہ جب ایک شخص کو کوئی تکلیف ہو گی تو دوسرا بھی اس تکلیف کو محسوس کرے گا، یہ محبت کا لازمہ ہے، لہٰذا ہمدردی بھی اس وقت ہوتی ہے جب دوسرے کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھا جائے اور جو ہمدردی محبت کی بنا پر ہوتی ہے وہی قابل پاداش و جزا ہے اور تیسری علامت میں محبت پیدا کرنے کا نسخہ بیان فرمایا کہ تم ایک دوسرے کو بہت زیادہ سلام کیا کرو جب بھی کہیں ملو تو سلام کرو، اس سے عاجزی پیدا ہوتی ہے اور تکبر ختم ہوتا ہے اور جب تکبر ختم ہو گا تو دوسروں سے محبت پیدا ہو گی، جس کے نتیجے میں ایمان کامل ہو جائے گا اور جنت کا حقدار بن جائے گا۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کی نگاہ میں جنتی انسان کی چار صفات

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جنتی انسان کی چار صفات اور نشانیاں ہیں؛

۱) بہترین اور پسندیدہ اخلاق کے مالک ہیں۔ ۲) لطیف اور پاکیزہ زبان کے مالک ہیں۔

۳) انتہائی مہربان اور دلسوز قلب کے مالک ہیں۔

---

(۱) روضۃ الواعظین، ج ۲، ص ۳۱۸

۴) سخاوت اور فیاضی کے مالک ہیں، ہمیشہ لوگوں کو دینے والے اور عطا کرنے والے ہاتھ کے مالک ہیں۔

«إِنَّ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ أَرْبَعَ عَلَامَاتٍ وَجْهٍ مُنْبَسِطٍ وَ لِسَانٍ لَطِيفٍ وَ قَلْبٍ رَحِيمٍ وَ يَدٍ مُعْطِيَةٍ» (۱)

اس حدیث کی روشنی میں جنتی بننے کے لئے بہترین الفاظ اور نہایت پاکیزہ و پسندیدہ جملوں کو زندگی میں انتخاب کرنا ضروری ہے، اہلِ جنت کی زبان پر نازیبا اور ناپسند الفاظ نہیں آتے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی نگاہ میں ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ کی تفسیر

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ﴿وَ قُولُوا لِلنَّاسِ حُسناً﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ہر ایک کے ساتھ بہترین وشیرین انداز میں کلام کرو، اگر سامنے والا مؤمن ہو تو صرف اچھے اخلاق و آداب سے ہی نہیں بلکہ خندہ پیشانی اور محبت کے ساتھ کلام کرو۔ اگر سامنے والا مؤمن نہ بھی ہو تو بھی آداب کو مدّ نظر رکھتے ہوئے مؤدبانہ انداز اور اچھے اخلاق کے ساتھ کلام کرو، کیونکہ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ شاید تمہارے اخلاق کی وجہ سے وہ آہستہ آہستہ ایمان کی طرف مائل ہو جائے، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس اچھے اخلاق اور مؤدبانہ انداز کی وجہ سے اُن مخالف لوگوں کے شروں سے خود کو بھی محفوظ رکھو اور دوسرے مؤمنین کو بھی محفوظ رکھو، بے شک کہ مؤمن کا دشمن خدا کے سامنے نیک اخلاق و نرم لہجے میں گفتگو کرنا اپنے اور دیگر مؤمنین کی حفاظت کے لئے بہترین صدقہ ہے۔

«أَبُو مُحَمَّدٍ الْعَسْكَرِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي تَفْسِيرِ قَوْلِهِ تَعَالَى وَ قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً، قَالَ قُولُوا لِلنَّاسِ كُلِّهِمْ حُسْناً مُؤْمِنِهِمْ وَ مُخَالِفِهِمْ أَمَّا الْمُؤْمِنُونَ فَيَبْسُطُ لَهُمْ وَجْهَهُ، وَ أَمَّا الْمُخَالِفُونَ فَيُكَلِّمُهُمْ بِالْمُدَارَاةِ لِاجْتِذَابِهِمْ إِلَى الْإِيمَانِ فَإِنِ اسْتَتَرَ مِنْ ذَلِكَ بِكَفِّ شُرُورِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ وَ عَنْ إِخْوَانِهِ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ الْإِمَامُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ مُدَارَاةَ أَعْدَاءِ اللهِ مِنْ أَفْضَلِ صَدَقَةِ الْمَرْءِ عَلَى نَفْسِهِ وَ إِخْوَانِهِ» (۲)

---

(۱) اَمالی شیخ طوسی، ج۱، ص ۶۸۳

(۲) مستدرک الوسائل، ج۱۲، ص ۲۶۱

توحید مفضل کی تعلیم کا سبب

حضرت امام صادق علیہ السلام کے ایک عظیم صحابی جس کا نام "مفضل ابن عمر" ہے، اس کے سامنے ایک مخالف، ملحد، منکرِ خدا "ابن ابی الاوجع" نے توہین کی اور غیر مؤدبانہ انداز میں گفتگو کی تو مفضل کو بھی غصہ آگیا، مفضل نے بھی کچھ الفاظ غیر مؤدبانہ انداز میں بولے، اس نے کہا کہ میں نے تم سے زیادہ تلخی، سختی وبد دہانی تمہارے مولا و آقا امام صادق علیہ السلام کے سامنے کی ہے لیکن کبھی بھی میں نے تمہارے امام کو ایسا کلام کرتے ہوئے نہیں سنا کہ جس میں تلخی، سختی یا بد دہانی و بد کلامی پائی جاتی ہو، میری بد کلامی کے جواب میں ہمیشہ انہوں نے پیار و محبت کے ساتھ گفتگو کی اور تم اسی امام کے صحابی بھی ہو اور شاگرد بھی، پھر بھی میری مختصر سی بات کو برداشت نہیں کیا، اس کے بعد خداوند متعال کے لئے نازیبا باتیں کرنا شروع کر دیں، تو یہیں سے مفضل ابن عمر اور ابن ابی الاوجع کے درمیان بحث نے طول پکڑ لیا، وہ کہتا تھا کہ اگر خدا ہے تو کہاں ہے دکھاؤ یا بتاؤ؟ وغیرہ وغیرہ، مفضل نے جا کر امام علیہ السلام سے شکایت کی کہ ایک مخالف ملا اس نے خداوند متعال کے بارے میں نازیبا کلمات کہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی توہین کی۔

امام علیہ السلام نے پوچھا اس نے کیا کہا؟ مفضل نے سب کچھ بتایا، تو اسی وقت امام علیہ السلام نے مفضل ابن عمر کو یہ باتیں سکھائیں کہ دیکھو جب کسی مخالف کے پاس جاؤ تو لڑنے، جھگڑنے اور غلط الفاظ استعمال کرنے اور تندی و سختی کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ علم، منطق، استدلال اور عقل کے ساتھ اس کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔

پھر اگر وہ کہتا ہے کہ خدا نہیں ہے تو تم کہو کہ خدا موجود ہے اور اس کو خدا کے موجود ہونے کی دلیل دو، پھر مولا علیہ السلام نے توحید کی بے شمار دلیلیں مفضل کو بتائیں اور فرمایا: سب سے پہلے پیار و محبت کے ساتھ گفتگو کرو، پھر دلیلوں کو اس کے سامنے پیش کرو، اس کے پاس بھی عقل و شعور ہے وہ سوچے گا، فکر کرے گا اور خدا کی توحید کی طرف آئے گا، پھر امام علیہ السلام نے مفضل کو خدا کے وجود کی اور وحدانیت کی دلیلیں تعلیم دی ہیں کہ جو بعد میں وہ درس ایک مستقل کتاب کی شکل میں «توحید مفضل» کے نام سے چھپ چکی ہے اور بازار میں بھی موجود ہے، آخر میں امام علیہ السلام نے مفضل کو سمجھایا کہ اگرچہ سامنے والا مخالف ہے لیکن اس طرح جھگڑوں والا مقابلہ نہ

کرو بلکہ احترام و آداب کے ساتھ کلام کرو، دلیل کے ساتھ قانع کرنے کی کوشش کرو۔[1]

لہٰذا ہمارے آئمہ علیہم السلام کی یہ سیرت رہی ہے کہ مخالف بھی سامنے ہوں تب بھی کلام مؤدبانہ انداز میں اور گفتگو نرم و دھیمے لہجے میں کرتے تھے۔

(۱) توحید مفضل

فصل ششم سفر کے آداب اور احکام

سفر کی اہمیت وفضیلت

سفر انسان کے تکامل، ترقی اور کمالات کے پانے کا سبب ہے، سفر کے ذریعہ سے انسان بہت ساری معلومات ومعارف کو حاصل کرتا ہے اور عظیم تجربات، انسانی زندگی کے انکشافات، حقائق وآیاتِ الٰہی سے اور دنیا میں پھیلی ہوئی پروردگارِ عالم کی عظیم نشانیوں سے آشنائی حاصل کرتا ہے، در حقیقت جہان شناسی، خدا شناسی اور کائنات میں پھیلے ہوئے عظیم آثار سے آشنائی کا ذریعہ مختلف جگہوں، ملکوں اور شہروں میں سفر کرنا ہے، چونکہ سفر انسان کی معرفت، خدا شناسی اور جہان شناسی میں بہت زیادہ مؤثر ذریعہ ہے اسی وجہ سے قرآنِ پاک کی آیات میں انسان کو روئے زمین پر سفر کرنے کی سفارش کی گئی ہے اور سفر کرنا مخلوقاتِ خدا، آیاتِ الٰہی اور آثارِ پروردگار کو سمجھنے کا اور حقائقِ عالم سے آشنائی کا بہترین وسیلہ وذریعہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ربّ العزت کا فرمان ہے: زمین پر سیر وسفر کیا کرو اور پھر غور وفکر کرو کہ کس طریقہ سے پروردگارِ عالم نے اس جہان کو آباد کیا ہے اور ہزاروں مخلوقات کو زندگی عطا کی ہے، اسی طریقہ سے اللہ تعالیٰ قیامت کو بھی ایجاد کرتا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ (العنکبوت/ ۲۰)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مختلف زمینوں پر سفر کرنا دنیا وآخرت دونوں کی معرفت وشناخت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ رب العزت کا فرمان ہے: اے حبیب کہہ دو کہ زمین پر سیر و سفر کیا کرو اور ان قوموں کی عاقبت وانجام کے بارے میں غور وفکر کرو کہ جو زمین پر خدا کی نافرمانی، جرم اور گناہ کرتی تھیں۔

﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ﴾ (النمل/ ٦٩)

سفر کے فوائد

سفر کے بے شمار فوائد وبرکات ہیں جن کو آئمہ طاہرین علیہم السلام نے بیان فرمایا ہے اور انہی بے شمار فوائد و برکات کی وجہ سے آئمہ طاہرین علیہم السلام نے سفر کرنے کی تاکید وسفارش کی ہے، ان آثار وفوائد میں سے چند اہم ترین فوائد کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

۱-۳) سفر کرنا صحت، کامیابی اور رزق کا ذریعہ

سفر کرنا انسان کے لئے صحت وسلامتی اور ثروت ودولت کے حصول کا ذریعہ ووسیلہ ہے، دنیا میں ترقی یافتہ اقوام تجارتی سفر کے ذریعہ سے صحت وسلامتی کے ساتھ عظیم ثروت ودولت کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں، قدیم زمانہ میں بھی لوگ تجارت کے لئے سفر کرتے تھے جس کے ذریعہ سے وہ بہت ساری کامیابیوں کو پا لیتے تھے اور اس زمانہ میں بھی جو لوگ مختلف ملکوں اور شہروں میں تجارتی سفر کرتے ہیں وہ بے شمار تجربات و معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تجارتی فوائد وبرکات سے بھی بہرہ مند ہوتے ہیں، اسی وجہ سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفر کیا کرو تا کہ صحت وسلامت رہو اور غنیمت ودولت میں فراوانی حاصل کر سکو۔

«قال صلى الله عليه وسلم: سافِرُوا تَصِحُّوا وَ تَغنَمُوا»[1]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کے لئے عظیم کامیابیوں کے اسباب وعوامل کو بیان کرتے ہوئے تین اہم ترین اسباب کو بیان فرمایا:

۱) سفر کرو تا کہ صحت وسلامتی پاؤ۔ ۲) جہاد کیا کرو تا کہ کامیابی وغنیمت کو پاؤ۔

---

(۱) منتخب میزان الحکمہ، ص ۳۱۵

۳) حج کیا کرو تا کہ رزق میں فراوانی ہو اور لوگوں سے بے نیازی کو پاؤ۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: سَافِرُوا تَصِحُّوا وَ جَاهِدُوا تَغْنَمُوا وَ حُجُّوا تَسْتَغْنُوا»[1]

خود سرورِ کائنات ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف سفر کرتے ہوئے ہجرت فرمائی اور یہی سفر و ہجرت دین مقدس اسلام کی تمام کامیابیوں کے حصول کا وسیلہ اور ذریعہ بنا، آپ ﷺ نے مدینہ میں ہجرت کے بعد اسلامی حکومت تشکیل دی اور پھر پوری دنیا میں دین کے پیغامات کو پہنچایا اور پھیلایا۔

۴) سفر دعاؤں کی اجابت کا سبب

دین مقدس اسلام میں بہت سارے سفروں کو عبادت و ضروری قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حج و عمرہ کے لئے سفر کرنا، معصومین علیہم السلام کی زیارات کے لئے سفر کرنا، جن کے ذریعہ سے انسان کے گناہوں کی مغفرت، اعمال کی قبولیت اور دعاؤں کی اجابت ہوتی ہے اور یہ مقدس سفر انسان کی تقدیر کو بدلنے کا سبب بن جاتا ہے، اسی وجہ سے حج، عمرہ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زیارت کے لئے مختلف مواقع پر سفر کرنے کی تاکید و سفارش کی گئی ہے، اس لئے کہ اس سفر کے ذریعہ سے خدا کی رضا و خوشنودی کے حصول کے ساتھ ساتھ دعاؤں کی اجابت کا بھی سبب ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: تین دعائیں ضرور بالضرور مستجاب ہوتی ہیں؛

۱) مظلوم کی دعا۔ ۲) مسافر کی دعا۔ ۳) والد کی دعا اولاد کے حق میں۔

«قال صلى الله عليه وسلم: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٍ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ وَ دَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَ دَعْوَةُ الْوَالِدِ»[2]

۵-۹) سفر کے پانچ فوائد مولائے کائنات ؑ کے کلام میں

مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: زندگی میں ترقی، کمال و بلندیوں کو پانے کے لئے اپنے وطن سے دیارِ غیر کی طرف سفر کیا کرو، اس لئے کہ سفر کرنے میں کم از کم پانچ فوائد موجود ہیں؛

---

(۱) المحاسن، ج ۲، ص ۳۴۵

(۲) مشکاۃ الانوار، ج ۱، ص ۱۶۲

۱) سفر پریشانی اور ہم و غم کی دوری کا سبب ہے۔ ۲) اقتصادی و تجارتی فوائد کو پانے کا سبب ہے۔

۳) حصولِ علم و دانش کا سبب ہے۔ ۴) بہترین آداب کے سیکھنے اور مختلف تہذیبوں اور تمدنوں سے آشنائی کا سبب ہے۔ ۵) بہترین لوگوں کی ہمنشینی ورفاقت کا سبب ہے۔

جب تک انسان سفر کی سختیاں، دشواریاں اور مشکلات کو برداشت نہ کرے اس وقت تک بلندی و کمال کو پانا ممکن نہیں ہے، جیساکہ مولائے کائنات علیہ السلام کے اس فرمان کی روشنی میں جو لوگ حصولِ علم کے لئے یا اقتصادی و معاشی فوائد حاصل کرنے کے لئے یا دنیا کے حقائق سے آشنائی کے لئے سفر کرتے ہیں وہ دنیا میں عظیم کامیابیوں کو پا لیتے ہیں، گھر میں بیٹھ کر کسی قسم کی کامیابی و کمال کو پانا ممکن نہیں ہے۔

قَالَ امیر المؤمنین(ع) فی دیوانه:[1]

تَغَرَّبْ عَنِ الْأَوْطَانِ فِي طَلَبِ الْعُلَى ... وَسَافِرْ فَفِي الْأَسْفَارِ خَمْسُ فَوَائِدَ
تَفَرُّجُ هَمٍّ وَاكْتِسَابُ مَعِيشَةٍ ... وَعِلْمٌ وَآدَابٌ وَصُحْبَةُ مَاجِدِ
فَإِنْ قِيلَ فِي الْأَسْفَارِ ذُلٌّ وَمِحْنَةٌ ... وَقَطْعُ الْفَيَافِي وَارْتِكَابُ الشَّدَائِدِ
فَمَوْتُ الْفَتَى خَيْرٌ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ ... بِدَارِ هَوَانٍ بَيْنَ وَاشٍ وَحَاسِدِ

(۱) دیوان امام علی علیہ السلام، ج۱، ص۱۳۹

سفر کے آداب

دینِ مقدسِ اسلام میں جہاں سفر کی اہمیت، فضیلت و فوائد کو بیان کیا گیا ہے وہاں پر سفر کرنے کے لئے بہت سارے آداب، شرائط اور احکام کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ہم ذیل میں آلِ محمد علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں سفر کے چند اہم ترین آداب و احکام کو بیان کرتے ہیں، جن کا لحاظ و خیال رکھنا سفر کی خوشگواری کامیابی اور عظیم اجر وثواب اور فوائد وبرکات کے پانے کا سبب ہے۔

۱) بہترین دن کا انتخاب کرنا

کس دن سفر کرنا چاہئے؟ روایات میں جمعرات اور ہفتہ کے دن کو سفر کے لئے بہت مناسب بتایا گیا ہے، جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعرات کو سفر کیا کرتے تھے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يُسَافِرُ يَوْمَ الْخَمِيسِ»(۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جو شخص سفر کا ارادہ رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ ہفتہ کے دن سفر کرے، اس لئے کہ ہفتہ کے دن اگر کوئی پتھر بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو اللہ تعالی دوبارہ وہیں پہنچا دیتا ہے۔ پھر مولاؑ نے فرمایا: اگر ہفتہ ممکن نہ ہو تو منگل کے دن سفر کرے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے منگل کے دن حضرت داوٗد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: مَنْ أَرَادَ السَّفَرَ فَلْيُسَافِرْ فِي يَوْمِ السَّبْتِ فَلَوْ أَنَّ حَجَراً زَالَ عَنْ جَبَلٍ فِي يَوْمِ السَّبْتِ لَرَدَّهُ اللهُ تَعَالَى إِلَى مَكَانِهِ وَ مَنْ تَعَذَّرَتْ عَلَيْهِ الْحَوَائِجُ فَلْيَلْتَمِسْ طَلَبَهَا يَوْمَ الثَّلاَثَاءِ فَإِنَّهُ الْيَوْمُ الَّذِي أَلاَنَ اللهُ فِيهِ الْحَدِيدَ لِدَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ»(۲)

انسان کی زندگی میں بہت سارے مواقع ایسے آتے ہیں جن میں انسان کو اضطراری حالت میں سفر کرنا پڑتا ہے، جب کہ وہ دن ان ایام میں سے بھی نہیں ہے جن میں سفر کرنا مناسب ہو تو اس حالت میں انسان اس پریشانی سے کیسے نکلے؟!! لہٰذا انسان کو اس پریشانی سے نکلنے کے لئے حضرت امام صادق علیہ السلام نے ایک نسخہ عطا

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج۱۱، ص۳۵۸

(۲) مکارم الاخلاق، ج۱، ص۲۴۰

فرمایا ہے کہ: صدقہ دو اور اللہ کا نام لے کر جس دن چاہو سفر کرو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ :تَصَدَّقْ وَ اُخْرُجْ أَيَّ يَوْمٍ شِئْتَ» (۱)

۲-۳) صدقہ دینا اور آیت الکرسی پڑھنا

سفر کی سلامتی اور کامیابی کے لئے سفر کرنے سے پہلے صدقہ دینے کی اور آیت الکرسی پڑھنے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے۔ جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: سفر کا آغاز صدقہ اور آیت الکرسی کی تلاوت سے کرو۔

«عَنْ أَبِيهِ، عَنِ اِبْنِ أَبِي عُمَيْرٍ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ إِلاَّ أَنَّهُ قَالَ‌الصادقُ: اِفْتَتِحْ بِسَفَرِكَ بِالصَّدَقَةِ وَ اِقْرَأْ آيَةَ اَلْكُرْسِيِّ» (۲)

ایک اور روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: سفر کا آغاز صدقہ سے کرو پھر جب چاہو سفر کرو، پھر مزید فرمایا: جو شخص صدقہ دے کر سفر کا آغاز کرتا ہے وہ سفر کی سلامتی کو خرید لیتا ہے۔

«عَنِ اَلصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ :اِفْتَتِحْ سَفَرَكَ بِالصَّدَقَةِ وَ اُخْرُجْ إِذَا بَدَا لَكَ فَإِنَّكَ تَشْتَرِي سَلاَمَةَ سَفَرِكَ» (۳)

۴) دعاءِ سفر کا پڑھنا

سفر شروع کرنے سے پہلے بہت ساری دعائیں اور اذکار بیان کئے گئے ہیں جن کا پڑھنا سفر میں سلامتی اور سفر کی خوشگواری کا سبب ہیں۔ جیسا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے گھر سے نکلنے سے پہلے اس دعا کو پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے:

«بِسْمِ اللهِ آمَنْتُ بِاللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ مَا شَاءَ اللهُ وَ لاَ حَوْلَ وَ لاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ»

اور جو شخص اس دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتوں کے ذریعہ سے اس شخص کو شیطان اور ہر قسم

---

(۱) مکارم الاخلاق، ج۱، ص ۲۴۳؛ تاریخ الکرسی ج۳، ص ۱۴۸

(۲) الفصول المہمہ، ج۳، ص ۳۴۳

(۳) بحار الانوار، ج۹۷، ص ۱۰۳؛ منتخب میزان الحکمہ، ص ۳۱۵

کے حوادث وشر سے محفوظ رکھے گا۔

«عَنِ ابْنِ أَسْبَاطٍ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ لِي إِذَا خَرَجْتَ مِنْ مَنْزِلِكَ فِي سَفَرٍ أَوْ حَضَرٍ فَقُلْ بِسْمِ اللهِ آمَنْتُ بِاللهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ مَا شَاءَ اللهُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ فَيَلْقَاكَ الشَّيْطَانُ فَتَضْرِبُ الْمَلَائِكَةُ وُجُوهَهَا وَ تَقُولُ: مَا سَبِيلُكُمْ عَلَيْهِ وَ قَدْ سَمَّى اللهَ وَ آمَنَ بِهِ وَ تَوَكَّلَ عَلَى اللهِ وَ قَالَ: مَا شَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ» [1]

ایک اور روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: کوئی بھی شخص سفر میں جانے کا ارادہ رکھتا ہو تو اُسے چاہئے کہ وہ دو رکعت نماز ادا کرے اور اس دعا کو پڑھے؛

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَوْدِعُكَ نَفْسِي وَ أَهْلِي وَ مَالِي وَ ذُرِّيَّتِي وَ دُنْيَايَ وَ آخِرَتِي وَ أَمَانَتِي وَ خَاتِمَةَ عَمَلِي»

جو شخص بھی ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے اہل وعیال کو محفوظ رکھتا ہے اور جو بھی خدا سے تقاضا کرے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَا اسْتَخْلَفَ رَجُلٌ عَلَى أَهْلِهِ بِخِلَافَةٍ أَفْضَلَ مِنْ رَكْعَتَيْنِ يَرْكَعُهُمَا إِذَا أَرَادَ الْخُرُوجَ إِلَى سَفَرٍ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَوْدِعُكَ نَفْسِي وَ أَهْلِي وَ مَالِي وَ ذُرِّيَّتِي وَ دُنْيَايَ وَ آخِرَتِي وَ أَمَانَتِي وَ خَاتِمَةَ عَمَلِي إِلَّا أَعْطَاهُ اللهُ مَا سَأَلَ» [2]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: آپؑ جب بھی سواری پر سوار ہوتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے؛

«سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَ إِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ»

اور پھر سات مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) اور سات مرتبہ حمد (الحمد للہ) اور سات مرتبہ تہلیل (لا الٰہ الا اللہ)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۲۲۵؛ تاریخ الکتب، ج ۳، ص ۱۳۶

(۲) الکافی، ج ۳، ص ۲۸۳؛ تاریخ الکتب، ج ۳، ص ۱۳۸

پڑھتے تھے۔ (۱)

۵) سفر سے پہلے چند سورتوں کی تلاوت کرنا

جنابِ شیخ عباس قمیؒ نے مفاتیح الجنان میں آدابِ سفر کو بیان کرتے ہوئے حضرتِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے چند سورتوں کی تلاوت کرنے کی سفارش و تاکید کو نقل کیا ہے، امام علیہ السلام نے فرمایا: سفر سے پہلے سورہ حمد، توحید، ناس اور فلق کو تین طرف پڑھے؛ آگے کی طرف، دائیں طرف اور بائیں طرف۔ پھر اس دعا کی تلاوت کرے؛

«اللّٰهُمَّ احْفَظْنِي وَاحْفَظْ مَا مَعِي وَسَلِّمْنِي وَسَلِّمْ مَا مَعِي وَبَلِّغْنِي وَبَلِّغْ مَا مَعِي بِبَلَاغِكَ الْحَسَنِ الْجَمِيلِ»(۲)

اے پروردگارا! میری اور میرے ساتھیوں کی حفاظت فرما اور مجھے اور میرے ساتھیوں کو صحیح و سالم رکھ اور مجھے اور میرے ساتھیوں کو نہایت آسانی کے ساتھ منزلِ مقصود تک پہنچادے۔

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جو شخص گھر سے نکلنے سے پہلے دس مرتبہ سورہ توحید کی تلاوت کرے تو پروردگارِ عالم اس شخص گھر میں پلٹنے تک اپنی پناہ اور حفاظت میں قرار دیتا ہے اور ہر قدم پر پروردگار اس کی نگہبانی کرتا ہے۔ (۳)

ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص گھر سے نکلنے سے پہلے سورہ انا انزلناہ کی تلاوت کرے تو وہ ہر تقدیر سے محفوظ رہتا ہے اور پروردگارِ عالم اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ (۴)

ان روایات کی روشنی میں سفر کی سلامتی، خوشگواری اور کامیابی کے لئے آیت الکرسی، سورہ حمد، سورہ توحید، سورہ فلق، سورہ ناس، سورہ انا انزلناہ، مخصوص دعاؤں کو پڑھنا اور صدقہ دینا بہت زیادہ مؤثر ہے۔

۶) سفر سے پہلے وصیت کرنا

متعدد روایات میں آیا ہے کہ سفر کرنے سے پہلے رشتے داروں اور دوستوں کو باخبر کرنا اور ان سے معافی

---

(۱) مکارم الاخلاق، ص ۲۴۷؛ ینابیع الحکمہ، ج ۳، ص ۱۴۷

(۲) المفاتیح الجنان، ص ۳۲۶؛ گنجینہ آداب اسلامی، ص ۳۱۰؛ محاسن، ج ۲، ص ۳۵۰

(۳) مفاتیح الجنان، ادعیہ سفر ص ۳۲۶

(۴) وسائل الشیعہ، ج ۸، ص ۳۸۹

طلب کرنا اور پھر وصیت کرنا سفر کے اہم ترین آداب میں شامل ہے، جیسا کہ امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جو شخص سفر کے لئے تیار ہو چکا ہے وہ پہلے وصیت کر لے۔

وصیت اس لئے بھی ضروری ہے کہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، جیسا کہ روایات میں آیا ہے کہ مؤمن کے لئے ہمیشہ اپنے وصیت نامہ کو تکیہ کے نیچے رکھ کر سونا چاہئے، کیونکہ اگر کسی بھی وقت موت آ جائے تو وصیت کے ذریعہ سے وہ اپنا حساب وکتاب واضح اور شفاف رکھ سکے اور کسی کا حق اس کی گردن پر نہ رہے، یعنی اگر کوئی حق اللہ اور حق الناس اس کے ذمّہ میں ہو تو اُسے وصیت نامہ میں لکھ دے تاکہ اُس کے ورثاء اس کو ادا کردیں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَنْ رَكِبَ رَاحِلَةً فَلْيُوصِ»[۱]

۷) ہمسفر کے ساتھ چند قدم آگے چلنا

سفر کے آداب و آئین کے سلسلے میں مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: سفر میں ایک دوسرے کے ساتھ دوستی کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ رفاقت و محبت کے ساتھ پیش آو، سفر کے عظیم فوائد میں سے ایک فائدہ نئے لوگوں سے آشنائی، دوستی اور رابطے بڑھانا ہے، لہٰذا مولائے کائنات علیہ السلام فرماتے ہیں: تم سفر پر جاؤ گے تو نئے لوگوں سے دوستی اور محبت کرنے کی اور رابطے کو بڑھانے کی کوشش کرو۔ اگر کوئی تمہارا ہمسفر ہو جائے تو اس کی مکمل آشنائی حاصل کرو، اس کا ایڈریس لو، سفر میں اختلافات نہ کیا کرو، بلکہ اختلافات کو درگزر کر کے صبر و تحمل سے پیش آو، جس کسی کے ساتھ بھی سفر کرو تو چند قدم خدا حافظی کے لئے اس کے ساتھ تھوڑا آگے جا کر واپس پلٹ آنا۔

مولائے کائنات علیہ السلام کے ساتھ ایک کافر ذمی ہم سفر ہوئے، مولا علیہ السلام کے ساتھ سفر کرتے رہے، تو کافر ذمی نے پوچھا اے بندہ خدا کہاں جانے کا ارادہ کیا ہے؟ مولا علیہ السلام نے فرمایا: کوفہ جا رہا ہوں، سفر جاری رہا چلتے چلتے جب ایسی جگہ پہنچے جہاں کوفہ کا اور کافر ذمی کا راستہ جدا ہونے کی جگہ تھی تو دیکھا کہ مولائے کائنات علیہ السلام کوفہ

(۱) الکافی، ج ۳، ص ۵۴۳؛ ینابیع الحکمہ، ج ۳، ص ۱۴۸.

کے بجائے کافر ذمی کے راستے پر ان کے ساتھ چل رہے ہیں، کافر ذمی نے کہا اے بندہ خدا آپ نے تو فرمایا تھا کہ میں کوفہ جا رہا ہوں؟ مولا علیہ السلام نے فرمایا جی بالکل میں کوفہ ہی جا رہا ہوں، تو کافر نے کہا کہ کوفہ کا راستہ تو گزر گیا ہے؟ مولا علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے پتا ہے کہ کوفہ کا راستہ گزر گیا ہے، پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب کسی کے ساتھ ہمسفر ہو جاؤ تو خدا حافظی کے لئے تھوڑا سا اپنے ہمسفر کے ساتھ راستہ طے کرو پھر واپس پلٹ آؤ، کافر کو بہت تعجب ہوا کہ اگر واقعاً آپ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کہا ہے اور آپ کے دین میں اس قدر احترام ہے تو یہ تو دین فطرت ہے، حقیقی دین ہے، اس وقت اس کافر ذمی نے مولا علیہ السلام کے ہاتھوں پر اسلام کو قبول کرلیا۔

«أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَاحَبَ رَجُلاً ذِمِّيّاً، فَقَالَ لَهُ الذِّمِّيُّ أَيْنَ تُرِيدُ يَا عَبْدَ اللهِ؟ فَقَالَ أُرِيدُ الْكُوفَةَ، فَلَمَّا عَدَلَ الطَّرِيقُ بِالذِّمِّيِّ عَدَلَ مَعَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ لَهُ الذِّمِّيُّ أَ لَسْتَ زَعَمْتَ أَنَّكَ تُرِيدُ الْكُوفَةَ؟ فَقَالَ لَهُ بَلَى، فَقَالَ لَهُ الذِّمِّيُّ فَقَدْ تَرَكْتَ الطَّرِيقَ، فَقَالَ لَهُ قَدْ عَلِمْتُ، قَالَ فَلِمَ عَدَلْتَ مَعِي وَ قَدْ عَلِمْتَ ذَلِكَ؟ فَقَالَ لَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذَا مِنْ تَمَامِ حُسْنِ الصُّحْبَةِ أَنْ يُشَيِّعَ الرَّجُلُ صَاحِبَهُ هُنَيْئَةً إِذَا فَارَقَهُ وَ كَذَلِكَ أَمَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ، فَقَالَ لَهُ الذِّمِّيُّ هَكَذَا قَالَ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ الذِّمِّيُّ لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَبِعَهُ مَنْ تَبِعَهُ لِأَفْعَالِهِ الْكَرِيمَةِ فَأَنَا أُشْهِدُكَ أَنِّي عَلَى دِينِكَ وَ رَجَعَ الذِّمِّيُّ مَعَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا عَرَفَهُ أَسْلَمَ»(۱)

۸) جس سفر میں دین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو اس کو ترک کرنا

دین مقدس اسلام میں جہاں سفر کی اہمیت و فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، وہاں پر کچھ سفر ایسے بھی ہیں جن کو ترک کرنے ضروری قرار دیا گیا اور اس سفر پر جانے کو معصیت و حرام قرار دیا ہے، ایسے معصیت کے سفر میں ، سفر کے شرعی مخصوص احکام جاری نہیں ہوں گے، جیسا کہ شرعی حکم ہے کہ سفر میں نماز و روزہ قصر ہو جاتے ہیں، لیکن اس سفر میں نماز و روزہ قصر نہیں ہو گا، ہر وہ سفر جو تا مشروع و ناجائز ہو جیسا کہ ظلم کے لئے سفر کرنا، چوری کرنے کے لئے، خون ریزی و فساد کے لئے اور ایسا سفر جس میں دین، ایمان اور شرعی احکام ضائع ہونے

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۶۷۰

کا خطرہ لاحق ہو، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: مردِ مؤمن کو اس سفر میں نہیں جانا چاہئے جس میں دین اور نماز کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو۔

«عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فِي حَدِيثِ اَلْأَرْبَعِمِائَةِ قَالَ :لاَ يَخْرُجِ اَلرَّجُلُ فِي سَفَرٍ يَخَافُ مِنْهُ عَلَى دِينِهِ وَ صَلاَتِهِ»(۱)

۹) تنبلی وسستی نہ کرنا

سستی، تنبلی اور کاہلی انسان کی ترقی و کمال کے لئے رکاوٹ اور زندگی کی عظیم کامیابیوں کو پانے میں سب سے بڑا مانع ہے، جو انسان سست و کاہل ہے وہ عظیم کامیابیوں کو پانے سے محروم رہتا ہے، اس وجہ سے معصومین علیہم السلام کی روایات میں سستی و کاہلی کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے اور سستی و کاہلی سے دور رہنے کا حکم دیتے ہوئے بے رغبتی اور سستی کو تمام برائیوں کی چابی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: خبردار! سستی، کاہلی اور بے رغبتی سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں ہر برائی کی چابی ہیں، جو انسان سست وکاہل ہو جاتا ہے وہ حق کو ادا نہیں کر پاتا اور جو بے رغبت ہو جاتا ہے وہ حق پر صبر نہیں کر سکتا۔

«قَالَ الباقر(ع): إِيَّاكَ وَ الْكَسَلَ وَ الضَّجَرَ فَإِنَّهُمَا مِفْتَاحُ كُلِّ شَرٍّ ... مَنْ كَسِلَ لَمْ يُؤَدِّ حَقّاً وَ مَنْ ضَجِرَ لَمْ يَصْبِرْ عَلَى حَقٍّ»(۲)

حضرت امام صادق علیہ السلام نے سستی و بے رغبتی کو دنیا و آخرت دونوں سے محروم ہونے کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: خبردار! سست، کاہل و بے رغبت نہ ہونا اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں تمہیں دنیا و آخرت دونوں سے محروم کر دیں گی۔

«قَالَ الصادق(ع): إِيَّاكَ وَ الْكَسَلَ وَ الضَّجَرَ فَإِنَّهُمَا يَمْنَعَانِكَ مِنْ حَظِّكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ»(۳)

انسان کو پوری زندگی سستی و کاہلی سے پرہیز کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے، خصوصاً سفر میں انسان کو

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج۱۱، ص۳۴۳؛ میزان الحکمہ، ص۳۱۶

(۲) ترجمہ فارسی میزان الحکمہ، ج۱۱، ص۵۱۸۶

(۳) ایضاً

بہت زیادہ چست وہوشیار رہنا چاہئے اور ہر قسم کی تنبلی وکاہلی سے پرہیز کرنا چاہئے، بلکہ جتنا ممکن ہوسکے سُستی کے بجائے خدمت کرتے ہوئے اور لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہوئے اپنے سفر کو کامل کرنا چاہئے اور ایسے ہی لوگوں کو احادیث میں سردار وامیر کہا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: حقیقی سردار وبزرگ وہ شخص ہے جو سفر میں سب سے زیادہ خدمت کرنے والا ہے۔

«سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ فِي السَّفَرِ» (۱)

۱۰) خدمت کرنا

امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام زین العابدین سید الساجدین علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ: امام سجاد علیہ السلام سفر نہیں کرتے تھے مگر ایسے کاروان کے ساتھ کہ جو مولا علیہ السلام کو نہیں پہچانتے تھے اور ساتھ یہ شرط لگاتے تھے کہ مجھے خدمت کا موقع دینا۔ یعنی کبھی بھی اپنی جان پہچان والوں کے کاروان میں سفر نہیں کرتے تھے، بلکہ اجنبی کاروان کے ساتھ سفر کرتے تھے جو ان کے مقام ومنزلت کو نہیں پہچانتے تھے اور جب ان کے ساتھ سفر کرنے کا ارادہ کرتے تو سفر سے پہلے ان کے ساتھ یہ شرط کرتے کہ جب بھی کسی کا کوئی کام ہوگا کسی کی خدمت کرنی ہوگی تو یہ موقع مجھے دینا ہے خدمت میں کروں گا۔ یہ سیرت ہے آلِ محمد علیہم السلام کی جس کی ہمیں بہت اشد ضرورت ہے، سفر کے دوران بہت ساری خدمات کی ضرورت ہوتی ہے، خاص طور پر جب ضعیف وناتواں افراد سفر میں ہمراہ ہوں تو ان کو زیادہ سے زیادہ دیکھ بھال وخدمت کی ضرورت ہوتی ہے، جیسا کہ امام سجاد علیہ السلام نے اپنی سیرت سے سفر کے دوران خدمت کرنے کا اور ضعیف وناتواں لوگوں کا خاص خیال رکھنے کا درس دیا ہے۔

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَا يُسَافِرُ إِلَّا مَعَ رِفْقَةٍ لَا يَعْرِفُونَهُ وَيَشْتَرِطُ عَلَيْهِمْ أَنْ يَكُونَ مِنْ خُدَّامِ الرِّفْقَةِ» (۲)

۱۱-۱۲-۱۳) خرچ کرنا، کم اختلاف کرنا، زیادہ ذکرِ الٰہی کرنا

مولا امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اپنے وصیت نامہ میں اپنے فرزند ارجمند جناب محمد حنفیہ کو مختلف

---

(۱) مکارم الاخلاق، ج۱، ص ۲۵۱

(۲) وسائل الشیعہ، ج۱۱، ص ۴۳۰

چیزوں کی تعلیم دی ہے کہ جن میں سے ایک سفر کے آداب بھی ہیں، آدابِ سفر کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں: اے بیٹا جان لو کہ؛

۱) زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی کوشش کرو، یعنی اپنے خرچ کا کسی پر بوجھ نہ ڈالنا بلکہ دوسروں کے اخراجات بھی پورے کرسکتے ہو تو وہ بھی کرو۔

۲) جتنا ہوسکے اپنے ہمسفر کے ساتھ اختلاف سے پرہیز کرو، بلکہ ہمسفر کے ساتھ محبت والفت کے ساتھ پیش آنا۔

۳) ذکرِ خدا کو کثرت کے ساتھ انجام دینے کی کوشش کرنا، یعنی ہمیشہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد میں رہنا، اٹھتے، بیٹھتے، سوار ہوتے ہوئے، اترتے ہوئے، بلندیوں پر چڑھتے ہوئے، نیچے کی طرف آتے ہوئے خلاصہ ہر وقت ہر جگہ ہر پل اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا، بلکہ ہر لحظہ اللہ کا ذکر کرتے رہنا اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنا۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي وَصِيَّتِهِ لِابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ وَ اِعْلَمْ ... وَ أَمَّا مُرُوَّةُ السَّفَرِ فَبَذْلُ الزَّادِ وَ قِلَّةُ الْخِلَافِ عَلَى مَنْ صَحِبَكَ وَ كَثْرَةُ ذِكْرِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ فِي كُلِّ مَصْعَدٍ وَ مَهْبَطٍ وَ نُزُولٍ وَ قِيَامٍ وَ قُعُودٍ» [1]

۱۴) بیماری کی خاطر سفر کو مؤخر کرنا

رسولِ خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ: جب تم سفر کی حالت میں ہو تو اگر کوئی تمہارا ہمسفر بیمار ہو جائے تو اس کی بیماری کی خاطر تین دن تاخیر کردو۔

سفر میں عموماً کچھ لوگوں کے لئے پریشانیاں ہوتی ہیں، بیماریاں پیش آتی ہیں، اگر کسی کے ساتھ کوئی مسئلہ پیش آجائے تو اس کو حل کرنے کی کوشش کرو، ساتھ دینے کی کوشش کرو اور بیمار ہو جائے تو اس کا خاص خیال رکھو، کمزور وناتواں ہو جائے تو اس کا خیال رکھو، اسی لئے حضرت سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی بیمار وناتواں ہو جائے تو تین دن تک صبر کرو اور اپنے سفر کو مؤخر کردو تاکہ یہ تھوڑا صحیح ہو جائے تو پھر سفر کو ادامہ دو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ: إِذَا كُنْتُمْ فِي سَفَرٍ فَمَرِضَ أَحَدُكُمْ، فَأَقِيمُوا

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۲۶۶

عَلَيْهِ ثَلاثَةَ أَيَّامٍ» (۱)

۱۵) سفر کا خرچہ پہلے سے ادا کرنا

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: جب بھی مؤمنین سفر پر نکلیں تو ہر ایک اپنا خرچہ نکال دیں، تاکہ کسی ایک پر بوجھ نہ آئے، یہ خرچہ نکالنا اور جمع کرنا ہر ایک کی نفس کو پاکیزہ اور خوشگوار بنانے والی چیز ہے اور ہر ایک کے لئے بہترین اخلاق اپنانے کا طریقہ ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مِنَ السُّنَّةِ إِذَا خَرَجَ الْقَوْمُ فِي سَفَرٍ أَنْ يُخْرِجُوا نَفَقَتَهُمْ فَإِنَّ ذَلِكَ أَطْيَبُ لِأَنْفُسِهِمْ وَ أَحْسَنُ لِأَخْلَاقِهِمْ» (۲)

۱۶) تنہا سفر نہ کرنا

آئمہ معصومین علیہم السلام کی روایات میں آیا ہے کہ تنہا سفر نہ کریں، چونکہ اگر اکیلا سفر کرے گا تو اس کا دوسرا ساتھی شیطان ہوگا، اکیلا سفر کرنے میں بہت ساری مشکلات بھی واقع ہوسکتی ہیں اور سفر ناگوار بھی ہوجاتا ہے، لہٰذا شریعتِ اسلامیہ میں یہ حکم ہے کہ جتنا ممکن ہوسکے اکیلے سفر کرنے سے پرہیز کریں۔

اکیلا سفر کرنے کی مذمت

ایک حدیث کے ضمن میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بدترین لوگ کون ہیں؟ فرمایا: وہ شخص سب سے بدترین ہے جو اکیلا سفر کرتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَ لَا أُنَبِّئُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ مَنْ سَافَرَ وَحْدَهُ وَ مَنَعَ رِفْدَهُ وَ ضَرَبَ عَبْدَهُ...» (۳)

---

(۱) قرب الاسناد، ج ۱، ص ۱۳۶

(۲) المحاسن، ج ۲، ص ۳۵۹

(۳) المحاسن، ج ۲، ص ۳۵۶؛ مکارم الاخلاق، ج ۲، ص ۱۴۸

اگر اکیلا سفر کرنا پڑ جائے تو کیا پڑھنا چاہیے؟

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر کوئی اکیلا سفر کرنے پر مجبور ہو جائے تو اسے چاہیے کہ یہ ورد پڑھے:

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: ... وَ مَنْ يَخْرُجْ فِي سَفَرٍ وَحْدَهُ فَلْيَقُلْ «مَا شَاءَ اللهُ لاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ» اَللَّهُمَّ آنِسْ وَحْشَتِي وَ أَعِنِّي عَلَى وَحْدَتِي وَ أَدِّ غَيْبَتِي» [1]

سفر میں ہمراہی کی تاکید

سفر میں ہمراہی کی تاکید بہت زیادہ ہوئی ہے کہ اکیلا سفر نہیں کرنا چاہیے بلکہ ایک ساتھی ضرور ہونا چاہیے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا علی علیہ السلام کو جو وصیت فرمائی ہے اس میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ: اے علی علیہ السلام سفر میں کبھی بھی اکیلا نہیں نکلنا چونکہ اکیلا سفر کرنے میں شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

«فِي وَصِيَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ: لاَ تَخْرُجْ فِي سَفَرٍ وَحْدَكَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ...» [2]

۱۷) سفر میں ایک امیر کو منتخب کرنا

جب چند افراد سفر میں ہوں تو کسی ایک کو اس سفر کے لئے امیر و راہنما بنایا جائے تاکہ اس کے کہنے پر سب عمل کریں، ایسا نہ ہو کہ ہر آدمی اپنی مرضی کی بات کرے جس سے ناگواری پیدا ہو جائے، جب ایک امیر ہو گا تو اس کے کہنے پر سب چلیں گے تو کوئی اختلاف ہی پیدا نہیں ہو گا، چونکہ سفر میں بہت سارے امور میں اختلافات کا امکان ہے، مثلاً ایک کہتا ہے کہ پہلے ہم نجف جائیں گے، جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ پہلے ہم کربلا جائیں گے بعد میں نجف جائیں گے، تیسرا کوئی اور بات کہے تو اس طرح اختلاف کی وجہ سے جہاں پر سفر ناگوار ہو گا وہاں پر دوستی و محبت بھی بکھر جائے گی، لہٰذا ایک رئیس کاروان ہو اور ایک شیڈول ہو گا تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کرے گا اور بغیر اختلاف کے سفر خوشگوار انداز میں طے ہو جائے گا۔

---

(۱) الکافی، ج۳، ص۲۸۸

(۲) الکافی، ج۸، ص۳۰۳

جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: جب سفر میں تین افراد نکلیں تو ان میں سے ایک کو امیر منتخب کرلو۔

«إذا كانَ ثلاثةٌ في سَفَرٍ فَلْيُؤَمِّرُوا أحَدَهُم»(۱)

۱۸) بہترین اخلاق سے پیش آنا

تمام مسائل ومشکلات کو صبر و تحمل کے ساتھ انجام دینا چاہئے، ہر ایک کو اپنی جگہ پر خوش اخلاقی، خوش روئی سے پیش آنا چاہئے اور حُسنِ اخلاق کے ساتھ سفر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

۱۹) سفر میں ایک دوسرے کی خامیوں کو چھپانا

مثلاً کچھ مسافر سوتے وقت خراٹے مارتے ہیں، یا کسی کی کوئی اور عادت چاہے سوتے یا جاگتے ہوئے، تو دوسروں کو اس کی یہ عادت نہیں بتانی چاہئے، بلکہ اس کو ایک راز سمجھ کر اپنے پاس اپنے دل میں دفن کر دینا چاہئے، ممکن ہے کہ آپ کے بتانے کی وجہ سے اس کو شرمندگی کا احساس ہو یا اس کو کوئی اور ذلت اٹھانی پڑے۔

۲۰) سفر میں کنجوسی نہیں کرنا

بلکہ سفر میں خدمت گزار اور سب سے زیادہ سخی ہونا چاہئے، بہترین انسان وہ ہے جو زیادہ سخی ہو، لیکن اگر سفر میں کوئی بھی ایسا نہ ہو جو خرچہ کرنا چاہے تو سفر سے پہلے سب کے سب پیسے جمع کرو تاکہ کوئی کسی پر بوجھ نہ بنے اور الفت ومحبت باقی رہے۔

۲۱) زیادہ سے زیادہ ذکر خدا میں مشغول رہنا

الٰہی ودینی سفر میں ہمیشہ ایک ایک لمحہ سے استفادہ کرنا چاہئے، مثلاً جاتے ہوئے اور پلٹتے ہوئے دونوں حالتوں میں ذکر پڑھتے رہنا چاہئے، درود پڑھتے رہنا چاہئے اور ذکرِ الٰہی میں سفر کو بسر کرے۔

---

(۱) منتخب میزان الحکمہ، ص ۳۱۵

۲۲) ایک دوسرے کا احترام کرنا

کبھی کبھار لڑائیاں اور بد کلامیاں ہو جاتی ہیں، لہٰذا سفر کے دوران اپنی زبان اور غصے کو کنٹرول میں رکھنا چاہئے، ایک دوسرے کی عزت و مقام کا خیال رکھنا چاہئے، ایسے لوگوں کے ساتھ سفر نہ کرو جو نہ عزت کرتے ہوں اور نہ عزت لیتے ہوں، یہ لوگ عادت سے مجبور ہوتے ہیں، کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنے کے لئے آیا ہے پھر بھی جھگڑتا ہے اور بدکلامی کرتا ہے تو اس زیارت کا کیا فائدہ جس سے اس کی زبان ہی تبدیل نہ ہو سکے۔

قرآن پاک کی آیت ہے ﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾.(البقرة/ ۸۳). لوگوں کے ساتھ خوبصورت انداز اور اچھے لب و لہجہ میں گفتگو کرو، نازیبا الفاظ استعمال نہ کرو، بدتمیز انسان کے ساتھ بھی مؤدبانہ کلام کرو، غلط بات کرنے کی اجازت نہیں ہے، خصوصاً ماں باپ کے لئے ایسی گفتگو کرو جس میں کرامت اور بزرگی ہو۔

جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: تم ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کرو جو تم جیسے ہوں، عزت و احترام کرنے والے ہوں، ایسے لوگوں کے ساتھ ہمسفر نہ ہو جو تمہارے لئے تکلیف کا باعث بنیں، تم سے خدمت لیں، ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کرنا مؤمن کے لئے ذلت کا باعث ہے۔

«قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: إِذَا صَحِبْتَ فَاصْحَبْ نَحْوَكَ وَ لاَ تَصْحَبْ مَنْ يَكْفِيكَ فَإِنَّ ذَلِكَ مَذَلَّةٌ لِلْمُؤْمِنِ»[1]

۲۳) سفر کے دوران مہربان رہنا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر دو افراد ہم سفر ہوں تو خداوندِ عالَم کے نزدیک سب سے زیادہ اجر و پاداش کا مستحق اور خدا کا محبوب وہ شخص ہے جو اپنے ہمسفر کے ساتھ زیادہ مہربان ہو گا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَا اصْطَحَبَ اثْنَانِ إِلاَّ كَانَ أَعْظَمُهُمَا أَجْراً وَ أَحَبُّهُمَا إِلَى

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۲۷۹

اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ أَرْفَقَهُمَا بِصَاحِبِهِ»[۱]

۲۴) سفر سے واپسی پر ہدیہ لے کر آنے کی تاکید

رسولِ خدا ﷺ کا فرمان ہے: جب تم میں سے کوئی شخص سفر سے پلٹ کر آئے تو وہ، (اپنے عزیز و اقارب، دوستوں اور اپنے گھر والوں کے لئے) کوئی بھی چیز تحفہ کے طور پر لے کر آئے جو بھی ممکن ہو سکے، چاہے وہ پتھر ہی کیوں نہ ہو۔

«قال رسول الله صلى الله عليه و آله: اذا خَرَجَ احَدُكُمْ الى سَفَرٍ ثُمَّ قَدِمَ عَلى اهْلِهِ فَلْيهْدِهِمْ وَ لْيطْرِفهِمْ وَ لَوْ حِجارَةً»[۲]

اور اسی مضمون کی حدیث مولا امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمائی ہے کہ: جب بھی تم میں سے کوئی شخص سفر سے واپس پلٹ کر آئے تو اپنے اہل و عیال کے لئے کوئی بھی چیز جو اس کے لئے میسّر و ممکن ہو ہدیہ و تحفہ کے طور پر لے کر آئے اگر چہ وہ ایک پتھر ہی کیوں نہ ہو۔

ان دونوں روایتوں میں پتھر کے لفظ سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ کسی بھی پتھر کو اٹھا کر ہدیہ کے طور پر لے آئیں، بلکہ یہاں پتھر سے مراد قیمتی پتھر ہے، جیسے یاقوت، عقیق، فیروزہ، در نجف، زمرد وغیرہ کہ جو انسان کی زندگی میں بہت زیادہ مفید و اہمیت کا حامل ہے اور یہ پتھر اس شخص کے پاس سفر کی یادگاری کے طور پر ہمیشہ رہے گا اور ہدیہ دینے والے کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھے گا۔

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِذَا سَافَرَ أَحَدُكُمْ فَقَدِمَ مِنْ سَفَرِهِ فَلْيَأْتِ أَهْلَهُ بِمَا تَيَسَّرَ وَ لَوْ بِحَجَرٍ»[۳]

۲۵) کن لوگوں کے ساتھ سفر نہیں کرنا چاہئے؟

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: ایسے لوگوں کے ساتھ کبھی سفر نہیں کرنا چاہئے جو دوسروں کی عزت کرنا

---

(۱) الکافی، ج۲، ص ۱۲۰؛ وسائل الشیعہ، ج۸، ص ۳۰۲

(۲) بحار الانوار، ج۷۶، ص ۲۸۳

(۳) تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۲۷۷

نہ جانتے ہوں، یعنی آپ تو ان کی عزت کرتے ہوں لیکن وہ آپ کی عزت نہ کرتے ہوں، تو ایسے لوگوں کے ساتھ سفر بھی مت کرو۔

بلکہ ایسے افراد کے ساتھ سفر کرنا چاہئے جن کا اخلاق و کردار شائستہ و نیک ہو جو انسان کی زندگی پر بہتر انداز سے اثر انداز ہو سکے اور سفر میں اپنے ساتھیوں کو نیکی، عبادات اور اچھی چیزوں کی طرف دعوت دیتے رہیں۔

«قال علی علیه السلام : لا تَصْحَبَنَّ فِی سَفَرٍ مَنْ لا یَرَی لَکَ الْفَضلَ عَلَیهِ کَمَا تَرَی لَهُ الْفَضلُ عَلَیکَ» (۱)

۲۶) مسافروں کا استقبال کرنا اور ان کی ملاقات کو جانا

اسی طرح ایک ادب اور آئین ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو علاقہ میں موجود ہیں، وہ یہ کہ جب یہ مسافر کسی بھی شعبے سے تعلق رکھنے والا جب اپنے وطن میں واپس آتا ہے تو اس کے علاقہ والوں اور دوست واحباب کے لئے بھی لازمی ہے کہ وہ اس کو ملنے کے لئے آئیں، اس سے احوال پرسی کریں، خصوصاً حج، عمرہ، زیارات معصومین علیہم السلام اور دینی عبادات کو انجام دینے کے بعد پلٹنے والے مسافروں کا استقبال کرنا اور ان کی ملاقات کے لئے جانا بہت زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے اور روایات میں اس عمل کی بہت زیادہ تاکید بھی وارد ہوئی ہے، بلکہ یہ عمل خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ میں بھی موجود ہے جیسا کہ:

حضرت جعفر طیار علیہ السلام جب حبشہ سے واپس پلٹ کر آرہے تھے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ جناب جعفر طیار علیہ السلام حبشہ سے پلٹ رہے ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین دین اسلام کے پہلے کاروان کے استقبال کے لئے گئے اور ان کا پرجوش استقبال کیا، حضرت جعفر طیار علیہ السلام کو گلے سے لگایا، مصافحہ کیا، پیشانی پر بوسہ دیا، انتہائی خوش ہوئے اور آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہوئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو عظیم اور پر برکت خوشیاں

تفسیر نمونہ میں جنگ خیبر کی تاریخ میں ہے کہ جنگ خیبر اس دن فتح ہوئی جس دن جناب جعفر طیار علیہ السلام

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۶، ص ۲۶۷

حبشہ سے مدینے کی طرف پلٹ کر آئے، تو پیغمبر ﷺ کو اس دن دو بڑی خوشیاں نصیب ہوئی تھیں؛

۱) فتح خیبر کی خوشی۔ ۲) جناب جعفر طیار علیہ السلام نہایت کامیاب ہو کر حبشہ کو فتح کر کے اور پیغام اسلام کو حبشہ میں پہنچا کر کامیابی کے ساتھ مدینہ پلٹ کر آئے۔ تو اس خبر سے پیغمبر اکرم ﷺ کو بڑی خوشی نصیب ہوئی اور پیغمبر اکرم ﷺ نے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: کہ خدا کی قسم آج مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں کس خوشی کو بڑی خوشی کہوں!، آیا جعفر علیہ السلام کے واپس پلٹ کر آنے کی خوشی مناؤں یا خیبر کی فتح کی خوشی۔ یعنی آج رسولِ اکرم ﷺ اتنے خوش اور مسرور ہیں کہ دونوں خوشیاں ایک ہی دن میں نصیب ہوئیں تو فرمایا: آج مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی کہ کس خوشی کو بڑی خوشی کہوں کیوں کہ میرے لئے یہ دونوں عظیم خوشیاں ہیں۔

«وَ اللهِ مَا أَدْرِي بِأَيِّهِمَا أَنَا أَشَدُّ سُرُوراً بِقُدُومِ جَعْفَرٍ أَوْ بِفَتْحِ خَيْبَرَ» [1]

لہٰذا پیغمبر اکرم ﷺ نے جنابِ جعفر طیار علیہ السلام کے استقبال کے لئے جا کر سنّت قائم کی کہ جب بھی کوئی مسافر سفر سے پلٹ کر آئے تو اس کے استقبال کے لئے جانا چاہئے، لہٰذا جناب جعفر علیہ السلام نہ حج کے لئے گئے تھے اور نہ کسی اور زیارت کے لئے بلکہ یہ ایک سفر کے آداب و آئین میں سے ہے کہ جب بھی کوئی مسافر اپنے سفر سے پلٹ کر آئے تو دوست و احباب اور محلے والوں کے لئے اخلاقی و اسلامی فریضہ ہے کہ اس کے استقبال کے لئے بھی جائیں اور اس سے احوال پُرسی بھی کریں۔ کیونکہ اس سے جہاں پر آپ کو مختلف علاقوں کی خبریں ملیں گی، مختلف علاقوں کے حوالے سے معلومات حاصل ہوں گی وہاں پر ایک دوسرے کے درمیان بھائی چارہ اور محبت والفت کو بھی فروغ ملے گا۔

جنابِ جعفر طیار علیہ السلام کے استقبال کی حدیث کے متن کا ترجمہ یہ ہے؛

امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے آباء واجداد علیہم السلام سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: جب جنابِ جعفر طیار ابن ابی طالب علیہ السلام حبشہ سے پلٹ کر مدینے پہنچے تو پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کا پُرتپاک و پُرجوش طریقے سے استقبال کیا اور ان سے معانقہ و مصافحہ کیا، پیشانی پر بوسہ دیا اور نہایت خوشحالی کی وجہ سے اشکبار ہوئے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۲۱، ص ۲۳

«عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْعَسْكَرِيِّ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمَّا جَاءَهُ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ، مِنَ الْحَبَشَةِ قَامَ إِلَيْهِ وَ اِسْتَقْبَلَهُ اِثْنَتَيْ عَشْرَةَ خُطْوَةً وَ عَانَقَهُ وَ قَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ إِلَى أَنْ قَالَ: وَ بَكَى فَرَحاً بِرُؤْيَتِهِ» (۱)

آداب سفر امام صادق علیہ السلام کی نگاہ میں

حضرتِ امام صادق علیہ السلام نے آدابِ زندگی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: کچھ آداب حضر میں اور کچھ آداب سفر میں اپنانا ضروری ہیں اور یہ انسانیت اور مروت کی نشانی ہے، حضر میں جن آداب کا اپنانا ضروری ہے وہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا، مساجد میں نمازِ جماعت کے لئے حاضر ہونا، نیک لوگوں کی ہمنشینی اختیار کرنا، دینی امور کو سیکھنا اور ان میں غور و فکر کرنا ہیں۔ اور سفر میں جن آداب کا اپنانا ضروری اور انسانیت و مروت کی نشانی ہے وہ سخاوت سے پیش آنا، اپنے خرچے سے لوگوں کو عطا کرنا، خوش اخلاقی اور مزاح کرنا، البتہ وہ مزاح ہو کہ جس کے اندر خدا کی ناراضگی و معصیت نہ ہو [اور سامنے والے کی توہین بھی نہ ہو]، اپنے ہمسفروں کے ساتھ اختلاف نہ کرنا اور ان کی برائیوں اور خامیوں کو چھپانا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: اَلْمُرُوَّةُ مُرُوَّتَانِ مُرُوَّةُ الْحَضَرِ وَ مُرُوَّةُ السَّفَرِ فَأَمَّا مُرُوَّةُ الْحَضَرِ فَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ وَ حُضُورُ الْمَسَاجِدِ وَ صُحْبَةُ أَهْلِ الْخَيْرِ وَ النَّظَرُ فِي الْفِقْهِ وَ أَمَّا مُرُوَّةُ السَّفَرِ فَبَذْلُ الزَّادِ وَ الْمِزَاحُ فِي غَيْرِ مَا يُسْخِطُ اللهَ وَ قِلَّةُ الْخِلَافِ عَلَى مَنْ تَصْحَبُهُ وَ تَرْكُ الرِّوَايَةِ عَلَيْهِمْ إِذَا أَنْتَ فَارَقْتَهُمْ» (۲)

امام رضا علیہ السلام کی نگاہ میں سفر کے تین اہم آداب

حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنی ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ: سفر کے دوران تین آداب کا خاص خیال رکھو؛

۱) پسندیدہ اخلاق کو اختیار کرو۔

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۲۶

(۲) مستدرک الوسائل، ج ۸، ص ۲۲۳

۲) اپنے ہمسفروں کے ساتھ بہترین رفتار و حسن سلوک سے پیش آؤ۔

۳) صبر و تحمل اور برداشت کا دامن کبھی نہ چھوڑنا، غصہ کو پی جانے والے بنو۔

«...حُسْنِ الْخُلُقِ وَ حُسْنِ الصَّحَابَةِ لِمَنْ صَحِبَكَ وَ كَظْمِ الْغَيْظِ...» (۱)

آدابِ سفر جنابِ لقمانؑ حکیم کی نگاہ میں

حضرتِ امام صادق علیہ السلام نے جنابِ لقمانؑ سے اُن آدابِ سفر کو بیان فرمایا کہ جو انہوں نے اپنے فرزند کو تعلیم دیئے ہیں جو جامع ترین آداب اور آئین سفر ہیں، کہ جو در حقیقت ہر مسافر کے لئے آئین نامہ سفر کے طور پر ہمراہ ہونا ضروری ہے، اس روایت میں بیس ۲۰ سے زیادہ سفر کے آداب جنابِ لقمانؑ نے بیان فرمائے ہیں جن میں سے چند اہم ترین آداب یہ ہیں؛

جنابِ لقمان نے اپنے فرزند کو سفر کے آداب و آئین کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: جب بھی کسی قوم کے ساتھ سفر کرو چند آداب کا خاص خیال رکھو؛

۱) ان کے ساتھ بہت زیادہ سفر کے امور میں مشورت کیا کرو۔

۲) بہت زیادہ تبسّم اور اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

۳) لوگوں کے ساتھ کرامت وفیاضی کے ساتھ پیش آؤ۔

۴) جب تمہیں کسی چیز کی دعوت دیں تو قبول کرو۔

۵) جب تم سے تعاون طلب کریں تو ان کے ساتھ تعاون کرو۔

۶) تین چیزوں کا خاص خیال رکھو؛ ۱۔ زیادہ خاموشی اختیار کرو، ۲۔ زیادہ نماز پڑھو، ۳۔ جو کچھ زادِ سفر، مال و دولت تمہارے پاس ہے اس میں سخاوت سے کام لو۔

---

(۱) فقہ الرضا (فقہ منسوب بہ امام رضا)، ج ۱، ص ۲۱۳

۷) جب تم سے حق کی گواہی طلب کریں تو گواہی دو۔

۸) جب تم سے مشورہ طلب کریں تو اپنا نظریہ ان سے بیان کرو۔

۹) جب تمام ساتھی سفر کرنے کا ارادہ کریں تو تم بھی ان کے ہمراہ چلو۔

۱۰) جب تمہارے ساتھی کسی کام میں مشغول ہو جائیں تو تم بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ۔

۱۱) جب تمہارے ساتھی صدقہ (چندہ) یا قرضہ جمع کریں تو تم بھی اپنا حصّہ ملاؤ۔

۱۲) سفر میں جو میر کاروان ہے یا جو شخص راہنما و بزرگ ہے اس کی باتوں پر عمل کیا کرو۔

۱۳) جب تم سے کسی کام کا تقاضا کریں تو انکار نہ کرو۔

۱۴) سفر میں اپنی نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرو، اگرچہ نیزے کی نوک پر ہی کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔

۱۵) سفر میں ہوشیار و بیدار رہو، زیادہ نیند پر توجہ نہ دو، اس لئے کہ حکیم و عقلمند انسان ہمیشہ ہوشیار رہتا ہے۔

۱۶) جب منزل کے نزدیک پہنچ جاؤ تو سواری سے اتر جاؤ اور سواری پر توجہ دو۔

۱۷) جب بھی سفر کے دوران استراحت کا ارادہ کریں تو بہترین جگہ کا انتخاب کرو اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرو اور پھر اس زمین پر رہنے والوں کو سلام کرو، اس لئے کہ ہر زمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص مخلوق کو رکھا ہوا ہے۔

۱۸) جب اس جگہ سے کوچ کرنے کا ارادہ کریں تو دوبارہ دو رکعت نماز ادا کرو اور اس زمین اور اس پر رہنے والوں سے خدا حافظی کرو۔

۱۹) اگر ممکن ہو تو ہر کھانے سے پہلے صدقہ دیا کرو۔

۲۰) بہت زیادہ کلام اللہ (ہمارے زمانہ قرآن مجید) کی تلاوت کیا کرو۔

۲۱)ہمیشہ تسبیح وذکر الٰہی میں مشغول رہو۔

۲۲)سفر کے دوران بہت زیادہ دعا کیا کرو۔

۲۳)رات کے ابتدائی حصہ میں سفر نہ کرو۔

۲۴)سفر کے دوران شور شرابانہ کیا کرو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ إِذَا سَافَرْتَ مَعَ قَوْمٍ فَأَكْثِرِ اِسْتِشَارَتَكَ إِيَّاهُمْ فِي أَمْرِكَ وَ أُمُورِهِمْ وَ أَكْثِرِ اَلتَّبَسُّمَ فِي وُجُوهِهِمْ وَ كُنْ كَرِيماً عَلَى زَادِكَ وَ إِذَا دَعَوْكَ فَأَجِبْهُمْ وَ إِذَا اِسْتَعَانُوا بِكَ فَأَعِنْهُمْ وَ اِغْلِبْهُمْ بِثَلاَثٍ بِطُولِ اَلصَّمْتِ وَ كَثْرَةِ اَلصَّلاَةِ وَ سَخَاءِ اَلنَّفْسِ بِمَا مَعَكَ مِنْ دَابَّةٍ أَوْ مَالٍ أَوْ زَادٍ وَ إِذَا اِسْتَشْهَدُوكَ عَلَى اَلْحَقِّ فَاشْهَدْ لَهُمْ وَ اِجْهَدْ رَأْيَكَ لَهُمْ إِذَا اِسْتَشَارُوكَ ثُمَّ لاَ تَعْزِمْ حَتَّى تَثَبَّتَ وَ تَنْظُرَ وَ لاَ تُجِبْ فِي مَشُورَةٍ حَتَّى تَقُومَ فِيهَا وَ تَقْعُدَ وَ تَنَامَ وَ تَأْكُلَ وَ تُصَلِّيَ وَ أَنْتَ مُسْتَعْمِلٌ فِكْرَكَ وَ حِكْمَتَكَ فِي مَشُورَتِهِ فَإِنَّ مَنْ لَمْ يُمْحِضِ اَلنَّصِيحَةَ لِمَنِ اِسْتَشَارَهُ سَلَبَهُ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى رَأْيَهُ وَ نَزَعَ عَنْهُ اَلْأَمَانَةَ وَ إِذَا رَأَيْتَ أَصْحَابَكَ يَمْشُونَ فَامْشِ مَعَهُمْ وَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ يَعْمَلُونَ فَاعْمَلْ مَعَهُمْ وَ إِذَا تَصَدَّقُوا وَ أَعْطَوْا قَرْضاً فَأَعْطِ مَعَهُمْ وَ اِسْمَعْ لِمَنْ هُوَ أَكْبَرُ مِنْكَ سِنّاً وَ إِذَا أَمَرُوكَ بِأَمْرٍ وَ سَأَلُوكَ فَقُلْ نَعَمْ وَ لاَ تَقُلْ لاَ فَإِنَّ لاَ عِيٌّ وَ لُؤْمٌ وَ إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي طَرِيقِكُمْ فَانْزِلُوا وَ إِذَا شَكَكْتُمْ فِي اَلْقَصْدِ فَقِفُوا وَ تَآمَرُوا وَ إِذَا رَأَيْتُمْ شَخْصاً وَاحِداً فَلاَ تَسْأَلُوهُ عَنْ طَرِيقِكُمْ وَ لاَ تَسْتَرْشِدُوهُ فَإِنَّ اَلشَّخْصَ اَلْوَاحِدَ فِي اَلْفَلاَةِ مُرِيبٌ لَعَلَّهُ أَنْ يَكُونَ عَيْناً لِلُّصُوصِ أَوْ يَكُونَ هُوَ اَلشَّيْطَانَ اَلَّذِي حَيَّرَكُمْ وَ اِحْذَرُوا اَلشَّخْصَيْنِ أَيْضاً إِلاَّ أَنْ تَرَوْا مَا لاَ أَرَى فَإِنَّ اَلْعَاقِلَ إِذَا أَبْصَرَ بِعَيْنِهِ شَيْئاً عَرَفَ اَلْحَقَّ مِنْهُ وَ اَلشَّاهِدُ يَرَى مَا لاَ يَرَى اَلْغَائِبُ يَا بُنَيَّ وَ إِذَا جَاءَ وَقْتُ صَلاَةٍ فَلاَ تُؤَخِّرْهَا لِشَيْءٍ وَ صَلِّهَا وَ اِسْتَرِحْ مِنْهَا فَإِنَّهَا دَيْنٌ وَ صَلِّ فِي جَمَاعَةٍ وَ لَوْ عَلَى رَأْسِ زُجٍّ وَ لاَ تَنَامَنَّ عَلَى دَابَّتِكَ فَإِنَّ ذَلِكَ سَرِيعٌ فِي دَبَرِهَا وَ لَيْسَ ذَلِكَ مِنْ فِعْلِ اَلْحُكَمَاءِ إِلاَّ أَنْ تَكُونَ فِي مَحْمِلٍ يُمْكِنُكَ اَلتَّمَدُّدُ لاِسْتِرْخَاءِ اَلْمَفَاصِلِ وَ إِذَا قَرُبْتَ مِنَ اَلْمَنْزِلِ فَانْزِلْ عَنْ دَابَّتِكَ وَ اِبْدَأْ بِعَلْفِهَا قَبْلَ نَفْسِكَ وَ إِذَا أَرَدْتَ اَلنُّزُولَ فَعَلَيْكَ مِنْ بِقَاعِ اَلْأَرْضِ بِأَحْسَنِهَا لَوْناً وَ أَلْيَنِهَا تُرْبَةً وَ أَكْثَرِهَا عُشْباً وَ إِذَا نَزَلْتَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَجْلِسَ وَ إِذَا أَرَدْتَ

قَضَاءَ حَاجَةٍ فَأَبْعِدِ الْمَذْهَبَ فِي الْأَرْضِ وَ إِذَا ارْتَحَلْتَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَ وَدِّعِ الْأَرْضَ الَّتِي حَلَلْتَ بِهَا وَ سَلِّمْ عَلَيْهَا وَ عَلَى أَهْلِهَا فَإِنَّ لِكُلِّ بُقْعَةٍ أَهْلاً مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَا تَأْكُلَ طَعَاماً حَتَّى تَبْدَأَ فَتَتَصَدَّقَ مِنْهُ فَافْعَلْ وَ عَلَيْكَ بِقِرَاءَةِ كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ مَا دُمْتَ رَاكِباً وَ عَلَيْكَ بِالتَّسْبِيحِ مَا دُمْتَ عَامِلاً وَ عَلَيْكَ بِالدُّعَاءِ مَا دُمْتَ خَالِياً وَ إِيَّاكَ وَ السَّيْرَ مِنْ أَوَّلِ اللَّيْلِ وَ عَلَيْكَ بِالتَّعْرِيسِ وَ الدُّلْجَةِ مِنْ لَدُنْ نِصْفِ اللَّيْلِ إِلَى آخِرِهِ وَ إِيَّاكَ وَ رَفْعَ الصَّوْتِ فِي مَسِيرِكَ »

(۱)

کیا سفر کے مذکورہ بالا آداب صرف حج وزیارات کے لئے ہیں؟

یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ جو سفر کے آداب ہیں کیا یہ مخصوص ہیں ان سفروں اور مسافروں کے ساتھ جو حج بیت اللہ کے لئے سفر کرتے ہیں اور ان مسافروں کے ساتھ کہ جو آئمہ معصومین علیہم السلام کی زیارات کے لئے سفر کرتے ہیں یا نہیں، بلکہ یہ آدابِ سفر عمومی ہیں جو جہاں پر بھی ہو اور جہاں کا سفر بھی کر رہا ہو یہ آداب وہاں پر جاری ہوں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آئمہ معصومین اور انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت طیبہ اور فرامین کی رو سے یہ آداب عمومی ہیں، کہیں پر یہ ذکر نہیں ہوا کہ اگر حج وزیارت کے لئے جا رہے ہیں تو یہ آداب انجام دینے ہیں اور اگر کہیں اور کا سفر ہے تو یہ آداب نہیں ہیں، بلکہ یہ عمومی آداب ہیں جو ہر جگہ، ہر سفر اور ہر مسافر کے لئے ہیں۔

---

(۱) الکافی، ج۸، ص۳۰۳

سفر کے احکام اور اس کی شرائط

تمام مراجع عظام و مجتہدین نے قرآن اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے فرمان کی رو سے فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی انسان سفر پر نکلتا ہے تو سفر کے کچھ احکام ہیں جن کو یاد کر لینا چاہیے، سفر کے احکام میں سے ایک یہ ہے کہ تین نمازیں قصر ہوتی ہیں؛ ظہر، عصر، عشاء۔ باقی شریعتِ اسلام کی نمازیں قصر نہیں ہیں، صرف یہی تین نمازیں قصر ہو جاتی ہیں۔

اگر رمضان المبارک کا مہینہ ہے تو سفر کے دوران روزہ رکھنا حرام ہو جاتا ہے، البتہ اہل سنت کے علماء کہتے ہیں کہ روزہ رکھو یا نہ رکھو آپ کی مرضی ہے، لیکن مذہبِ شیعہ میں سفر میں روزہ قصر ہو جاتا ہے، یعنی سفر میں روزہ نہیں رکھا جا سکتا۔ لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ہر سفر میں قصر نہیں ہوتا بلکہ روزہ نہ رکھنے کی چند شرائط ہیں جن کو ہم ذیل میں بیان کر رہے ہیں۔

سفر میں نماز و روزہ کے قصر ہونے کی شرائط

سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ جب کوئی مسافر سفر کے لئے نکلے تو اس کی مسافتِ شرعی پوری ہونی چاہیے، یعنی مسافر کا سفر ۴۴ کلومیٹر ہونا چاہیے (البتہ بعض مجتہدین کے نزدیک یہ مسافت کچھ زیادہ اور کم بھی ہے) لیکن شرط یہ ہے کہ حد ترخص پر پہنچ گیا تو قصر کرے گا، ایسا نہیں ہے کہ اگر اس نے کل سفر پر جانا ہے اور اسے یقین ہو کہ میں نے کل سفر پر جانا ہے اور ماہِ رمضان المبارک بھی ہے تو وہ گھر سے ناشتہ وغیرہ کر کے نکلے، نہیں بلکہ اسے چاہیے کہ وہ جب تک اپنے وطن میں ہے وہاں پر روزہ رکھنا واجب ہے، جب تک وطن میں ہے وہ روزہ توڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا، ہاں جب وطن سے نکل جائے اور حد ترخص کراس کر جائے تو وہاں پر روزہ قصر ہو جائے گا۔ اسی طرح نماز بھی قصر اس وقت ہو گی جب وہ حد ترخص پار کر جائے۔

نماز و روزہ کے قصر ہونے کا کیا مطلب ہے؟

نماز و روزہ کے قصر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ مقام جہاں پر نماز و روزہ قصر ہو گا وہاں پر صرف چار رکعتی نماز دو رکعت پڑھنی ہو گی، جیسے نماز ظہر و عصر و عشاء کی نماز جو چار رکعتی ہیں وہ قصر کی صورت میں دو رکعتی ہو

جائے گی اور صبح و مغرب کی نماز پوری ہو گی۔ روزہ کے قصر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ معاف ہو جائے گا، البتہ اس کی قضاء واجب ہو گی جو بعد میں رکھنی ہے۔

حد ترخص کیا ہے؟

حد ترخص کی دو علامات بتائی گئی ہیں؛

۱) آپ جس علاقہ اور جس شہر میں رہتے ہیں، اس شہر سے اتنا دور چلے جانا کہ اس کی دیواریں نظر نہ آئیں اور اس شہر کی بلڈنگ و عمارتیں نظر نہ آئیں۔

۲) دوسری علامت یہ ہے کہ آپ اپنے شہر و وطن سے اتنا دور چلے جائیں کہ آپ کو اپنے شہر کی آذان کی آواز سنائی نہ دے، یعنی جہاں پر شہر کی آذان کی آواز نہ پہنچ سکے وہ حد ترخص ہے۔

سفر مباح ہونا چاہئے

دوسری شرط جس سے سفر میں نماز و روزہ قصر ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مسافر کا سفر مباح ہو، حرام نہ ہو۔ اگر معصیت و حرام کا سفر ہو تو نماز و روزہ قصر نہیں ہو گا، مثلاً اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر فرار کر جائے تو جہاں بھی جائے گا اس کا سفر، معصیت کا سفر ہو گا کیونکہ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر بھاگ رہا ہے، اسی طرح اگر شوہر بیوی کو مباح سفر کرنے سے منع کرے (ہاں اگر واجب سفر ہے جیسے بیوی پر حج واجب ہو گیا ہے تو شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ اسے اس سفر سے روکے، لیکن اگر واجب سفر نہیں ہے اور شوہر منع کرے) اور پھر بھی بیوی اپنی مرضی سے گھر سے نکل پڑے تو بیوی کا اس صورت میں گھر سے نکلنا حرام ہے، لہٰذا یہ جہاں بھی جائے گی اس کا سفر حرام ہو گا، اسی طرح اگر والد اپنے بیٹے کو کسی مباح سفر سے روکے اور نافرمانی کر کے نکل پڑے تو یہ بھی حرام کا سفر ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص چوری کرنے کی نیت سے گھر سے نکلا ہے تو جہاں بھی جائے گا اس کا سفر حرام کا سفر ہو گا، کیونکہ چوری کرنا حرام ہے اور یہ ایک حرام کام کرنے کی خاطر سفر کر رہا ہے تو یہ سفر بھی حرام ہو جائے گا، لہٰذا ہر وہ سفر جو کہ حرام ہے اس میں نماز و روزہ قصر نہیں ہوں گے۔

توجہ!!

سفر میں نماز قصر پڑھنا واجب ہے، اس طرح نہیں ہے کہ آپ کی مرضی ہو کہ قصر پڑھو یا پوری پڑھو، نہیں بلکہ اگر سفر میں ہو تو نماز قصر پڑھنی ہے یہ شرعی حکم ہے، اگر کوئی شخص سفر میں پوری نماز پڑھتا ہے تو اس کی یہ نماز باطل ہے، لیکن اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بہت سارے افراد مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کے لئے تشریف لاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ سفر میں نماز قصر پڑھی جاتی ہے، یا بعض کو پتہ ہے لیکن یہ پتہ نہیں ہوتا کہ قصر کیسے پڑھی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں اکثر زائرین نماز کو قصر کے بجائے پوری پڑھ لیتے ہیں، یہ ایک بہت بڑی مشکل ہے ہمارے معاشرے اور ہمارے زائرین کی، اب اگر شروع سے ہی نہیں جانتا تھا کہ سفر میں نماز قصر پڑھی جاتی ہے تو اس کی نماز جو سفر میں پوری پڑھی ہے وہ صحیح سمجھی جائے گی، اس کو قضا کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر اسے اس حکم کا پتہ تھا کہ سفر میں نماز قصر پڑھی جاتی ہے لیکن جان بوجھ کر یا فراموشی کی وجہ سے وہ پوری پڑھتا رہا اور بعد میں متوجہ ہوا کہ میری نماز تو قصر تھی میں پوری پڑھتا رہا ہوں، تو اس صورت میں اس کی نماز باطل ہے اور اس کی قضا کرنا واجب ہوگی۔

لہٰذا اس صورتِ حال کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی بہت بڑی ذمہ داری قافلہ سالار پر بھی عائد ہوتی ہے، تو سالار کو چاہئے کہ وہ کم از کم زائرین کو یہ ضروری معلومات فراہم کرنے کی اپنی بھرپور کوشش کریں، اس سے ایک تو دین کی تبلیغ ہوگی اور دوسرا معاشرے میں علم پھیلے گا، اس طرح قافلہ سالار اپنی دنیا کے ساتھ آخرت بھی سنوار سکیں گے۔

چار مقامات میں مسافر کے لئے اختیار ہے کہ وہ نماز قصر پڑھے یا پوری

اسلام نے چار مقامات ایسے بتائے ہیں کہ جہاں پر یہ اختیار دیا گیا ہے کہ مسافر کی مرضی ہے چاہے تو نماز قصر پڑھے اور چاہے تو پوری پڑھے؛

۱) مسجد کوفہ میں۔

۲) مدینہ منورہ کے پورے شہر میں آقای سیستانی کے نزدیک۔

۳) مکہ مکرمہ کے پورے شہر میں۔

۴) حرم امام حسین علیہ السلام کے اندر البتہ ضریح کے پاس قُبہ کے نیچے۔

فصل ہفتم در آدابِ حج و قربانی و صدقہ

روایات کی روشنی میں حج کے آداب

آدابِ حج کو بیان کرتے ہوئے حضرت امام صادق علیہ السلام کی ایک مفصل و طولانی حدیث ہے جس میں حج کے بہت سارے آداب کو ذکر فرمایا ہے، ان آداب میں سے چند یہ ہیں؛

۱) **جب تم حج کا ارادہ کرو تو اپنے دل کو خدا کے لئے خالص قرار دے دو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر مانع و رکاوٹ کو دل سے نکال دو،** اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ چونکہ حج ایک بہت عظیم عمل و عبادت ہے لہٰذا سب سے پہلے اپنے دوستوں کو اطلاع دینا ضروری ہے، صرف اطلاع ہی نہیں بلکہ دوستوں سے حلالیت و معافی طلب کرنا چاہئے، چونکہ زندگی میں بہت ساری غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں، ممکن ہے وہ شخص اسی حج کے دوران مر جائے تو ضروری ہے کہ حج پر جانے سے پہلے لوگوں سے معافی مانگے۔

۲) **لوگوں کے حقوق ادا کرو،** کسی کا قرض و امانت گردن پر ہے تو پہلے اسے ادا کرو، اسی طرح ماں باپ کے حقوق چاہے وہ مادی ہوں یا معنوی ان کو ادا کرے اور ان کی رضا و دعا بھی لے کر سفر پر نکلے۔

۳) **دنیا سے وداع کر کے جانا،** کہ تم دنیا سے نکل رہے ہو تمام دنیاوی چیزوں کو چھوڑ کے چلے جاؤ، چونکہ خدا کے حضور جا رہے ہو، حج کے ہزاروں فلسفے و اسرار ہیں، ان اسرار میں سے ایک موت اور قیامت کی یاد دہانی ہے، انسان کے بدن سے سارے لباس اُتارے جاتے ہیں، صرف دو ٹکڑے لباس کے ہیں احرام کے، احرام کی حالت میں «لبیک اللھم لبیک» کہہ کر خدا کے حضور جا رہے ہوتے ہیں، قیامت اور موت کے وقت بھی ایسے ہی صرف دو یا تین ٹکڑے کفن کے پہن کر سفر آخرت کا آغاز کرتے ہیں، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کے لئے ندا دی اور پکارا تو وہ صدا اب بھی فضا میں گونج رہی ہے:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾.
(الحج/ ۲۷).

تو صدائے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر لبیک کہتے ہوئے خدا کے حضور حاضری دینا، خانہ خدا کے ہاں جانا یہ قیامت کی یاد دلاتا ہے، البتہ یہاں سے تو واپس آنے کے امکان ہیں مگر قیامت کے دن پلٹ کر آنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا حج قیامت کے مراحل طے کرنے کی ایک تمرین اور مشق ہے۔

۴) واجبات کا خیال رکھنا اور مستحبات کی بھی رعایت کرنا چاہئے، دورانِ سفر نماز کی خاص تاکید کی گئی ہے۔

۵) ایک دوسرے کی خدمت کرنا، صرف سالار پر تمام کام نہ چھوڑو بلکہ کھانا کھلانے میں، وسایل کو آگے پیچھے لے جانے میں، تعاون کرنا، ضعیف لوگوں کو سہارا دینا اور محتاج لوگوں کی خدمت کرنا وغیرہ۔

۶) صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا، حج کے سفر میں بہت سی مشکلات و مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیونکہ حج، صبر و برداشت کا سفر ہے اور راہِ الٰہی میں مشکلات کو برداشت کرنے کے لئے بہت زیادہ اجر و ثواب ہے۔

۷) اچھے اخلاق و آداب سے پیش آنا، مؤدبانہ گفتگو کرنا، نازیبا الفاظ نہ نکلیں، تسبیح و ذکر الٰہی میں رہیں، کسی کی بے احترامی نہ کریں۔

۸) سخی بننے کی کوشش کرنا، رزقِ حلال سے دوسروں کو کھانا کھلائے، خدمت کرے، فداکاری کرے، کنجوسی نہ کرے۔

۹) غسل توبہ کرنا، یہ غسل تمہارے گناہوں کے دُھلنے کا سبب ہے، احرام پہن رہے ہو تو یہ تصور کرو کہ میں کفن پہن رہا ہوں۔

۱۰) اعمال میں ریاکاری نہ ہو، بلکہ خلوص کے ساتھ حج کے تمام اعمال کو انجام دیا جائے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب تم حج کے لئے نکلتے ہو تو خدا تمہارے حج کو اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک کہ اس میں تین شرائط نہ پائی جاتی ہوں؛

۱) حج کے دوران یا بعد میں گناہ نہ کرے، بلکہ بدل جائے، زندگی میں تبدیلی آجائے، اگر پہلے بھی گناہ گار تھا اور حج کے بعد بھی وہی گناہ کر رہا ہے اور اس کے اندر کوئی تبدیلی نہیں آئی تو مطلب یہ ہے کہ اس کا حج قبول نہیں ہوا۔

۲و۳۔ لوگوں کے ساتھ احترام سے پیش آنا، صبر و تحمل و برداشت کرنا، یہ دو چیزیں جہاں پر آدابِ حج میں سے ہیں وہیں پر قبولیتِ حج کی بھی شرائط میں سے ہیں، کیونکہ حج انسان کو انسان اور خدا کا حقیقی بندہ بناتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص انسان اور خدا کا بندہ جب بن جائے تو اس کے اندر اخلاق و احترام و برداشت کا موجود ہونا ضروری ہے، ورنہ خدا کی راہ میں نہیں چل سکتا۔

اگرچہ روایات میں حج کے اعمال میں بہت زیادہ شرائط پائی جاتی ہیں، مگر ان میں سے اہم ترین شرط آلِ محمد علیہم السلام کی ولایت و امامت ہے، اس کے بغیر کوئی بھی عمل قابلِ قبول نہیں ہے، چونکہ ولایت و امامتِ اہل بیت علیہم السلام ہر عبادت کی روح ہے اور بدن بغیر روح کے کسی کام کا نہیں ہوتا، اسی طرح کوئی بھی عبادت بغیر ولایت و امامت و محبتِ اہل بیت علیہم السلام کے کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔

اسی لئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا علی علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: اے علی علیہ السلام اگر کوئی شخص پوری زندگی دن رات عمرِ نوحؑ کے برابر عبادت کرے، احد کے پہاڑ کے برابر سونا ہو اور اُسے اللہ کی راہ میں انفاق کرے، پوری زندگی حج و عمرہ کرتا رہے، پھر صفا و مروہ کے درمیان قتل کیا جائے، لیکن آپ کی ولایت کو قبول نہ کرے تو جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا اور ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا، اے علی علیہ السلام، آپ کی محبت ایسی نیکی ہے جس کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں دے سکتا اور آپ کی عداوت و دشمنی ایسی برائی ہے کہ جس کے ساتھ کوئی عبادت و اطاعت قابلِ قبول نہیں ہے، اے علی علیہ السلام پوری کائنات کی دولت منافق کو دے دی جائے تب بھی وہ آپ سے محبت نہیں کر سکتا اور اس کے مقابل میں اگر مؤمن کی ناک کو تلوار سے بھی کاٹ دیا جائے تب بھی آپ سے دشمنی نہیں کر سکتا، اے علی علیہ السلام آپ کی محبت عین ایمان ہے اور آپ سے دشمنی عین نفاق ہے، آپ سے محبت نہیں کرے گا مگر مؤمن اور متقی اور آپ سے عداوت و دشمنی نہیں کرے گا مگر منافق و شقی انسان۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :يَا عَلِيُّ لَوْ أَنَّ عَبْداً عَبَدَ اللهَ مِثْلَ مَا قَامَ نُوحٌ فِي قَوْمِهِ وَ كَانَ لَهُ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَباً فَأَنْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَ مُدَّ فِي عُمُرِهِ حَتَّى حَجَّ أَلْفَ حِجَّةٍ ثُمَّ قُتِلَ بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ ثُمَّ لَمْ يُوَالِكَ يَا عَلِيُّ لَمْ يَشَمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ لَمْ يَدْخُلْهَا أَ مَا عَلِمْتَ يَا عَلِيُّ أَنَّ حُبَّكَ حَسَنَةٌ لاَ يَضُرُّ مَعَهَا سَيِّئَةٌ وَ بُغْضَكَ سَيِّئَةٌ لاَ يَنْفَعُ مَعَهَا طَاعَةٌ يَا عَلِيُّ لَوْ نَثَرْتَ الدُّرَّ عَلَى الْمُنَافِقِ مَا أَحَبَّكَ وَ لَوْ ضَرَبْتَ خَيْشُومَ الْمُؤْمِنِ مَا أَبْغَضَكَ لِأَنَّ حُبَّكَ إِيمَانٌ وَ بُغْضَكَ نِفَاقٌ وَ لاَ يُحِبُّكَ إِلاَّ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَ لاَ يُبْغِضُكَ إِلاَّ مُنَافِقٌ شَقِيٌّ»(۱)

اور دوسری حدیث میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص پوری زندگی تمام راتیں عبادت میں گزار دے اور پورا دن روزہ رکھے، تمام ثروت و دولت کو راہِ خدا میں خرچ کر دے، پوری زندگی حج کرتا رہے، لیکن خدا کے ولی کی معرفت نہ ہو اور اعمال ولی خدا کے فرمان کے مطابق نہ ہوں تو اس کا کوئی عمل قابلِ قبول و قابلِ پاداش نہیں ہے اور نہ ہی یہ شخص اہلِ ایمان میں سے ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لَوْ أَنَّ رَجُلاً قَامَ لَيْلَهُ وَ صَامَ نَهَارَهُ وَ تَصَدَّقَ بِجَمِيعِ مَالِهِ وَ حَجَّ جَمِيعَ دَهْرِهِ وَ لَمْ يَعْرِفْ وَلاَيَةَ وَلِيِّ اللهِ فَيُوَالِيَهُ وَ يَكُونَ جَمِيعُ أَعْمَالِهِ بِدَلاَلَتِهِ إِلَيْهِ مَا كَانَ لَهُ عَلَى اللهِ جَلَّ وَ عَزَّ حَقٌّ فِي ثَوَابِهِ وَ لاَ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْإِيمَانِ»(۲)

اور اسی طرح ایک اور روایت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا علی علیہ السلام سے خطاب کر کے فرمایا: اے علی تمہاری محبت ایمان اور تم سے بغض نفاق ہے۔

«يَا عَلِيُّ حُبُّكَ إِيمَانٌ وَ بُغْضُكَ نِفَاقٌ»(۳)

لہٰذا حج اور دیگر اعمال و عبادات کی قبولیت میں ولایت و محبت اہلِ بیت علیہم السلام واجب ہے۔

امام صادق علیہ السلام کی روایت کا متن؛

(۱) بشارۃ المصطفیٰ شیخ الرضی، ج۱، ص۹۳

(۲) الکافی، ج۲، ص۱۸

(۳) بحار الانوار، ج۳۶، ص۳۳۱

«قَالَ الصَّادِقُ عليه السلام: إِذَا أَرَدْتَ الْحَجَّ فَجَرِّدْ قَلْبَكَ لله عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ قَبْلِ عَزْمِكَ مِنْ كُلِّ شَاغِلٍ وَ حَجْبِ كُلِّ حَاجِبٍ وَ فَوِّضْ أُمُورَكَ كُلَّهَا إِلَى خَالِقِكَ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ فِي جَمِيعِ مَا يَظْهَرُ مِنْ حَرَكَاتِكَ وَ سُكُونِكَ وَ سَلِّمْ لِقَضَائِهِ وَ حُكْمِهِ وَ قَدَرِهِ وَ دَعِ الدُّنْيَا وَ الرَّاحَةَ وَ الْخَلْقَ وَ أَخْرِجْ مِنْ حُقُوقٍ تَلْزَمُكَ مِنْ جِهَةِ الْمَخْلُوقِينَ وَ لاَ تَعْتَمِدْ عَلَى زَادِكَ وَ رَاحِلَتِكَ وَ أَصْحَابِكَ وَ قُوَّتِكَ وَ شَبَابِكَ وَ مَالِكَ مَخَافَةَ أَنْ تَصِيرَ ذَلِكَ أَعْدَاءً وَ وَبَالاً لِيَعْلَمَ أَنَّهُ لَيْسَ قُوَّةٌ وَ لاَ حِيلَةٌ وَ لاَ حَدٌّ إِلاَّ بِعِصْمَةِ الله تَعَالَى وَ تَوْفِيقِهِ وَ اسْتَعِدَّ اسْتِعْدَادَ مَنْ لاَ يَرْجُو الرُّجُوعَ وَ أَحْسِنِ الصُّحْبَةَ وَ رَاعِ أَوْقَاتَ فَرَائِضِ الله تَعَالَى وَ سُنَنَ نَبِيِّهِ ص وَ مَا يَجِبُ عَلَيْكَ مِنَ الْأَدَبِ وَ الِاحْتِمَالِ وَ الصَّبْرِ وَ الشُّكْرِ وَ الشَّفَقَةِ وَ السَّخَاءِ وَ إِيثَارِ الزَّادِ عَلَى دَوَامِ الْأَوْقَاتِ ثُمَّ اغْتَسِلْ بِمَاءِ التَّوْبَةِ الْخَالِصَةِ ذُنُوبَكَ وَ الْبَسْ كِسْوَةَ الصِّدْقِ وَ الصَّفَاءِ وَ الْخُضُوعِ وَ الْخُشُوعِ وَ أَحْرِمْ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ يَمْنَعُكَ عَنْ ذِكْرِ الله عَزَّ وَ جَلَّ وَ يَحْجُبُكَ عَنْ طَاعَتِهِ وَ لَبِّ بِمَعْنَى إِجَابَةٍ صَافِيَةٍ خَالِصَةٍ زَاكِيَةٍ لله عَزَّ وَ جَلَّ فِي دَعْوَتِكَ لَهُ مُتَمَسِّكاً بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى وَ طُفْ بِقَلْبِكَ مَعَ الْمَلاَئِكَةِ حَوْلَ الْعَرْشِ كَطَوَافِكَ مَعَ الْمُسْلِمِينَ بِنَفْسِكَ حَوْلَ الْبَيْتِ وَ هَرْوِلْ هَرْوَلَةً فَرّاً مِنْ هَوَاكَ وَ تَبَرِّياً مِنْ جَمِيعِ حَوْلِكَ وَ قُوَّتِكَ وَ أَخْرِجْ مِنْ غَفْلَتِكَ وَ زَلاَّتِكَ بِخُرُوجِكَ إِلَى مِنًى وَ لاَ تَمَنَّ مَا لاَ يَحِلُّ لَكَ وَ لاَ تَسْتَحِقُّهُ وَ اعْتَرِفْ بِالْخَطَإِ بِالْعَرَفَاتِ وَ جَدِّدْ عَهْدَكَ عِنْدَ الله تَعَالَى بِوَحْدَانِيَّتِهِ وَ تَقَرَّبْ إِلَيْهِ وَ اتَّقِهِ بِمُزْدَلِفَةَ وَ اصْعَدْ بِرُوحِكَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَى بِصُعُودِكَ إِلَى الْجَبَلِ وَ اذْبَحْ حَنْجَرَةَ الْهَوَى وَ الطَّمَعِ عِنْدَ الذَّبِيحَةِ وَ ارْمِ الشَّهَوَاتِ وَ الْخَسَاسَةَ وَ الدَّنَاءَةَ وَ الْأَفْعَالَ الذَّمِيمَةَ عِنْدَ رَمْيِ الْجَمَرَاتِ وَ احْلِقِ الْعُيُوبَ الظَّاهِرَةَ وَ الْبَاطِنَةَ بِحَلْقِ شَعْرِكَ وَ ادْخُلْ فِي أَمَانِ الله تَعَالَى وَ كَنَفِهِ وَ سَتْرِهِ وَ حِفْظِهِ وَ كِلاَءَتِهِ مِنْ مُتَابَعَةِ مُرَادِكَ بِدُخُولِ الْحَرَمِ وَ زُرِ الْبَيْتَ مُتَحَقِّقاً لِتَعْظِيمِ صَاحِبِهِ وَ مَعْرِفَتِهِ وَ جَلاَلِهِ وَ سُلْطَانِهِ وَ اسْتَلِمِ الْحَجَرَ رِضًى بِقِسْمَتِهِ وَ خُضُوعاً لِعَظَمَتِهِ وَ دَعْ مَا سِوَاهُ بِطَوَافِ الْوَدَاعِ وَ صَفِّ رُوحَكَ وَ سِرَّكَ لِلِقَاءِ الله تَعَالَى يَوْمَ تَلْقَاهُ بِوُقُوفِكَ عَلَى الصَّفَا وَ كُنْ ذَا مُرُوَّةٍ مِنَ الله بِفَنَاءِ أَوْصَافِكَ عِنْدَ الْمَرْوَةِ وَ اسْتَقِمْ عَلَى شُرُوطِ حَجِّكَ وَ وَفَاءِ عَهْدِكَ الَّذِي عَاهَدْتَ رَبَّكَ وَ أَوْجَبْتَهُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ اعْلَمْ بِأَنَّ الله لَمْ يَفْتَرِضِ الْحَجَّ وَ لَمْ يَخُصَّهُ مِنْ جَمِيعِ الطَّاعَاتِ بِالْإِضَافَةِ إِلَى نَفْسِهِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى وَ لله عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ

اِسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَ لاَ شَرَعَ نَبِيُّهُ ص فِي خِلاَلِ الْمَنَاسِكِ عَلَى تَرْتِيبِ مَا شَرَعَهُ إِلاَّ لِلاِسْتِعْدَادِ وَ الْإِشَارَةِ إِلَى الْمَوْتِ وَ الْقَبْرِ وَ الْبَعْثِ وَ الْقِيَامَةِ وَ فَصْلِ بَيَانِ السَّبْقِ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ أَهْلَهَا وَ دُخُولِ النَّارِ أَهْلَهَا بِمُشَاهَدَةِ مَنَاسِكِ الْحَجِّ مِنْ أَوَّلِهَا إِلَى آخِرِهَا لِأُولِي الْأَلْبَابِ وَ أُولِي النُّهَى» (۱)

حقیقی حاجی کون ہے؟

ابو بصیر جو کہ امام صادق علیہ السلام کے معتبر صحابی ہیں، کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام صادق علیہ السلام کے ہمراہ اعمالِ حج انجام دے رہا تھا اور کعبہ کے نزدیک ایک مقام پر پہنچ کے میں نے حاجیوں کی کثیر تعداد کو دیکھا تو خوشی کے ساتھ مولاؑ سے عرض کیا، مولا! الحمد للہ اس سال تو کافی سارے حاجی ہیں، تو مولاؑ نے فرمایا: اے ابو بصیر! جو واقعی حج کرنے والے ہیں اور جن کے حج کو اللہ قبول فرماتا ہے وہ بہت ہی کم لوگ ہیں یہ جو آپ ہجوم دیکھ رہے ہو یہ صرف شور مچانے والے ہیں حاجی نہیں ہیں، ابو بصیر پریشان ہو گئے، تو امام علیہ السلام نے ابو بصیر کی آنکھوں سے پردہ کو اٹھایا اور اعجازِ امامت سے ان لوگوں کی اصل حقیقی شکل کو دکھایا جو کعبے کے گرد چکر لگا رہے تھے، ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں دیکھ کر حیران ہو گیا، کہ جتنے افراد کعبے کے گرد چکر لگا رہے تھے ان میں انسان تو بہت کم ہی تھے، باقی مختلف جانوروں کی شکل میں کوئی بندر تھے، کوئی خنزیر تھے وغیرہ، تو مولاؑ نے ابو بصیر سے فرمایا: واقعی حج ان لوگوں کا ہے جن پر پروردگار راضی ہے اور اللہ ان پر راضی ہے جن کے دل میں آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت و محبت موجود ہے۔

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: قُلْتُ لَهُ مَا فَضْلُنَا عَلَى مَنْ خَالَفَنَا فَوَ اللهِ إِنِّي لَأَرَى الرَّجُلَ مِنْهُمْ أَرْخَى بَالاً وَ أَنْعَمَ عَيْشاً وَ أَحْسَنَ حَالاً وَ أَطْمَعَ فِي الْجَنَّةِ، قَالَ فَسَكَتَ عَنِّي حَتَّى كُنَّا بِالْأَبْطَحِ مِنْ مَكَّةَ وَ رَأَيْنَا النَّاسَ يَضِجُّونَ إِلَى اللهِ، قَالَ مَا أَكْثَرَ الضَّجِيجَ وَ الْعَجِيجَ وَ أَقَلَّ الْحَجِيجَ وَ الَّذِي بَعَثَ بِالنُّبُوَّةِ مُحَمَّداً وَ عَجَّلَ بِرُوحِهِ إِلَى الْجَنَّةِ مَا يَتَقَبَّلُ اللهُ إِلاَّ مِنْكَ وَ مِنْ أَصْحَابِكَ خَاصَّةً، قَالَ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا أَكْثَرُ النَّاسِ خَنَازِيرُ وَ حَمِيرٌ وَ قِرَدَةٌ إِلاَّ رَجُلٌ بَعْدَ رَجُلٍ» (۲)

---

(۱) مصباح الشریعہ، ج ۱، ص ۴۷؛ بحار الانوار، ج ۹۶، ص ۱۲۴

(۲) بحار الانوار، ج ۲۷، ص ۲۹

روایات کی روشنی میں قربانی کے آداب اور قربانی کے ایام

حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام نے بہت سارے حقوق بیان فرمائے اور یہ مولا امام سجاد علیہ السلام کی ایک بہت طولانی حدیث کا ایک مختصر حصہ آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے، جس میں مولا علیہ السلام نے بہت سارے اعمال کے مختلف حقوق بیان فرمائے اور ان میں سے ایک حق قربانی کا بھی ہے، حج کے اعمال میں سے ایک بہترین عمل اور حج کے ارکان و شرائط میں سے ایک عظیم رکن اور شرط، قربانی کرنا ہے، قربانی کرنے کی بہت بڑی فضیلت ہے، روایات میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص رضائے الٰہی کی خاطر قربانی کرے اور پیسہ نہ ہو تو قرض لے کر بھی قربانی کرے تو جو ایسا کرے گا صرف خدا کی خوشنودی کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے قرض کی ادائیگی کی خود ضمانت دی ہے کہ اس شخص کا قرض میرے ذمہ ہے کیونکہ اس نے میری خاطر قرض لیا ہے، لہٰذا اگر کوئی حاجی اتنی زحمت کرے پیسہ خرچ کرے وقت نکالے شیطان کو کنکریاں مارے منیٰ میں ٹھہرے صفا و مروہ میں دوڑے طواف کے چکر کاٹے سب کچھ کرے لیکن قربانی نہ کرے تو یہ سب کچھ رائگان چلا جائے گا، گویا کہ اس نے کوئی بھی عمل نہیں کیا، لہٰذا حاجیوں کے لئے قربانی کرنا ضروری اور واجب ہے۔

لیکن حاجیوں کے علاوہ تمام کائنات کے مسلمانوں اور مؤمنین کے لئے قربانی کرنا ایک اہم ترین سنت اور ایک عظیم عبادت ہے، جس کے بنیان گزار حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام ہیں اور اس کے بعد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اس سنت اور عبادت کو انجام دے کر عملی طور پر قربانی کی فضیلت و عظمت کو بیان کیا ہے، لہٰذا قربانی کرنا نہ تنہا حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی سنت ہے، بلکہ قربانی کرنا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی بھی سنت و سیرت ہے۔

جن مؤمنین کے پاس مالی استطاعت اور گنجائش ہے انہیں قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہئے، قربانی کرنا گناہوں کی مغفرت، خدا کی رضا و خوشنودی اور عظیم حاجات کے حصول، بلا و پریشانیوں کی دوری اور غریبوں کی دعا پانے کا سبب ہے۔

جیسا کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کا فرمان ہے: قربانی کا حق یہ ہے کہ صرف رضائے الٰہی کی خاطر، رحمتِ پروردگار کے حصول اور قیامت کے دن نجات پانے کے ارادے سے قربانی کی جائے۔

یعنی تم لوگ قربانی کے لئے جانور کو جب ذبح کرو تو اس سے صرف ایک ہی قصد وہدف ہونا چاہئے، وہ یہ کہ میں اس جانور کو ذبح کر رہا ہوں خوشنودی خدا کی خاطر، بس صرف خدا کی رضا کے لئے قربانی کرو اس کے علاوہ اور کوئی ہدف و مقصد نہیں ہونا چاہئے، تا کہ قربانی قبول ہو اور قیامت کے دن خدا کی رحمت تمہارے شامل حال ہو، اگر اس قربانی کو صرف خدا کی خاطر انجام دو گے تو تمہارے گناہ بھی بخشے جائیں گے اور قیامت کے دن جہنم کے عذاب سے آزاد ہو کر جنت میں بھیج دیے جاؤ گے۔

«وَ حَقُّ الْهَدْيِ أَنْ تُرِيدَ بِهِ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لاَ تُرِيدَ بِهِ خَلْقَهُ وَ لاَ تُرِيدَ بِهِ إِلاَّ التَّعَرُّضَ لِرَحْمَةِ اللهِ وَ نَجَاةَ رُوحِكَ يَوْمَ تَلْقَاهُ» (۱)

قربانی کس دن کرنی چاہئے؟

قربانی کرنے کے تین دن ہیں، ان تین دنوں میں سے کسی بھی ایک دن قربانی کر سکتا ہے:

۱) ذوالحجہ کی دسویں تاریخ: اس دن پہلے شیطان کو کنکریاں مارنی ہیں اور پھر منیٰ میں آکر قربانی کرنی ہے۔

۲) ذوالحجہ کی گیارہویں تاریخ: اگر دسویں کو قربانی نہیں کر سکا تو گیارہویں کو کر سکتا ہے۔

۳) ذوالحجہ کی بارہویں کو بھی کر سکتا ہے، قربانی کے یہ تین دن ہیں اب اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ حاجی ہو یا غیر حاجی، لیکن صرف فرق اتنا ہے کہ حاجیوں پر قربانی کرنا واجب ہے جبکہ غیر حاجی پر قربانی کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔

قربانی کرنا حضرتِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت ہے

حقیقت میں قربانی کرنا سنتِ ابراہیمی علیہ السلام ہے، پھر بعد میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سنت کو اپنایا تو یہ سنتِ نبوی اور سنتِ آئمہ طاہرین علیہم السلام قرار پائی، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ:

﴿قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللهُ مِنَ الصَّابِرِينَ﴾. (الصافات/ ۱۰۲).

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۶۱۸

جنابِ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، اب تو بتا کہ تیری کیا نظر ہے؟ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا اے بابا آپ وہ کام کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

(کائنات میں عجیب باپ ہے اور اس سے بھی بڑھ کے عجیب فرزند ہے کہ باپ نے ذبح کرنے کا خواب بتایا اور باپ چونکہ نبی تھا وہ جانتا تھا کہ مسلسل اس خواب کا تین رات آنا یہ کوئی وہم و خیال اور گمان نہیں بلکہ حکم الٰہی ہے اور فرزند تو بہت ہی عجیب ہے کہ جیسے ہی سنا کہ باپ نے فرمایا میں ذبح کر رہا ہوں اور نظر پوچھی تو فوراً فرمانبرداری و تسلیم و رضا کے پیکر نے صرف قبول ہی نہیں کیا کہ بابا جیسا آپ چاہیں ویسے کریں، بلکہ باپ کو بھی ہمت دی کہ بابا آپ وہ کام کریں جس کا حکم دیا گیا ہے ﴿یا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾، اسے کہتے ہیں اپنے وقت کے امام کی فرمانبرداری اور اپنے وقت کے امام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا)۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کائنات کے فرزندان کے لئے والدین کا مقام اور والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کا عملی انداز اور والدین کے فرمان پر عمل کرنے کا پیغام دیا ہے۔

﴿فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ٭ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ ٭ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ (الصافات/ ۱۰۳-۱۰۵)

پس جب دونوں نے (ذبح کرنا اور ذبح ہونا) تسلیم و قبول کر لیا اور (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو) پیشانی کے بل نیچے لٹا دیا (کہ چھری چلائیں) تو ہم نے آواز دی اے ابراہیم تم نے اپنے خواب کو پورا اور سچا کر دکھایا، بتحقیق کہ اسی طرح ہم محسنین (نیک کام کرنے والوں) کو جزا عطا کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بالکل اپنے امتحان میں کامیاب ہوئے، جب چھری چلائی تو انہیں ایسا لگا جیسے گلا کٹ گیا ہے اور دل میں خوش ہوئے کہ اے پروردگار میں نے تیرے حکم کی تعمیل میں اپنے فرزند کو ذبح کر دیا ہے، چونکہ دل میں خوش ہوئے تھے اور دل و جان سے خدا کی راہ میں قربانی پیش کرنے کا قصد کیا تھا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانی کو بھی قبول کیا اور ان کے فرزند کو بھی واپس پلٹا دیا۔

اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی جب پٹی کھولی تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ پر دنبہ قربان ہو چکا ہے، جو جنت سے آیا تھا اور حضرت اسماعیل ان کے پاس ترو تازہ کھڑے ہیں، تو دل میں خیال کیا کہ ایسا تو نہیں کہ میری قربانی میں کوئی شائبہ و نقص رہ گیا ہو، تو اللہ تعالیٰ نے یقین دلایا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تم اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہو تمہاری قربانی ہماری درگاہ میں قبول ہو گئی ہے، لازمی نہیں کہ میری راہ میں بیٹا قربان کرو لازم صرف یہ ہے کہ؛ کیا آپ دل وجان سے میری اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہو یا نہیں؟ اور چونکہ تم نے دل وجان سے میری اطاعت کی اور میرے حکم کی تعمیل کی اس لئے ہم نے نہ صرف یہ کہ تمہاری قربانی قبول کی، بلکہ اس کو ہم نے عظیم قربانی سے بدل دیا، جو تا قیامِ قیامت سنتِ ابراہیمی کے نام سے چلے گی اور اس کے علاوہ ہم تمہیں یہ بھی انعام دیتے ہیں کہ تمہارے عہدے کو بھی بڑھا دیا ہے اب تم منصبِ امامت پر بھی فائز ہو گئے ہو۔

﴿وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ (البقرة/ ۱۲۴)

لہٰذا اس قربانی کی بڑی فضیلت ہے، قربانی صرف جانور کے ذبح کرنے کا نام نہیں ہے اور نہ ہی گوشت کھانا یا گوشت بانٹنے کا نام ہے، بلکہ قربانی کا مطلب ہے اپنی انا کو قربان کرنا، اپنی خواہشات کو قربان کرنا، خدا کی راہ میں اس چیز کو قربان کرنا جو ہمیں بہت زیادہ پسند ہے، اپنی پسندیدہ چیز کو خدا کی راہ میں قربان کرنے کا نام قربانی ہے، یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی قربانی دے کر اس کے عوض میں ایک جانور کی قربانی کی سنت اللہ تعالیٰ نے قرار دے دی، یہ تو ان کی مہربانی ہے ورنہ اگر وہ سنت باقی رہتی اور ہر باپ اپنے بیٹے میں سے ایک بیٹا قربان کرتا اور یہ حکم ہوتا تو آج کتنے مسلمان قربانیاں کرتے؟! لیکن اب جبکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہم جانور کو بھی ذبح کرتے ہیں تو اس میں بھی صرف اور صرف ہمارا قصد قربۃً الی اللہ ہونا چاہئے نہ یہ کہ گوشت کھانا اور گوشت بانٹنا۔

مولائے کائنات علیہ السلام اور قربانی کا حق

قربانی کی فضیلت کے بارے میں مولائے کائنات علی ابن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ قربانی کی کیا فضیلت ہے اور اس کے (دنیا و آخرت میں) کیا کیا فائدے ہیں، تو (جن کے پاس پیسے نہیں ہیں وہ بھی) قرض لیتے اور قربانی کرتے؛ کیونکہ (جب کوئی شخص قربانی کرتا ہے اور جانور کو ذبح

کرتا ہے تو) جیسے ہی قربانی کے جانور کے جسم سے خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے قربانی کرنے والے کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (۱)

اور روایت میں آیا ہے کہ مولا امیر المؤمنین علی علیہ السلام تقریباً ہر سال قربانی کے لئے دو جانور خریدتے تھے، ایک جانور کی اپنی طرف سے قربانی کرتے تھے اور دوسرے کی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے۔ (۲)

امام صادق علیہ السلام کی نگاہ میں قربانی کا حق اور طریقہ

صفوان اور ابن عمیر کہتے ہیں کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب اپنی قربانی کا جانور خریدو (اور جب ذبح کرنے لگو تو) اس کو روبقبلہ کرو (اگر اونٹ ہو تو) اس کو نحر کرو (اور اگر اونٹ کے علاوہ کوئی اور جانور ہو تو) اسے ذبح کرو اور (ذبح کرتے وقت یہ) دعا پڑھو:

«وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ حَنِيفاً وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ بِسْمِ اللهِ وَ اللهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي»

(میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، یقیناً میری نماز، میری ساری عبادت، میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے، جو سارے جہان کا مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں، اللہ کے نام پر اور اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! یہ تیرے فضل سے ہے اور تیرے لئے ہے، اے اللہ! اس قربانی کو میری طرف سے قبول فرما [اور اگر کسی اور کی طرف سے قربانی کر رہا ہے تو اس کا نام لے کر کہے کہ اس قربانی کو فلاں کی طرف سے قبول فرما])۔

پھر چاقو یا چھری کو اس جانور کی گردن پر چلاؤ اور سر کو اس وقت تک جدا نہ کرو جب تک کہ جانور کی بالکل

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۲۱۰

(۲) ایضاً، ص ۲۰۶

جان نہیں نکل جاتی اور ٹھنڈا نہیں ہو جاتا۔

«صَفْوَانَ وَ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ قَالَ؛ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا اشْتَرَيْتَ هَدْيَكَ فَاسْتَقْبِلْ بِهِ الْقِبْلَةَ وَ انْحَرْهُ أَوِ اذْبَحْهُ وَ قُلْ؛ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ حَنِيفاً وَ مَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ» «إِنَّ صَلَاتِي وَ نُسُكِي وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِي لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ 'لَا شَرِيكَ لَهُ وَ بِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَ أَنَا «مِنَ» الْمُسْلِمِينَ «اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ بِسْمِ اللهِ وَ اللهُ أَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي ثُمَّ أَمِرَّ السِّكِّينَ وَ لَا تَنْخَعْهَا حَتَّى تَمُوتَ»[1]

اس دعا کے اندر مولا امام صادق علیہ السلام نے جہاں پر یہ تعلیم فرمائی ہے کہ: قربانی کس طرح کرتے ہیں وہیں پر یہ بھی یاد دہانی اور تعلیم فرمائی ہے کہ صرف قربانی ہی نہیں بلکہ تمہاری زندگی کا مقصد بھی فقط رضائے پروردگار ہونا چاہئے، جس طرح قربانی میں ہمیں دعا کے اندر یہ تعلیم دیا گیا ہے کہ پروردگار امیری نمازیں اور دیگر عبادات صرف تیرے لئے ہیں اور میرا مرنا اور جینا تیرے لئے ہے، اس کا مطلب ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں تیرے احکام کی پیروی کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا اور جب میں مروں گا تو بھی انشاء اللہ تیرے راستے پر تیری خاطر مروں گا، یعنی ہمیشہ تیرے بارے میں ہی سوچتا رہوں گا اور تیری خوشنودی کے لئے ہی کام کروں گا اور تیرے احکام کی خلاف ورزی نہیں کروں گا، جب ہم حج پر ہوں یا اپنے شہر میں قربانی کرتے وقت یہ دعا پڑھ کر اللہ سے اس قسم کا وعدہ کر کے قربانی کرتے ہیں تو پھر خود ہمیں بھی دیکھنا چاہئے کہ کیا ہم اپنے وعدے کو پورا کر رہے ہیں یا نہیں، اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دعا اور قربانی خدا کی راہ میں قبول ہو تو پھر ہمیں اپنے کئے ہوئے وعدے پر عمل بھی کرنا چاہئے، ورنہ دعا اور قربانی کی قبولیت کی کوئی ضمانت نہیں ہے اور جو فوائد و آثار و برکات قربانی کے ہیں ان کے ملنے کی بھی ضمانت نہیں ہے، یہ اور بات ہے کہ اللہ بڑا غفور و رحیم ہے باوجود ہمارے وعدہ خلافی کے ہم پر کرم فرمائے اور ہمارے گناہ بخش دے اور دیگر جو فوائد و آثار ہیں وہ بھی ہمیں عطا فرمائے، تو اس کی مرضی، پر کوئی ضمانت نہیں، کیونکہ جو وعدہ ہم نے کیا ہے وہ ہم نے نبھایا نہیں ہے۔

یہ قربانی کرنا ایک تمرین ہے، ایک سرمشق ہے، ایک پریکٹس ہے، کہ آج تم ایک جانور کو خدا کی راہ میں

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۴۹۸

دینے کی مشق کرو اور جب دعا میں کہتے ہو کہ میرا جینا اور میرا مرنا تیرے لئے ہے تو آج جس طرح جانور کو خدا کی راہ میں قربان کر رہے ہیں، اگر کوئی ایسا وقت آن پڑے کہ جہاں پر جان ومال واولاد کو خدا کی راہ میں قربان کرنا ہو تو جب یہ قربانی کی مشق کی ہوئی ہو گی تو وہاں پر جان ومال واولاد کو بھی خدا کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ و گریز نہیں کریں گے، یہ قربانی بھی ایسا نہیں ہے کہ صرف ہم دیتے ہیں بلکہ قربانی کو ہم بیچتے ہیں، قربانی بیچتے ہم ہیں اور خرید تا خدا ہے، جب خریدار خدا جیسا ہو اور قیمت بھی اسی کی ہی طرف سے ہو تو کیا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ ذات کیا قیمت دے گی، کم سے کم جو نیت ہے وہ آخرت میں جنت ہے جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آرام وسکون سے رہنا نصیب ہو گا۔ انشاء اللہ۔

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا ...﴾. (التوبة/ ۱۱۱)

(یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ بعض مؤمنین سے ان کو نفس و اموال کو خریدتا ہے جنت کے بدلے میں، وہ مؤمنین خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں اور قتل کرتے بھی ہیں (ان کے ساتھ) یہ جنت کا وعدہ سچا اور حق ہے (کہ جس کی خلاف ورزی ممکن نہیں ہے)۔

اور جیسا کہ مولا علی علیہ السلام نے اپنی جان پر کھیل کر اپنے نفسوں کو خدا کی راہ میں بیچ دیا اور خدا نے اپنی مرضات کی قیمت ادا کر کے علی علیہ السلام کے نفسوں کو خریدا۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾. (البقرة/ ۲۰۷)

(اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے نفسوں کو خدا کی مرضات کے عوض بیچتے ہیں اور اللہ تو اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے)، لہٰذا ہم جو بھی چیز خدا کی راہ میں دیتے ہیں در حقیقت وہ ہم بیچتے ہیں اور قیمت خدا ہی عطا کرتا ہے اور خدا کی عطا کردہ قیمت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا، وہ قیمت ہماری سوچ و سمجھ سے بھی بالاتر ہوتی ہے۔

اسی لئے مولا امام حسین علیہ السلام نے اپنے پورے گھرانے کو اور خود کو کربلا کے تپتے میدان میں قربان کر دیا، کیا امام کو اپنے بیوی، بچے، بہن، بھائی، بیٹے، بیٹیاں، اعوان وانصار کی کوئی فکر نہیں تھی!!؟ اتنے خود غرض تھے کہ سب کو تہہ تیغ کروا دیا!!؟، نہیں بلکہ وہ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ اس کی راہ میں جا رہا ہے جو حقیقت میں اسی

کا ہی ہے، اسی نے ہمیں دیا ہے اور آج اس کے دین کو ان چیزوں کی ضرورت ہے تو ہمیں چاہئے کہ اس کی دی ہوئی چیز اسی کی راہ میں پلٹادیں، ایک تو سب کچھ ہے اُسی کا دوسرا یہ کہ آج نہیں تو کل ویسے بھی یہ سب کچھ اسی کے پاس چلا تو جائے گا، لیکن رائگان اور مفت میں جانے سے بہتر ہے کہ کسی قیمت پر جائے اور جو قیمت اُس نے ادا کرنی ہے اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں لگا سکتا۔

حیوان کو ذبح کرنے کے شرائط

ایک اور مسئلہ بھی بیان کرنا بہت ضروری ہے کہ حیوان کو کس طرح ذبح کیا جائے، تاکہ وہ حیوان جو ہم خدا کی راہ میں قربانی کے لئے دے رہے ہیں وہ حلال بھی ہو، ایسا نہ ہو کہ ہم اتنا خرچہ کریں زحمت کریں محنت کریں اور تھوڑی سی غلطی اور غفلت کی وجہ سے یہ قربانی شمار ہی نہ ہو اور جو گوشت ہم کھائیں وہ بھی حرام ہو جائے، تو پھر ایسی قربانی کا تو کوئی فائدہ ہی نہ ہوا، لہٰذا جس قربانی کی اتنی اہمیت و فضیلت ہے کہ حاجی کا حج اس کے بغیر قبول نہیں ہوتا، تو کم از کم اس کو صحیح طریقے سے انجام دینا بھی تو ضروری ہے، لہٰذا اس ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے ذبح کرنے کے شرائط کو بیان کرنا بھی بہت ضروری سمجھتا ہوں اور یہ بھی وضاحت کرتا چلوں کہ ذبح کرتے وقت کچھ چیزیں واجب ہیں اور کچھ مکروہ ہیں، جن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے؛

ذبح کرنے کی شرائط

شرائط ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، اگر ان کا لحاظ نہ رکھا گیا تو حیوان کا گوشت کھانا حرام ہو جائے گا اور قربانی، قربانی نہیں رہے گی۔

۱) پہلی شرط یہ ہے کہ: ذبح کرنے والا مُسلمان ہو اور وہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ دشمنی کا بھی اظہار نہ کرتا ہو۔

۲) اختیاری حالت میں ضروری ہے کہ کسی لوہے کی چیز سے حیوان کو ذبح کیا جائے، لیکن اگر کوئی لوہے کی چیز کا ملنا میسّر نہ ہو تو پھر کسی ایسی تیز چیز سے ذبح کیا جائے جو حیوان کی تمام رگوں کو کاٹ سکے، جیسے شیشہ، پتھر وغیرہ۔

۳) ذبح کرتے وقت حیوان کا اگلا حصہ یعنی سینہ، پیٹ، گردن قبلہ رُخ ہو، پس اگر جان بوجھ کر قبلہ رُخ نہ

کرے تو حیوان حرام ہو جائے گا، لیکن اگر یہ بات ذہن سے نکل جائے یا مسئلہ ہی نہ جانتا ہو کہ حیوان کو ذبح کرتے وقت روبقبلہ کرنا ہوتا ہے، یا اس نے قبلہ رُخ تو حیوان کو لٹایا تھا پر بعد میں پتا چلے کہ جس طرف کو اس نے قبلہ سمجھا تھا وہ قبلہ رُخ نہیں تھا، یا اصلاً قبلہ کی طرف کو ہی نہ جانتا ہو، یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے قبلہ رُخ نہ کر سکتا ہو، تو پھر کوئی اشکال نہیں ان صورتوں میں حیوان حرام نہیں ہو گا۔ (شریعت میں ہر طرح کی سہولت ہے، کہیں پر بھی شریعت انسان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتی)۔

۴) جب حیوان کو ذبح کرنے لگے تو چھری یا چاقو وغیرہ کو ذبح کرنے کی نیت سے اس کے گلے پر رکھے اور کاٹنے سے پہلے اللہ کا نام لے، بسم اللہ اللہ اکبر کہے یا خالی بسم اللہ ہی پڑھ لے وہ بھی کافی ہے۔ پس اگر اللہ کا نام لے لیکن ذبح کرنے کی نیت کے بغیر ایسے ہی کاٹ لے تو بھی حیوان حلال نہیں ہو گا اور اگر ذبح کرنے کی نیت سے تو کاٹے لیکن اللہ کا نام نہ لیا تو بھی حیوان حرام ہو جائے گا، لہٰذا دونوں چیزیں ضروری ہیں، ذبح کرنے کی نیت بھی ہو اور ساتھ میں اللہ کا نام بھی لے تو حلال ہو گا، لیکن اگر ان میں سے کوئی چیز بھول جائے تو کوئی مشکل نہیں بھولنے کی صورت میں حیوان حرام نہیں ہو گا۔

۵) جب حیوان کو ذبح کرے تو چھری چلنے کے بعد حیوان کی حرکت ہونی چاہیے، چاہے اپنی دُم کو ہی ہلائے، یا آنکھ ہی کو ہلائے، پر تھوڑی بہت حرکت ہونی چاہیے تاکہ یہ پتہ چلے کہ زندہ حیوان کو ذبح کر رہے ہیں، پر اگر ذبح سے پہلے ہی وہ مردہ ہو تو پھر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو گا۔

۶) ذبح کرنے کے بعد معمول کے مطابق حیوان کے جسم سے خون نکلے۔

۷) ذبح کرتے وقت جو چار رگیں کاٹنی ہیں ان کو پے درپے کاٹیں، پس اگر ایک یا دو رگوں کو کاٹیں اور پھر تھوڑا سا فاصلہ کریں اور اسی فاصلے کے دوران وہ حیوان مر جائے اور رگیں پوری نہ کٹی ہوں تو حیوان حرام ہو جائے گا، بلکہ اگر حیوان نہ مرے لیکن معمول کے مطابق بغیر فاصلے کے نہ کاٹیں اور لوگ کہیں کہ چار رگیں مسلسل پے درپے نہیں کٹی ہیں بلکہ فاصلے کے ساتھ کٹی ہیں تو بھی اشکال ہے اور حیوان حلال نہیں ہو گا، پس لازمی ہے کہ چار رگوں کو پے درپے بغیر فاصلے کے کاٹیں۔

۸) حیوان کے سر کو اس وقت تک جسم سے جدا نہ کریں جب تک بالکل اس کی روح نکل نہ جائے، اگر پوری

طرح سے روح نکلنے سے پہلے اگر سر کو جسم سے جدا کیا گیا تو حیوان تو حرام نہیں ہو گا لیکن خود یہ عمل حرام ہے، اسی طرح سے جب تک کہ حیوان پوری طرح سے ٹھنڈا نہیں ہو جاتا اس وقت تک اس کی کھال بھی نہ اُتارے۔

اونٹ کے لئے ان شرائط کے ساتھ ساتھ کہ جو ذبح کرنے میں گزر گئی ہیں، ذبح کرنے کے بجائے نحر کرتا ہوتا ہے اور نحر کا طریقہ یہ ہے کہ: اس کی گردن کے نیچے اور آگے والی دونوں ٹانگوں کے بیچ یعنی گردن اور سینے کے درمیان میں ایک گڑھا ہوتا ہے، تیز چھری یا چاقو وغیرہ کو وہاں پر مارنا ہوتا ہے تاکہ اس کا خون نکل جائے اور وہ بے جان ہو کر زمین پر گر جائے، بہتر یہ ہے کہ نحر کرتے وقت اونٹ کھڑا ہو۔

ذبح کرنے کے مستحبات

اب ان شرائط کے بعد کچھ مستحبات بھی ہیں اگر یہ مستحبات انجام دیں تو قربانی احسن انداز سے قبولیت کے درجے پر فائز ہو گی، اگرچہ یہ چیزیں لازم وواجب نہیں ہیں؛

۱) ذبح کرتے وقت اگر حیوان بھیڑ بکری ہے تو اس کے دونوں ہاتھ اور ایک پاؤں کو باندھ لیں اور ایک پاؤں کو کھلا چھوڑ دیں، اگر حیوان گائے ہے تو دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو باندھیں لیکن اُس کی دُم کو آزاد چھوڑ دیں، اگر اونٹ ہے تو اس کے دونوں ہاتھوں کو نیچے سے گھٹنوں تک یا زیر بغل تک باندھیں اور پاؤں کو آزاد چھوڑ دیں، مرغ کے لئے مستحب ہے کہ ذبح کر کے اُسے آزاد چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اپنے پَر وبال مار سکے، یعنی اپنی مرضی سے پھڑک سکے۔

۲) ذبح کرتے وقت حیوان کا تو قبلہ رُخ ہونا واجب ہے، لیکن ذبح کرنے والے کے لئے یہ واجب نہیں ہے کہ وہ قبلہ رُخ ہو بلکہ اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ بھی قبلہ رُخ ہو۔

۳) حیوان کو ذبح کرنے سے پہلے اس کے سامنے پانی کو رکھا جائے تاکہ وہ پی لے۔

۴) ایسا کام کریں جس سے حیوان کو ذبح ہوتے وقت کم سے کم اذیت ہو، مثلاً جس چھری یا چاقو سے ذبح کر رہے ہیں وہ اچھی طرح تیز ہو اور ذبح کرنے والا بھی تیزی سے رگیں کاٹے، آرام آرام اور سکون سکون سے نہ کاٹے۔

ذبح کرنے کے مکروہات

کچھ چیزیں اسلام نے حیوان کو ذبح کرتے وقت مکروہ قرار دی ہیں کہ اگر ان سے اجتناب کریں تو بہت بہتر ہے، لیکن اگر ان کا ارتکاب ہو بھی جائے تو حیوان حرام تو نہیں ہوتا، لیکن بہتر ہے کہ ان کو انجام نہ دیں؛

۱) گلے کی پچھلی طرف سے چھری کو چلانا تاکہ پچھلی طرف سے کٹ کے پھر اگلی طرف تک گلا کٹ جائے یہ مکروہ ہے، بلکہ چھری کو گردن کے اگلی طرف سے چلانا چاہئے۔

۲) ایسی جگہ پر حیوان کو ذبح کرنا مکروہ ہے جہاں پر دوسرے حیوان اس کو دیکھ رہے ہوں، لہٰذا حیوان کو ایسی جگہ پر ذبح کریں جہاں پر دوسرے حیوان اس کو نہ دیکھیں۔

۳) رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے اور اسی طرح جمعہ کے دن ظہر سے پہلے بھی مکروہ ہے، مگر یہ کہ کوئی ضرورت ہو جس کی وجہ سے ذبح کرنا پڑ جائے تو پھر کوئی اشکال نہیں۔

۴) اپنے پالے ہوئے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

آیات و روایات کی روشنی میں صدقہ دینے کے آداب و شرائط

جہاں پر اسلام نے صدقہ دینے کے عظیم آثار و برکات اور فوائد کو بیان کیا ہے وہیں پر اس کے آداب و شرائط کو بھی بیان کیا ہے، صدقہ دینے کے بہت بڑے بڑے فوائد و آثار آیات و روایات میں بیان ہوئے ہیں، صدقہ دینے کے دنیا و آخرت دونوں میں کمال کے فوائد و آثار ہیں، جن میں سے بعض کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں؛-

اللہ تبارک و تعالیٰ سورہ بقرہ میں ارشادِ فرماتا ہے کہ: اے صاحبانِ ایمان تم اپنے صدقات کو ضائع مت کرو منت و احسان جتا کر، اس شخص کی طرح جو دکھاوے کی خاطر اور لوگوں کو دکھانے کی غرض سے صدقہ دیتا ہے، ایسا شخص خدا اور اس کے رسول ﷺ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، اس شخص کی مثال اس کی جیسی ہے کہ جو سخت پتھر پر تھوڑی سے مٹی ڈالتا ہے اور کچھ بیج ڈال دیتا ہے پھر اس انتظار میں رہتا ہے کہ یہ بوج پھوٹے اور سر سبز و شاداب فصل اُگے، جبکہ

وہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے اور اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا۔

﴿يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا وَاللهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾.(البقرة/ ٢٦٤).

پس یہ بات تو قرآن مجید سے ہی اچھی طرح سے واضح ہو گئی کہ کوئی بھی چیز جو خدا کی راہ میں دی جائے اس میں دکھاوا اور کوئی دنیاوی غرض نہیں ہونی چاہئے، بلکہ صرف قربۃً الی اللہ کی نیت سے اور رضا و خوشنودی خدا کی خاطر دینی چاہئے، اگر دکھاوے کی غرض ہو گی تو گویا پتھر سے بیج بونے کا انتظار ہے جو کہ کبھی بھی عملاً ہونے والا نہیں ہے، اس سے ایک طرف تو اپنا مال ضائع کر دیا اور دوسری طرف سے بدلے میں بھی کچھ نہ ملا، لیکن اگر یہی چیز خدا کی راہ میں خدا کی خوشنودی کی خاطر دیں تو نہ صرف یہ کہ بدلہ ملے گا، بلکہ بدلہ بھی احسن انداز میں ملے گا، ایک کے بدلے میں ۱۰ بلکہ ۱۰۰ ملیں گے اور صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ دنیا و آخرت دونوں میں بدلہ ملے گا، اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بدلہ دینے والا انسان نہیں خالق انسان ہے اور اس کا بدلہ کیا ہو گا وہ تو صرف اسی کی ذات جانتی ہے۔

لہٰذا جو بھی کام کریں جو بھی صدقہ دیں اسے خدا کی راہ میں خدا کی خاطر دیں پھر اُسے بھول جائیں، کیونکہ جس کی راہ میں دیا ہے نہ وہ دی ہوئی چیز کو بھولتا ہے اور نہ دینے والے شخص کو بھولتا ہے، وہ دنیا میں بھی بدلہ عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی عطا فرمائے گا، لیکن وہ صدقہ جس کا بدلہ خدا دیتا ہے اس کی دو شرطیں ہیں؛

۱) وہ خدا کی رضا و خوشنودی کے لئے دیا جائے۔

۲) صدقہ دینے کے بعد جتلائے نہیں کہ میں نے یہ دیا اور وہ دیا۔

اگر خدا کی خاطر نہیں تو کوئی بدلہ نہیں اور اگر خدا کی خاطر تو دیا تھا پر دینے کے بعد احسان جتلائے اور دینے والے کو اس صدقے کے عوض میں کوئی آزار و تکلیف پہنچائے تو بھی خدا کی طرف سے کوئی بدلہ نہیں ملے گا، ممکن ہے کہ اُلٹا اثر پڑے نیکی کے بجائے احسان جتلانے اور اذیت و آزار دینے کی وجہ سے ممکن ہے کہ کوئی مصیبت نازل ہو جائے، لیکن برکت و رحمت نازل نہیں ہو گی، اگر برکت و رحمت کا انتظار ہے تو پھر دو شرطوں کا لحاظ رکھنا ہو گا اور سورہ توبہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی وہ ہے جو اپنے بندوں کی

توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان کے صدقات کو لیتا ہے اور بیشک اللہ ہی بہت زیادہ توبہ کو قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

﴿ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴾. (التوبة/ ١٠٤).

اس آیت کے اندر متعدد چیزیں بیان ہوئی ہیں سب سے پہلے تو انسانوں کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ: اگر گناہ گار ہو اور توبہ چاہتے ہو اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہو تو صرف ایک ہی ذات ہے جو تمہارے گناہوں کو معاف کرنے والی ہے اور وہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات، اس کے ساتھ ساتھ یہ فرمایا کہ: جو تم صدقات دیتے ہو وہ کس کو دیتے ہو؟ کیا ڈائریکٹ اللہ کو دیتے ہو؟ یقیناً نہیں، ہم اپنے صدقات کسی فقیر، محتاج اور مسکین کو دیتے ہیں، لیکن خدا فرماتا ہے کہ تمہارے صدقات اللہ خود لیتا ہے، یہ جملہ بہت ہی قابلِ ذکر اور قابلِ غور ہے کہ ہم جب کوئی صدقہ دیتے ہیں تو وہ اللہ کی بارگاہ میں جاتا نہیں ہے بلکہ خود اللہ ہم سے لیتا ہے۔

سبحان اللہ کیا مقام ہے اس شخص کا جو صدقہ دیتا ہے خدا کی راہ میں، وہ حقیقت میں ڈائریکٹ خدا سے تجارت کر رہا ہوتا ہے، وہ ڈائریکٹ اللہ کے ہاتھ پر اپنا صدقہ رکھ رہا ہوتا ہے، یہ اور بات ہے کہ ہمیں اس چیز کا اندازہ نہیں ہوتا لیکن بہت بڑی فضیلت ہے صدقہ دینے کی، یہی چیز روایات میں بھی آئی ہے کہ فقیر کو جب کوئی صدقہ دیتا ہے تو فقیر کے ہاتھ کے اوپر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے جو صدقہ فقیر لیتا ہے وہ پہلے خدا کے ہاتھ پر جاتا ہے پھر فقیر کے ہاتھ میں پہنچتا ہے، اللہ اکبر کیا مقام ہے اس شخص کا جو صدقہ دیتا ہے اور اس شخص کا جو صدقہ لیتا ہے، کیونکہ دونوں شخصوں کے ہاتھوں کے درمیان خدا کا ہاتھ ہوتا ہے، دینے والا شخص خدا کے ہاتھ میں دیتا ہے پھر خدا کے ہاتھ نکل کر لینے والے کے ہاتھ میں جاتا ہے، اسی لئے بہت ساری روایات میں یہ آیا ہے کہ جب بھی کوئی فقیر اپنی احتیاج اور ضرورت بیان کرے تو کسی کے سامنے اس کو کوئی چیز دے کر اُسے ذلیل نہ کرو، بلکہ اگر کسی کو کوئی چیز دو تو چھپا کے دو، اگر ایک ہاتھ سے دو تو اپنے دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ پڑے، کیونکہ صدقہ لینے والے کا بھی اُسی طرح بہت بڑا مقام و مرتبہ اور عزت ہے جس طرح دینے والے کا، بلکہ دینے والے سے زیادہ لینے والے کی عزت کا خیال رکھنا چاہئے، جس کو دیا جاتا ہے وہ دنیا کے سامنے سر جھکاتا ہے کہ میں مجبور ہوں ضرورت مند ہوں خود کو دوسروں کے سامنے ذلیل و خوار کیا اپنی ضرورت و احتیاج کو بیان کرکے، اس

نے خود کو ذلیل و رسوا تو کر دیا لیکن اب دینے والے کو چاہئے کہ اس کو اس طرح دے کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلے اور اس کی ضرورت بھی پوری ہو جائے، اس کی عزت کا خیال رکھنا واجب ہے، اس کو ذلیل و رسوا نہیں کرنا چاہئے سب کے سامنے کوئی چیز عطا کر کے اس کو شرمندہ نہیں کرنا چاہئے۔

لہٰذا اگر کسی کو کوئی چیز دیں تو اس کا احترام بھی کریں، اسے عزت بھی دیں اور یہ معاملہ خدا کے ساتھ کریں اس بندے کے ساتھ نہیں جس کو دے رہے ہیں، تاکہ اپنا دیا ہوا صدقہ دنیا و آخرت میں آپ کے کام آسکے۔

صدقہ دینے میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کی عملی سیرت

اسی لئے جب آپ انبیاء و اوصیاء و آئمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت کا مطالعہ کریں گے تو یہ چیز بالکل واضح طور پر دیکھیں گے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام جب بھی کسی کو کوئی چیز عطا کرتے تھے تو کوشش کرتے کہ ایسے وقت میں دیں جب کسی کو کوئی پتہ نہ چل سکے، صرف یہی نہیں بلکہ پورے طور پر فقیر و محتاج کا احترام کرتے تھے کہ فقیر کو شرمندگی محسوس نہ ہو، اپنے چہرے کو بھی چھپا لیتے تھے تاکہ پہچان نہ سکیں، حتیٰ کہ روایات میں یہاں تک آیا ہے کہ صدقات و نیکیوں کو رات کی تاریکیوں میں انجام دیا کرو، مولائے کائنات علیہ السلام تو رات کو اس وقت نکلتے تھے جب سب سو رہے ہوتے تھے اور لوگوں کے دروازوں پر ضرورت کی اشیاء کو رکھ کے واپس آ جاتے تھے کہ یہ پتا بھی نہ چلے کہ کس نے دیا ہے۔

امام سجاد علیہ السلام کی سیرت میں صدقہ اور خدمتِ خلق

امام سجاد علیہ السلام کے بارے میں مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ آپ علیہ السلام ۴۰۰ چار سو گھرانوں میں غذا اور زندگی کی ضروری اشیاء پہنچاتے تھے اور گھر والوں کو معلوم بھی نہیں ہونے دیتے تھے کہ یہ اشیاء پہنچانے والا کون ہے، لیکن جب مولا علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی اور یہ سلسلہ رُک گیا تو لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ غذا اور دیگر کھانے پینے اور زندگی کی ضروریات پہنچانے کوئی اور نہیں بلکہ مولا امام سجاد علیہ السلام ہی تھے۔

«ذَكَرَ الْمُؤَرِّخُونَ: أَنَّ زَيْنَ الْعَابِدِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَعُولُ أَرْبَعَمِائَةِ بَيْتٍ فِي الْمَدِينَةِ وَ كَانَ يُوصِلُ قُوتَهُمْ إِلَيْهِمْ بِاللَّيْلِ وَ هُمْ لَا يَعْرِفُونَ مِنْ أَيْنَ يَأْتِيهِمْ فَلَمَّا مَاتَ عَلَيْهِ السَّلَامُ انْقَطَعَ ذَلِكَ

عَنْهُمْ فَعَلِمُوا أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ»(۱)

حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: امام سجاد علیہ السلام رات کی تاریکیوں میں اپنے پشتِ اقدس پر ضرورتمند اور غریبوں کے لئے وسائل زندگی رکھ کر رات کی تاریکی میں نکلتے تھے اور تمام غریبوں کے گھروں پر ضرورت کے وسائل پہنچاتے تھے، پشت پر ہمیشہ لوگوں کے وسائل زندگی اٹھانے کی وجہ سے نشان پڑ گئے تھے، آپ علیہ السلام سو گھروں کی کفالت اور سرپرستی کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے زمین گیر، مریض اور مساکین کو جن کا زندگی میں کوئی سہارا اور وسیلہ نہ ہو اپنے دستِ مبارک سے اُن کو کھانا کھلاتے تھے، ان کے اہل وعیال کی ضروریات کو بھی پورا فرماتے تھے، جب بھی آپ علیہ السلام کھانا تناول فرماتے تھے پہلے غریبوں کا حصّہ الگ کر لیتے تھے، غریبوں کی مدد اور خدمتِ خلق کو حضرت امام سجاد علیہ السلام بہت پسندیدہ عبادت قرار دیتے تھے، جہاں آپ علیہ السلام رات کی تاریکیوں میں ہر رات ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے اور خدا سے اپنے رابطے کو مضبوط و محکم کرتے تھے، وہاں پر رات کی تاریکی میں مخلوقِ خدا سے رابطہ قائم کرتے ہوئے ان کی ضروریات پر بھی توجہ دیتے تھے۔

اس روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ امام سجاد علیہ السلام کی زندگی میں ایک اہم ترین عبادت حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی عزاداری اور گریہ کرنا ہے، آپ علیہ السلام مصائبِ کربلا کو بیان کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے کربلا میں اپنے بابا امام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا علیہم السلام پر ہونے والے مصائب کو بیان کرتے ہوئے ہمیشہ گریہ کرتے تھے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كَانَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ ... لَيَخْرُجُ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ فَيَحْمِلُ الْجِرَابَ عَلَى ظَهْرِهِ وَ فِيهِ الصُّرَرُ مِنَ الدَّنَانِيرِ وَ الدَّرَاهِمِ وَ رُبَّمَا حَمَلَ عَلَى ظَهْرِهِ الطَّعَامَ أَوِ الْحَطَبَ حَتَّى يَأْتِيَ بَاباً بَاباً فَيَقْرَعُهُ ثُمَّ يُنَاوِلُ مَنْ يَخْرُجُ إِلَيْهِ وَ كَانَ يُغَطِّي وَجْهَهُ إِذَا نَاوَلَ فَقِيراً لِئَلَّا يَعْرِفَهُ فَلَمَّا تُوُفِّيَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَدُوا ذٰلِكَ فَعَلِمُوا أَنَّهُ كَانَ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَ لَمَّا وُضِعَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْمُغْتَسَلِ نَظَرُوا إِلَى ظَهْرِهِ وَ عَلَيْهِ مِثْلُ رُكَبِ الْإِبِلِ مِمَّا كَانَ يَحْمِلُ عَلَى ظَهْرِهِ إِلَى مَنَازِلِ الْفُقَرَاءِ وَ الْمَسَاكِينِ ... وَ لَقَدْ

---

(۱) مفتاح الفلاح، ج۱، ص۲۶۱

كَانَ يَعُولُ مِائَةَ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ فُقَرَاءِ الْمَدِينَةِ وَ كَانَ يُعْجِبُهُ أَنْ يَحْضُرَ طَعَامَهُ الْيَتَامَى وَ الْأَضِرَّاءُ وَ الزَّمْنَى وَ الْمَسَاكِينُ الَّذِينَ لاَ حِيلَةَ لَهُمْ وَ كَانَ يُنَاوِلُهُمْ بِيَدِهِ وَ مَنْ كَانَ مِنْهُمْ لَهُ عِيَالٌ حَمَلَ لَهُ إِلَى عِيَالِهِ مِنْ طَعَامِهِ وَ كَانَ لاَ يَأْكُلُ طَعَاماً حَتَّى يَبْدَأَ فَيَتَصَدَّقَ بِمِثْلِهِ وَ لَقَدْ كَانَ تَسْقُطُ مِنْهُ كُلَّ سَنَةٍ سَبْعُ ثَفِنَاتٍ مِنْ مَوَاضِعِ سُجُودِهِ لِكَثْرَةِ صَلاَتِهِ وَ كَانَ يَجْمَعُهَا فَلَمَّا مَاتَ دُفِنَتْ مَعَهُ وَ لَقَدْ بَكَى عَلَى أَبِيهِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ عِشْرِينَ سَنَةً وَ مَا وُضِعَ بَيْنَ يَدَيْهِ طَعَامٌ إِلاَّ بَكَى حَتَّى قَالَ لَهُ مَوْلًى لَهُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ أَ مَا آنَ لِحُزْنِكَ أَنْ يَنْقَضِيَ فَقَالَ لَهُ وَيْحَكَ إِنَّ يَعْقُوبَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ كَانَ لَهُ اِثْنَا عَشَرَ ابْناً فَغَيَّبَ اللهُ عَنْهُ وَاحِداً مِنْهُمْ فَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنْ كَثْرَةِ بُكَائِهِ عَلَيْهِ وَ شَابَ رَأْسُهُ مِنَ الْحُزْنِ وَ احْدَوْدَبَ ظَهْرُهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَانَ ابْنُهُ حَيّاً فِي الدُّنْيَا وَ أَنَا نَظَرْتُ إِلَى أَبِي وَ أَخِي وَ عَمِّي وَ سَبْعَةَ عَشَرَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي مَقْتُولِينَ حَوْلِي فَكَيْفَ يَنْقَضِي حُزْنِي» (۱)

مولا امام سجاد علیہ السلام ایک دن محمد ابن اسامہ کو دیکھنے کے لئے گئے (کیونکہ وہ مریض تھے اور مریض کی عیادت کرنا بہت ثواب رکھتا ہے) دیکھا کہ محمد موت کے بستر پر تھے اور رو رہے تھے، امام علیہ السلام نے پوچھا: اے محمد رو کیوں رہے ہو؟

تو اس نے عرض کیا: مولا علیہ السلام میرے ذمہ ۱۵۰۰۰ پندرہ ہزار دینار قرض ہیں جن کو ادا کرنے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے، (اور اب موت کا وقت بھی قریب ہے اسی لئے پریشان ہوں)۔

تو مولا علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد پریشان مت ہو اور رونا بند کرو، تمہارا قرض میرے ذمہ ہو گیا اور اب تمہاری گردن پر کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ (۲)

امام سجاد علیہ السلام کی سیرت میں یہ واقعہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے کہ، امام کا ایک رشتہ دار تھا جو ضرورتمند تھا، امام رات کو اس کے گھر جا کر اپنا چہرہ چھپا کر جاتے تھے اور چند درہم اس کو دے دیتے تھے کہ اپنی ضروریات پر خرچ کرے لیکن وہیں پر وہ شخص چونکہ امام کو پہچان نہیں سکتا تھا چہرہ چھپے ہوئے ہونے کی وجہ سے تو کہتا تھا کہ تم تو میرا خیال رکھتے ہو لیکن علی ابن الحسین علیہما السلام (امام سجاد علیہ السلام) کو تو بالکل ہی میرا خیال نہیں ہے خدا اُسے سزا

---

(۱) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۶۱

(۲) ارشاد القلوب، ج ۲، ص ۱۳۹

دے (نعوذ باللہ) اور اس کے یہ کلمات سُنتے تھے اور صبر و تحمل و بردباری کے ساتھ بیٹھے رہتے اور کبھی بھی یہ اظہار نہیں فرمایا کہ میں ہی علی ابن الحسین ہوں، لیکن جب امامؑ شہید ہوئے اور اس کا یہ سلسلہ رُک گیا تو سمجھ گیا کہ وہ علی ابن الحسین علیہ السلام ہی تھے جو میرا خیال رکھا کرتے تھے اور میں اس سے بدزبانی کرتا تھا، پھر امامؑ کی قبر اطہر پر آتا تھا اور گریہ کرتا تھا۔ (۱)

امام سجاد علیہ السلام رات کے وقت اپنی پُشت پر بہت ساری کھانے کی چیزیں اور ضروریاتِ زندگی کا سامان لاد کر غریب و محتاج لوگوں کے گھروں میں جاکر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ: پوشیدہ طور پر دیئے جانے والے صدقے سے اللہ تعالیٰ کے غضب کی آگ بُجھ جاتی ہے اور یہ جو پُشت پر سامان لادتے تھے اس کی وجہ سے ان کی پشت پر نشان بھی ہو گئے تھے، جب مولاؑ کی شہادت ہوئی تو جسم کو دھوتے وقت وہ نشان واضح طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ (۲)

سب سے بہترین واہم ترین صدقہ

صدقے میں بہترین و اہم ترین افراد کہ جن کو صدقہ دینا چاہیئے وہ اپنے ارحام و اقارب و قریبی رشتے دار ہیں، بلکہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ اگر اپنے قریبی رشتے داروں میں کوئی ضرورتمند و محتاج ہوں تو صدقہ اسی کو دیا جانا چاہیئے، اگر ان کی موجودگی میں صدقہ کسی اور کو دیا تو وہ صدقہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا، کیونکہ یہ ان کا حق تھا جس کو ہم نے پائمال کر دیا اور کسی کے حق کو پائمال کرنے کا ثواب نہیں بلکہ عذاب ہوتا ہے۔

جیسا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا امیر المؤمنین علیہ السلام کو مختلف نصیحتیں کرتے ہوئے ایک نصیحت یہ بھی فرمائی کہ: اے علی اگر قریبی رشتے داروں میں کوئی مسکین و غریب و مستحق موجود ہو تو کسی اور صدقہ نہیں دینا چاہیئے، بلکہ اگر کسی اور دیں گے تو وہ صدقہ ہی نہیں ہوگا۔

«یَا عَلِيُّ لاَ صَدَقَةَ وَ ذُو رَحِمٍ مُحْتَاجٌ» (۳)

---

(۱) کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۰۷؛ حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۱۰۳؛

(۲) حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۱۳۶؛ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۷۷؛ مناقب، ج ۳، ص ۱۵۴

(۳) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۳۵۲

لہٰذا جب بھی نیکی کرنی ہو تو نیکی کرنے کے بھی اپنے آداب ہیں ان کی شرائط ہیں ان کا لحاظ بھی رکھنا ضروری ہے، اسی لئے روایات میں متعدد چیزوں کے آداب بیان ہوئے کہ؛ سب سے پہلے اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو، پھر اپنے قریبی رشتے داروں کے ساتھ، پھر اپنے ہمسائے کے حقوق کو پورا کرو، پھر دور دراز کے لوگوں کے ساتھ نیکی کرو، لہٰذا یہ ترتیب ضروری ہے، ایسا نہ ہو کہ اپنے والدین موجود ہوں اور ان کو کسی چیز کی ضرورت بھی ہو جبکہ ہم ان کی طرف توجہ ہی نہ دیں اور دنیا میں لوگوں کی خدمت کرتے کرتے تھکتے بھی نہ ہوں، تو ایسی خدمت کا کیا فائدہ جو اپنے والدین کا حق غصب کر کے دنیا والوں کے درمیان تقسیم کر رہے ہیں، یہ خدمت کے بجائے اُلٹا عذابِ الٰہی کو دعوت دینا ہے کہ جن کا حق ہے ان کو نہیں دے رہے بلکہ ان کے حق کو غصب کر کے دوسروں کو دے رہے ہیں، اس سے جن کو مل رہا ہے انہیں تو فائدہ ہو گا، لیکن جو دینے والا ہے اُسے ثواب کے بجائے اپنے والدین کا حق غصب کرنے کے جرم میں عذابِ الٰہی کی وعید سنائی جائے گی، لہٰذا نیکیاں کرتے وقت ترتیب کا خیال بہت ضروری ہے۔

ایک اور مقام پر رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: اپنے رشتے داروں کو صدقہ دینے کا اجر دو برابر ہو جاتا ہے۔

«إِنَّ الصَّدَقَةَ على ذِي القَرابَةِ يُضَعَّفُ أجرُها مَرَّتَينِ» (۱)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ایک رشتے دار کا اپنے رشتہ دار کو صدقہ دینا، صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔

«صَدَقَةُ ذِي الرَّحِمِ على ذِي الرَّحِمِ صَدَقَةٌ و صِلَةٌ» (۲)

پس اس روایت سے یہ فلسفہ سمجھ میں آگیا کہ رشتے دار کو صدقہ دینا کیوں افضل ہے اور اس سے پہلے والی حدیث میں جو آیا ہے کہ رشتے دار کو صدقہ دینا دو برابر ہو جاتا ہے اس کو وجہ بھی ظاہر ہو گئی، کیونکہ رشتے دار کو صدقہ دینا دو لحاظ سے ہے ایک تو صدقہ کا ثواب رکھتا ہے اور دوسرا صلہ رحمی کا ثواب بھی رکھتا ہے، یہ بھی یاد رہے کہ صلہ رحمی کا درجہ صدقے کے درجے سے بڑا ہے اور صلہ رحمی صدقہ پر فضیلت رکھتی ہے۔

---

(۱) کنز العمال، ح ۱۶۲۲۶

(۲) الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۹۳

اس بارے میں بھی رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے کہ: صدقے کا اجر و ثواب دس برابر اور قرض کا اٹھارہ برابر اور دینی بھائیوں کے ساتھ نیکی کرنے کا بیس برابر اور صلہ رحم (رشتے داروں کے ساتھ نیکی) کا چوبیس برابر ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اَلصَّدَقَةُ بِعَشَرَةٍ وَ الْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ۔ وَ صِلَةُ الْإِخْوَانِ بِعِشْرِينَ وَ صِلَةُ الرَّحِمِ بِأَرْبَعَةٍ وَ عِشْرِينَ» (۱)

پس جب رشتے داروں کے ساتھ نیکی کرنے کا اجر چوبیس برابر ہے تو جب رشتے دار رشتے دار کو صدقہ دیتا ہے تو دو نیکیاں کرتا ہے ایک صدقہ کا ثواب پاتا ہے جو کہ دس برابر ہے اور دوسرا رشتے دار کے ساتھ نیکی کا ثواب پاتا ہے جو چوبیس برابر ہے، تو کُل ملا کر یہ چونتیس برابر ہو گیا۔

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۱۰؛ بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۱۳۰

صدقہ دینے کے آثار و فوائد

صدقہ بُری موت کو ٹالتا ہے

ایک اور جگہ پر فرمایا کہ: نیک کام کو انجام دینا بُری موت کو دفع کرتا ہے اور پوشیدہ طور پر صدقہ دینا خدا کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی کرنا زندگی کو طولانی کرتا ہے اور فقر و پریشانی کو دور کرتا ہے، اور کلمہ «لاَ حَوْلَ وَ لاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ» جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور یہ ذکر «لاَ حَوْلَ وَ لاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ» ننانوے ۹۹ قسم کی بیماریوں کے لئے علاج اکسیر ہے کہ جن میں سے کم ترین بیماری غم و اندوہ و پریشانی ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: صَنِيعُ الْمَعْرُوفِ يَدْفَعُ مِيتَةَ السَّوْءِ وَ الصَّدَقَةُ فِي السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَ صِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمُرِ وَ تَنْفِي الْفَقْرَ - وَ لاَ حَوْلَ وَ لاَ قُوَّةَ إِلاَّ بِاللهِ كَنْزٌ مِنْ كُنُوزِ الْجَنَّةِ وَ هُوَ شِفَاءٌ مِنْ تِسْعَةٍ وَ تِسْعِينَ دَاءً أَدْنَاهَا الْهَمُّ» [1]

غرور و تکبر نیکی کو ختم کر دیتا ہے

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صدقہ دو مگر غرور و تکبر مت کرو کیونکہ غرور و تکبر اجر و کو باطل کر دیتا ہے۔

«تَصَدَّقُوا مِنْ غَيْرِ مَخِيلَةٍ فَإِنَّ الْمَخِيلَةَ تُبْطِلُ الْأَجْرَ» [2]

پس یہ جو کہاوت ہے کہ نیکی کر دریا میں ڈال یا نیکی کر کنوئیں میں ڈال، اس کے پس پشت ظاہراً یہی حدیث ہے کہ نیکی کرو اور پھر غرور و تکبر نہ کرو اس کو جتلاؤ نہیں بلکہ اس کی خدا کی خاطر انجام دو پھر اُسے بھول جاؤ تا کہ تمہارا اجر و ثواب خدا کی بارگاہ میں باقی رہے۔

اور مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا کہ: دو چیزیں نیکیوں کو برباد کر دیتی ہیں؛ ایک نیکی کر کے احسان جتلانا، دوسرا نیکی کے کام میں سستی کرنا۔

«اَلْمَطْلُ وَ الْمَنُّ مُنَكِّدَا الْإِحْسَانِ» [3]

---

(۱) بحار الانوار ج۹۰، ص ۳۶۳؛ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج۷، ص ۱۸۱؛ الوسائل لغرر الوعوی ج۱، ص ۵

(۲) تنبیہ الخواطر و نزہۃ النواظر (مجموعہ ورام) ج۲، ص ۱۱۹

(۳) غرر الحکم و درر الکلم ج۱، ص ۸۵

اسی لئے چونکہ صدقہ بھی نیکی ہے تو نیکی کرنے میں دونوں چیزیں بہت ہی اہمیت رکھتی ہیں، لہٰذا نیکی کرنے میں پہلے تو جلدی کریں اور دوسرا یہ کہ جب کسی کے ساتھ نیکی کرو تو پھر احسان مت جتلاؤ، بلکہ نیکی کر کے بھول جائے۔

نیکی اور صدقہ کا کمال تین چیزوں میں ہے

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: نیکیاں اور صدقات حدِ کمال تک نہیں پہنچیں گی سوائے تین صورتوں کے؛

۱) جب نیکی کرو تو اُسے بڑا نہیں بلکہ چھوٹا سمجھو۔

۲) جب نیکی کرو تو اُسے چھپاؤ نہ کہ اس کا ڈھنڈورا پیٹو۔

۳) نیکی کرنے میں ہمیشہ عجلت اور جلدی کرو نیکی میں کبھی دیر اور تاخیر نہ کرو۔

کیونکہ اگر نیکی کو چھوٹا سمجھو گے تو گویا جس (خدا) کے لئے یہ نیکی انجام دی ہے اُسے بڑا سمجھا ہے اور اگر نیکی کو پوشیدہ انجام دو گے تو گویا اُسے صحیح طریقے سے اور مکمل طور پر انجام دیا ہے اور اگر نیکی کو جلدی انجام دو گے تو گویا اُسے عظمت وفضیلت عطا کی ہے اور اگر یہ تین کام انجام نہیں دیئے تو گویا نیکی کو پست جانا ہے اور دھتکارا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: رَأَيْتُ الْمَعْرُوفَ لاَ يَصْلُحُ إِلاَّ بِثَلاَثِ خِصَالٍ تَصْغِيرِهِ وَ تَسْتِيرِهِ وَ تَعْجِيلِهِ فَإِنَّكَ إِذَا صَغَّرْتَهُ عَظَّمْتَهُ عِنْدَ مَنْ تَصْنَعُهُ إِلَيْهِ وَ إِذَا سَتَّرْتَهُ تَمَّمْتَهُ وَ إِذَا عَجَّلْتَهُ هَنَأْتَهُ وَ إِنْ كَانَ غَيْرُ ذَلِكَ سَخَّفْتَهُ وَ نَكَّدْتَهُ» (۱)

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۳۰

فصل ہشتم کھانے کے آداب

روایات کی روشنی میں کھانے کے آداب

دین مقدس اسلام در حقیقت بہترین اخلاق و آداب کا مجموعہ ہے، جس میں ہر چیز کے آداب بیان کئے گئے ہیں، اعمال کے آداب، بزرگوں سے گفتگو کرنے کے آداب، زیارات کے آداب، نماز کے آداب، سونے کے آداب، دعا کرنے اور تلاوت قرآن کے آداب وغیرہ وغیرہ۔

انہی آداب میں سے اہم ترین آداب کھانے کے بھی ہیں جن کو روایات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ہم مختصر بیان کرتے ہیں؛

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولائے کائنات علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے علی علیہ السلام کھانے کے بارہ آداب ہیں، جن میں سے چار فرض ہیں، چار سنت ہیں اور چار آداب ہیں، کہ جن کو سیکھنا اور ان پر عمل کرنا ہر مسلمان اور مؤمن کے لئے ضروری ہے؛

وہ چار فرض جن کا دستر خوان پر یا کھانے کے وقت خیال رکھنا ضروری ہے یہ ہیں:

۱) سب سے پہلے رزق دینے والے کی معرفت ہے؛ یعنی جس ہستی نے یہ ساری نعمتیں عطا کی ہیں کھانے سے پہلے ان نعمتوں کے دینے والی ذات کی معرفت ضروری ہے، جس نے بیشمار نعمتیں انسان کے اختیار میں قرار دی ہیں، جیسا کہ قرآن میں آیت ہے: انسان کو اسقدر نعمتیں عطا کی گئی ہیں کہ ان نعمتوں کو انسان شمار بھی نہیں کرسکتے۔ بیشمار اور ان گنت نعمتیں خدا نے انسان کو عطا کی ہیں، کھانے سے پہلے اس مہربان ذات کی معرفت ضروری ہے۔

۲) کھانے سے پہلے اللہ کا نام لینا؛ یعنی بسم اللہ پڑھ کر ہر طعام کو کھانا چاہیئے، جتنی بھی کھانے کی چیزیں ہیں ہر ایک کے لئے الگ بسم اللہ پڑھنا چاہیئے۔

۳) کھانا کھانے کے بعد خدا کا شکر ادا کرنا ضروری ہے؛ کھانا ختم کرنے کے بعد الحمد للہ رب العالمین پڑھتے ہوئے لفظی طور پر خدا کی حمد و ثنا کرنا اور قلبی طور پر اس مہربان ذات کا شاکر رہنا اور اس مہربان ذات نے جو بیشمار نعمتیں عطا کی ہیں ان نعمتوں کی قدر دانی کرنا اور پھر ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عبادت اور بندگی کرنا ضروری ہے۔

۴) خدا کی ذات پر راضی رہنا اور اس کے تمام احکام اور ہر فرمان کے سامنے سر تسلیم خم رہنا ضروری ہے۔

اور وہ چار سنت جن کا دستر خوان پر خیال رکھنا ضروری ہے یہ ہیں:

۱) بائیں پاؤں پر تکیہ کرنا۔ ۲) تین انگلیوں سے کھانا کھانا۔

۳) اپنے سامنے سے کھانا۔ ۴) کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا۔

اور وہ چار آداب جن کا دستر خوان پر خیال رکھنا ضروری ہے یہ ہیں:

۱) چھوٹے چھوٹے لقمے لینا۔

۲) لقمے کو خوب چبانا، جتنا لقمے کو چبایا جائے اور لعاب دہن مخلوط ہو جائے یہ کھانا معدہ کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے، آسانی کے ساتھ ہضم ہو جاتا ہے، لقمے کو چبائے بغیر کھالینا معدہ کے لئے مضر ہے۔

۳) کھانا کھاتے ہوئے دوسروں کی طرف نگاہ نہ کرنا بلکہ صرف اپنے کھانے سے کام رکھیں دوسروں کے لقموں پر اور دوسرا کتنا کھاتا ہے اس کی طرف توجہ نہ ہو۔

۴) کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھوں کو دھونا۔

وعَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ فِي وَصِيَّتِهِ لَهُ: يَا عَلِيُّ اِثْنَتَا عَشْرَةَ خَصْلَةً يَنْبَغِي لِلرَّجُلِ الْمُسْلِمِ أَنْ يَتَعَلَّمَهَا فِي الْمَائِدَةِ أَرْبَعٌ مِنْهَا فَرِيضَةٌ وَ أَرْبَعٌ مِنْهَا سُنَّةٌ وَ أَرْبَعٌ مِنْهَا أَدَبٌ، فَأَمَّا الْفَرِيضَةُ فَالْمَعْرِفَةُ بِمَا يَأْكُلُ وَ التَّسْمِيَةُ وَ الشُّكْرُ وَ الرِّضَا، وَ أَمَّا السُّنَّةُ فَالْجُلُوسُ عَلَى الرِّجْلِ الْيُسْرَى وَ الْأَكْلُ بِثَلَاثِ أَصَابِعَ وَ أَنْ يَأْكُلَ مِمَّا يَلِيهِ وَ مَصُّ الْأَصَابِعِ، وَ

أَمَّا اَلْأَدَبُ فَتَصْغِيرُ اَللُّقْمَةِ وَ اَلْمَضْغُ اَلشَّدِيدُ وَ قِلَّةُ اَلنَّظَرِ فِي وُجُوهِ اَلنَّاسِ وَ غَسْلُ اَلْيَدَيْنِ »(۱)

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کی تاکید

روایات میں کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کی بہت تاکید کی گئی ہے، کھانے سے پہلے ہاتھوں کا دھونا انسان کی صحت وسلامتی کے لئے اور بیماریوں سے محفوظ رہنے کے لئے بہت مؤثر ہے۔

مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا رزق میں اضافے کا سبب ہے، پاکیزگی و نظافت اور انسان کی سلامتی کا باعث ہے، آنکھوں میں روشنائی اور بصارت کی تقویت کا سبب ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: غَسْلُ اَلْيَدَيْنِ قَبْلَ اَلطَّعَامِ وَ بَعْدَهُ زِيَادَةٌ فِي اَلرِّزْقِ وَ إِمَاطَةٌ لِلْغَمَرِ عَنِ اَلثِّيَابِ وَ يَجْلُو اَلْبَصَرَ »(۲)

حضرت امام حسن علیہ السلام کا فرمان ہے: کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھونا فقر اور غربت کو دور کرتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھوں کو دھونا پریشانی اور غم کی دوری کا سبب ہے۔

« قال الإمام الحسن(ع): غَسْلُ اليَدَيْنِ قَبْلَ الطَّعامِ يُنفِي الفَقْرَ، وَ بَعْدَهُ يُنفِي الهَمَّ »(۳)

اور یہی الفاظ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں بھی آئے ہیں کہ: کھانے سے پہلے ہاتھوں کو دھویا کرو یہ تمہارے فقر اور غربت کو دور کرتا ہے اور پریشانی و غم اور اندوہ سے نجات کا سبب ہے۔(۴)

مولائے کائنات علیہ السلام نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو کھانے کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے بیٹا حسن میں تمہیں چار چیزوں کی تعلیم دیتا ہوں ان کا خیال رکھو گے تو کبھی طبیب (ڈاکٹر) کے پاس جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی، ہمیشہ تندرست اور صحت مند رہو گے، وہ چار چیزیں یہ ہیں:

---

(۱) بحار الانوار، ج ۶۳، ص ۳۱۵؛ الخصال، ج ۲، ص ۴۸۵

(۲) المحاسن، ج ۲، ص ۴۲۴

(۳) کلمۃ الامام حسن، ج ۷، ص ۴۳

(۴) سفینۃ البحار، ج ۶، ص ۶۴ / پنجاہ مجلس ہزار حدیث، ص ۳۰۱

۱)جب تک بھوک نہ لگے کھانا نہ کھاؤ۔

۲)جب اشتہا باقی ہو کھانے سے ہاتھ اُٹھالو۔

۳)لقمے کو خوب چبا کے کھاؤ۔

۴)اور جب رفع حاجت کی ضرورت ہو تو فوراً رفع حاجت کے لئے چلے جاؤ۔

جب انسان کو رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہو تو فوراً رفع حاجت کرنا چاہئے، پیشاب اور پاخانے کو روک کر رکھنا انسان کی سلامتی کے لئے نہایت مضر ہے، اس وجہ سے روایات میں آیا ہے کہ سفر پر جانے سے پہلے ،سونے سے پہلے اور ضرورت کے وقت فوراً رفع حاجت کرنا ضروری ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ لِلْحَسَنِ ابْنِهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: يَا بُنَيَّ أَ لاَ أُعَلِّمُكَ أَرْبَعَ خِصَالٍ تَسْتَغْنِي بِهَا عَنِ الطِّبِّ فَقَالَ: بَلَى يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ: لاَ تَجْلِسْ عَلَى الطَّعَامِ إِلاَّ وَ أَنْتَ جَائِعٌ وَ لاَ تَقُمْ عَنِ الطَّعَامِ إِلاَّ وَ أَنْتَ تَشْتَهِيهِ وَ جَوِّدِ الْمَضْغَ وَ إِذَا نِمْتَ فَاعْرِضْ نَفْسَكَ عَلَى الْخَلاَءِ فَإِذَا اسْتَعْمَلْتَ هَذِهِ اسْتَغْنَيْتَ عَنِ الطِّبِّ»[1]

اس روایت میں مولائے کائنات علیہ السلام نے کھانے کے آداب کے ساتھ ساتھ عافیت اور سلامتی کے لئے بھی چار بنیادی اصول بیان کئے ہیں، ساتھ ساتھ یہ ضمانت بھی دی ہے کہ جو شخص ان چار بنیادی اصولوں پر عمل کریگا اُسے نہ دوائی کی ضرورت پڑے گی اور نہ طبیب (ڈاکٹر) کی۔

کھانے کے آداب مجتہدین کے فرمان کی روشنی میں

مجتہدین نے اپنے رسالوں میں آلِ محمد علیہم السلام کی تعلیمات اور روایات کی روشنی میں کھانے کے بہت سارے مستحبات اور آداب کو ذکر کیا ہے، کھانے کے ان مستحبات اور اہم ترین آداب میں سے چند امور حضرت آیت اللہ سید علی حسینی سیستانی دام عزہ کے رسالہ عملیہ سے بیان کرتے ہیں؛ جناب آیت اللہ سیستانی نے ۲۰ سے زیادہ کھانے کے مستحبات بیان کئے ہیں، ان میں سے چند اہم ترین مستحبات فقہی حوالے سے یہ ہیں:

۱)کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھوں کو دھونا۔

---

(۱)بحارالانوار، ج ۶۳، ص ۱۸۷

۲) کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ایک چٹکی نمک لینا۔

۳) کھانے سے پہلے جتنی کھانے کی چیزیں ہیں ہر ایک پر الگ بسم اللہ پڑھ کر آغاز کرنا۔

۴) دائیں ہاتھ سے کھانا۔ ۵) تین اُنگلیوں سے کھانا۔

۶) اپنے سامنے سے کھانا۔ ۷) دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہونا۔

۸) چھوٹے چھوٹے لقمے لینا۔ ۹) خوب چبا کر کھانا۔

۱۰) کھانے کو سکون و آرام کے ساتھ کھانا۔

۱۱) کھانے میں جلد بازی نہ کرنا۔ ۱۲) کھانے کے بعد خِلال کرنا۔

۱۳) مُنہ کو دھونا۔ ۱۴) دانتوں اور انکے درمیانی حصوں کو صاف وشفاف کرنا۔

۱۵) کھانا اجتماعی طور پر کھانا؛ (یعنی فیملی اور اپنے گھر والوں کے ساتھ مل کر کھانا مستحب ہے، روایت میں آیا ہے کہ: بہترین دستر خوان وہ ہے جس پر کھانے والے بہت زیادہ جمع ہوں، تنہا اور اکیلا کھانا کھانا، اکیلا سونا اور اکیلا سفر کرنا مکروہ ہے)۔

۱۶) کھانا دو ٹائم کھانا مستحب ہے۔ ۱۷) کھاتے وقت بائیں کروٹ پر تکیہ کرنا۔

۱۸) کھانے کے بعد چت لیٹنا۔ ۱۹) دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں پر رکھنا مستحب ہے۔

۲۰) میوہ جات کو خوب دھو کر کھانا مستحب ہے۔

گرم کھانا کھانا اور روٹی کو چُھری سے کاٹنا، روٹی کے اوپر کسی اور چیز کو رکھنا، ہڈی کو مکمل صاف کرنا، میوہ جات کو مکمل طور پر نہ کھانا، میوہ جات میں جن میوہ جات کو چھلکوں کے ساتھ کھایا جاتا ہے ان کا چھلکا اتارنا یہ سب باتیں مکروہ ہیں۔[1]

---

(۱) المسائل المنتخبہ، ص ۳۳۶

فصل نہم در آدابِ معاشرت (حصہ اول)

آدابِ معاشرت امام رضا علیہ السلام کی نگاہ میں

مولا امام رضا علیہ السلام نے اپنے صحابی جناب عبد العظیم حسنی علیہ السلام جو شہر ری تہران میں مدفون ہیں کے ذریعے سے کچھ اساسی اور بنیادی پیغام اپنے چاہنے والے اور شیعوں کو پہنچایا ہے، جناب عبد العظیم علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اے عبد العظیم میرے ماننے والوں کو میری طرف سے سلام پہنچاؤ، پھر سلام کے بعد امام علیہ السلام نے امورِ زندگی کے کچھ آداب اور کچھ اساسی اصول و قوائد کو بیان فرمایا، جن کو ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں؛

۱) قرآن وروایات کی روشنی میں ہمارا دشمن شیطان ہے، پس کبھی بھی شیطان کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ انسان کا کھلا دشمن ہے، شیطان کو اپنے اوپر سوار نہ کرو اور نہ ہی اس کی پیروی کرو۔ اگر آپ نے کسی واجب کو ترک کیا تو گویا آپ نے شیطان کی پیروی کی اور شیطان اس پر مسلط ہے، جب بھی گناہ کی طرف قدم اُٹھے تو گویا شیطان نے اس شخص کو ورغلایا ہے اور اس پر مسلط ہو چکا ہے۔

۲) ہمیشہ سچ بولو، جھوٹ بولنا آلِ محمد علیہم السلام کو ماننے والوں کی نشانی نہیں ہے، بلکہ یہ شیطانی عمل ہے۔

۳) امانت کو ادا کرو۔

۴) زیادہ سے زیادہ خاموشی اختیار کرو، کیونکہ زبان کو کنٹرول نہ کرنے سے بہت زیادہ غلطی اور انحراف کی طرف چلے جانے کا امکان ہے، اسی لئے روایات میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جہنم میں زیادہ جانے والے افراد وہ ہونگے جو جھوٹ بولتے ہوں گے اور زبان کو کنٹرول میں نہیں رکھتے ہوں گے۔

۵) بیہودہ کاموں میں زیادہ گفتگو نہ کرو۔

۶) تمزیق نہ کریں، الزام نہ لگائیں، ایک دوسرے کو تباہ نہ کریں، تہمت نہ لگائیں، کیونکہ جو بھی کسی مؤمن پر تہمت لگاتا ہے تو گویا اس نے مؤمن کو تباہ کرنے کی کوشش کی اور جو بھی مؤمن کو تباہ کرنے کی کوشش کرے گا میں اس شخص کی تباہی کے لئے خدا سے دعا کرونگا کہ یہ دنیا میں سخت ترین عذاب میں مبتلا ہو جائے اور آخرت میں بھی نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائے۔

۷) ایک دوسرے کے پاس زیارت وملاقات کے لئے جاتے رہو، تعلقات قائم رکھو، کیونکہ ایک دوسرے کی زیارت کرنا اور تعلقات کو قائم رکھنا میرے لئے رضا اور قربت کی نشانی ہے۔

۸) ہمارے شیعوں سے کہو کہ ہمارے ماننے والوں میں سے جو نیک ہیں انہیں بھی اور جو گناہگار ہیں انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے۔

۹) مگر تین گروہ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشے گا:

۱) جو خدا کے ساتھ کسی کو شریک قرار دے۔

۲) یا ہمارے کسی چاہنے والے کو اذیت، آزار و تکلیف دے۔

۳) یا جو بُرا ارادہ اور بری نیت رکھنے والا ہے۔

ہاں مگر یہ کہ یہ افراد اپنے کئے ہوئے گناہ سے سچی توبہ کرلیں تو پھر ممکن ہے کہ بخشے جائیں۔ اگر توبہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ روحِ ایمان کو ان کے دلوں سے نکال دیتا ہے اور اسی طرح ہماری ولایت سے بھی خارج ہو جاتا ہے اور میں ان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

وَ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ الْعَظِيمِ عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: يَا عَبْدَ الْعَظِيمِ أَبْلِغْ عَنِّي أَوْلِيَائِيَ السَّلاَمَ وَ قُلْ لَهُمْ أَنْ لاَ يَجْعَلُوا لِلشَّيْطَانِ عَلَى أَنْفُسِهِمْ سَبِيلاً وَ مُرْهُمْ بِالصِّدْقِ فِي الْحَدِيثِ وَ أَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَ مُرْهُمْ بِالسُّكُوتِ وَ تَرْكِ الْجِدَالِ فِيمَا لاَ يَعْنِيهِمْ وَ إِقْبَالِ بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ وَ الْمُزَاوَرَةِ فَإِنَّ ذَلِكَ قُرْبَةٌ إِلَيَّ وَ لاَ يَشْتَغِلُوا أَنْفُسَهُمْ بِتَمْزِيقِ بَعْضِهِمْ بَعْضاً فَإِنِّي آلَيْتُ عَلَى

نَفْسِي إِنَّهُ مَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ وَ أَسْخَطَ وَلِيّاً مِنْ أَوْلِيَائِي دَعَوْتُ اللهَ لِيُعَذِّبَهُ فِي الدُّنْيَا أَشَدَّ الْعَذَابِ وَ كَانَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ وَ عَرَّفَهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لِمُحْسِنِهِمْ وَ تَجَاوَزَ عَنْ مُسِيئِهِمْ إِلاَّ مَنْ أَشْرَكَ بِهِ أَوْ آذَى وَلِيّاً مِنْ أَوْلِيَائِي أَوْ أَضْمَرَ لَهُ سُوءاً فَإِنَّ اللهَ لاَ يَغْفِرُ لَهُ حَتَّى يَرْجِعَ عَنْهُ فَإِنْ رَجَعَ وَ إِلاَّ نَزَعَ رُوحَ الْإِيمَانِ عَنْ قَلْبِهِ وَ خَرَجَ عَنْ وَلاَيَتِي وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ نَصِيباً فِي وَلاَيَتِنَا وَ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِكَ»[1]

دوسری روایت میں امام رضاؑ آداب معاشرت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

کسی بھی مسلمان کی عقل اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس میں ۱۰ خصلتیں اور دس صفات موجود نہ ہوں؛

۱) ہمیشہ اس سے نیکی کی امید کی جاتی ہو، یعنی جو بھی اس کے بارے میں بات کرتا ہے ہمیشہ اس سے نیکی کی امید ہی رکھی گئی ہے۔

۲) اس سے شر کی امید نہ رکھی جاتی ہو۔

۳) دوسروں کے تھوڑے نیک کاموں کو زیادہ شمار کرتا ہے۔

۴) جبکہ اپنے زیادہ نیک کاموں کو کم شمار کرتا ہے۔

۵) جو اس سے کسی کام کی درخواست یا تقاضا کرنے والے ہیں ان کی حاجات کو پورا کرنے میں کبھی تھکتا نہ ہو۔

۶) کبھی بھی طولِ زندگی میں علم کے طلب کرنے سے نہ تھکتا ہو۔

۷) خدا کی خاطر اور خدا کی راہ میں فقر اس کے لئے ثروت و دولت سے زیادہ پسندیدہ ہو۔

۸) خدا کی راہ میں ذلت اس کے لئے پسندیدہ ہو، ایسی عزت سے جو خدا کے دشمن کی طرف سے ہو۔

۹) گمنامی کی زندگی اس کے لئے پسندیدہ ہو شہرت کی زندگی سے۔

پھر فرمایا دسویں چیز کے تو کیا ہی کہنے، عرض کی گئی، دسویں چیز کیا ہے؟ تو فرمایا کہ:

---

(۱) الاختصاص، ج۱، ص ۲۴؛ مستدرک الوسائل، ج۹، ص ۱۳۰

۱۰) مؤمن وہ ہے کہ جب بھی کسی سے سامنا ہو اس کو اپنے سے زیادہ بہتر اور زیادہ پرہیزگار سمجھے، کیونکہ اگر سامنے والا واقعاً عالم و متقی و پرہیزگار ہے تو واقعاً اس سے بہتر ہے اور لائق تعظیم و احترام ہے، اگر خود اس سے زیادہ متقی و عالم ہے تو بھی اپنے کو اس سے کم سمجھے کیونکہ ممکن ہے وہی انسان جس کے پاس ابھی علم و تقوی و پرہیزگاری نہیں ہے، لیکن وہ علم و تقوی و پرہیزگاری حاصل کر کے آگے نکل جائے، تو وہ اس سے زیادہ قابلِ تعظیم ہو جائے گا، لہٰذا ہر حال میں دوسروں کو اپنے سے زیادہ بہتر و قابلِ تعظیم سمجھے۔

«قَالَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَا يَتِمُّ عَقْلُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ حَتَّى تَكُونَ فِيهِ عَشْرُ خِصَالٍ؛ اَلْخَيْرُ مِنْهُ مَأْمُولٌ، وَ الشَّرُّ مِنْهُ مَأْمُونٌ، يَسْتَكْثِرُ قَلِيلَ الْخَيْرِ مِنْ غَيْرِهِ، وَ يَسْتَقِلُّ كَثِيرَ الْخَيْرِ مِنْ نَفْسِهِ - لَا يَسْأَمُ مِنْ طَلَبِ الْحَوَائِجِ إِلَيْهِ وَ لَا يَمَلُّ مِنْ طَلَبِ الْعِلْمِ طُولَ دَهْرِهِ، الْفَقْرُ فِي اللهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْغِنَى، وَ الذُّلُّ فِي اللهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الْعِزِّ فِي عَدُوِّهِ، وَ الْخُمُولُ أَشْهَى إِلَيْهِ مِنَ الشُّهْرَةِ، ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْعَاشِرَةُ وَ مَا الْعَاشِرَةُ قِيلَ لَهُ مَا هِيَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَرَى أَحَداً إِلَّا قَالَ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي وَ أَتْقَى ...» [1]

اسلام نے بھی ایک حد معین کی ہے کہ جو بھی کسی شخص کے مقابلے میں اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور دوسروں کو حقیر اور پست سمجھے وہ کبھی بھی کامیاب نہیں ہوگا، کیونکہ یہ شیطانی صفات میں سے ایک صفت ہے، شیطان ہی نے معصوم ہستی کے سامنے اپنے آپ کو بڑا سمجھا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو کمتر اور پست تصور کیا تھا جیسا کہ قرآن مجید کے اندر موجود ہے کہ؛

﴿قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾. (ص / ٧٦).

شیطان نے کہا کہ میں اس سے افضل و بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے خلق کیا ہے اور اسے (آدم) کو مٹی سے خلق کیا ہے۔

﴿وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ الدِّينِ﴾. (ص / ٧٨).

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو تا قیامت لعنت کا حقدار بنا دیا اور بارگاہِ الٰہی سے خارج کر دیا گیا۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۳۳۶

لہٰذا کسی بھی صورت میں اپنے آپ کو دوسروں سے افضل و بہتر نہ سمجھنا اور کبھی بھی دوسروں کو پست و حقیر وذلیل نہ سمجھنا، ممکن ہے جس کو آپ پست وذلیل سمجھ رہے ہوں وہ حقیقت میں متقی، پرہیزگار اور عالم ہو۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث میں امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند بزرگوار امام صادق علیہ السلام سے فرمایا کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین چیزوں کو تین چیزوں کے اندر پوشیدہ رکھا ہوا ہے؛

۱) اپنی رضا کو اپنی اطاعت وفرمانبرداری میں پوشیدہ رکھا ہے، پس خدا کی اطاعت وفرمانبرداری میں سے کسی بھی چیز کو ہلکا مت سمجھنا کیونکہ جس کو تم ہلکا سمجھ رہے ہو شاید اسی میں اللہ کی رضا پوشیدہ ہو۔

۲) اپنے عذاب وعقاب کو اپنی معصیت میں پوشیدہ رکھا ہے، پس خدا کی نافرمانی سے ڈرو اور کسی بھی گناہ و نافرمانی کو چھوٹا اور حقیر مت سمجھو، شاید وہی اللہ تعالیٰ کے عذاب وعقاب کا سبب بن جائے۔

۳) اپنے اولیاء کو اپنی مخلوق کے اندر پوشیدہ رکھا ہوا ہے، پس کسی بھی انسان کی تحقیر نہ کرنا، کسی بھی انسان کو اپنے سے کم وپست مت سمجھنا، کیونکہ جس کو تم کم وپست سمجھ رہے ہو شاید وہی اللہ کا ولی ہو۔

«قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِابْنِهِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ اللهَ خَبَأَ ثَلَاثَةَ أَشْيَاءٍ فِي ثَلَاثَةِ أَشْيَاءٍ؛ خَبَأَ رِضَاهُ فِي طَاعَتِهِ فَلَا تُحَقِّرَنَّ مِنَ الطَّاعَةِ شَيْئاً فَلَعَلَّ رِضَاهُ فِيهِ، وَ خَبَأَ سَخَطَهُ فِي مَعْصِيَتِهِ فَلَا تُحَقِّرَنَّ مِنَ الْمَعْصِيَةِ شَيْئاً فَلَعَلَّ سَخَطَهُ فِيهِ؛ وَ خَبَأَ أَوْلِيَاءَهُ فِي خَلْقِهِ فَلَا تُحَقِّرَنَّ أَحَداً فَلَعَلَّ الْوَلِيَّ ذَلِكَ» [1]

لہٰذا نہ کسی کو اپنے سے کم تر وپست تر سمجھنا چاہئے اور نہ ہی کسی کا کسی بھی حوالے سے مذاق اڑانا چاہئے، کیونکہ مذاق اڑانے سے بھی مومن کو توہین ہوتی ہے اور جو کوئی مومن کی توہین کرے وہ اللہ کے غضب کا نشانہ بنتا ہے، مثلاً کسی کا قد بڑا ہے اور سر چھوٹا ہے تو اس سر کی وجہ سے اس کا مذاق اڑایا جائے، اس کی توہین کی جائے، تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ حقیقت میں تم نے اس کا مذاق اور اس کی توہین نہیں کی بلکہ میری خلقت پر اور مجھ پر اعتراض

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۱۸۷

کیا ہے، تو خدا قیامت کے دن سب کے سامنے اس توہین کرنے والے کو لائے گا، اس کو سب کے سامنے رسوا کرے گا اور ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلائے گا۔ لہٰذا کسی کی توہین و تذلیل کرنا گناہِ کبیرہ ہے اس سے بچیں۔

چار افراد کلمہ پڑھنے کے باوجود مسلمان ہی نہیں

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک ہے کہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں یعنی وہ مسلمان ہی نہیں؛

۱) جو بزرگوں کی عزت نہیں کرتا۔

۲) جس کی زندگی میں لطف ورحم نہیں ہے، بالخصوص بچوں اور ضعیفوں پر۔

۳) جو شخص امر بالمعروف نہ کرتا ہو۔

۴) اور جو نہی عن المنکر نہ کرتا ہو۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا وَ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَ يَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ»[1]

---

(۱) عوالی اللئالی، ج۱، ص۱۰۸

آدابِ معاشرت (حصہ دوم در سلام)

قرآن کی روشنی میں سلام کرنے کی اہمیت وفضیلت

دینِ مقدسِ اسلام میں ایک اہم ترین دستور، ادب اور سنتِ دینی تمام لوگوں کو سلام کرنا تعلیم دیا گیا ہے، قرآن پاک کی متعدد آیات اور معصومین علیہم السلام کے ارشادات کی روشنی میں سلام کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے، سلام کرنے کو متقی کی علامت کہا گیا ہے، اصلاً ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص متقی ہو اور وہ قرآنی آیات کی خلاف ورزی کرے اور آیاتِ الٰہی پر عمل نہ کرے، لہٰذا قرآن میں سلام کے بارے میں صرف تاکید اور سفارش ہی نہیں بلکہ سلام کرنا باقاعدہ دستور اور حکم کی صورت میں آیا ہے، بالخصوص اگر ہم میں سے کوئی کسی کے گھر میں جائے تو وہاں پر سلام کرنے کے بغیر جانے سے منع کیا گیا ہے بلکہ یہ دستور اور حکم اسلامی ہے کہ جب بھی کسی کے گھر میں جاؤ تو پہلے ان پر سلام کرو اور پھر ان سے گھر میں آنے کی اجازت طلب کرو، یہ دو کام ضروری اور لازمی ہیں، اس طرح نہ ہو کہ بغیر سلام اور بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں گھس جاؤ، یہ اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے۔

جیسا کہ ارشادِ رب العزت ہے کہ: جب بھی تم کسی گھر میں داخل ہو تو ایک دوسرے پر سلام کرو کیونکہ یہ سلام کرنا خداوند عالم کی طرف سے تمہارے لئے ایک تحفہ ہے اور سلام کرنا باعثِ برکت ورحمت ہے۔

قَالَ الحَكِيمُ بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيم: ﴿... فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ اللهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (النور/ ٦١) و ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (النور/ ٢٧).

خدا اور فرشتوں کا جنتیوں کو سلام پیش کرنا

جنت میں ہر طرف سے سلام کی ہی آوازیں آئیں گی اور جنت میں یہ سلام کی صدائیں صرف جنتی لوگ ہی نہیں کریں گے بلکہ اللہ بھی سلام کرے گا فرشتے بھی سلام کریں گے، جنت میں اللہ تبارک وتعالیٰ جنتیوں کو سلام پیش کرے گا۔

﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ﴾. (يس/ ٥٨).

یعنی اللہ تعالیٰ جنتیوں پر سلام کرے گا اور ان کو سلامتی کی خوشخبری دے گا کہ اب ہر طرف سے اور ہر وقت تم پر سلامتی ہی سلامتی رہے گی، یہاں پر کسی قسم کی مشکل ودشواری سے تمہارا کوئی سامنا نہیں ہوگا، اللہ نے جب سلامتی کی ضمانت دے دی تو پھر کیا چاہئے۔

جنتی خود ایک دوسرے کو سلام کریں گے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ: اور جنتی لوگ ایک دوسرے کو اس طرح کہہ کر پکاریں گے کہ تمہارے اوپر سلامتی ہو۔

﴿... وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ...﴾. (الأعراف/ ٤٦).

اور فرشتے پاکیزہ لوگوں کی روح قبض کرنے سے پہلے ان پر سلام پیش کریں گے اور پھر جنت میں جانے کی بشارت دیں گے۔

﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾. (النحل/ ٣٢).

جنت میں جنتیوں کی زندگی میں دعا اور سلام

متعدد روایات اور قرآنی آیات کی روشنی میں جہاں پر ایک تو یہ بات بیان ہوئی ہے کہ دنیا میں سلام کو رائج و عام کرنے والے کے لئے جنت کی خوشخبری ہے اور سلام کرنا جنتیوں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جو شخص دنیا میں دوسرے لوگوں پر سلام کرتا ہے وہ مختلف قسم کی پریشانیوں اور بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے اور خدا کی نعمت ورحمت کی فراوانی ہوتی ہے، وہیں پر یہ بات بھی بیان ہوئی ہے کہ خود جنت میں بھی جنتی افراد ایک

دوسرے سے جو بات وکلام کریں وہ دو چیزیں ہی ہیں؛

۱) خدا کی تسبیح وحمد کریں گے۔

۲) ایک دوسرے پر سلام اور ایک دوسرے کے لئے دعا کریں گے۔

اسی چیز کو قرآن مجید نے سورہ یونس میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ: جنت میں جنتی لوگوں کی یہ دعا ہو گی کہ اے پروردگار اتو پاک ومنزّہ ہے (ہر نقص وعیب وشرک سے) اور جنت میں جنتی ایک دوسرے کو تحفہ میں سلام پیش کریں گے اور آخری دعا جنتیوں کی یہ ہے کہ خدا کی حمد وثناء کریں گے اور ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔

﴿دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾. (یونس/ ۱۰).

جنتیوں کی سیرت ایک دوسرے کو سلام پیش کرنا ہے

اگر کسی کی زندگی میں دو چیزیں کامل انداز میں ہوں تو وہ اہل جنت میں سے ہے؛

۱) ایمان رکھنا، کہ جو تسلیم واعتقاد کے اعلیٰ درجہ پر ہو۔

۲) عمل صالح کرنا۔

اور یہ دو صفات جس کسی کے اندر بھی ہوں تو وہ باذن خدا ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور جنت میں وہ ایک دوسرے کو تحفے میں سلام پیش کریں گے۔ قرآن مجید نے اسی چیز کو اس طرح بیان فرمایا ہے: وہ لوگ کہ جو ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیئے تو ان کو اس جنت میں داخل کیا جائے گا جس میں نہریں جاری ہیں اور خدا کے اذن سے وہ ہمیشہ وہاں پر رہیں گے اور جنت میں جنتی ایک دوسرے کو تحفے میں سلام پیش کریں گے۔

﴿وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾. (الابراهيم/ ۲۳).

عمل صالح سے کیا مراد ہے؟

علامہ طباطبائیؒ نے اپنی مشہور کتاب «تفسیر المیزان» میں لکھا ہے کہ تمام واجبات، مستحبات اور تمام نیک کام کہ جن کے کرنے کا حکم ہے وہ عمل صالح کا مصداق ہے، اس کے مقابل میں تمام حرام کام اور ہر وہ کام کہ جس کو معاشرے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا اور جو عقل کی رو سے اچھا نہیں ہے وہ عمل صالح کی ضد شمار ہوتا ہے۔

جنت میں ہر طرف سے سلامتی ہی سلامتی ہے

قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ بیان ہوا ہے کہ صرف جنتی ہی ایک دوسرے کو تحفے میں سلام پیش نہیں کریں گے بلکہ جنت میں صرف سلامتی ہی سلامتی ہو گی ، جنتی افراد ہر طرح کے غم و اندوہ سے محفوظ ہوں گے ، ہر طرف سے سلام کی آواز آئے گی، تو اس لئے بہتر ہے کہ انسان وہاں پر جانے سے پہلے دنیا میں ہی اس عمل کو زیادہ سے زیادہ انجام دے کیونکہ یہ سلام کرنا اور سلامتی صرف انسان ہی نہیں بلکہ اور فرشتے بھی سلام کرتے ہیں، تو یہ اتنی بڑی عظیم عبادت جو مفت میں ہمیں ملتی ہے کیوں اس سے استفادہ نہ کریں اور اس عمل کی وجہ سے اپنا نامہ اعمال کیوں خوبصورت نہ بنائیں، کیونکہ جب ہم یہاں پر ایک دوسرے کو ہر وقت سلامتی کی دعا دیں گے تو قیامت کے دن اور جنت میں خدا کی طرف سے ہمیں سلامتی نصیب ہو گی اور اس طرح کیوں نہ ہو جب کہ خدا کے نزدیک پسندیدہ دین بھی تو اسلام ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ: اور اسلام کا معنی ہی سلامتی ہے۔

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ...﴾. (آل عمران/ ۱۹).

دوسری جگہ پر ارشاد پاک ہے: آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تمہارے لئے اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور میں نے تمہارے لئے اس دین اسلام کو پسندیدہ دین قرار دیا ہے۔

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدۃ/ ۳).

تو اللہ تعالیٰ نے ایسے دین کو پسند کیا ہے جس میں سلامتی ہی سلامتی ہے، جب دین سلامتی والا ہے تو ہم

بندے ایک دوسرے کو نقصان کیوں پہنچاتے ہیں، اگر کوئی شخص کسی کو تکلیف دے تو یعنی وہ دین اسلام میں باقی نہیں ہے، کیونکہ دین اسلام میں صرف سلامتی ہی سلامتی ہے، ہمیں چاہئے کہ دین اسلام میں سلامتی کی تبلیغ کریں، سلامتی کو عام کریں اور کم از کم سلام کو تو عام کر سکتے ہیں، جب ہم سلام کریں گے تو گویا یہ اظہار کرتے ہیں کہ ہم خود بھی سلامتی چاہتے ہیں اور دوسروں کو بھی سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

اور اسلام نے تو یہاں تک حکم دیا ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ ملاقات کے وقت تم پر سلام کرے تو تمہیں یہ حق ہی نہیں پہنچتا کہ تم اس کے بارے میں یہ کہو کہ یہ مؤمن نہیں ہے، بلکہ جب کوئی سلام کرتا ہے تو خدا کے نزدیک وہ مؤمن ہے۔

﴿... وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ...﴾. (النساء/ ٩٤)۔

خدا کی جانب سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کرنے کا حکم

خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ: اور جب بھی کوئی آپ کے پاس ایسے افراد آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لانے والے ہوں تو آپ ان پر سَلَامٌ عَلَيْكُمْ کہہ کر سلام کریں، خدا نے اپنے اوپر یہ لازم کر دیا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر رحمت نازل کرے اور اگر تم میں سے کوئی جہالت کی وجہ سے برے کام کرے اور پھر توبہ کرکے واپس پلٹ آئے اور نیک عمل کرے تو بیشک اللہ غفور و رحیم ہے۔

﴿وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾. (الأنعام/ ٥٤).

جب اللہ تعالیٰ اللہ اپنے حبیب کو یہ حکم دیتے ہیں کہ اگر کوئی ایمان لانے والا شخص آپ کے پاس آئے تو اس پر سلام کرو تو یہ صرف سنت نبی ہی نہیں بلکہ حکم خدا بھی ہے کہ مؤمنین ایک دوسرے کو سلام کریں۔

اور اس آیت میں سلام کے ساتھ توبہ کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے اور یہ توبہ بھی ایک عظیم دروازہ ہے کہ اگر کوئی انسان غلطی کرے اور گمراہی کے گڑھے میں گر جائے اور خدا کی نافرمانی کر جائے تو بغیر وقت ضائع کئے خدا کی بارگاہ میں پلٹنا چاہئے اور توبہ کرکے معافی مانگنی چاہئے، اگر ایسا کریں گے تو اللہ نے بخشش و معاف کر

دینے کا وعدہ کیا ہے وہ ضرور بخشے گا، کیونکہ وہ اپنے کئے ہوئے وعدے کے خلاف کچھ نہیں کرتا۔ اور خدا نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر کوئی جتنا بھی گناہ کرلے البتہ جہالت و نادانی کی وجہ سے اور پھر سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، اس لئے کہ اللہ کی ذات غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (الزمر/ ۵۳).

روایات کی روشنی میں سلام کرنے کی اہمیت و فضیلت

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک روایت ہے جس سے سلام کرنے کی اہمیت کا اندازہ احسن طریقے سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے سلام کرنے پر کتنا زور دیا ہے اور اس کی کتنی اہمیت بیان کی ہے، یہ تو بار بار فرامین ہم پڑھ چکے ہیں اور پیش کر چکے ہیں کہ اسبابِ نزولِ رحمتِ پروردگار میں سے ایک یہ ہے کہ دوسروں کو کھانا کھلاؤ، جب آئمہ معصومین علیہم السلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں یہ حکم دیتے ہیں کہ دوسروں کو کھانا کھلانے کا اتنا ثواب ہے تو کیا وہ خود دوسروں کو کھانا نہیں کھلاتے ہوں گے؟، نہیں بالکل وہ دوسروں کو کھانا کھلانے کا تو بہت ہی زیادہ اہتمام کرتے تھے، یہاں تک بھی روایات میں آیا ہے کہ کچھ انبیاء علیہم السلام کی زندگی تو اس طرح سے گزری ہے کہ جب تک ان کے پاس کوئی مہمان نہیں آ جاتا تھا وہ کھانا ہی نہیں کھاتے تھے، بس یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کھانا کھلانے میں اتنا ثواب ہے کہ انبیاء و آئمہ علیہم السلام اکیلا کھانا تناول کرنا پسند نہیں کرتے تھے جب تک کہ کوئی ساتھ میں دوسرا شریک نہ کر لیں۔

لیکن اس سب کے باوجود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے کہ اگر تم کھانا کھا رہے ہو اور اوپر سے کوئی آدمی آ جائے تو اس کو کھانے کی دعوت اس وقت تک نہ دو جب تک کہ وہ سلام نہ کرے؛

«لاَ تَدْعُ إِلَى طَعَامِكَ أَحَداً حَتَّى يُسَلِّمَ» (۱)

یہاں سے پتا چلتا ہے کہ اسلام میں سلام کرنے کی کس قدر اہمیت و فضیلت ہے، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت میں سلام کو کس احسن انداز سے پیش کیا گیا ہے، لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم بھی اس سیرت پر عمل کرتے ہوئے سلام کو عام کریں اور ہر طرف خدا کی سلامتی کے پیغام کو پھیلائیں، تا کہ اس سے جہاں پر دوسرے لوگوں کے لئے دعائے سلامتی ہے وہیں پر خود ہمارے نامہ اعمال میں بھی سلامتی لکھی جائے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۳

سلام نہ کرنے والا دنیا کا بخیل ترین انسان

سخاوت مندی ایک ایسی صفت ہے جس کا بار بار تذکرہ بھی ہوا ہے کہ جو انسان سخی ہے وہ جنتی ہے، جو اپنا مال دوسروں پر خرچ کرتا ہے اور محتاج و فقیر افراد کی مدد کرتا ہے دوسروں کو کھانا کھلاتا ہے وہ جنتی ہے، جبکہ اس کے مقابل میں کنجوسی و بخل ایک ایسی صفت ہے کہ جو بالکل سخاوت کی ضد ہے، جتنی ہی فضیلت، اہمیت اور ثواب سخاوت کا بیان ہوا ہے اتنی ہی مذمت بخل اور کنجوسی کی بھی بیان ہوئی ہے، کیونکہ یہ دو صفتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک جگہ پر جمع نہیں ہو سکتی ہیں، سخاوت کی جگہ جنت اور بخل کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

اس بارے میں ایک روایت امام رضا علیہ السلام سے ہے جس میں مولاؑ نے سخاوت اور سخی انسان کے بارے میں فرمایا کہ: حسن بن علی الوشاء کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ؛ سخی انسان خدا کے قریب ہے، جنت کے قریب ہے، انسانوں کے بھی قریب ہے۔ اور سنا ہے کہ فرمایا: سخاوت جنت میں ایک درخت ہے کہ جس کی شاخوں میں سے اگر کوئی شاخ کسی انسان سے تعلق پکڑ لے (دنیا میں اگر کوئی انسان سخی ہے تو اس پر اس درخت کی شاخ کا اثر ہے) تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

«عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْوَشَّاءِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ وَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ اَلسَّخَاءُ شَجَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ مَنْ تَعَلَّقَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ» [1]

ویسے تو سخاوت کی فضیلت و بخل کی مذمت میں بہت ساری حدیثیں موجود ہیں لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف ایک ہی حدیث کو یہاں پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے جس میں دونوں متضاد صفتوں کو بیان کیا گیا ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ: سخی انسان خدا کے بھی قریب ہے، انسانوں کے بھی قریب ہے، جنت کے بھی قریب ہے اور (جتنا جنت کے قریب ہے اتنا ہی) جہنم سے دور ہے اور بخیل انسان اللہ سے بھی دور ہے، انسانوں سے بھی دور ہے، جنت سے بھی دور ہے (اور جتنا جنت سے دور

---

(۱) الکافی ج ۴، ص ۴۰

ہے اتنا ہی) جہنم کے قریب ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اَلسَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ وَ الْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللهِ بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ» (۱)

یہ دو روایتیں تو تھیں سخاوت اور کنجوسی کے بارے میں کہ سخاوت کی یہ فضیلت ہے اور کنجوسی کی یہ مذمت ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ دنیا میں سب سے بڑا سخی اور کنجوس کون ہے؟ تو اس کے جواب میں بھی ایک حدیث پیش خدمت ہے، رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: سخی ترین انسان وہ ہے کہ جو اپنی جان ومال کو راہِ خدا میں خرچ کر ڈالے اور بخیل ترین انسان وہ ہے کہ جو سلام کرنے میں بھی کنجوسی کرے۔

«رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: أَجْوَدُ النَّاسِ مَنْ جَادَ بِنَفْسِهِ فِي سَبِيلِ اللهِ وَ أَبْخَلُ النَّاسِ مَنْ بَخِلَ بِالسَّلَامِ» (۲)

اب اس حدیث سے جہاں پر سخاوت کی فضیلت بیان ہوئی ہے حقیقت میں وہیں پر سلام کی اہمیت وفضیلت کو بھی ایسے طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ جو سلام نہ کرے وہ بخیل ہے، بخیل انسان نہ خدا کے قریب ہے نہ انسانوں کے قریب ہے اور نہ ہی جنت کے قریب بلکہ وہ جہنم کے بہت زیادہ قریب ہے، لہٰذا سلام کرنا بھی ایک سخاوت ہے، ہر کسی کو سلام کرو، سلام کو رائج کرو اور اگر کچھ اور سخاوت نہیں کر سکتے تو یہ تو ہر انسان کر سکتا ہے، اگر یہ بھی سخاوت کر دی تو جنت کے بھی قریب، خدا کے بھی قریب، انسانوں کے بھی قریب ہونگے اور جہنم سے بھی دوری ہوگی، کیونکہ جو سلام کرتا ہے اس کے لئے جنت کی خوشخبری ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے تین اہم ترین دستور

ایک دن رسولِ خدا ﷺ نے جناب انس سے فرمایا: اے انس (یہ تین چیزیں ہمیشہ انجام دو؛

(۱) بحار الانوار، ج۶۸، ص ۳۵۵

(۲) دعائم الاسلام، ج۱، ص ۳۲۳

اول) زیادہ سے زیادہ وضوء کے ساتھ رہا کرو؛ کیونکہ اگر تم ہمیشہ باوضوء رہو گے تو قیامت کے دن پل صراط سے اس طرح عبور کرو گے جیسے بادل گزر جاتے ہیں۔ (وضوء کے ساتھ رہنا بہت بڑی عبادت وفضیلت ہے، یہ انبیاء، اوصیاء و آئمہ معصومین علیہم السلام کی سیرت ہے، اس کی اتنی بڑی فضیلت ہے کہ روایت میں آیا ہے کہ: جو شخص وضوء کی حالت میں مر جائے تو خدا کے ہاں شہید کا درجہ پاتا ہے)۔

دوم) سلام کو رائج کرو؛ اگر سلام کو رائج کرو گے تو خدا تمہارے گھر میں رحمت وبرکت کی فراوانی عطا کریگا۔

سوم) پوشیدہ طور پر صدقہ دیا کرو؛ کیونکہ یہ صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ (صدقہ دینے سے دنیا میں بھی انسان مختلف بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات پاتا ہے اور آخرت میں بھی خدا کے عذاب سے محفوظ رہے گا)۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَوْماً: يَا أَنَسُ أَسْبِغِ الْوضوءَ تَمُرَّ عَلَى الصِّرَاطِ مَرَّ السَّحَابِ، أَفْشِ السَّلَامَ يَكْثُرْ خَيْرُ بَيْتِكَ، أَكْثِرْ مِنْ صَدَقَةِ السِّرِّ فَإِنَّهَا تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ عَزَّ وَ جَلَّ»[1]

سلام کو رائج کرنا خدا کے نزدیک بہت محبوب ہے

زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مولاؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو دو چیزیں بہت پسند ہیں؛

اول) کھانا کھلانا۔ (دوم) سلام کو رائج کرنا۔

«عَنْ زُرَارَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ إِطْعَامَ الطَّعَامِ وَ إِفْشَاءَ السَّلَامِ»[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے جس انسان میں تین صفتیں ہوں وہ سب سے افضل ہے؛

۱) وہ شخص جو لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔

---

(۱) خصائل شیخ صدوق، ج ۱، ص ۱۸۰؛ بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۳

(۲) وسائل الشیعہ، ج ۲۳، ص ۲۸۷

۲)وہ شخص جو معاشرے میں سلام کو رائج کرتا ہے اور سب کو سلام کرتا ہے۔

۳)وہ شخص جو رات کی تاریکی میں اُٹھتا ہے اور نماز شب ادا کرتا ہے جبکہ سب لوگ سو رہے ہوں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: خَيْرُكُمْ مَنْ أَطْعَمَ الطَّعَامَ وَ أَفْشَى السَّلَامَ وَ صَلَّى وَ النَّاسُ نِيَامٌ»[1]

ایک اور روایت میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: سلام کو معاشرے میں رائج کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔
«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّ إِفْشَاءَ السَّلَامِ»[2]

سلام میں پہل کرنے والا خدا اور رسول ﷺ کا مقرب بندہ

سلام کرنے کی فضیلت اور تاکید کے لئے یہی روایت کافی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سلام میں پہل کرنے والا خدا اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں سب سے مقرب ہے، یعنی اللہ اور رسول سے وہ شخص نہایت قریب ہے جو تواضع وانکساری کے ساتھ لوگوں سے پیش آتا ہے اور سب کو سلام کرتا ہے۔
«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللهِ وَ بِرَسُولِهِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ»[3]

ایک اور روایت میں رسولِ اکرم ﷺ کے بارے میں ہے کہ: جب بھی کسی سے ملاقات فرماتے تو سلام کرنے میں پہل اور سبقت فرماتے اور کسی کو سلام کرنے پر سبقت حاصل نہیں ہونے دیتے تھے۔
«وَ يَبْدَأُ مَنْ لَقِيَهُ بِالسَّلَامِ»[4]

رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ایک واقعہ نقل ہے کہ: ایک شخص نے کوشش کی کہ جب بھی رسولِ خدا ﷺ سے سامنا ہوتا ہے وہ سلام کرنے میں پہل اور سبقت کرتے ہیں، تو آج میں رسولِ خدا ﷺ کے راستے میں چھپ جاتا ہوں اور جب وہ آئیں گے تو میں اچانک سے سامنے آ کے سلام کروں گا، تاکہ سلام کرنے

---

(۱) خصال، ج ۱، ص ۹۱

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۵

(۳) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۲

(۴) المناقب، ج ۱، ص ۱۴۵

کا ثواب مجھے مل جائے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ایک جگہ چھپ گیا، تو حضرت جبرائیل علیہ السلام بحکم خدا، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فلاں شخص فلاں جگہ پر چھپا ہوا ہے اور وہ سلام کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سبقت حاصل کرنا چاہتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ اس شخص کا یہ مدعا پورا ہو، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا کر سلام کرنے میں سبقت حاصل کریں۔ (۱)

پس اس واقعہ سے اور دیگر روایات سے یہ پتا چلتا ہے کہ سلام کرنا بہت بڑی عبادت ہے، جس عبادت کے لئے خداوندِ عالَم کو یہ گوارا نہیں کہ میرا رسول جو کہ سرورِ انبیاء علیہم السلام ہے وہ اس عظیم عبادت سے ایک لمحہ کے لئے بھی کسی اور سے پیچھے رہ جائے، تو خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس عبادت کے کتنے فوائد و آثار و برکات ہیں، یہ صرف خدا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام ہی جان سکتے ہیں، لہٰذا اسے ہرگز ترک نہیں کرنا چاہیے، بلکہ سلام کرنے سے ایک طرف عبادت و ثواب حاصل ہوتا ہے تو دوسری طرف معاشرے میں محبت و الفت کا سبب بھی ہے۔

سلام کرنا انکسار و تواضع کی علامت

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: سلام کرنا انکسار و تواضع کی اور سلام نہ کرنا بُخل و غرور کی نشانی ہے۔ سلام نہ کرنے والا دنیا کا سب سے بڑا بخیل انسان ہے؛

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: مِنَ التَّوَاضُعِ أَنْ تُسَلِّمَ عَلَى مَنْ لَقِيتَ. وَقَالَ الْبَخِيلُ مَنْ بَخِلَ بِالسَّلاَمِ» (۲)

سلام سے پہلے کلام کرنے والے کو جواب نہ دو

اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: کوئی شخص سلام کرنے سے پہلے کلام کرے تو اُسے جواب نہ دو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ بَدَأَ بِالْكَلاَمِ قَبْلَ السَّلاَمِ فَلاَ تُجِيبُوهُ» (۳)

---

(۱) کلیات اشعار و آثار فارسی، از محمد بن حسین بہائی، ص ۱۰۳

(۲) مشکوۃ الانوار، ص ۱۹۷

(۳) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۳

اسلام کا طریقہ اور حکم یہی ہے کہ جب بھی کسی گھر میں جاؤ چاہے اپنے گھر میں یا کسی اور کے گھر میں یا کسی بھی محفل میں جاؤ تو پہلے سلام کرو پھر کلام کرو، لیکن اپنے گھر میں اور دوسروں کے گھر میں جانے کا ایک فرق ہے وہ یہ کہ؛ اگر اپنے گھر میں جاؤ تو سب سے پہلے اپنے گھر والوں کو سلام کرو پھر داخل ہو جاؤ، لیکن دوسروں کے گھر میں جاؤ تو سب سے پہلے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کرو اور پھر سلام کرو، پھر گھر میں داخل ہو جاؤ۔ چاہے وہ اپنے قریبی رشتے داروں کا ہی گھر کیوں نہ ہو پر بغیر اجازت کے کسی بھی گھر میں جانا اسلامی احکامات کی بناء پر جائز نہیں ہے، (البتہ اجازت ملنے کے بعد داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ اجازت کے بغیر داخل ہو جاؤ بلکہ اگر اجازت نہ ملے تو پھر واپس پلٹ جانا چاہیے۔)

حقیقت میں سلام کرنا، سلام کرنے والے کی طرف سے ایک تحفہ ہے، دعا بھی ہے، سلامتی کا پیغام بھی ہے، الفت و محبت کا اظہار بھی ہے کہ کم از کم میری طرف سے تجھے کسی قسم کا کوئی ضرر نہیں ہے، لہٰذا اسلام نے سلام کو مؤمن کی نشانی، گناہوں کی مغفرت، خدا کی رضا و خوشنودی کا سبب ہے اور سلام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ۶۹ انہتر نیکیوں کا ثواب عطا فرماتا ہے، جیسا کہ اس بارے میں امام حسین علیہ السلام کی ایک روایت ہے جو بعد میں ان شاء اللہ بیان کی جائے گی۔

اس کے علاوہ ایک مرتبہ اصحاب میں سے ایک شخص نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسا عمل بتائیے جس سے (میرے پہلے سب گناہ بھی معاف ہو جائیں اور)میں جنت میں بھی داخل ہو جاؤں؟ تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اگر تم تین کاموں کو انجام دو تو یہ دونوں آرزوئیں پالو گے، تمہارے سارے گناہ بھی معاف ہو جائیں گے اور تم سلامتی کے ساتھ جنت میں بھی داخل ہو جاؤ گے) یہ تین کام اسبابِ مغفرت میں سے ہیں؛

۱) دوسروں کو کھانا کھلاؤ؛ (اگر کوئی شخص کسی گرسنے کو کھانا کھلائے تو اس کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور جنت کا بھی مستحق ہوتا ہے)

۲) سلام کو عام و رائج کرو؛ ہر کسی کو سلام کرو، زیادہ سے زیادہ سلام کو رواج دو، گھر اور معاشرے میں رائج کرو اور بچوں کو سلام کی تربیت دو۔ (متعدد روایات میں لفظ افشاء السلام آیا ہے، افشاء کے دو معنیٰ ہیں؛

۱) اخفاء کے مقابل میں ہے یعنی سلام کو چھپ چھپا کر نہیں بلکہ واضح الفاظ میں ظاہر اور علانیہ طور پر کرو۔

۲) بہت سارے محققین نے افشاء السلام کو سلام کو رائج کرنے کے معنیٰ میں لیا ہے۔

۳۔ نیک گفتار: اچھے اور میٹھے لہجے میں گفتگو کرنا، (وہ انسان جس کی باتیں پاک وپاکیزہ ہوں وہ جنت میں بھی داخل ہوگا اور مغفرت بھی اس کے شامل حال ہوگی)

«وَ عَنْ بَعْضِهِمْ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ إِنَّ مِنْ مُوجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بَذْلَ الطَّعَامِ وَ إِفْشَاءَ السَّلَامِ وَ حُسْنَ الْكَلَامِ»(۱)

---

(۱) مجموعہ ورام ج۱، ص۱۷۰

روایات کی روشنی میں سلام کرنے کے آثار وفوائد

سلام کرنے کے اسلامی معاشرے میں انتہائی عظیم اور عمیق آثار اور فوائد ہیں، سلام میں دنیوی فوائد بھی ہیں، دنیا میں باعث اُلفت، باعث محبت اور باعث اخوت و ہمدردی ہے، لوگوں کو قریب لانے میں الفتوں، محبتوں کو تقویت دینے میں، نفرتوں کو مٹانے میں، کدورت اور دشمنیوں کو دور کرنے میں سلام کا انتہائی عظیم کردار ہے، اس وجہ سے ہمیں سلام کرنے کی تاکید کی گئی ہے، تاکہ دلوں میں اُلفت ومحبت پیدا ہو اور نفرتیں و کدورتیں مٹ جائیں، مزید روایات میں آیا ہے کہ: سلام کرنا انسان کے رزق کی فراوانی میں، فقر اور غربت کی دوری میں، اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کے حصول میں نہایت موثر ہے۔

اور آخرت میں متعدد روایات میں ہے کہ اہل جنت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ دنیا میں بہت ہی متواضع انسان ہیں، ان میں بہت فروتنی وتواضع پایا جاتا ہے اور لوگوں کو سلام کرتے ہیں، الفت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں، اسی طریقے سے سلام کے آثار کو بیان کرتے ہوئے حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: سلام کرنے سے خدا ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

اگر کسی قوم میں یا معاشرے میں سلام رواج پا جائے اور سلام کو رائج کیا جائے اور ایک دوسرے کو سلام کرتے ہوں تو خداوند عالَم دنیا میں بھی اس قوم کو مختلف قسم کی بلاؤں اور پریشانیوں سے نجات عطا کرتا ہے اور آخرت میں بھی جو سب سے بڑی منزل قبر اور حشر ہے اس کی ہولناکیوں سے بھی نجات عطا کرتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی احادیث وروایاتِ آلِ محمد علیہم السلام کی روشنی میں ہم سلام کرنے کے چند اہم ترین آثار وفوائد کو بیان کرتے ہیں، ملاحظہ ہوں:

(۱) سلام باعث رحمت وبرکت ہے

حضور ﷺ نے جناب انس بن مالک سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے انس جو بھی تم سے ملاقات کرے ان کو سلام کیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیوں میں اور تمہاری رحمتوں میں اضافہ کریگا، گھر میں سب لوگوں کو سلام کرو اللہ تعالیٰ تیرے گھر میں خیر وبرکت میں فراوانی عطا فرمائے گا۔

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: يَا أَنَسُ سَلِّمْ عَلَى مَنْ لَقِيتَ يَزِيدُ اللهُ فِي حَسَنَاتِكَ وَ سَلِّمْ فِي بَيْتِكَ يَزِيدُ اللهُ فِي بَرَكَتِكَ» (۱)

اس روایت میں واضح لفظوں کے ساتھ سلام کرنے کا حکم اور اس کے فوائد کو بیان کیا گیا ہے، گھر والوں کو اور دوسروں کو سلام کرنے کا نتیجہ نیکیوں اور اعمال میں اضافہ، عظیم اجر و پاداش کا حصول اور دنیا میں باعث خیر و برکت بیان کیا گیا ہے۔

(۲) سلام کرنا گناہوں کی مغفرت اور خدا کی رضا و خوشنودی کا سبب

حضور ﷺ نے فرمایا: جب تم لوگ ملاقات کرو گے تو ایک دوسرے کو سلام کیا کرو اور ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرو، اس انداز سے ایک دوسرے کے ساتھ پیش آؤ گے تو جب تم جدا ہو گے تو پروردگار عالم دونوں کے گناہوں کو بخش دیگا۔ یعنی سلام کرنے والوں کے لئے خدا کی مغفرت اور رحمت کی خوشخبری ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِذَا تَلَاقَيْتُمْ فَتَلَاقَوْا بِالتَّسْلِيمِ وَ التَّصَافُحِ وَ إِذَا تَفَرَّقْتُمْ فَتَفَرَّقُوا بِالِاسْتِغْفَارِ» (۲)

سرورِ کائنات ﷺ سے کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ مجھے جنت میں داخل کرنے والے عمل کی طرف راہنمائی فرمائیں، تو فرمایا: مغفرت و بخشش کے اسباب میں سے یہ تین ہیں؛

۱) کھانا کھلانا ۲) سلام کو رائج کرنا ۳) نیک گفتار، یعنی اچھے انداز سے بات کرنا۔

«وَ عَنْ بَعْضِهِمْ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ إِنَّ مِنْ مُوجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بَذْلَ الطَّعَامِ وَ إِفْشَاءَ السَّلَامِ وَ حُسْنَ الْكَلَامِ» (۳)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۶، ص ۳

(۲) اصول کافی، ج ۲، ص ۱۸۱ و وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۲۲

(۳) مجموعہ ورام، ج ۱، ص ۱۷۰

(۳) سلام جنت میں عظیم مقام اور منزلت پانے کا سبب ہے

امام صادق علیہ السلام پیغمبر اکرم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: بتحقیق جنت میں ایک غرفہ (قصر) ہے کہ جس باطن اس کے ظاہر سے اور اس کا ظاہر اس کے باطن سے نظر آتا ہے، اس قصر میں میری امت میں سے وہ لوگ ٹھہریں گے؛

۱۔ جن کی گفتگو پاک وپاکیزہ ہوگی ۲۔ جو دوسروں کو کھانا کھلانے والا ہوگا

۳۔ وہ جو سلام کو عام کرے، ہر کسی کو سلام کرے

۴۔ نمازِ شب پڑھنے والا جب کہ دوسرے لوگ گہری نیند میں سو رہے ہوں۔

تو مولا علی علیہ السلام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ کی امت میں سے کون لوگ اس میں ٹھہریں گے؟ تو فرمایا: اے علی علیہ السلام کیا تم نہیں جانتے کہ تم پاک وپاکیزہ کلام کیا ہے، پس جو بھی صبح اور شام میں دس مرتبہ «سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ للهِ وَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ» کہے تو سمجھو وہ اس کی گفتگو پاک وپاکیزہ ہے، اور کھانے کھلانے سے مراد یہ ہے کہ؛ ایک مرد اپنے اہل وعیال کے لئے کوشش کرے تو سمجھو اس نے اپنا نفقہ ادا کیا اور وہ کھانا کھلانے والوں میں شمار ہوگا اور وہ نمازِ شب کہ جب دوسرے لوگ سو رہے ہوں سے مراد یہ ہے کہ جو بھی شخص مغرب وعشاء اور صبح کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرے تو گویا اس نے پوری رات عبادت میں گزاری اور سلام کو عام کرنے سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی شخص سلام کرنے میں کنجوسی اور بخل نہ کرے ہر مسلمان پر سلام کرے۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفاً يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَ بَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا يَسْكُنُهَا مِنْ أُمَّتِي مَنْ أَطَابَ الْكَلاَمَ، وَ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَ أَفْشَى السَّلاَمَ، وَ صَلَّى بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ، فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَا رَسُولَ اللهِ وَ مَنْ يُطِيقُ هَذَا مِنْ أُمَّتِكَ؟ فَقَالَ يَا عَلِيُّ أَ وَ مَا تَدْرِي مَا إِطَابَةُ الْكَلاَمِ مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ وَ أَمْسَى سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ للهِ وَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ

عَشْرَ مَرَّاتٍ، وَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى عِيَالِهِ، وَ أَمَّا الصَّلاَةُ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ فَمَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ وَ صَلاَةَ الْغَدَاةِ فِي الْمَسْجِدِ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا أَحْيَا اللَّيْلَ كُلَّهُ، وَ إِفْشَاءُ السَّلاَمِ أَنْ لاَ يَبْخَلَ بِالسَّلاَمِ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ» (۱)

(۴) سلام کرنے والوں کے لئے عالیشان مقام

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنِ الصَّادِقِ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ غُرَفاً يُرَى ظَاهِرُهَا مِنْ بَاطِنِهَا وَ بَاطِنُهَا مِنْ ظَاهِرِهَا لاَ يَسْكُنُهَا مِنْ أُمَّتِي إِلاَّ مَنْ أَطَابَ الْكَلاَمَ وَ أَطْعَمَ الطَّعَامَ وَ أَفْشَى السَّلاَمَ وَ أَدَامَ الصِّيَامَ وَ صَلَّى بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ، فَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَا رَسُولَ اللهِ، مَنْ يُطِيقُ هَذَا مِنْ أُمَّتِكَ فَقَالَ يَا عَلِيُّ أَ وَ تَدْرِي مَا إِطَابَةُ الْكَلاَمِ مَنْ قَالَ إِذَا أَصْبَحَ وَ أَمْسَى سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لله وَ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ عَشْرَ مَرَّاتٍ وَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ نَفَقَةُ الرَّجُلِ عَلَى عِيَالِهِ وَ أَمَّا إِدَامَةُ الصِّيَامِ فَهُوَ أَنْ يَصُومَ الرَّجُلُ شَهْرَ رَمَضَانَ وَ ثَلاَثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ يُكْتَبُ لَهُ صَوْمُ الدَّهْرِ وَ أَمَّا الصَّلاَةُ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ فَمَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ وَ صَلاَةَ الْغَدَاةِ فِي الْمَسْجِدِ جَمَاعَةً فَكَأَنَّمَا أَحْيَا اللَّيْلَ وَ إِفْشَاءُ السَّلاَمِ أَنْ لاَ تَبْخَلَ بِالسَّلاَمِ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ» (۲)

یہ حدیث بھی بالکل اوپر والی حدیث کی طرح ہے تھوڑے سے الفاظ کے فرق کے ساتھ، پہلی حدیث میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ڈائریکٹ یہ بتایا ہے کہ اس غرفہ میں میری امت میں سے وہ لوگ سکونت اختیار کریں گے جس کے اندر یہ صفات ہوں گی اور اس حدیث میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استثناء کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اس غرفہ میں میری امت میں سے کوئی بھی نہیں رہے گا مگر یہ کہ اس کے اندر یہ صفات موجود ہوں اور دوسرا فرق ان دو حدیثوں میں یہ ہے کہ پہلی حدیث میں روزہ کا ذکر نہیں ہے جبکہ دوسری حدیث میں روزہ کا ذکر ہوا ہے، جس میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا علی علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ (وہ شخص بھی اس غرفہ میں سکونت اختیار کرے گا جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو) اور ہمیشہ روزہ رکھنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ماہِ

---

(۱) بحار الانوار، ج ۸۵، ص ۷
(۲) وسائل الشیعہ، ج ۱۲،

رمضان المبارک کے تو پورے روزے رکھے اور اس کے علاوہ ہر مہینے میں تین روزے رکھے، پس اگر کوئی شخص اس طرح روزے رکھے تو اس کے نامہ اعمال میں تمام زمانے کے روزے رکھنے کا ثواب لکھا جائے گا، یا پوری عمر روزے رکھنے کا ثواب لکھا جائے گا۔

یہاں پر ایک وضاحب اور بھی کرنا چاہتا ہوں کہ ہر مہینے میں جو تین روزے رکھتے ہیں فقہاء و مجتہدین کے مطابق مہینے کی پہلی اور آخری جمعرات کا روزہ اور ۱۰ دسویں تاریخ کے بعد جو بدھ آئے اس کا روزہ مراد ہے اور اسی نظریہ کی یہ حدیث بھی تائید کرتی ہے کہ؛

ہر مہینے میں کون سے تین دن ہیں جن میں روزہ رکھنا چاہیے اور کیوں؟

حماد ابن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے سنا ہے مولاؑ نے فرمایا: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قدر روزے رکھے کہ لوگ کہنے لگے یہ تو افطار ہی نہیں کرتے، پھر اس قدر افطار کرنے لگے کہ لوگ کہنے لگے یہ تو روزہ ہی نہیں رکھتے، اس کے بعد حضرتؐ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ شروع کر دیا ایک دن روزہ ایک دن افطار، پھر اس کے بعد ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھنے لگے اور اپنی حیات کے آخری لحات تک اسی پر باقی رہے، امام صادق علیہ السلام آگے فرماتے ہیں کہ: ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنا گویا پورا مہینہ روزہ رکھنا ہے اور یہی وہ روزہ ہے جو سینوں سے وسوسوں کو خارج کرتا ہے، حماد نے عرض کی؛ مولاؑ وہ تین دن کون سے ہیں؟ تو مولاؑ نے فرمایا: مہینہ کی پہلی جمعرات اور پہلے دس دنوں کے بعد جو پہلی بدھ آئے وہ اور آخری جمعرات، پھر حماد نے عرض کی؛ مولاؑ ان دنوں میں روزہ رکھنا کیوں مستحب ہے؟ تو مولاؑ نے فرمایا: وہ اس لئے کہ پہلی امتوں میں سے کسی پر جب بھی عذاب نازل ہوا خداوند عالم کی طرف سے تو انہی ایام میں عذاب نازل ہوتا تھا، تو اسی لئے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان ایام میں روزہ رکھنا شروع کیا تاکہ میری امت میں وہ عذاب نہ آئیں جو پہلی امتوں پر نازل ہوتے تھے۔

وعَنْ حَمَّادِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: صَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ حَتَّى قِيلَ مَا يُفْطِرُ ثُمَّ أَفْطَرَ حَتَّى قِيلَ مَا يَصُومُ ثُمَّ صَامَ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْماً وَ يَوْماً لَا ثُمَّ قُبِضَ عَلَى صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الشَّهْرِ قَالَ إِنَّهُنَّ يَعْدِلْنَ صَوْمَ الشَّهْرِ وَ

يَذْهَبْنَ بِوَحَرِ الصَّدْرِ وَ الْوَحَرُ الْوَسْوَسَةُ قَالَ حَمَّادٌ فَقُلْتُ وَ أَيُّ الْأَيَّامِ هِيَ قَالَ أَوَّلُ خَمِيسٍ فِي الشَّهْرِ وَ أَوَّلُ أَرْبِعَاءَ بَعْدَ الْعَشْرِ مِنْهُ وَ آخِرُ خَمِيسٍ فِيهِ فَقُلْتُ كَيْفَ صَارَتْ هَذِهِ الْأَيَّامُ الَّتِي تُصَامُ فَقَالَ إِنَّ مَنْ قَبْلَنَا مِنَ الْأُمَمِ كَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَى أَحَدِهِمُ الْعَذَابُ نَزَلَ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ فَصَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ هَذِهِ الْأَيَّامَ الْمَخُوفَةَ» (۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرزندان عبد المطلب کو جمع کیا اور پانچ عظیم عبادات اور صفات کا حکم دیا، پھر فرمایا: جو ان عبادات کو اور ان صفات کو اپنا لے وہ سکون کے ساتھ کی پریشانی کے بغیر جنت میں داخل ہو جائے گا، وہ پانچ صفات یہ ہیں:

۱) رشتے داروں سے بہترین روابط رکھو، ان سے نیکی کرو۔

۲) رات کی تاریکی میں نماز شب ادا کرنے کی کوشش کرو جب سب سو رہے ہوں۔

۳) لوگوں کو کھانا کھلاؤ، خصوصاً فقیروں کو۔

۴) لوگوں کے ساتھ پاکیزہ کلام، بہترین گفتگو کیا کرو۔

۵) تمام لوگوں کو سلام کیا کرو، سلام کرنے کو معاشرے میں رائج کرو، اگر ان کاموں کو انجام دو گے تو سکون سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَفْشُوا السَّلَامَ وَ صِلُوا الْأَرْحَامَ وَ تَهَجَّدُوا وَ النَّاسُ نِيَامٌ وَ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَ أَطِيبُوا الْكَلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ» (۲)

(۵) سلام یقیناً جنت میں جانے کا سبب ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا مجھے ایک ایسا عمل بتا دیں جس کو میں انجام دوں تو میں یقیناً جنت میں چلا جاؤں، حضورؐ نے فرمایا: تم تین کاموں کو انجام دو گے تو خدا کی مغفرت اور جنت کو پاؤ گے:

---

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۸۹

(۲) المحاسن، ج ۲، ص ۳۸۷

۱)لوگوں کو کھانا کھلانا۔ ۲)سلام کو معاشرے میں رائج کرنا۔

۳)لوگوں سے پاکیزہ گفتگو اور بہترین کلام کرنا۔

اس روایت میں خدمت خلق یعنی کھانا کھلانا اور بہترین آداب یعنی پاکیزہ کلام، بہترین گفتگو اور ادب سے پیش آنا اور سلام اور تواضع کو جنت پانے اور ہمیشہ کی نجات حاصل کرنے کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔

«قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ قَالَ: إِنَّ مِنْ مُوجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بَذْلَ الطَّعَامِ وَ إِفْشَاءَ السَّلَامِ وَ حُسْنَ الْكَلَامِ»[1]

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ مولائے کائنات بار بار اور ہمیشہ یہ جملہ فرماتے تھے: لوگوں کو غصہ نہ دلاؤ اور تم غصہ میں نہ آؤ اور سب لوگوں کو سلام کرو اور بہترین طریقے سے کلام اور گفتگو کرو، رات کی تاریکی میں نمازِ شب ادا کرو، اگر ایسا کروگے تو یقیناً انتہائی سکون کے ساتھ کسی پریشانی کے بغیر جنت میں داخل ہو جاؤ گے، پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: السلام المؤمن المھیمن.

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: كَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ يَقُولُ: لاَ تَغْضَبُوا وَ لاَ تُغْضِبُوا، أَفْشُوا اَلسَّلاَمَ وَ أَطِيبُوا اَلْكَلاَمَ وَ صَلُّوا بِاللَّيْلِ وَ اَلنَّاسُ نِيَامٌ، تَدْخُلُوا اَلْجَنَّةَ بِسَلاَمٍ ثُمَّ تَلاَ عَلَيْهِمْ قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ ﴿اَلسَّلاَمُ اَلْمُؤْمِنُ اَلْمُهَيْمِنُ﴾»[2]

(۶) سلام کرنا حق مؤمن ہے، وہ حقوق جن کا خیال رکھنا ضروری ہے

سلام کرنا حق مؤمن کی ادائیگی کا سبب ہے، مؤمن کے حقوق میں سے ایک عظیم حق مؤمن کا احترام اور اس کی تعظیم کرنا ہے اور اس احترام اور تعظیم کا اظہار سلام کرنا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: ایک مسلمان بھائی کے دوسرے مسلمان بھائی چھ حقوق ایسے ہیں کہ جن کی ادائیگی ضروری ہے اور وہ یہ ہیں:

۱)جب ملاقات کریں تو سلام کریں۔ ۲)مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کے لئے جائیں۔

(۱) تنبیہ الخواطر ونزہۃ النواظر، ج۱، ص۱۷۰؛ مجموعہ ورام، ج۱، ص۱۷۰

(۲) تفسیر نور الثقلین، ج۳، ص۲۰

۳)اور مؤمن کے لئے دعا کریں۔ ۴)جب کوئی مؤمن مرجائے تو اس کی جنازہ میں شریک ہو جائیں۔

۵)جب مؤمن دعوت کرے تو اس کی دعوت کو قبول کریں۔

۶)جن چیزوں کو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ مؤمن کے لئے پسند کریں وہ چیزیں جو اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ مؤمن کے لئے بھی پسند نہ کریں۔

«عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: إِنَّ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ مِنَ الْمَعْرُوفِ سِتّاً: يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَ يَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ وَ يُسَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَ يَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ وَ يُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَ يُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ وَ يَكْرَهُ لَهُ مَا يَكْرَهُ لِنَفْسِهِ» [۱]

(۷)سلام باعث نزول برکت اور وہ فرشتوں کی دعا کا سبب ہے

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلام کرنا اللہ کی جانب سے برکتوں کے نزول کا سبب ہے اور فرشتے اس شخص سے مانوس ہوتے ہیں اور اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ صلي الله عليه و آله: فَلْيُسَلِّمْ فَإِنَّهُ يَنزِلُ البَرَكَةَ وَ تُؤنِسُهُ المَلَائِكَةُ» [۲]

(۸)سلام کرنا تکبر اور غرور سے دوری کا سبب ہے

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلام کرنا تکبر اور غرور سے دوری کا باعث ہے، جو شخص لوگوں کو سلام کرتا ہے تو اضع اور احترام سے پیش آتا ہے وہ غرور اور تکبر سے محفوظ رہتا ہے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ صلي الله عليه و آله: اَلْبَادِي بِالسَّلَامِ بَرِيءٌ مِنَ الْكِبْرِ» [۳]

(۹)سلام کرنا عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس قوم میں سلام رائج ہو وہ قوم عذاب سے محفوظ ہو جاتی ہے اور جنت میں اپنا مقام بنالیتی ہے۔

---

(۱)وسائل الشیعہ، ج۱۲، ص۲۱۱

(۲)بحار الانوار، ج۷۶، ص۵

«عَنِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: مَا فَشَا اَلسَّلاَمُ فِي قَوْمٍ إِلاَّ أَمِنُوا مِنَ اَلْعَذَابِ فَإِنْ فَعَلْتُمُوهُ دَخَلْتُمُ اَلْجَنَّةَ»(۱)

(۱۰) سلام معاشرے سے نفرتوں اور کدورتوں کا مٹاتا ہے

سلام کرنا معاشرے میں نفرتوں، کدورتوں اور دوریوں کو مٹاتا ہے اور معاشرے میں اُلفت و محبت کو ایجاد کرتا ہے، در حقیقت ایک دوسرے کو سلام کرنا اور ایک دوسرے کا احترام کرنا اسلامی معاشرے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم جنت میں داخل نہیں ہو سکو گے جب تک ایمان نہ لائیں اور مؤمن بن نہیں سکو گے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کریں، کیا میں تمھیں اس چیز کی طرف راہنمائی نہ کروں جس کو انجام دیا جائے تو نفرتیں ختم ہو جاتی ہیں اور آپس میں اُلفت اور محبت پیدا ہو جاتی ہے، وہ چیز سب کو سلام کرنا ہے اور معاشرے میں سلام کو رائج کرنا ہے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ: وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لاَ تَدْخُلُونَ اَلْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَ لاَ تُؤْمِنُونَ حَتَّى تَحَابُّوا وَ لاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِنْ فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا اَلسَّلاَمَ بَيْنَكُمْ»(۲)

(۱۱) سلام کرنا باعث سلامتی ہے

سلام کرنے سے انسان جھگڑوں، آفتوں، بلاؤں اور بہت ساری پریشانیوں سے محفوظ رہتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: سلام کو معاشرے میں رائج کرو تا کہ تم سلامتی کو پاؤ اور محفوظ ہو جاؤ۔

«عَنِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ: أَفْشُوا اَلسَّلاَمَ تَسْلَمُوا»(۳)

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج۸، ص ۳۶۳

(۲) ایضاً، ص ۳۶۲

(۳) ایضاً، ص ۳۶۳

(۱۴) سلام کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

سلام کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو زندہ کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا ہے، جو شخص سلام کرتا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت و سیرت پر عمل بھی کرتا ہے اور معاشرے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو زندہ بھی کرتا ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کو میں موت کے آنے تک ترک نہیں کروں گا:

۱) غلاموں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھانا۔ ۲) گدھے پر سوار ہونا جبکہ گدھے پر کچھ بچھا ہوا نہ ہو۔

۳) اپنے ہاتھ سے بکری کا دودھ دوہنا۔ ۴) پشم کا لباس پہننا۔

۵۔ بچوں کو سلام کرنا، تاکہ میرے بعد یہ سنت باقی رہے۔

میں بچوں کو سلام کرنا ہرگز ترک نہیں کروں گا تاکہ میرے بعد آنے والی نسلوں کے لئے ایک سنت قائم ہو جائے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: خَمْسٌ لاَ أَدَعُهُنَّ حَتَّى الْمَمَاتِ اَلْأَكْلُ عَلَى الْحَضِيضِ مَعَ الْعَبِيدِ وَ رُكُوبِيَ الْحِمَارَ مُؤْكَفاً وَ حَلْبِيَ الْعَنْزَ بِيَدِي وَ لُبْسُ الصُّوفِ وَ التَّسْلِيمُ عَلَى الصِّبْيَانِ لِتَكُونَ سُنَّةً مِنْ بَعْدِي»[1]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مرد و عورت کو حتی کہ بچوں کو بھی سلام کرتے تھے، ہر ایک کو سلام کر کے یہ بتانا چاہتے تھے کہ یہ میری شریعت کا حکم ہے اور انتہائی اہم عبادت ہے اور جو چیز عملی طور پر سکھا رہا ہوں وہ سلام کرنا ہے۔

سلام کرنا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات میں سے ایک اہم حصہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں کئی چیزوں کی تاکید فرماتے تھے اور مسلمانوں کو ان کی پابندی کا حکم دیتے تھے، انہی میں سے ایک سلام کرنا ہے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج۱۶، ص۲۱۵؛ امالی شیخ صدوق، ج۱، ص۷۱؛ تنبیہ الخواطر، ج۲۔

(۱۳) سلام کرنا سرور کائنات ﷺ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی سفارش و تاکید ہے

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: حضور ﷺ کائنات کے مسلمانوں کے لئے اور خاص طور پر مؤمنین کے لئے سات چیزوں کو انجام دینے کا دستور دیتے تھے؛

۱) جب کوئی بیمار ہو جائے تو ضرور عیادت کے لئے جائیں۔

۲) جو کوئی مر جائے تو تشییع جنازے میں شرکت کریں۔ ۳) مؤمنین کے لئے نیکی کریں۔

۴) ایک دوسرے کے لئے دعا کریں، (یہاں تک کہ چھینک آنے کی صورت میں دعا کرتے ہوئے یرحمک اللہ کہیں)۔

۵) ہمیشہ مظلوم کی مدد کریں۔

۶) معاشرے میں سلام کو رائج کریں، (خود بھی سلام کریں اور بچوں کو بھی سلام کی تعلیم دیں اور لوگوں کو بھی سلام کی تاکید کریں۔

۷) جب کوئی شخص دعوت کرے تو اس کی دعوت کو قبول کریں۔

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَمَرَهُمْ بِسَبْعٍ وَ نَهَاهُمْ عَنْ سَبْعٍ أَمَرَهُمْ بِعِيَادَةِ الْمَرْضَى وَ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَ إِبْرَارِ الْقَسَمِ وَ تَسْمِيتِ الْعَاطِسِ وَ نُصْرَةِ الْمَظْلُومِ وَ إِفْشَاءِ السَّلاَمِ وَ إِجَابَةِ الدَّاعِي» [1]

(۱۴) سلام کرنا جنت کی ضمانت ہے

جو شخص لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق و آداب سے پیش آئے اور لوگوں کی تعظیم کرتے ہوئے سلام کرے، تو ایسے شخص کے لئے معصومین علیہم السلام نے جنت کی ضمانت دی ہے، ایک انتہائی مستند روایت میں آیا ہے کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص مجھے چار چیزوں کی ضمانت دے تو میں اسے جنت میں چار گھروں کی ضمانت دیتا ہوں؛

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۱۳

۱) جو شخص مجھے یہ ضمانت دے کہ وہ اپنے رزقِ حلال سے راہِ الٰہی میں خرچ و انفاق کرتا ہے اور فقر و غربت سے نہ ڈرے۔

۲) لوگوں کے ساتھ انصاف وعدالت کے ساتھ پیش آئے اس کی ذات سے کسی پر ظلم نہ ہو بلکہ سب کے لئے انصاف فراہم ہو۔

۳) وہ سلام کو معاشرے میں رائج کرے اور تمام لوگوں کو سلام کرتا ہے۔

۴) لوگوں سے لڑائی اور جھگڑا ترک کردے، کسی کے ساتھ لڑائی نہ کرے، اگرچہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: مَنْ يَضْمَنُ لِي أَرْبَعَةً بِأَرْبَعَةِ أَبْيَاتٍ فِي اَلْجَنَّةِ أَنْفِقْ وَ لاَ تَخَفْ فَقْراً وَ أَفْشِ اَلسَّلاَمَ فِي اَلْعَالَمِ وَ اُتْرُكِ اَلْمِرَاءَ وَ إِنْ كُنْتَ مُحِقّاً وَ أَنْصِفِ اَلنَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ» [1]

(۱۵) سلام باعث نجات ہے

سلام کرنا دنیوی واُخروی پریشانیوں اور مشکلات سے نجات کا باعث ہے، حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: تین چیزیں انسان کو دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے نجات دلاتی ہیں؛

۱) لوگوں کو کھانا کھلانا۔ ۲) تمام لوگوں کو سلام کرنا۔

۳) رات کی تاریکی میں نمازِ شب ادا کرنا جب کہ سب سو رہے ہوں۔

لوگوں کو کھانا کھلانے سے اور خدمت خلق کرنے سے سب لوگ دُعا دیتے ہیں جس کی وجہ سے اِس شخص کو دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اسی طریقے سے جب وہ رات کی تاریکیوں میں خُدا کے حضور میں عبادت وبندگی کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے اور خدا سے دُعا مانگتا ہے تو پروردگار کی خاص عنایت ورحمت کی وجہ سے اِس کو تمام پریشانیوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اسی طریقے سے جب وہ لوگوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور خوش رفتاری سے پیش آتا ہے اور لوگوں کو سلام کرتا ہے، ان سے اچھے روابط پیدا کرتا ہے تو لوگ اس کی مشکلات کو دور کرنے میں مدد کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں کتنی ہی بڑی پریشانی کیوں نہ ہو خدا کی رحمت

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۴۴

اور لوگوں مدد کی وجہ سے تمام پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں اور مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ: اَلْمُنْجِیَاتُ إِطْعَامُ اَلطَّعَامِ وَ إِفْشَاءُ اَلسَّلاَمِ وَ اَلصَّلاَةُ بِاللَّیْلِ وَ اَلنَّاسُ نِیَامٌ» (۱)

(۱۶) سلام کرنا دوستوں میں اضافہ کا باعث ہے

سلام کرنا اور لوگوں سے تواضع وانکساری سے پیش آنا اُن عوامل میں سے ہے جن کی وجہ سے دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے اور دشمنیاں ختم ہو جاتی ہیں، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: تم اپنی زبان کو اچھی گفتگو اور نرم لہجے میں بات کرنے کی عادت کراؤ اور ہمیشہ سلام کرنے کی عادت کراؤ، اس کے نتیجے میں تمہارے دوست اور چاہنے والے بڑھ جائیں گے اور دشمن اور نہ چاہنے والے کم ہو جائیں گے۔

«قَالَ أَمِیرُ اَلْمُؤْمِنِینَ: عَوِّدْ لِسَانَکَ لِینَ اَلْکَلاَمِ وَ بَذْلَ اَلسَّلاَمِ یَکْثُرْ مُحِبُّوکَ وَ یَقِلَّ مُبْغِضُوکَ» (۲)

(۱۷) سلام کرنا دین اور ایمان کی پختگی کا سبب ہے

متعدد روایات میں سلام کی تاکید وسفارش کے ساتھ ساتھ اس کی حکمت اور فائدے کو بھی بیان کیا ہے، انہی روایات میں سے ایک روایت مولائے کائنات علیہ السلام سے ہے جس میں فرماتے ہیں کہ: تین چیزیں دین و ایمان کی پختگی اور استحکام کا سبب ہیں؛

۱) راہِ الٰہی میں اپنے رزق حلال کو خرچ کرنا۔

۲) لوگوں کے ساتھ انصاف اور عدالت کے ساتھ پیش آنا۔

۳) تمام لوگوں کو سلام کرنا، یعنی دنیا میں اس عظیم سنّت کو رائج کرنا۔

«عَنْ عَلِیِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ :ثَلاَثَةٌ مِنْ حَقَائِقِ اَلْإِیمَانِ اَلْإِنْفَاقُ مِنَ اَلْإِقْتَارِ وَ اَلْإِنْصَافُ مِنْ نَفْسِکَ وَ بَذْلُ اَلسَّلاَمِ لِجَمِیعِ اَلْعَالَمِ» (۳)

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۶۳

(۲) عیون الحکم والمواعظ، ص ۳۴۰

(۳) مستدرک، ج ۷، ص ۲۱۳

(۱۸) سلام بلندی درجات اور مغفرت کا سبب ہے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: تین چیزیں درجات کی بلندی، تین چیزیں گناہوں کے کفارہ، تین چیزیں ہلاکت اور تین چیزیں معاشرے میں نجات کا سبب ہیں۔ وہ تین چیزیں جو درجات کی بلندی کا سبب ہیں؛

۱) سلام کو معاشرے میں عام کرنا۔ ۲) لوگوں کو کھانا کھلانا۔ ۳) نمازِ شب (تہجد) پڑھنا۔

اور وہ تین چیزیں جو گناہوں کے کفارہ کا سبب ہیں؛

۱) ہر وقت باوضوء رہنا، بالخصوص سردیوں میں۔

۲) دن اور رات کی نماز کے لئے پیدل چل کر جانا، (یعنی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے پیدل چل کر جانا)۔

۳) نماز کو باجماعت ادا کرنا۔

اور وہ تین چیزیں جو ہلاکت کا سبب ہیں؛

۱) وہ بخل جس کی پیروی کی جائے۔ ۲۔ خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا۔

۳) خودپسندی و تکبّر کرنا۔

اور وہ تین چیزیں جو معاشرے میں نجات کا سبب ہیں؛

۱) خلوت وجلوت میں (تنہائی میں اور علانیہ طور پر) خدا کا خوف رکھنا۔

۲) ثروت وغربت میں میانہ روی اختیار کرنا۔ ۳) عدل وانصاف کرنا۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: ثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ وَ ثَلَاثٌ كَفَّارَاتٌ وَ ثَلَاثٌ مُوبِقَاتٌ وَ ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ فَأَمَّا الدَّرَجَاتُ فَإِفْشَاءُ السَّلَامِ وَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ الصَّلَاةُ وَ النَّاسُ نِيَامٌ، وَ أَمَّا الْكَفَّارَاتُ فَإِسْبَاغُ الْوُضُوءِ بِالسَّبَرَاتِ وَ الْمَشْيُ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ إِلَى الصَّلَوَاتِ وَ الْمُحَافَظَةُ عَلَى الْجَمَاعَاتِ، وَ أَمَّا الْمُوبِقَاتُ فَشُحٌّ مُطَاعٌ وَ هَوًى مُتَّبَعٌ وَ إِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ، وَ أَمَّا الْمُنْجِيَاتُ فَخَوْفُ اللهِ فِي السِّرِّ وَ الْعَلَانِيَةِ وَ الْقَصْدُ فِي الْغِنَى وَ الْفَقْرِ وَ كَلِمَةُ الْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَ السَّخَطِ» (۱)

---

(۱) روضۃ الواعظین ج۲، ص۳۵۸؛ وسائل الشیعہ ج۹، ص۳۰

اسی کے ضمن میں ایک اور حدیث جو رسولِ خدا ﷺ نے مولا علی علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا، لیکن اس میں صرف تھوڑی سی ترتیب کا فرق ہے اور تقریباً مطلب ایک ہی ہے وہ حدیث یہ ہے:

اے علی علیہ السلام تین چیزیں درجات اور تین چیزیں کفارہ ہیں... پس وہ تین چیزیں جو درجات ہیں؛

۱) ہر وقت باوضو رہنا، بالخصوص سردیوں میں۔

۲) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا، (یعنی نماز کے ساتھ اتنی دل لگی ہو جائے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں گھڑیاں گزارنا مشکل ہو جائیں اور یہ انتظار رہے کہ کب نماز کا وقت آئے کہ میں اپنے پروردگار کے حضور میں جا کر اس سے ملاقات کروں اور اس سے راز و نیاز کروں)

۳) رات و دن کی نمازوں کے لئے جماعت میں شرکت کی غرض سے پیدل چل کر جانا۔

اور وہ تین چیزیں جو گناہوں کا کفارہ ہیں؛

۱) سلام کو عام ورائج کرنا، (ہر کسی کو سلام کرنا)۔ ۲) دوسروں کو کھانا کھلانا۔

۳) نمازِ تہجد پڑھنا اس حال میں کہ جب سب گہری نیند میں سو رہے ہوتے ہیں۔

«يَا عَلِيُّ ثَلَاثٌ دَرَجَاتٌ وَ ثَلَاثٌ كَفَّارَاتٌ ... فَأَمَّا الدَّرَجَاتُ فَإِسْبَاغُ الْوضوء فِي السَّبَرَاتِ وَ انْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَ الْمَشْيُ بِاللَّيْلِ وَ النَّهَارِ إِلَى الْجَمَاعَاتِ، وَ أَمَّا الْكَفَّارَاتُ فَإِفْشَاءُ السَّلَامِ وَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ التَّهَجُّدُ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ...» (۱)

یہ حدیث بہت طویل ہے جس میں رسولِ خدا ﷺ نے مولا علی کو مختلف عنوان کی وصیتیں اور نصیحتیں فرمائی ہیں، لیکن ہم نے موضوع کے اعتبار سے فقط چند جملوں سے اقتباس حاصل کیا ہے، اگر کوئی پوری حدیث دیکھنا چاہتا ہے تو حوالہ دیا گیا ہے مراجعہ فرمائے۔

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۳۵۲

(۱۹) دو چیزیں انجام دو تاکہ اللہ کی مغفرت شامل حال ہو

ایک اور روایت میں ہے کہ دو چیزیں ضرور انجام دو تاکہ نجات و مغفرت تمہارے شامل حال ہو جائے، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جب بھی ایک مسلمان بھائی اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے ملاقات کرے اور سلام کرے اور مصافحہ کرے، اگر کوئی ایسا کرے گا تو اللہ تبارک و تعالیٰ قبل اس سے کہ وہ مصافحہ کر کے ایک دوسرے سے اپنے ہاتھوں کو جدا کریں ان دونوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

یعنی سلام اور مصافحہ کرو تاکہ اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے مغفرت آجائے۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا لَقِيَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ أَخَاهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ وَ صَافَحَهُ لَمْ يَنْزِعْ أَحَدُهُمَا يَدَهُ عَنْ صَاحِبِهِ حَتَّى يُغْفَرَ لَهُمَا» [1]

(۲۰) سلام کرنا سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا سبب

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: کیا میں تمہیں ایسی چیز کی طرف کی راہنمائی نہ کروں کہ اگر تم اس کو انجام دو تو تم جب میں جاؤ؟ سب نے عرض کی بالکل یا رسول اللہ فرمایئے! تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱) کھانا کھلاؤ۔ ۲) سلام کو رائج کرو۔

۳) اور نمازِ شب (تہجد) کی نماز پڑھو کہ جب سب لوگ غفلت کی نیند میں سو رہے ہوں، (اگر یہ تین کام کرو گے تو) تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

«وَعَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: أَ لَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ دَخَلْتُمُ الْجَنَّةَ، قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: أَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَ أَفْشُوا السَّلَامَ، وَ صَلُّوا بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ» [2]

---

(۱) مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ج۸، ص ۳۵۹

(۲) مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل، ج۸، ص ۳۶۳

(۲۱) سلام میں پہل کرنے والا خدا کے زیادہ قریب ہوتا ہے

جو شخص سلام کرنے میں پہل کرتا ہے وہ خدا اور رسولؐ سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔

«وَ عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ فَهُوَ أَوْلَى بِاللهِ وَ بِرَسُولِهِ» (۱)

(۲۲) سلام کرنے والا سب سے زیادہ خدا کے قریب ہوتا ہے

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا اور اس کے رسول سے سب سے زیادہ نزدیک انسان وہ ہے جو اپنے کلام کی ابتداء اور آغاز سلام سے کرتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَوْلَى النَّاسِ بِاللهِ وَ بِرَسُولِهِ مَنْ بَدَأَ بِالسَّلَامِ» (۲)

(۲۳) سلام کرنا الفت ومحبت کا باعث ہے

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک کہ تم ایمان نہ لاؤ اور تم میں سے اس وقت تک کوئی با ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو اور کیا میں تمہیں ایسی چیز کی طرف راہنمائی نہ کروں کہ جس کے انجام دینے سے تمہارے درمیان الفت ومحبت قائم ہو تو تم ایک دوسرے کے درمیان سلام کو رواج دو۔ یعنی سلام کو ایک دوسرے کے درمیان رائج کرو اور عام کرو تا کہ سلام سے تمہارے درمیان محبت بڑھے گی۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: وَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَ لَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا أَوَ لَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ» (۳)

---

(۱) مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، ج۸، ص۳۵۹

(۲) الکافی، ج۲، ص۶۴۴

(۳) روضۃ الواعظین، ج۲، ص۳۱۸، مشکاۃ الانوار فی غرر الاخبار، ج۱، ص۱۲۳

(۲۴) سلام کرنے والے شیطان کو رسوا کرتے ہیں

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور مقام پر فرمایا: جب بھی ایک مؤمن دوسرے مؤمن کو سلام کرتا ہے تو شیطان روتا ہے اور کہتا ہے کہ اے کاش یہ سلام نہ کرتا، کیونکہ یہ دو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بخش دے گا، یعنی شیطان کی حسرت اور آرزو ہے کہ ایک مؤمن دوسرے مؤمن کو سلام نہ کرے کیونکہ اس سلام سے مؤمن اپنے گناہ بخشواتا ہے جبکہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ اس مؤمن کے گناہ معاف نہ ہوں بلکہ یہ میرا بندہ بن کے رہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِذَا سَلَّمَ الْمُؤْمِنُ عَلَى أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ فَيَبْكِي إِبْلِيسُ لَعَنَهُ اللهُ تَعَالَى وَ يَقُولُ يَا وَيْلَتَاهُ: لَمْ يَفْتَرِقَا حَتَّى غَفَرَ اللهُ لَهُمَا» (۱)

(۲۵) سلام کرنے والا محبوبِ خدا ہوتا ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: سلام کو معاشرے میں رائج کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ لہٰذا جو شخص اس کام کو انجام دے گا تو وہ بھی ضرور بالضرور خدا کا محبوب ترین ہو گا۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّ إِفْشَاءَ السَّلَامِ» (۲)

(۲۶) سلام کرنے والے جنت میں سکون وسلامتی کے ساتھ وارد ہوں گے

امام صادق علیہ السلام امیر المؤمنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ مولا علی علیہ السلام بار بار اور ہمیشہ یہ جملہ فرماتے تھے کہ: اگر کسی مؤمن کے اندر مندرجہ ذیل پانچ صفات پائی جائیں تو وہ سکون وسلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو گا:

۱) زیادہ غصہ مت کرو، (اگر غصہ آ بھی جائے تو اسے پی جاؤ کیونکہ متقی غصے کو پی جاتا ہے)

۲) کسی کو غصہ مت دلاؤ، (اگر آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی کسی بات یا کسی کام سے کوئی ناراض ہوتا ہے یا

---

(۱) مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، ج ۸، ص ۳۶۰

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۵

کسی کو غصہ آتا ہے تو آپ وہ کام نہ کریں جس کی وجہ سے کسی کو غصہ آتا ہو، البتہ یہ وہ کام ہیں کہ جو واجب نہ ہو، پر اگر واجب کام ہو اور اس پر کسی کو غصہ آئے تو یہ اس کی طرف سے خامی ہے آپ اپنے واجب کو ادا کریں)

۳) سلام کو عام کرو، (سلام کرنا جنتیوں کی علامت ہے، جو شخص کسی مؤمن پر سلام کرتا ہے اس پر فرشتے سلام کرتے ہیں اور قیامت کے دن سلام کرنے کے ساتھ کہیں گے تم پر سلامتی ہو اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ)

۴) اچھی اور پاکیزہ گفتگو کرو، (عزت و بزرگی کی باتیں کرنا، بالخصوص ماں باپ کیساتھ کریمانہ گفتگو کرنا، مؤدبانہ انداز اور مؤدبانہ لہجہ میں بات کرنا مؤمن کی علامات میں سے ہے)

۵) نمازِ شب (تہجد) پڑھو جب کہ لوگ گہری نیند سو رہے ہوتے ہیں، (نمازِ شب کے بغیر مقام و منزلت و بزرگی اور حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہوتی، تمام انبیاء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام نے کبھی بھی نمازِ شب قضا نہیں کی، بلکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو بطورِ واجب نمازِ شب ادا کرتے تھے۔

«عَنْهُ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: عَلِيٌّ يَقُولُ لَا تَغْضَبُوا، وَ لَا تُغْضِبُوا، أَفْشُوا السَّلَامَ، وَ أَطِيبُوا الْكَلَامَ، وَ صَلُّوا بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ...» [1]

اور اسی نمازِ شب کے بارے میں امام حسین علیہ السلام نے اپنی شہادت کی شریک و عینی گواہ، وفادار و محافظ دین، عالمہ غیر معلمہ بہن جنابِ زینب کو کربلا میں اتنے مصائب سہنے و برداشت کرنے بعد بھی اپنی آخری وصیت میں ارشاد فرماتے ہیں تو وہ یہ کہ: اے میری بہن مجھے اپنی نمازِ شب کی دعا میں ضرور یاد رکھنا۔ اب یہاں سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نمازِ شب کی اہمیت و فضیلت آئمہ طاہرین علیہم السلام کے نزدیک کیا ہے۔

امام خمینیؒ اور ہمارے دیگر تمام بزرگ علماء نے بھی کربلا والوں سے درس لیتے ہوئے اپنی زندگی میں نمازِ شب کو ترک نہیں کیا، امام خمینیؒ جب فرانس میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے وہاں بھی اور جب واپس آرہے تھے اور جہاز کے اندر نمازِ شب کا وقت ہوا تو جہاز کے اندر ہی نمازِ شب ادا کی اور آخری عمر میں جب ہسپتال میں

---

(۱) مشکاۃ الانوار، ج۱، ص۱۹۷

تھے تو بھی نمازِ شب کو ادا کرتے رہے، زندگی میں کبھی بھی نمازِ شب کو ترک نہیں کیا، بلکہ ایک امام خمینیؒ ہی نہیں بلکہ تمام بزرگ علماء جو درجہ اجتہاد پر پہنچے ہیں ان میں سے کوئی بھی اس درجہ پر نہیں پہنچا اگر کوئی پہنچا ہے تو نمازِ شب کی برکت سے پہنچا ہے، کیونکہ نمازِ شب انبیاء و آئمہ معصومین علیہم السلام کی عملی سیرت ہے، لہٰذا جو اس سیرت کو عملی طور پر اپناتا ہے وہ حقیقی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

آیت اللہ مرعشی نجفیؒ اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں (یہ وصیت نامہ آج بھی ایران میں بارہا نشر ہوا ہے اور وصیت کے یہ جملے آیت اللہ مرعشی نجفیؒ کی مزارِ مبارک پر بھی تحریر ہیں) کہ: بیٹا میرے ساتھ اس رومال کو بھی دفن کرنا جس میں پوری زندگی خوفِ خدا اور غم امام حسین علیہ السلام میں بہنے والے آنسوؤں کو میں نے جمع کیا ہے اور اس جائے نماز کو بھی دفن کرنا جس پر بغیر قضا کے ۷۰ ستر سال میں نے نمازِ شب ادا کی ہے۔

حضرت علامہ طباطبائیؒ صاحب «تفسیر المیزان» جب نجف گئے تو وہاں پر قاضی طباطبائیؒ (کہ جن کی قبر وادی السلام نجفِ اشرف میں ہے اور عرفان میں بہت ہی بڑی شخصیت کے حامل تھے) کے پاس پہنچے اور عرض کی کہ آقا مجھے کوئی نصیحت فرمائیں، تو فرمایا: اگر تم معنویت چاہتے ہو تو نمازِ شب پڑھو، لہٰذا انہوں نے نمازِ شب پڑھی اور اس کی برکت سے اتنے بڑے عالم وفاضل ہوئے کہ ایسی تفسیر «تفسیر المیزان» لکھی جس کی مثال پورے عالمِ اسلام میں نہیں ہے اور صرف تفسیر میں ہی نہیں بلکہ دوسرے، بہت سارے علوم میں بھی مہارت کامل رکھتے تھے۔

(۲۷) سلام کرنا تواضع اور فروتنی کی نشانی ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: یہ تواضع وانکساری کی علامت ہے کہ جس سے ملو اسے سلام کرو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مِنَ التَّوَاضُعِ أَنْ تُسَلِّمَ عَلَى مَنْ لَقِيتَ» [1]

(۲۸) سلام کے لئے ستر ۷۰ نیکیوں کا ثواب

سلام کے لئے ستر ۷۰ نیکیوں کا ثواب ہے، جس میں سے ۶۹ نیکیوں کا ثواب سلام کرنے والے کو ملتا ہے اور ایک نیکی کا ثواب جواب دینے والے کو، جیسا کہ حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: سلام کے

---

(۱) مشکاۃ الانوار، ص ۱۹۷

لئے ستر ۷۰ حسنہ (نیکیاں) ہیں جن میں سے انہتر ۶۹ سلام کرنے والے کے لئے اور ایک جواب دینے والے کے لئے ہیں۔

«قَالَ [الإمامُ الحُسَین] عَلَیْهِ السَّلاَمُ: لِلسَّلاَمِ سَبْعُونَ حَسَنَةً تِسْعٌ وَ سِتُّونَ لِلْمُبْتَدِيِ وَ وَاحِدَةٌ لِلرَّادِّ» (۱)

اسی لئے آئمہ معصومین علیہم السلام اور خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کی سیرت میں یہ چیز بہت واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے کہ ہمیشہ مؤمنین کو سلام کرنے میں سبقت و پہل کرتے تھے اور کوئی بھی شخص سلام کرنے پر ان سے سبقت حاصل نہیں کرسکتا تھا، یہی سیرتِ آئمہ معصومین علیہم السلام ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے اور ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنی زندگی اس طرح گزاریں جس طرح آئمہ معصومین علیہم السلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں، لہٰذا جب بھی کسی سے ملاقات ہو کسی سے سامنا ہو تو کلام کی ابتداء سلام سے کرنی چاہئے اور کوشش کریں کہ سلام کی ابتداء خود کریں تاکہ سلام کرنے کا عظیم اجر وثواب اور سلام کی برکات کو حاصل کرسکیں۔

خلاصہ:

ان روایات کے نتیجے میں سلام کرنا وہ عظیم نسخہ ہے جس میں دنیاو آخرت دونوں کی سعادت اور کامیابی کی ضمانت ہے، سلام کے آثار صرف دنیوی زندگی تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ سلام کرنا دنیا میں رحمت، سلامتی اور کامیابی کا سبب ہے اور آخرت میں جہنم سے نجات اور جنت میں ہمیشہ کی کامیابی حاصل کرنے کا اہم ترین وسیلہ ہے، در حقیقت سلام کرنا عظیم آثار اور برکات کے مجموعہ کا نام ہے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۱۲۰

سلام کرنے کے آداب

سلام کرنے کے آداب بیان کرنے سے پہلے دو نکات کی طرف توجہ دینا ضروری ہے وہ یہ کہ؛ سلام دو مقامات پر ہے جس میں سے ہم ایک مقام میں سلام کے عمل کو انجام دیتے ہیں جبکہ دوسرے کی طرف ہماری توجہ بالکل ہی نہیں ہے، جبکہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے فرمان میں دونوں مقامات پر سلام کی بہت زیادہ اہمیت بیان کی گئی ہے وہ دو مقام یہ ہیں؛

۱) ملاقات کرنے سے پہلے۔ ۲) خداحافظی کرتے وقت۔

سلام کا صیغہ اور جملہ معصوم علیہ السلام کی نگاہ میں

سلام کا صیغہ، لفظ اور وہ جملہ جو سلام میں کہنا چاہئے ان کی تعلیم بھی خود معصوم علیہ السلام نے تعلیم فرمائی ہے، معصوم فرماتے ہیں کہ جب تم کسی سے ملو تو اگرچہ آپ کے سامنے والا ایک ہی بندہ ہو لیکن تم سلام اس طرح کرو جس طرح ایک جماعت کو سلام کرتے ہو، یعنی جمع کے صیغے کے ساتھ سلام کرو یعنی «السلام علیکم» کہو نہ کہ «السلام علیک»، البتہ اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ سلام کامل اور جامع ہونا چاہئے، جو حضرت امام صادق علیہ السلام نے خود تعلیم فرمایا ہے کہ «السلام علیکم» سے بہتر یہ ہے کہ تم «السلام علیکم و رحمة الله و برکاته» کہو، کیونکہ جو شخص تنہا «السلام علیکم» کہتا ہے اس کو خداوند عالم دس ۱۰ نیکیوں کا ثواب عطا فرماتا ہے، جبکہ جو «السلام علیکم و رحمة الله و برکاته» کے ساتھ سلام کہتا ہے تو اللہ تبارک و تعالی اس کو تیس ۳۰ نیکیوں کا ثواب عطا فرماتا ہے اور یہ کامل و جامع سلام ہے۔

سلام کرنے میں فرق نہیں ہونا چاہئے

اگر معاشرے میں اس طرح سلام رائج ہو کہ بڑا رئیس اور مالدار انسان آجائے تو سلام کیا جائے اور اگر کوئی غریب و مسکین آجائے تو سلام نہ کیا جائے، تو یہ سلام نہیں بلکہ چاپلوسی کہلاتی ہے، لہٰذا سلام کرنے میں کسی کا لحاظ نہیں کرنا چاہئے بلکہ سب مسلمان اور مؤمن کو یکساں سلام کیا جانا چاہئے۔

جیسا کہ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: تمہارے سلام کرنے میں فرق نہیں آنا چاہئے، یعنی امیر اور غریب یا چھوٹے اور بڑے کے درمیان سلام میں فرق نہیں آنا چاہئے بلکہ سب کو برابر سلام کرنا چاہئے۔

کچھ لوگوں کے لئے سلام کی زیادہ سفارش کی گئی ہے

امام صادق علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے کہ: جو آدمی سوار ہے اسے چاہئے کہ وہ چلنے والے کو سلام کرے، جو چل رہا ہے اسے چاہئے کہ بیٹھے ہوئے کو سلام کرے، جو جماعت میں کم لوگ ہیں انہیں چاہئے کہ زیادہ جماعت والے لوگوں کو سلام کریں، جب ایک شخص کسی جماعت سے ملاقات کرے تو اس ایک کو چاہئے کہ وہ جماعت کو سلام کرے اور چھوٹوں کو چاہئے کو وہ بڑوں کو سلام کریں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الْمَاشِي وَ الْقَائِمُ عَلَى الْقَاعِدِ وَ إِذَا لَقِيَتْ جَمَاعَةٌ جَمَاعَةً سَلَّمَ الْأَقَلُّ عَلَى الْأَكْثَرِ وَ إِذَا لَقِيَ وَاحِدٌ جَمَاعَةً سَلَّمَ الْوَاحِدُ عَلَى الْجَمَاعَةِ» (۱)

اور دوسری جگہ پر فرمایا:

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَ الْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَ الْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ» (۲)

کن لوگوں کو سلام نہیں کرنا چاہئے

روایات میں بعض موارد پر سلام کرنے کو ناپسند قرار دیا گیا ہے، ان میں سے چند موارد میں مکروہ اور بعض موارد میں حرام بھی قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ سلام کرنا بہت بڑی فضیلت کا حامل ہے لیکن بعض موارد میں سلام کرنا اچھا نہیں ہے کیونکہ شخص جس کو سلام کرنا ہے وہ خود یا تو ایسے کام میں مصروف ہے جس میں بات کرنا مکروہ ہے جیسے بیت الخلاء میں بیٹھے ہوئے شخص کو سلام کرنا، یا وہ ایسے کام میں مصروف جس میں کلام کرنے کی اجازت ہی نہیں ہے جیسے نماز پڑھنے والا شخص وغیرہ وغیرہ۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۷

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۶

مولا امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جنازے کے ساتھ چلنے والوں پر، نماز جمعہ کی طرف جانے والوں پر اور جو شخص حمام میں ہے اسے سلام نہ کرو۔

«أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: ثَلَاثَةٌ لَا يُسَلِّمُونَ الْمَاشِي مَعَ الْجَنَازَةِ وَ الْمَاشِي إِلَى الْجُمُعَةِ وَ فِي بَيْتِ الْحَمَّامِ»(۱)

چھ گروہ کو سلام کرنے سے ممانعت

جناب سکونیؒ نے امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ امامؑ نے فرمایا: چھ گروہ کو سلام نہ کیا جائے؛

۱) یہودیوں کو۔ ۲) عیسائیوں کو۔ ۳) وہ شخص جو قضائے حاجت پر بیٹھا ہو۔ ۴) وہ شخص جو شراب کے دستر خوان پر بیٹھا ہو۔ ۵) وہ شاعر جو پاک دامن خواتین کے لئے نازیبا اشعار پڑھتا ہو۔

۶) اور وہ شخص جو ماں بہنوں کو گالی دیتا ہو۔

«عَنِ السَّكُونِيِّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ: سِتَّةٌ لَا يُسَلَّمُ عَلَيْهِمْ الْيَهُودِيُّ وَ النَّصْرَانِيُّ وَ الرَّجُلُ عَلَى غَائِطِهِ وَ عَلَى مَوَائِدِ الْخَمْرِ وَ عَلَى الشَّاعِرِ الَّذِي يَقْذِفُ الْمُحْصَنَاتِ وَ عَلَى الْمُتَفَكِّهِينَ بِسَبِّ الْأُمَّهَاتِ»(۲)

ایک دوسری روایت میں امام صادق علیہ السلام نے اپنے والد گرامی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے کہ: تم سلام نہ کرو یہودیوں پر، نصاریٰ پر، مجوسیوں پر، بت پرستوں پر، شرابیوں پر، شطرنج باز پر، مخنث پر، اس شاعر پر جو محصنات پر الزام تراشیاں کرتا ہو، نماز کو نہ پڑھنے والے پر، نماز پڑھنے والے پر بھی (اس لئے کہ نماز پڑھنے والا سلام کا جواب نہیں دے سکتا اور یہ مسلّم ہے کہ سلام کرنا مستحب ہے جبکہ اس کا جواب دینا واجب ہے) اور نہ ہی ربا (سود) کھانے والے پر، نہ ہی ایسے شخص پر جو غائط کر رہا ہو، نہ ہی ایسے شخص پر جو حمام میں نہا رہا ہو اور نہ ہی اس پر جو علی الاعلان فسق و گناہ کا ارتکاب کرتا ہو۔

---

(۱) الکافی، ج۲، ص۶۴۵؛ وسائل الشیعہ، ج۸، باب السلام

(۲) وسائل الشیعہ، ج۸، باب السلام

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: لاَ تُسَلِّمُوا عَلَى الْيَهُودِ وَ لاَ عَلَى النَّصَارَى وَ عَلَى الْمَجُوسِ وَ لاَ عَلَى عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَ لاَ عَلَى مَوَائِدِ شُرْبِ الْخَمْرِ وَ لاَ عَلَى صَاحِبِ الشِّطْرَنْجِ وَ النَّرْدِ وَ لاَ عَلَى الْمُخَنَّثِ وَ لاَ عَلَى الشَّاعِرِ الَّذِي يَقْذِفُ الْمُحْصَنَاتِ وَ لاَ عَلَى الْمُصَلِّي وَ ذَلِكَ لِأَنَّ الْمُصَلِّيَ لاَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَرُدَّ السَّلاَمَ لِأَنَّ التَّسْلِيمَ مِنَ الْمُسْلِمِ تَطَوُّعٌ وَ الرَّدَّ عَلَيْهِ فَرِيضَةٌ وَ لاَ عَلَى آكِلِ الرِّبَا وَ لاَ عَلَى رَجُلٍ جَالِسٍ عَلَى غَائِطٍ وَ لاَ عَلَى الَّذِي فِي الْحَمَّامِ وَ لاَ عَلَى الْفَاسِقِ الْمُعْلِنِ بِفِسْقِهِ» (۱)

کون کسے سلام کرے، سلام کرنے کی ذمہ داری اسلام نے کس پر عائد کی ہے؟

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں سلام کرنا تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے، چھوٹے بڑے مرد عورت تمام مسلمان اور تمام مؤمنین کو چاہیے کہ وہ کلام سے پہلے ایک دوسرے کو سلام کریں، گفتگو کا آغاز سلام سے ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری کائنات میں سب سے افضل وبرتر ہونے کے باوجود سب کو سلام کرتے تھے اور سلام کرنے میں سب پر پہل و سبقت کرتے تھے، لہٰذا ہمیں بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت وسنت پر عمل کرتے ہوئے سب کو سلام کرنا چاہیے اور سلام کرنے میں سبقت اور پہل کرنا چاہیے۔

لیکن ادب اور احترام کے لحاظ سے سلام کرنے کے آداب کو بیان کرتے ہوئے روایات میں آیا ہے کہ: چھوٹے بڑوں کو سلام کریں، یعنی نوجوان بزرگوں کو اور اولاد اپنے والدین کو، شاگرد اپنے اساتذہ کو اور اسی طریقے سے چھوٹوں کو چاہیے کہ تمام بزرگانِ دین کو سلام کریں۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: چھوٹے بڑوں کو سلام کریں، گزرنے والے بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کریں اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: يُسَلِّمُ الصَّغِيرُ عَلَى الْكَبِيرِ وَ الْمَارُّ عَلَى الْقَاعِدِ وَ الْقَلِيلُ عَلَى الْكَثِيرِ» (۲)

---

(۱) الخصال، ج ۲، ص ۴۸۳

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۶۳۶

ایک اور روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص سوار ہے وہ چلنے والوں کو سلام کرے، جو چل رہا ہے وہ بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرے، ایک گروہ جب دوسرے گروہ سے ملاقات کرے تو کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں اور ایک آدمی جب بہت سارے لوگوں کے پاس آئے تو وہ جماعت کو سلام کرے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: يُسَلِّمُ اَلرَّاكِبُ عَلَى اَلْمَاشِي وَ اَلْمَاشِي عَلَى اَلْقَاعِدِ وَ إِذَا لَقِيَتْ جَمَاعَةٌ جَمَاعَةً سَلَّمَ اَلْأَقَلُّ عَلَى اَلْأَكْثَرِ وَ إِذَا لَقِيَ وَاحِدٌ جَمَاعَةً سَلَّمَ اَلْوَاحِدُ عَلَى اَلْجَمَاعَةِ» (۱)

سلام کے بارے میں چند فقہی احکام

۱) سلام کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ ۲) جواب دینا واجب ہے۔

۳) نماز پڑھنے والوں کو سلام کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی سلام کرے تو جواب دنیا واجب ہے اور جواب میں وہی لفظ ادا کرنا ہے جو سلام کرنے والے نے ادا کیا ہے۔ (یعنی اگر سلام کرنے والا فقط «السلام علیکم» کہے تو جواب میں بھی «السلام علیکم» کہا جائے گا اور اگر سلام کرنے والا «السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ» کہے تو جواب میں بھی «السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ» کہا جائے گا)

۴) گھر میں وارد ہونے سے پہلے اور کسی سے کلام کرنے سے پہلے سلام کرنا مستحب ہے۔

۵) سلام اور سلام کا جواب دونوں واضح اور آشکار ہوں۔

۶) سلام کا جواب کامل اور جامع ہو۔

﴿وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا ...﴾ (النساء/ ۸۶)

۷) سلام کو ترک کرنا انتہائی ناپسند اور مکروہ فعل ہے، اسی وجہ سے روایات میں آیا ہے کہ: سلام نہ کرنے والا بخیل ترین انسان ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۶۴۷

جیسا کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو آگاہ کروں کہ سب سے سست ترین، سب سے بڑا چور، سب سے بڑا بخیل، سب سے زیادہ جفا کرنے والا اور سب سے زیادہ عاجز انسان کون ہے؟ سب اصحاب نے عرض کیا: کیوں نہیں، آپ ہمیں آگاہ فرمائیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: سست ترین اور سب سے کاہل ترین انسان وہ ہے جو صحیح وسالم اور فارغ ہونے کے باوجود ذکر خدا نہ کرے اور اپنے وقت کو ضائع کرے، سب سے بڑا چور وہ ہے جو نمازوں کی چوری کرے، سب سے جفاکار انسان وہ ہے جو میرا نام لے اور مجھ پر درود نہ پڑھے، سب سے بخیل انسان وہ ہے جو کسی کو سلام بھی نہ کرے اور سب سے عاجز انسان وہ ہے جو دوسروں کے لئے دُعا بھی نہ کرے۔

اس روایت کی روشنی میں دوسروں کے لئے دُعا کرنا، دوسروں کو سلام کرنا، حضور اکرم ﷺ اور آپ کی آل پاک پر درود پڑھنا اور ذکر خدا کو کبھی بھی ترک نہیں کرنا چاہئے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَ لاَ أَدُلُّكُمْ عَلَى أَكْسَلِ النَّاسِ وَ أَسْرَقِ النَّاسِ وَ أَبْخَلِ النَّاسِ وَ أَجْفَى النَّاسِ وَ أَعْجَزِ النَّاسِ؟ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ. قَالَ: أَمَّا أَبْخَلُ النَّاسِ فَرَجُلٌ يَمُرُّ بِمُسْلِمٍ فَلاَ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَ أَمَّا أَكْسَلُ النَّاسِ عَبْدٌ صَحِيحٌ فَارِغٌ لاَ يَذْكُرُ اللهَ بِشَفَةٍ وَ لاَ بِلِسَانٍ وَ أَمَّا أَسْرَقُ النَّاسِ فَالَّذِي يَسْرِقُ مِنْ صَلاَتِهِ تُلَفُّ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلَقُ فَيُضْرَبُ بِهَا وَجْهُهُ وَ أَمَّا أَجْفَى النَّاسِ فَرَجُلٌ ذُكِرْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ وَ أَمَّا أَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ الدُّعَاءِ»[1]

سلام کرنے کا طریقہ اور کیفیت

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: بتحقیق اللہ تبارک وتعالیٰ پسند کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے ان سے جو سلام کو عام کرتے ہیں اور واضح وآشکار طور پر سلام کرتے ہیں۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّ إِفْشَاءَ السَّلاَمِ»[2]

---

(۱) مجموعہ ورام، ج۲، ص۲۳۷

(۲) الکافی، ج۲، ص۶۳۵

حسن ابن منذر نے امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ: امامؑ نے سلام کرنے کا طریقہ اور بہترین انداز تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: جب تم لوگوں کو سلام کرو تو کامل سلام کیا کرو، یعنی اس طرح سلام کرو، «السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ» اس طریقے سے سلام کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ہر لفظ پر دس نیکیوں کا ثواب عطا کرے گا۔[1]

سلام کا جواب دینا واجب وضروری ہے

قرآن مجید کی نگاہ میں، آئمہ معصومین علیہم السلام کے فرامین میں اور تمام فقہاء کے فتاوی میں یہ چیز موجود ہے کہ جب بھی کوئی تم پر سلام کرے تو اس کا جواب دینا ضروری ہے اور احسن انداز میں دو، کیونکہ خود سلام کرنا سنتِ مؤکدہ یعنی مستحب ہے، لیکن اس کا جواب دینا واجب ہے، اگر سلام کو سُن لیا ہے تو پھر جواب میں لاپروائی کی اجازت نہیں ہے اور جواب بھی واضح و آشکار الفاظ میں دینا چاہیے تاکہ سلام کرنے والے کو پتا چل جائے کہ اس کے سلام کا جواب مِلا ہے۔

اور قرآن وروایات کی روشنی میں یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ جن الفاظ میں سلام کرنے والا سلام کرے جواب میں کم از کم وہی الفاظ یا اس سے بہتر الفاظ کے ساتھ اسے جواب دینا چاہیے، مثال کے طور پر اگر سلام کرنے والا اس طرح کہے کہ «اَلسَّلامُ عَلَيكُم» تو جواب میں کم از کم «وَعَلَيكُمُ السَّلام» کہا جائے اور اس سے بہتر یہ ہے کہ «وَعَلَيكُمُ السَّلام وَرَحمَةُ الله وَ بَرَكاتُه» کہا جائے، اسی چیز کو قرآن مجید کی سورہ مبارکہ نساء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا﴾
(النساء/ ۸۶)

اگر کوئی شخص تم پر سلام کرے تو تم اسکو احسن اور بہتر انداز سے اس کی طرف پلٹاؤ (یعنی تم احسن اور بہتر انداز سے اس کا جواب دو) بے شک اللہ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے۔

---

(۱) اصول کافی ج ۲، ص ۶۴۵

آدابِ معاشرت (حصہ سوم در مصافحہ)

روایات کی روشنی میں مصافحہ اور معانقہ کی فضیلت و تاکید

قرآنی آیات و آئمہ معصومینؑ کی روایات کی روشنی میں مصافحہ کرنے یعنی ہاتھ ملانے کی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے اور آقای بزرگ طہرانی نے اپنی معروف کتاب «وسائل الشیعہ» کے باب مصافحہ میں اٹھارہ روایتیں مصافحہ کی اہمیت و فضیلت اور اس کے آثار و فوائد اور اجر و ثواب کے حوالے سے بیان کی ہیں، اسی طرح خندہ پیشانی اور خوشحالی کے ساتھ ملاقات کرنے کی تاکید اور سفارش بھی کی گئی ہے، روایات میں خوش روئی یعنی خندہ پیشانی سے ملنا اور مصافحہ کرنا جنتیوں کی علامت بھی قرار دیا گیا اور گناہوں کی مغفرت کا سبب بھی، اس کے علاوہ اور بہت سارے فوائد اور اجر و ثواب ہیں جن کو ہم ذیل میں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا اہل جنت کی علامت ہے

عبد اللہ بن سنان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ مولاؑ نے فرمایا: اہل جنت کی چار علامات ہیں؛

۱) خوش روئی و خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا۔

۲) پاکیزہ اور لطیف زبان جس میں پیار و محبت و الفت ہو۔

۳) رحم دل و نہایت مہربان ہو۔

۴) سخی و عطا کرنے والا ہو، (کسی کی حاجت کو رد نہ کرتا ہو، اپنی توان و طاقت کے مطابق ہر کسی کی حاجت روائی کرنے کی کوشش کرنے والا ہو)۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ)، قَالَ: إِنَّ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ [أَرْبَعَ عَلَامَاتٍ وَجْهٍ مُنْبَسِطٍ، وَ لِسَانٍ لَطِيفٍ وَ قَلْبٍ رَحِيمٍ وَ يَدٍ مُعْطِيَةٍ]» (۱)

ایک روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

ایک شخص رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے کچھ نصیحت فرمائیں (تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو مختلف نصیحتیں اور سفارشات کیں) ان میں سے ایک نصیحت یہ تھی کہ اپنے برادرِ مؤمن سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملا کرو۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَوْصِنِي فَكَانَ فِيمَا أَوْصَاهُ أَنْ قَالَ الْقَ أَخَاكَ بِوَجْهٍ مُنْبَسِطٍ» (۲)

ایک روایت میں جنابِ سیدہ فاطمہ زہرا علیہا السلام فرماتی ہیں کہ: خندہ پیشانی و مسکراہٹ مؤمن کے لئے جنت کا باعث ہے اور دشمن خدا کے ساتھ خندہ پیشانی جہنم کا باعث ہے۔

«وَ قَالَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ: اَلْبِشْرُ فِي وَجْهِ الْمُؤْمِنِ يُوجِبُ لِصَاحِبِهِ الْجَنَّةَ، وَ الْبِشْرُ فِي وَجْهِ الْمُعَانِدِ الْمُعَادِي يَقِي صَاحِبَهُ عَذَابَ النَّارِ» (۳)

متعدد روایات میں کئی چیزیں ایک ساتھ بھی بیان ہوئی ہیں، پہلے فرمایا کہ جب ملاقات کرے تو سب سے پہلے خندہ پیشانی سے پیش آئے پھر سلام کرے اور سلام کرنے کے بعد بعض روایات میں معانقہ اور مصافحہ کا ذکر آیا ہے، معانقہ کا معنی ہے گلے ملنا اور بغل گیر کرنا اور مصافحہ کا معنی ہے ہاتھ ملانا، مصافحہ کرنا بھی مستحب ہے، متعدد روایات میں ذکر ہے کہ مصافحہ باعث مغفرتِ گناہان ہے، خدا کی خاص عنایت و ہدایت و رحمت کے شاملِ حال ہونے کا باعث ہے، چونکہ اس سے نفرتیں دور ہوتی ہیں اور محبت والفت پیدا ہوتی ہے۔

---

(۱) امالی شیخ طوسی، ج ۱، ص ۲۸۳

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۱۰۳

(۳) تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام، ج ۱، ص ۳۵۳

مصافحہ کرنے والوں کے لئے ایک ہزار نیکیوں کا ثواب

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب ایک مؤمن دوسرے مؤمن سے ہاتھ ملاتا ہے یعنی مصافحہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایک ہزار نیکیوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مُصَافَحَةُ الْمُؤْمِنِ بِأَلْفِ حَسَنَةٍ» (۱)

مصافحہ کرنا گناہوں کی مغفرت کا سبب

جب مؤمنین ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوئے سلام کرتے ہیں پھر مصافحہ کرتے ہیں تو پروردگارِ عالَم فرشتوں پر فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ: دیکھو میرے دو بندے ایک دوسرے سے مل رہے ہیں، انہوں نے ایک دوسرے کو سلام بھی کیا ملاقات بھی کی اور مصافحہ و معانقہ بھی کیا، اے فرشتو تم گواہ رہنا کہ میں نے ان کے گناہوں کو بخش دیا ہے اور جہنم کے عذاب سے بری و آزاد کر دیا ہے۔

جنابِ ابی حمزہ ثمالیؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ ہمسفر تھا پھر ہم سواری سے اترے اور زمین پر ٹہلنے لگے، پھر مولاؑ تھوڑا سا چل کر میری طرف تشریف لائے اور میرے ہاتھ کو پکڑا اور زور سے مصافحہ کیا، میں نے عرض کی: آپ پر قربان ہو جاؤں کیا میں آپ کے ساتھ محمل میں موجود نہ تھا؟ تو مولاؑ نے فرمایا: کیا تو نہیں جانتا کہ جب ایک مؤمن تھوڑی سی گردش کرے اور پھر اپنے مؤمن بھائی کے ہاتھ پر مصافحہ کرے تو خدا ان پر اپنے لطف کی نگاہ کرتا ہے اور پھر مستقل طور پر ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور گناہوں کو حکم دیتا ہے کہ ان دونوں سے جھڑ جاؤ تو پس گناہ جھڑ جاتے ہیں، اے ابو حمزہ (گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں) جیسے درخت کے پتے درخت سے گرتے ہیں، پس جب وہ ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو ان کے ذمہ میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

«عَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ: زَامَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَحَطَطْنَا الرَّحْلَ ثُمَّ مَشَى قَلِيلاً ثُمَّ جَاءَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَغَمَزَهَا غَمْزَةً شَدِيدَةً فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَوَ مَا كُنْتُ مَعَكَ فِي الْمَحْمِلِ فَقَالَ: أَمَا

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۲۳

عَلِمْتَ أَنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا جَالَ جَوْلَةً ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ أَخِيهِ نَظَرَ اللهُ إِلَيْهِمَا بِوَجْهِهِ فَلَمْ يَزَلْ مُقْبِلاً عَلَيْهِمَا بِوَجْهِهِ وَ يَقُولُ لِلذُّنُوبِ تَحَاتَّ عَنْهُمَا فَتَتَحَاتُّ يَا أَبَا حَمْزَةَ كَمَا يَتَحَاتُّ الْوَرَقُ عَنِ الشَّجَرِ فَيَفْتَرِقَانِ وَ مَا عَلَيْهِمَا مِنْ ذَنْبٍ» (۱)

اسی سے ملتی جلتی ایک اور روایت ہے جس میں راوی جناب ابو عبیدہ حذاء ہیں، کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ امام باقرؑ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ کی طرف محمل میں سفر پر تھا کہ راستے میں ایک مقام پر اترے، امامؑ سے کہیں گئے اور پھر واپس آئے تو مجھ سے فرمایا: اے ابو عبیدہ اپنا ہاتھ دو، میں اپنا ہاتھ امام کی طرف بڑھایا تو امام نے مصافحہ کیا اور زور سے میرے ہاتھ کو دبایا یہاں تک کہ مجھے انگلیوں میں تکلیف بھی محسوس ہوئی، پھر فرمایا: اے ابو عبیدہ جب بھی کوئی مسلمان دوسرے مسلمان بھائی سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنی انگلیوں کو دوسرے مسلمان کی انگلیوں میں ڈالے تو ان دونوں کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے خزاں کے موسم میں درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

«عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ الْحَذَّاءِ قَالَ: زَامَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي شِقِّ مَحْمِلٍ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَنَزَلَ فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ فَلَمَّا قَضَى حَاجَتَهُ وَ عَادَ قَالَ هَاتِ يَدَكَ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ فَنَاوَلْتُهُ يَدِي فَغَمَزَهَا حَتَّى وَجَدْتُ الْأَذَى فِي أَصَابِعِي ثُمَّ قَالَ يَا أَبَا عُبَيْدَةَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ لَقِيَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ فَصَافَحَهُ وَ شَبَّكَ أَصَابِعَهُ فِي أَصَابِعِهِ إِلاَّ تَنَاثَرَتْ عَنْهُمَا ذُنُوبُهُمَا كَمَا يَتَنَاثَرُ الْوَرَقُ مِنَ الشَّجَرِ فِي الْيَوْمِ الشَّاتِي» (۲)

ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: جب کوئی شخص اپنے لئے مصافحہ کو ضروری قرار دیتا ہے تو اس کا اجر خدا کے پاس عظیم ہے اور آگاہ رہو جب ایک دوسرے سے مصافحہ کرو گے تو خداوندِ عالم تمام گناہوں کو بخش دیگا۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِذَا صَافَحَ الرَّجُلُ صَاحِبَهُ فَالَّذِي يَلْزَمُ التَّصَافُحَ أَعْظَمُ

---

(۱) الکافی،ج ۲،ص ۱۸۰

(۲) الکافی،ج ۲،ص ۱۸۰

أَجْراً مِنَ الَّذِي يَدَعُ أَلاَ وَ إِنَّ الذُّنُوبَ لَتَتَحَاتُّ فِيمَا بَيْنَهُمْ حَتَّى لاَ يَبْقَى ذَنْبٌ» (۱)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: کوئی بھی شخص خداوند عزوجل کی قدر و منزلت کا اندازہ نہیں لگا سکتا اور نہ ہی کوئی اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت کا اندازہ لگا سکتا ہے، نہ ہی کوئی ایک مؤمن کی قدر کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اور بتحقیق کہ جب بھی کوئی مؤمن اپنے مؤمن بھائی سے ملاقات کرے اور اس سے مصافحہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف اپنے لطف سے نگاہ کرم کرتا ہے اور ان کے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور پھر وہ (مؤمن ایک دوسرے سے) جدا ہو جاتے ہیں، (اور گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں) جیسا کہ تیز و تند ہوا درخت سے پتوں کو جھاڑ دیتی ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ لاَ يَقْدِرُ أَحَدٌ قَدْرَهُ وَ كَذَلِكَ لاَ يَقْدِرُ قَدْرَ نَبِيِّهِ وَ كَذَلِكَ لاَ يَقْدِرُ قَدْرَ الْمُؤْمِنِ إِنَّهُ لَيَلْقَى أَخَاهُ فَيُصَافِحُهُ فَيَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِمَا وَ الذُّنُوبُ تَتَحَاتُّ عَنْ وُجُوهِهِمَا حَتَّى يَفْتَرِقَا كَمَا تَتَحَاتُّ الرِّيحُ الشَّدِيدَةُ الْوَرَقَ عَنِ الشَّجَرِ» (۲)

مؤمن کی نورانی پیشانی کو چومنا اور بوسہ دینا

مؤمن کی پیشانی کو چومنا اور بوسہ دینا بھی بہت زیادہ ثواب رکھتا ہے، یہ بھی سیرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سیرت کو امام حسن عسکری علیہ السلام اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ: جب جنابِ جعفر طیار حبشہ سے واپس ہوئے تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ان کے استقبال کے لئے ۱۲ قدم آگے بڑھ کر گئے ان کو گلے لگایا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور خوشی سے آنسو بہائے۔

«عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ الْعَسْكَرِيِّ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَمَّا جَاءَهُ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، مِنَ الْحَبَشَةِ قَامَ إِلَيْهِ وَ اسْتَقْبَلَهُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ خُطْوَةً وَ عَانَقَهُ وَ قَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ إِلَى أَنْ قَالَ: وَ بَكَى فَرَحاً بِرُؤْيَتِهِ» (۳)

---

(۱) اصول کافی، ج ۲، ص ۱۸۱؛ وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۱۴۳

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۱۸۳؛ وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۲۱

(۳) وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۲۶

اور مؤمن کی پیشانی کو بوسہ دینے کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: بے شک تمہارے (شیعوں) کے لئے ایک نور ہے کہ اس نور کی وجہ سے دنیا میں پہچانے جاتے ہو، (اور اسی نور کی وجہ سے آخرت میں بھی شیعیانِ علیؑ پہچانے جائیں گے، کیونکہ جو علیؑ کا شیعہ ہو گا اس کی پیشانی پر دنیا میں سجدوں کے نشان ہوں گے اور آخرت میں اسی مقام سے ایک نُور پھوٹے گا جس سے وہ پہچانے جائیں گے کہ یہ علیؑ اور آلِ علیؑ کے شیعہ ہیں) پس جب بھی تم میں سے کوئی اپنے دوسرے دینی بھائی سے ملاقات کرے تو اس نور کے مقام کو بوسہ دے کہ جو پیشانی ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ لَكُمْ لَنُوراً تُعْرَفُونَ بِهِ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا لَقِيَ أَخَاهُ قَبَّلَهُ فِي مَوْضِعِ النُّورِ مِنْ جَبْهَتِهِ» (۱)

مصافحہ انبیاءِ علیہم السلام کی سنت ہے

مصافحہ اور معانقہ صرف اسلام میں ہی نہیں ہے بلکہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی بھی سنت رہی ہے، سب سے پہلے جنہوں نے تاریخ عالَم میں مصافحہ کیا ہے وہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام اور جنابِ ابراہیم خلیل علیہ السلام ہیں، حضرتِ ابراہیم علیہ السلام جنابِ ذوالقرنین علیہ السلام کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے اور مصافحہ کیا جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے فرمایا کہ: زمین پر سب سے پہلے جن دو افراد نے مصافحہ کیا وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت ذوالقرنین علیہما السلام تھے کہ جنابِ ابراہیم علیہ السلام ان کے استقبال کے لئے گئے اور ان کے ساتھ مصافحہ کیا اور زمین پر سب سے پہلا درخت کھجور کا درخت ہے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ: أَوَّلُ اثْنَيْنِ تَصَافَحَا عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ ذُو الْقَرْنَيْنِ وَ إِبْرَاهِيمُ الْخَلِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اسْتَقْبَلَهُ إِبْرَاهِيمُ، فَصَافَحَهُ وَ أَوَّلُ شَجَرَةٍ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ النَّخْلَةُ» (۲)

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۸۵

(۲) وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۲۲۲؛ بحار الانوار، ج ۱۲، ص ۱۸۴

ملنے اور رخصت ہونے کا طریقہ اور حکم

حضرت رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: جب بھی تم اپنے دینی بھائیوں سے ملاقات کرو تو ملتے وقت سلام اور مصافحہ کرو اور جب رخصت ہو تو استغفار کے ساتھ رخصت ہو۔ یعنی جب ملو تو سلام کرو اور مصافحہ کرو اور جب خدا حافظی کرو تو ایک دوسرے کے لئے خدا سے طلبِ مغفرت کرو تا کہ خدا تمہاری دعا کو قبول کرتے ہوئے تمہارے گناہوں سے درگزر کرے اور تمہارے گناہ بخش دے۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِذَا تَلاقَيْتُمْ فَتَلاقَوْا بِالتَّسْلِيمِ وَ التَّصَافُحِ وَ إِذَا تَفَارَقْتُمْ تَفَرَّقُوا بِالإِسْتِغْفَارِ»[1]

مصافحہ کرنے سے فرشتوں کو عظمت وبزرگی ملی

حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے دینی بھائی سے ملاقات کرے تو اسے چاہئے کہ اپنے برادرِ دینی پر سلام کرے اور اس سے مصافحہ کرے کیونکہ اسی (مصافحہ وسلام) سے اللہ عزّوجلّ نے فرشتوں کو تکریم وعزت بخشی ہے پس تم بھی ملائکہ والا کام اپناؤ۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِذَا لَقِيَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ وَ لْيُصَافِحْهُ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَكْرَمَ بِذَلِكَ الْمَلاَئِكَةَ فَاصْنَعُوا صُنْعَ الْمَلاَئِكَةِ»[2]

مصافحہ دل سے کدورت وکینہ کو ختم کرتا ہے

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کیا کرو کیونکہ یہ کینہ کو ختم کرتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: تَصَافَحُوا فَإِنَّهَا تَذْهَبُ بِالسَّخِيمَةِ»[3]

---

(۱) ارشاد القلوب، ج۱، ص۱۳۶

(۲) الکافی، ج۲، ص۱۸۱

(۳) وسائل الشیعہ، ج۱۲، ص۲۱۹؛ الکافی، ج۲، ص۱۸۳

مؤمن کی زیارت اور مصافحہ ومعانقہ کی فضیلت

حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام دونوں اماموں سے یہ حدیث مروی ہے کہ: ہر وہ مؤمن کہ جو اپنے دوسرے مؤمن بھائی کی زیارت کے لئے گھر سے نکلتا ہے اور اس کی معرفت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے میں ایک حسنہ لکھتا ہے اور ہر قدم کے بدلے ایک گناہ کو مٹاتا ہے اور ایک درجہ اس کا بلند کرتا ہے، جب اس مؤمن کے گھر کے دروازے پر جاکر دستک دیتا ہے تو آسمان (سے رحمت و مغفرت) کے دروازے کھل جاتے ہیں، جب ایک دوسرے کو ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے اور بغل گیر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف خصوصی نظر کرم فرماتا ہے اور ان مؤمنین کے ملنے کی وجہ سے اپنے فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر ومباہات کرتے ہوئے فرماتا ہے، (اے میرے فرشتو) دیکھو میرے ان دو بندوں کو کہ میری خوشنودی کی خاطر یہ ایک دوسرے سے ملے ہیں اور ایک دوسرے سے دوستی کی ہے، پس اب میرے لئے لازم ہے کہ اس وقت کے بعد ان کو آتش جہنم سے آزاد کر دوں۔ اور جب واپس آتا ہے تو (اپنے مؤمن بھائی سے ملنے کے لئے جب سے نکلا ہے اور ملاقات کی ہے اس وقت تک) جتنے قدم چلا ہے اور جتنے سانس لئے ہیں اور جتنے کلمات بولے ہیں ان کی تعداد کے مطابق فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں اور دوسرے سال کے اسی روز تک (یہ فرشتے اس کے ہمراہ ہوتے ہیں اور) اس کو دنیاوی بلاؤں اور اخروی مشکلات سے بچاتے ہیں، اگر دوسرے سال کے اس روز کے آنے سے پہلے یہ بندہ مر جائے اور دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس سے حساب معاف ہو جاتا ہے، (یہ ساری فضیلت اس شخص کی ہے جو زیارت اور ملاقات کے لئے چل کر گیا تھا) اور اگر جس کی زیارت کی گئی ہے وہ بھی اپنے ملاقات کو آنے والے مؤمن بھائی کے حق کو جانے جس طرح کہ اس نے اس کے حق کو جانا ہے تو جو اجر ملاقات کے لئے آنے والے کو ملتا ہے وہی اجر وثواب اس کو بھی ملے گا۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ وَ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَا: أَيُّمَا مُؤْمِنٍ خَرَجَ إِلَى أَخِيهِ يَزُورُهُ عَارِفاً بِحَقِّهِ كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً وَ مُحِيَتْ عَنْهُ سَيِّئَةٌ وَ رُفِعَتْ لَهُ دَرَجَةٌ وَ إِذَا طَرَقَ الْبَابَ فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ فَإِذَا الْتَقَيَا وَ تَصَافَحَا وَ تَعَانَقَا أَقْبَلَ اللهُ عَلَيْهِمَا بِوَجْهِهِ ثُمَّ بَاهَى بِهِمَا الْمَلَائِكَةَ فَيَقُولُ انْظُرُوا إِلَى عَبْدَيَّ تَزَاوَرَا وَ تَحَابَّا فِيَّ حَقٌّ عَلَيَّ أَلَّا أُعَذِّبَهُمَا بِالنَّارِ بَعْدَ هَذَا الْمَوْقِفِ فَإِذَا انْصَرَفَ شَيَّعَهُ الْمَلَائِكَةُ عَدَدَ نَفَسِهِ وَ خُطَاهُ وَ كَلَامِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَ بَوَائِقِ الْآخِرَةِ

إِلَى مِثْلِ تِلْكَ اللَّيْلَةِ مِنْ قَابِلٍ فَإِنْ مَاتَ فِيمَا بَيْنَهُمَا أُعْفِيَ مِنَ الْحِسَابِ وَ إِنْ كَانَ الْمَزُورُ يَعْرِفُ مِنْ حَقِّ الزَّائِرِ مَا عَرَفَهُ الزَّائِرُ مِنْ حَقِّ الْمَزُورِ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ»(۱)

ایک اور حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: جب دو مؤمن ایک دوسرے سے معانقہ کرتے ہیں (بغل گیر ہوتے ہیں) تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے، البتہ اس معانقہ کرنے سے ان کی غرض صرف رضائے پروردگار ہو اور کوئی دنیاوی غرض اس میں نہ ہو، تو ان سے کہا جائے گا کہ اے خدا کے بندو تمہارے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں، پس اب (تمہاری نئی زندگی شروع ہو چکی ہے) نئے سرے سے عمل کا آغاز کرو۔ اور (یہ خدا کے بندے) جب آپس میں بات کرنا شروع کرتے ہیں تو بعض فرشتے دوسرے بعض فرشتوں سے کہتے ہیں کہ ان سے دور ہو جاؤ کہ شاید ان کو کوئی راز کی بات کرنی ہو گی کہ جس کو اللہ چھپانا چاہتا ہے۔ (یعنی فرشتے بھی یہ نہیں چاہتے کہ کسی مؤمن کے راز سے باخبر ہو جائیں، چونکہ یہ مؤمن خدا کی خاطر ایک دوسرے سے ملے ہیں اور خدا کی خوشنودی چاہتے ہیں تو فرشتے ان کے احترام میں دور ہو جاتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ ان کا کوئی راز ہم تک پہنچ جائے اور ان کا راز فاش ہو جائے، کیونکہ جب مؤمن کے راز کو خدا چھپانا چاہتا ہے تو ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ان مؤمنین کا راز ہماری وجہ سے فاش ہو جائے۔)

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَيْنِ إِذَا اعْتَنَقَا غَمَرَتْهُمَا الرَّحْمَةُ فَإِذَا الْتَزَمَا لَا يُرِيدَانِ بِذَلِكَ إِلَّا وَجْهَ اللهِ وَ لَا يُرِيدَانِ غَرَضاً مِنْ أَغْرَاضِ الدُّنْيَا قِيلَ لَهُمَا مَغْفُورٌ لَكُمَا فَاسْتَأْنِفَا، فَإِذَا أَقْبَلَا عَلَى الْمُسَاءَلَةِ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ بَعْضُهَا لِبَعْضٍ تَنَحَّوْا عَنْهُمَا فَإِنَّ لَهُمَا سِرّاً وَ قَدْ سَتَرَهُ اللهُ عَلَيْهِمَا»(۲)

---

(۱) الکافی، ج۲، ص۱۸۳

(۲) وسائل الشیعہ، ج۱۲، ص۲۳۱

آدابِ معاشرت (حصہ چہارم عفو و در گزر)

عفو کا معنی اور مفہوم

«عفو» عربی زبان کا ایک لفظ ہے، جس کے معانی معاف کرنا، بخش دینا، در گذر کرنا، بدلہ نہ لینا اور گناہ پر پردہ ڈالنے کے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں عفو سے مراد کسی کی زیادتی و برائی پر انتقام لینے کی قدرت و طاقت کے باوجود انتقام نہ لینا اور معاف کر دینا ہے۔

قدرت و طاقت نہ ہونے کی وجہ سے اگر انسان انتقام نہ لے سکتا ہو تو یہ عفو (معاف کرنا) نہیں ہو گا بلکہ اسے بے بسی کا نام دیا جائے گا، عفو صرف قادر ہونے کی صورت میں ہے۔ عفو کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی معاف کر دے، خواہ طبیعت اس پر آمادہ نہ بھی ہو۔ اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ دل کی رضا و خوشی کے ساتھ معاف کرے اور بخش دے، دل میں کسی قسم کا کینہ، کدورت اور احساس نہ رکھے اور اس کے علاوہ ممکن ہو تو اس کے ساتھ کچھ احسان بھی کر دے اور پھر اس کے ساتھ شائستہ و نہایت پسندیدہ زندگی بھی گزارے۔

عفو کی اہمیت اور فضیلت قرآن کی روشنی میں

عفو و در گزر کرنا ایک خدائی صفت ہے، سب سے زیادہ عفو و در گزر اور بخش دینے والی ذات ارحم الراحمین کی ذات ہے، جو تمام خطاؤں، گناہوں، لغزشوں اور بندوں کی تمام غلطیوں کو بخش دیتی ہے، سب سے پہلے بندوں کی خطاؤں اور گناہوں پر پردہ پوشی کرتی ہے، پھر جب بندہ پشیمان ہو جائے اور پروردگار سے معافی طلب کرلے تو اس طرح بخش دیتا ہے گویا کہ اُس سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہی نہیں، جیسا کہ مولا امام صادق علیہ السلام

کے فرمان میں آیا ہے: وہ شخص جو واقعی توبہ کرنے اور معافی مانگنے والا ہے وہ اس شخص کی طرح پاک وپاکیزہ ہو جاتا ہے جس نے کوئی گناہ انجام ہی نہ دیا ہو اور وہ شخص جو بار بار گناہ پر اصرار بھی کرے اور استغفار بھی، تو وہ در حقیقت خدا کے ساتھ مذاق کرتا ہے۔

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: اَلتَّائِبُ مِنَ اَلذَّنْبِ كَمَنْ لاَ ذَنْبَ لَهُ وَ اَلْمُقِيمُ عَلَى اَلذَّنْبِ وَ هُوَ يَسْتَغْفِرُ كَالْمُسْتَهْزِئِ» (۱)

خدا کی عظیم صفات وعنایات میں سے بہت زیادہ بخش دینا اور در گزر کرنا ہے، قرآن مجید میں پروردگارِ عالَم نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا ہے: وہ بہت بخشنے والی اور مہربان ذات ہے۔

﴿...إِنَّ اللهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ (النساء/ ۴۳)

﴿...فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (التغابن/ ۱۴)

لفظِ «عَفُوًّا» اور «غَفُورٌ» دونوں مبالغہ کا صیغہ ہیں، جس کا معنیٰ بہت زیادہ معاف کرنے والا اور بہت زیادہ بخش دینے والا ہے۔

عفو کا تعلق در گزر کرنے سے ہے اور غفور کا تعلق مغفرت دینے سے ہے اور پھر مزید تاکید کے لئے جملہ اسمیہ اور حرفِ تحقیق «اِنَّ» کے ذریعہ سے تاکید کے ساتھ بندوں کو یقین دہانی کرائی ہے کہ بے شک پروردگارِ عالَم بہت زیادہ در گزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ بخش دینے والا اور مہربان بھی ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ بندہ توبہ واستغفار کرے اور نادم وپشیمان ہو کر بارگاہِ الٰہی میں معافی واستغفار کو طلب کرے، جس طرح اللہ تعالیٰ گناہ گار، خطاکار، بدکار اور لغزشوں میں ڈوبے ہوئے بندوں کو بخش دیتا ہے اور معاف کر دیتا ہے، اسی طرح سے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس خدائی صفت کو اپناتے ہوئے انسان بھی ایک دوسرے کی خطاؤں اور غلطیوں سے در گزر کریں، ان سے انتقام نہ لیں اور ان کی خطاء وغلطی کی وجہ سے دل

---

۱) مکارم الاخلاق، ج۱، ص ۳۱۳

میں کینہ وکدورت نہ رکھیں۔

پھر پروردگارِ عالم نے سورہ نور میں اپنے بندوں کو وعدہ دیا ہے کہ: اگر تم درگزر کروگے اور دل کو ہر قسم کی کدورت وکینہ سے پاک وصاف کروگے تو میں بھی تمہارے گناہوں وخطاؤں سے درگزر کروں گا اور تمہیں بخش دوں گا۔

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (النور/ ۲۲)

تم میں سے جو لوگ احسان کرنے والے اور (مال و دولت میں) وسعت والے ہیں وہ قریبی رشتے داروں، مسکینوں اور فی سبیل اللہ ہجرت کرنے والوں کو کچھ دینے سے دریغ نہ کریں اور انہیں عفو ودرگزر سے کام لینا چاہیے۔ کیا تم خود یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے اور اللہ غفور ورحیم ہے۔

اور سورہ آلِ عمران میں پروردگارِ عالم نے اہلِ جنت واہلِ تقویٰ کی صفات کو بیان کرتے ہوئے ایک اہم ترین صفت عفوودرگزر کرنا قرار دیا ہے، جو شخص دوسروں کو بخش دیتا ہے اور معاف کردیتا ہے تو دنیا میں متقین میں سے اور آخرت میں اہلِ جنت میں سے ہے۔

پروردگارِ عالم نے اہلِ تقویٰ واہلِ جنت کی چھ صفات ونشانیوں کو سورہ آلِ عمران میں بیان فرمایا ہے:

۱) آسودگی اور تنگی میں یعنی ہر حال میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔

۲) غصہ کو پی جانا اور قابو میں رکھنا۔ ۳) لوگوں کو معاف کردینا۔

۴) اللہ کی راہ میں احسان ونیکی کرنا۔

۵) کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہونے کی صورت میں بارگاہِ الٰہی میں توبہ واستغفار کرنا۔

۶) اور گناہ پر مصر نہیں رہتے بلکہ گناہ سے باز آتے ہیں اور خدا کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔

ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت بھی ہے اور بہترین صلہ جنت بھی ہے، جہاں یہ لوگ

ہمیشہ رہیں گے اور کیا خوب پاداش واُجرت ہے عمل کرنے والوں کے لئے۔

﴿وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۞ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۞ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۞ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾(آل عمران/ ۱۳۳-۱۳۶)

اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جانے میں سبقت لو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو اہل تقویٰ کے لیے آمادہ کی گئی ہے۔ ٥ (ان متقین کے لیے) جو خواہ آسودگی میں ہوں یا تنگی میں ہر حال میں خرچ کرتے ہیں اور غصے کو پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ ٥ اور جن سے کبھی نازیبا حرکت سرزد ہو جائے یا وہ اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھیں تو اسی وقت خدا کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہوں کا بخشنے والا کون ہے؟ اور وہ جان بوجھ کر اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے ہیں۔ ٥ ایسے لوگوں کی جزا اُن کے رب کی مغفرت اور وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے اور (نیک) عمل کرنے والوں کے لیے کیا ہی خوب جزا ہے۔

ان آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا میں ایک کامیاب زندگی پانے کے لئے اور پھر آخرت میں سعادتِ ابدی اور جنت میں ہمیشہ خدا کی نعمتوں کے حصول اور رضائے الٰہی کو حاصل کرنے کے لئے عفو و درگزر کرنے کی عظیم الٰہی صفت کو اپنانا اور عفو و درگزر کرتے ہوئے زندگی بسر کرنا بہت ضروری ہے۔

عفو و درگزر کی اہمیت و فضیلت روایات کی روشنی میں

اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات و روایات میں عفو اور درگزر کرنے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش وارد ہوئی ہے، عفو کرنے والے لوگوں کے لئے عظیم مقام و منزلت اور عظیم اجر و پاداش کو بیان کیا گیا ہے، عفو و درگزر کو در

حقیقت خدا کی دی ہوئی قدرت، طاقت اور نعمتوں کا شکرانہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام نے حکمت نمبر ۱۱ میں فرمایا ہے: جب تم اپنے دشمن پر غالب آجاؤ تو عفو و بخشش کو اس کامیابی کا شکرانہ قرار دو۔

«قالَ عليٌّ عليه السلام: إِذَا قَدَرْتَ عَلَىٰ عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْراً لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ»

توضیح: دشمن پر غلبہ اور کامیابی کا شکرانہ مولا علی علیہ السلام نے انتقام کو قرار نہیں دیا بلکہ اس قدرت و کامیابی کا شکرانہ دشمن کو معاف کر دینا اور ان سے درگذر کرنا قرار دیا ہے۔ جس طرح سرورِ کائنات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر سرسخت ترین دشمن کفارِ قریش اور مشرکین مکہ کو اور ابوسفیان جیسے دشمنوں کو بخش دیا اور ان سے انتقام نہیں لیا۔ بلکہ تمام لوگوں کے لئے عمومی معافی کرنے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: سب چلے جاؤ میں نے تم سب کو آزاد کر دیا ہے۔

«فَتَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَكَّةَ عَنْوَةً فَخَطَبَ عَلَىٰ بَابِ الْكَعْبَةِ ثُمَّ قَالَ بَعْدَ كَلَامٍ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! مَا تَرَوْنَ أَنِّي فَاعِلٌ فِيكُمْ؟ قَالُوا: خَيْراً. أَخٌ كَرِيمٌ، وَابْنُ أَخٍ كَرِيمٍ، قَالَ: إِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ» (۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر چاہتے تو مشرکین مکہ سے انتقام و قصاص لیتے ہوئے سب کی گردنوں کو اڑا سکتے تھے، تمام مشرکین کی گردنیں اسلامی فوج کی تلوار کے سائے میں تھیں، یہ مشرکین مکہ اور اِن کا سردار ابوسفیان ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو ہر طرح کی اذیت و تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رکھی تھی اور بہت سارے مسلمانوں کو شہید بھی کر دیا تھا، لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام دشمنوں کو معاف کر کے مسلمانوں کو یہ سبق سکھایا کہ کامیابی، فتح و کامرانی کا شکرانہ عفو و درگزر کرنا ہے نہ کہ انتقام و قصاص لینا۔

ایک اور مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: کیا میں تم کو دنیا و آخرت کی کامیابی اور بہترین اخلاق سے آگاہ کروں؟ تو صحابہ نے عرض کی: جی کیوں نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دنیا و

---

(۱) بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۵۰۱

آخرت کی کامیابی اور بہترین اخلاق تین چیزوں میں ہے؛

ا۔ جن لوگوں نے رابطہ منقطع کیا ہے ان سے رابطہ برقرار رکھنا۔

۲۔ جن لوگوں نے محروم کیا ہے انکو عطا کرنا۔

۳۔ جن لوگوں نے ظلم وستم کیا ہے انکو بخش دینا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى خَيْرِ أَخْلَاقِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَ تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ وَ تَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ»(۱)

ایک اور حدیث میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: دنیا و آخرت دونوں کی بزرگی اور کامیابی تین چیزوں میں ہے؛

ا۔ جن لوگوں نے ظلم وستم کیا ہے انکو بخش دینا۔

۲۔ جن لوگوں نے رابطہ منقطع کیا ہے ان سے رابطہ برقرار رکھنا۔

۳۔ جاہل ونادان لوگوں کے ساتھ حلم وبردباری سے پیش آنا۔

«قَالَ الصَّادِقُ علیه السلام: ثَلَاثَةٌ مِنْ مَكَارِمِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ أَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَ تَحْلُمَ إِذَا جُهِلَ عَلَيْكَ»(۲)

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۰۷

(۲) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۱۴۳

عفوودرگزر کرنے کے دنیاو آخرت میں فوائد و آثار

عفوودرگزر کرنے کے دنیااور آخرت دونوں میں عظیم آثار وفوائد ہیں، عفوودرگزر کرناانسان کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی وسعادت کا باعث ہے، چونکہ انسان کی کامیابی اور سعادت عفوودرگزر پر موقوف ہے، اسی وجہ سے عفوودرگزر کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے، اب ہم آیات وروایات کی روشنی میں عفوو درگزر کرنے کے چند اہم آثار کو بیان کرتے ہیں۔

۱) عفوودرگزر کرنا مغفرت ونجات کا سبب

جو انسان دوسروں کی خطاؤں کو بخش دیتا ہے اور معاف کردیتا ہے اللہ بھی اس شخص کی غلطیوں وخطاؤں کو بخش دیتا ہے اور جہنم کی آگ سے نجات عطا کرتا ہے، جیسا کہ سورہ مبارکہ نور میں اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں اعلان فرمایا ہے کہ: تم سب ایک دوسرے کی غلطیوں اور خطاؤں کو بخش دواور دلوں کو کینے وکدورت سے پاک وصاف کردو کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے درگزر کرے اور تمہیں معاف کردے۔

﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَاللهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (النور / ۲۲)

اس آیت کی روشنی میں یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ جو انسان دوسروں کو بخش دیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور قیامت کے دن نجات عطا کرتا ہے اور جو شخص دل میں کینہ رکھے اور دوسروں کو معاف نہ کرے یہ شخص مغفرتِ الٰہی سے محروم رہتا ہے۔

اسی طرح گھریلو زندگی میں کبھی کبھار بیوی بچے خطا اور غلطیاں کر بیٹھتے ہیں جن کی وجہ سے پریشانیاں اور مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں، ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے بیوی بچوں کو ہدایت، نصیحت اور عفوودرگزر کرنے کا خاص حکم دیتے ہوئے سورہ تغابن میں فرمایا ہے کہ: اے ایمان والو! تمہاری ازواج اور تمہاری اولاد میں سے بعض یقیناً تمہارے دشمن ہیں لہٰذا ان سے بچتے رہو اور اگر تم معاف ودرگزر کرو اور دل کو پاک کرلو اور بخش دو تو اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِنْ تَعْفُوا

وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (التغابن/ ١٤)

۲) دنیاو آخرت دونوں میں عزت و سربلندی کا باعث ہے

جو شخص دوسروں کی لغزشوں کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو دنیاو آخرت دونوں میں عزت و سربلندی عطا کرتا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں پر ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو معاف و درگزر کیا کرو اور جو شخص معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے اللہ اس کو عزت و سربلندی عطا کرتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: عَلَيْكُمْ بِالْعَفْوِ، فَإِنَّ الْعَفْوَ لَا يَزِيدُ الْعَبْدَ إِلَّا عِزّاً، فَتَعَافَوْا يُعِزَّكُمُ اللهُ» (۱)

ایک اور روایت میں سرورکائنات ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے حق کو معاف کر دے یا دوسروں کی خطاؤں کو بخش دے اللہ تعالیٰ اس کو اس درگزر کرنے کے صلہ میں دنیاو آخرت دونوں میں عزت و سربلندی عطا کرتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ عَفَا عَنْ مَظْلِمَةٍ أَبْدَلَهُ اللهُ بِهَا عِزّاً فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ» (۲)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مناجات کے لئے کوہ طور پر بارگاہِ الٰہی میں گئے تو خدا کی طرف سے آواز آئی اے موسیٰ لوگوں سے اپنے غصہ کو قابو میں رکھو تاکہ میں بھی اپنے غضب اور غصہ کو تم سے قابو میں رکھوں، پھر حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا: پروردگارا تیری بارگاہ میں سب سے عزیز بندہ کون ہے؟ اللہ رب العزت کی طرف سے آواز آئی: وہ بندہ جو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دیتا ہے وہ سب سے زیادہ عزیز ہے۔

دنیا والوں کی نگاہ میں انتقام لینے والا اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے والا سب سے بڑا اور عظیم انسان ہے، لیکن شریعت و خدا کی نگاہ میں انتقام کی قدرت و طاقت رکھنے کے باوجود عفو و درگزر کرنے والا انسان ہی سب سے بڑا اور عظیم انسان ہے۔

(۱) اصول کافی، ج۲، ص۱۰۸

(۲) بحار الانوار، ج۶۸، ص۴۲۰، امالی طوسی، ص۱۸۲

«عَنِ الْبَاقِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ فِيمَا نَاجَى اللهُ بِهِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا مُوسَى، أَمْسِكْ غَضَبَكَ عَمَّنْ مَلَّكْتُكَ عَلَيْهِ أَكُفَّ عَنْكَ غَضَبِي. قَالَ مُوسَى: يَا رَبِّ، أَيُّ عِبَادِكَ أَعَزُّ عَلَيْكَ؟ قَالَ: اَلَّذِي إِذَا قَدَرَ عَفَا»[1]

۳) دنیاو آخرت دونوں میں بزرگی اور کمال کا سبب

جو شخص در گزر کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو دنیاو آخرت دونوں میں بزرگی اور کمال عطا کرتا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: تم لوگوں پر اخلاقی کمالات اور بزرگیوں کو حاصل کرنا ضروری ہے اور بیشک اللہ نے مجھے انہی اخلاقی کمالات اور بزرگیوں کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث کیا ہے اور اخلاقی کمالات اور بزرگیوں میں سے یہ چار چیزیں ہیں:

۱) جن لوگوں نے ظلم وستم کیا ان کو معاف کرنا اور در گزر کرنا۔

۲) لوگوں کو عطا کرنا خاص طور پر جن لوگوں نے تمہیں محروم کیا ہے، ان کو اپنی مال ودولت سے عطا کرنا۔

۳) لوگوں کے ساتھ اپنے روابط کو محکم کرنا اور رابطے کو بڑھانا، خاص طور پر جن لوگوں نے تم سے رابطہ منقطع کیا ہو ان سے رابطے کو بڑھانا۔

۴) جن لوگوں نے تمہاری عیادت واحوال پرسی نہ کی ہو ان کی عیادت واحوال پرسی کرنا اور ان کی مدد کرنا۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ (صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ)، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): عَلَيْكُمْ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ، فَإِنَّ اللهَ (عَزَّ وَ جَلَّ) بَعَثَنِي بِهَا، وَ إِنَّ مِنْ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ أَنْ يَعْفُوَ الرَّجُلُ عَمَّنْ ظَلَمَهُ، وَ يُعْطِيَ مَنْ حَرَمَهُ، وَ يَصِلَ مَنْ قَطَعَهُ، وَ أَنْ يَعُودَ مَنْ لَا يَعُودُهُ»[2]

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: دنیاو آخرت کی بزرگی اور کمال تین چیزوں میں ہے:

۱) لوگوں کو معاف کرنا ۲) لوگوں سے رابطہ بڑھانا

۳) جاہل لوگوں کے سامنے حلم اور برداشت کے ساتھ پیش آنا۔

---

(۱) منیۃ المرید فی آداب المفید والمستفید، ج ۱، ص ۳۲۲؛ احادیث قدسی، ص ۱۵۶

(۲) امالی شیخ طوسی، ص ۴۷۸

«قَالَ الصادق عَلَيْهِ السَّلاَمُ: ثَلاَثَةٌ مِنْ مَكَارِمِ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ أَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ وَ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَ تَحْلُمَ إِذَا جُهِلَ عَلَيْكَ» (۱)

«عَنْ جَرَّاحِ الْمَدَائِنِيِّ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: أَ لاَ أُحَدِّثُكَ بِمَكَارِمِ الْأَخْلاَقِ الصَّفْحُ عَنِ النَّاسِ وَ مُوَاسَاةُ الرَّجُلِ أَخَاهُ فِي مَالِهِ وَ ذِكْرُ اللهِ كَثِيراً» (۲)

۴) جنت اور شفاعت کا سبب

جو شخص معاف کرنے والا ہے اور دوسروں کی خطاؤں کو بخش دینے والا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو قیامت کے دن جنت بھی عطا کرتا ہے اور شفاعت بھی عطا کرتا ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جو شخص ظلم کے مقابل میں صبر کرے اور اپنے غصے کو کنٹرول کرے اور دوسروں کی خطاؤں ولغزشوں کو معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت بھی عطا کرتا ہے اور شفاعت بھی عطا کرتا ہے۔

«عَنْ صَالِحِ بْنِ مِيثَمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: ثَلاَثُ خِصَالٍ مَنْ كُنَّ فِيهِ اسْتَكْمَلَ خِصَالَ الْإِيمَانِ مَنْ صَبَرَ عَلَى الظُّلْمِ وَ كَظَمَ غَيْظَهُ وَ احْتَسَبَ وَ عَفَى وَ غَفَرَ كَانَ مِمَّنْ يُدْخِلُهُ اللهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَ يُشَفِّعُهُ فِي مِثْلِ رَبِيعَةَ وَ مُضَرَ» (۳)

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: تین صفات جس کسی کی بھی زندگی میں ہوں اور وہ انہی صفات کے ساتھ خدا سے ملاقات کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جنت کے سب دروازے کھول دیتا ہے اس کی مرضی ہے کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے، وہ تین صفات یہ ہیں؛

۱) بہترین اخلاق کا مالک ہو ۲) خلوت وجلوت دونوں میں خشیت اور خوفِ خدا رکھتا ہو۔

۳) لوگوں سے درگزر کرے اور کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے اگرچہ وہ حق بجانب ہی کیوں نہ ہو۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۱۴۳

(۲) وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۱۹۹

(۳) الخصال، ص ۱۰۴

«قَالَ النَّبِيُّ ص ثَلَاثٌ مَنْ لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ بِهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ بَابٍ شَاءَ مَنْ حَسُنَ خُلُقُهُ وَ خَشِيَ اللهَ فِي الْمَغِيبِ وَ الْمَحْضَرِ وَ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَ إِنْ كَانَ مُحِقّاً» (۱)

اور حضرتِ امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول مجھے ایک ایسا عمل بتا دیجئے کہ جسے انجام دوں تو میری جنت یقینی ہو جائے (جنت کے لئے کوئی رکاوٹ اور مانع نہ ہو)، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو یقینی طور پر جنت پانے کا نسخہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: کسی پر بھی غصہ اور غضب نہ کرو (بلکہ عفو و درگزر سے کام لو) اور کسی بھی انسان سے کسی بھی چیز کا تقاضا نہ کرو (ہمیشہ خدا سے طلب کیا کرو) اور لوگوں کے لئے وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

«عَنِ الرِّضَا عَنْ آبَائِهِ ع قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ ص يَا رَسُولَ اللهِ عَلِّمْنِي عَمَلاً لَا يُحَالُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجَنَّةِ قَالَ لَا تَغْضَبْ وَ لَا تَسْأَلِ النَّاسَ شَيْئاً وَ ارْضَ لِلنَّاسِ مَا تَرْضَى لِنَفْسِكَ الْخَبَرَ» (۲)

۵) بے حساب اجر اور عظیم پاداش کا سبب

جو شخص معاف کرتا ہے اور خطاؤں کو بخش دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کو عظیم پاداش اور بے حساب اجر عطا کرتا ہے، جیسا کہ مولا علی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: دو چیزوں کا ثواب بے حساب اور عظیم ہے:

۱) لوگوں کو بخش دینا اور معاف کرنا۔

۲) عدل اور انصاف سے زندگی گزارنا۔

«قال علی: شَيْئَانِ لَا يُوزَنُ ثَوَابُهُمَا اَلْعَفْوُ وَ الْعَدْلُ» (۳)

۶) زندگی میں برکت اور محبت کا سبب

عفو و درگزر کرنا زندگی میں برکت اور محبت کا سبب ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان میں آیا ہے: جو شخص مسلمانوں کے امور میں سے کسی امر کی سرپرستی کو قبول کرتا ہے اور پھر احسن طریقہ سے اسے انجام

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۰۰

(۲) بحار الانوار، ج ۷۰، ص ۲۶۳

(۳) میزان الحکمۃ، ص ۲۹۷

دے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی ہیبت اور محبت کو ڈال دیتا ہے اور جو شخص لوگوں کے ساتھ نیکی کرے تو خدا اس کو دشمن کے مقابلہ میں قرار دیتا ہے اور جو شخص دوسروں کے مال سے بے نیازی اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو فراوان کر دیتا ہے اور جو شخص ظالم سے مظلوم کو حق دلا دے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور جو شخص بہت زیادہ عفو و درگزر کرنے والا ہو اللہ تعالیٰ اس کی زندگی میں برکت عطا کرتا ہے اور جو شخص لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کے ساتھ زندگی بسر کرے اللہ تعالیٰ دشمن پر اس کو کامیابی عطا کرتا ہے اور جو شخص گناہ کو ترک کرتے ہوئے معصیت کی ذلت سے نکل کر اطاعت کی عزت کی دنیا میں آجائے تو اللہ تعالیٰ پر سکون زندگی اور مال کے بغیر اسے بے نیاز کر دیتا ہے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ ص أَنَّهُ قَالَ: مَنْ وَلِيَ شَيْئاً مِنْ أُمُورِ أُمَّتِي فَحَسُنَتْ سَرِيرَتُهُ لَهُمْ رَزَقَهُ اللهُ تَعَالَى الْهَيْبَةَ فِي قُلُوبِهِمْ وَ مَنْ بَسَطَ كَفَّهُ لَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ رُزِقَ الْمَحَبَّةَ مِنْهُمْ وَ مَنْ كَفَّ عَنْ أَمْوَالِهِمْ وَفَّرَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ مَالَهُ وَ مَنْ أَخَذَ لِلْمَظْلُومِ مِنَ الظَّالِمِ كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ مُصَاحِباً وَ مَنْ كَثُرَ عَفْوُهُ مُدَّ فِي عُمُرِهِ وَ مَنْ عَمَّ عَدْلُهُ نُصِرَ عَلَى عَدُوِّهِ وَ مَنْ خَرَجَ مِنْ ذُلِّ الْمَعْصِيَةِ إِلَى عِزِّ الطَّاعَةِ آنَسَهُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِغَيْرِ أَنِيسٍ وَ أَعَانَهُ بِغَيْرِ مَالٍ» (۱)

۷) بہترین عاقبت اور انجام کا سبب

لوگوں کے ساتھ عفو و درگزر کرنا بہترین عاقبت اور انجام کا باعث ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے کہ: تم لوگ خطاکار لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں سے درگزر کرو اور ان کو بخش دو تو اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو بدترین عاقبت اور انجام سے نجات عطا کرے گا۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ ص أَنَّهُ قَالَ: تَجَاوَزُوا عَنْ عَثَرَاتِ الْخَاطِئِينَ يقيكم [يَقِكُمْ] اللهُ بِذَلِكَ سُوءَ الْأَقْدَارِ» (۲)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۳۵۹

(۲) مجموعہ ورام، ج ۲، ص ۱۲۰

۸) بخش دینا قیامت کے دن نجات کا سبب

قیامت انتہائی سخت ترین اور وحشت ناک ترین دن ہے، اس دن جو شخص قیامت کی سختیوں اور عذابِ جہنم سے نجات پائے گا وہ واقعی کامیاب ہے اور قیامت کے دن نجات پانے کے عوامل و اسباب میں سے ایک اہم ترین سبب دنیا میں عفو و درگزر کرنا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: جو شخص انتقام کی قدرت و توانائی رکھتے ہوئے دوسروں کو بخش دیتا ہے وہ قیامت کی سختیوں سے نجات پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو بخش دیتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: مَنْ عَفَا عِنْدَ الْقُدْرَةِ عَفَا اللهُ عَنْهُ يَوْمَ الْعُسْرَةِ» (۱)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے اور بخشنے والوں کو بہت پسند کرتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: إِنَّ اللهَ تَعَالَىٰ عَفُوٌّ يُحِبُّ الْعَفْوَ» (۲)

۹) عفو و درگزر کا خاص اجر

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: قیامت کے دن عفو و درگزر کرنے والوں کو خصوصی ندا دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے لئے خدا کے پاس خاص اجر و ثواب ہے، اس ندا پر کوئی بھی کھڑا نہیں ہو گا سوائے ان لوگوں کے جو دنیا میں عفو و درگزر کرنے والوں ہوں گے، پھر آپ نے قرآنِ پاک کی آیت سے اس مطلب کے لئے دلیل پیش کی: کیا تم لوگوں نے قرآنِ پاک میں اللہ کا فرمان نہیں سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص عفو و درگزر کرتا ہے اور اپنی اصلاح کرتا ہے اس کا اجر اللہ پر ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: إِنَّهُ يُنَادِي مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَنْ كَانَ لَهُ عَلَى اللهِ أَجْرٌ فَلْيَقُمْ فَلَا يَقُومُ إِلَّا الْعَافُونَ أَلَمْ تَسْمَعُوا قَوْلَهُ تَعَالَىٰ فَمَنْ عَفَا وَ أَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ» (۳)

---

(۱) نہج الفصاحہ، ص ۷۵۱

(۲) ایضاً، ص ۲۹۷

(۳) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۸۰

۱۰) قیامت کے دن عفوو در گزر کرنے والوں کا مقام

قیامت کے دن عفوو در گزر کرنے والوں کے لئے ایک خاص مقام و منزلت ہے اور عفوو در گزر کرنے والوں کو (اہل فضل) یعنی فضیلت والوں کے نام سے پکارا جائے گا، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ کے فرمان میں آیا ہے کہ:

قیامت کے دن جب تمام لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو ایک منادی ندا دے گا کہ: اہل فضل کہاں ہیں؟ تو اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے کچھ لوگ اٹھیں گے اور جلدی سے جنت کی طرف روانہ ہوں گے کہ اچانک فرشتے ان سے سوال کریں گے کہ ہم تمہیں بہت تیزی کے ساتھ جنت میں جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو یہ لوگ جواب میں کہیں گے کہ ہم اہل فضل میں سے ہیں، پھر فرشتے پوچھیں گے کہ: تمہاری کیا فضیلت ہے؟ تو یہ جواب دیں گے کہ: جب ہم پر کوئی ظلم و ستم کرتا تھا تو ہم معاف کر دیتے تھے اور جب کوئی برائی کرتا تو ہم در گزر کرتے تھے اور جب کوئی جہالت سے پیش آتا تو ہم حلم و بردباری سے پیش آتے تھے، تو ان سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ کہ کس قدر بہترین پاداش و اجر ہے نیک عمل کرنے والوں کے لئے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: إِذَا جُمِعَ الْخَلَائِقُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ أَيْنَ أَهْلُ الْفَضْلِ فَيَقُومُ أُنَاسٌ وَ هُمْ يَسِيرٌ فَيَنْطَلِقُونَ سِرَاعاً إِلَى الْجَنَّةِ فَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ فَيَقُولُونَ إِنَّا نَرَاكُمْ سِرَاعاً إِلَى الْجَنَّةِ فَيَقُولُونَ نَحْنُ أَهْلُ الْفَضْلِ فَيَقُولُونَ مَا كَانَ فَضْلُكُمْ فَيَقُولُونَ كُنَّا إِذَا ظُلِمْنَا غَفَرْنَا وَ إِذَا أُسِيءَ إِلَيْنَا عَفَوْنَا وَ إِذَا جُهِلَ عَلَيْنَا حَلُمْنَا فَيُقَالُ لَهُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ» (۱)

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا: میں نے شبِ معراج جنت میں ایک عظیم مقام کو پایا تو جنابِ جبرائیلؑ سے سوال کیا کہ: یہ عظیم مقام کس کے لئے ہے؟ تو جنابِ جبرائیلؑ نے جواب دیا: اے اللہ کے رسولؐ یہ مقام غصہ پر قابو پانے اور لوگوں سے عفوو در گزر کرنے والوں کے لئے ہے اور اللہ تو احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

«عنه صلى الله عليه و آله: رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي قُصُوراً مُسْتَوِيَةً مُشْرِفَةً عَلَى الْجَنَّةِ، فَقُلْتُ: يا جِبرِيلُ، لِمَن هَذا؟ فَقالَ: لِلكاظِمِينَ الغَيظَ وَ العافِينَ عَنِ النّاسِ وَ اللهُ يُحِبُّ الْمُحسِنِينَ» (۲)

---

(۱) مجموعہ ورام ج ۱، ص ۱۲۳

(۲) کنز العمال ج ۲، ۷۰۱۲

اسی طرح جنابِ ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے حضرت امام سجادؑ نے فرمایا: قیامت کے دن جب تمام لوگوں کو میدانِ حشر میں جمع کیا جائے گا تو ایک منادی ندا دے گا کہ اہلِ فضیلت کہاں ہیں؟ تو اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے کچھ لوگ کھڑے ہوں گے تو فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ تمہاری کیا فضیلت ہے؟ تو یہ لوگ جواب میں کہیں گے ؛ہماری تین فضیلتیں ہیں؛

۱) ہم اُن سے رابطہ اور صلہ رحمی کرتے تھے جو ہم سے رابطہ کو منقطع کرتے تھے۔

۲) ہم اُن لوگوں کو عطا کرتے تھے جو ہمیں محروم رکھتے تھے۔

۳) ہم اُن کو معاف کرتے تھے جو ہم پر ظلم کرتے تھے۔

پھر فرشتے کہیں گے کہ تم لوگوں نے سچ کہا ہے لہٰذا جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ان اعمال کا اجر و ثواب خُلدِ برین ہے اور تم جنت کے لائق ہو)

«عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ع قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَمَعَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى الْأَوَّلِينَ وَ الْآخِرِينَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يُنَادِي مُنَادٍ أَيْنَ أَهْلُ الْفَضْلِ- قَالَ فَيَقُومُ عُنُقٌ مِنَ النَّاسِ فَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ فَيَقُولُونَ وَ مَا كَانَ فَضْلُكُمْ فَيَقُولُونَ كُنَّا نَصِلُ مَنْ قَطَعَنَا وَ نُعْطِي مَنْ حَرَمَنَا وَ نَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَنَا قَالَ فَيُقَالُ لَهُمْ صَدَقْتُمْ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ» [1]

سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن منادی ندا دے گا جس کو اولین و آخرین سب لوگ سنیں گے کہ اہلِ فضیلت کہاں ہیں؟ تو کچھ لوگ کھڑے ہوں گے، تو فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ تمہاری کیا فضیلت ہے؟ تو یہ لوگ جواب میں کہیں گے: لوگ ہمارے ساتھ جہالت سے پیش آتے تھے اور ہم ان کے ساتھ حلم و بردباری سے پیش آتے تھے اور لوگ ہمارے ساتھ برائی کرتے تھے جبکہ ہم ان لوگوں کو بخش دیتے تھے، تو اللہ کی طرف سے آواز آئے گی کہ میرے بندوں نے سچ کہا ہے لہٰذا انہیں چھوڑ دو تا کہ یہ لوگ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو جائیں۔

---

(۱) الکافی ج ۲، ص ۱۰۷

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص فِي حَدِيثٍ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يُنَادِي مُنَادٍ يَسْمَعُ آخِرُهُمْ كَمَا يَسْمَعُ أَوَّلُهُمْ فَيَقُولُ أَيْنَ أَهْلُ الْفَضْلِ فَيَقُومُ عُنُقٌ مِنَ النَّاسِ فَتَسْتَقْبِلُهُمُ الْمَلَائِكَةُ فَيَقُولُونَ مَا فَضْلُكُمْ هَذَا الَّذِي نُودِيتُمْ بِهِ فَيَقُولُونَ كُنَّا يُجْهَلُ عَلَيْنَا فِي الدُّنْيَا فَنَحْمِلُ وَ يُسَاءُ إِلَيْنَا فَنَعْفُو فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ اللهِ تَعَالَى صَدَقَ عِبَادِي خَلُّوا سَبِيلَهُمْ لِيَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ» (۱)

۱۱) عفو ودرگزر کرنا کینہ وکدورت سے دوری کا سبب

عفو و در گزر نہ کرنا باعثِ کینہ اور کدورت ہے اور اس کے مقابل میں عفو و در گزر کرنے سے کینہ اور کدورتیں ختم ہو جاتی ہیں اور دل پاک وپاکیزہ ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے سرورِ کائنات ﷺ کے فرمان میں آیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو معاف کیا کرو اس سے کینہ اور کدورتیں ختم ہو جاتی ہیں اور قلوب پاک وپاکیزہ ہو جاتے ہیں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: تَعَافُوا يَسْقُطُ الضَّغَائِنُ بَيْنَكُمْ» (۲)

۱۲) عفو ودرگزر کرنا افضل ترین عبادت

روایات میں عفو ودر گزر کرنا انتہائی عظیم عمل اور افضل ترین عبادت ہے، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تین عمل افضل ترین اعمال میں شامل ہیں؛

۱) ثروت ودولت کے باوجود تواضع اور فروتنی سے پیش آنا۔

۲) قدرت وطاقت کے باوجود عفو ودر گزر کرنا۔

۳) احسان جتلائے بغیر عطا ونیکی کرنا۔

« قَالَ رَسُولُ اللهِ ص: أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ ثَلَاثَةٌ؛ اَلتَّوَاضُعُ عِنْدَ الدَّوْلَةِ وَ الْعَفْوُ عِنْدَ الْقُدْرَةِ وَ الْعَطِيَّةُ بِغَيْرِ الْمِنَّةِ» (۳)

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۱۶۲

(۲) نہج الفصاحہ، ص ۳۸۵

(۳) ایضاً، ص ۲۲۷

عفو ودر گزر کرنے کے شرائط

آیات وروایات میں عفو ودر گزر کرنے کی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے اور عفو ودر گزر کرنے والوں کے لئے عظیم مقام، اجر وپاداش کی ضمانت بھی دی گئی ہے، لیکن ہر جگہ عفو ودر گزر کا حکم نہیں ہے، بلکہ عفو ودر گزر وہاں کیا جائے گا جہاں عفو ودر گزر کرنے میں مصلحت اور حکمت موجود ہو اور لوگوں کے درمیان اور معاشرے میں بہتری آسکے، لہٰذا جہاں عفو ودر گزر کرنا فساد وبگاڑ کا سبب ہو اور عفو ودر گزر کرنے میں مصلحت نہ ہو تو وہاں پر عفو ودر گزر کرنے کا حکم نہیں ہے۔

جیسا کہ مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے: برائی کا بدلہ نیکی سے دیا کرو اور لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو بخش دیا کرو جب تک کہ یہ عفو ودر گزر کرنا دین میں فساد وبگاڑ کا سبب نہ ہو اور دین کی حکومت وسلطنت میں سستی کا باعث نہ ہو۔

«جَازِ بِالْحَسَنَةِ وَ تَجَاوَزْ عَنِ السَّيِّئَةِ مَا لَمْ يَكُنْ ثَلْماً فِي الدِّينِ أَوْ وَهْناً فِي سُلْطَانِ الْإِسْلَامِ» [1]

ایک اور مقام پر مولائے کائناتؑ نے فرمایا: پست اور حقیر انسان کے لئے بخش دینا اسی طرح فساد کا باعث ہے جس طرح کریم اور شریف انسان کے لئے بخش دینا اصلاح اور بہتری کا باعث ہے۔

«اَلْعَفْوُ يُفْسِدُ مِنَ اللَّئِيمِ بِقَدْرِ إِصْلاَحِهِ مِنَ الْكَرِيمِ» [2]

عفو ودر گزر کرنا انسان کے شخصی اور فردی حقوق میں جائز اور باعثِ فضیلت ہے، لیکن جہاں اجتماعی اور حقوق الناس کا مسئلہ ہو تو یہ عفو ودر گزر کرنے کا مقام نہیں ہے، حق الناس کا ادا کرنا لازم اور ضروری ہے لیکن اگر فردی اور شخصی حقوق ہوں تو عفو ودر گزر کرنا باعثِ فضیلت ہے۔

---

(۱) غرر الحکم، ج۱، ص ۳۳۱

(۲) کنز الفوائد، ج۲، ص ۱۸۲؛ بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۴۱۹

آدابِ معاشرت (حصہ پنجم در دوستی)

دوست کی اہمیت اور ضرورت انسان کی زندگی میں

مولائے کائنات امیر المؤمنینؑ نے دوست کی اہمیت و ضرورت کو بیان کرتے ہوئے حکمت نمبر ۱۲ میں فرمایا کہ: سب سے زیادہ عاجز و ناتوان انسان وہ شخص ہے جو اپنی زندگی میں کسی کو دوست نہ بنا سکے اور پھر اس سے بھی عاجز تر وہ شخص ہے جو بہترین دوست بنانے کے بعد ان کو سنبھال نہ سکے۔

قَالَ عليٌّ عليه السلام: أَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ اكْتِسَابِ الْإِخْوَانِ وَ أَعْجَزُ مِنْهُ مَنْ ضَيَّعَ مَنْ ظَفِرَ بِهِ مِنْهُمْ

متعدد روایات میں بہترین انسانوں کو اپنا دوست بنانے کی تاکید کی گئی ہے، دوستی کے دائرے کو بڑھائیں اور زیادہ سے زیادہ دوست بنانے کی کوشش کریں، بہترین دوست تمہارے لئے عظیم سرمایہ ہیں، یہ دنیا و آخرت دونوں میں کام آئیں گے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: تمہارے لئے ضروری ہے کہ اچھے دوستوں کو اپناؤ اور زیادہ سے زیادہ نیک لوگوں کو دوست بناؤ، اس لئے کہ ہر نیک دوست تمہارے لئے دنیا و آخرت میں عظیم سرمایہ ہے، پھر اس آیت کی تلاوت کی ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ * وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ﴾. یعنی جن کے نیک و صالح دوست ہوں گے وہ ان دوستوں کی شفاعت کی وجہ سے نجات پائیں گے اور وہ لوگ جن کے نیک دوست نہیں تھے وہ حسرت کے ساتھ یہ کہیں گے کہ اے کاش ہمارے بھی نیک اور سچے دوست ہوتے جو ہماری شفاعت کرتے۔

«عَلَيْكُم بِالاخوَانِ فَإِنَّهُم عُدَّةٌ فِي الدُّنيَا وَ الآخِرَةِ أَلَا تَسمَعُونَ إِلَى قَولِهِ تَعَالَى: ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ * وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ (الشعراء/ ۱۰۰-۱۰۱)﴾»[1]

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۶۳

اس آیت وروایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نیک دوست نا تنہا دنیا میں انسان کے لئے عظیم سرمایہ اور کامیابی کا وسیلہ ہے بلکہ نیک وصالح دوست آخرت میں بھی انسان کی حاجت کے لئے اور دائمی کامیابی کے لئے بہت زیادہ موثر ہے، اسی وجہ سے مولائے کائنات نے ایک اور کلام میں فرمایا: جس انسان کی زندگی میں دو چیزیں ہوں اس نے دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی حاصل کی اور اگر یہ دو چیزیں کسی کی زندگی میں نا ہوں تو دنیا و آخرت دونوں میں ناکام ہے۔ دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی اسرار کی حفاظت کرنے اور نیک اور صالح لوگوں کی دوستی میں ہے جبکہ دنیا و آخرت دونوں کی ناکامی راز کو فاش کرنے اور برے لوگوں کی دوستی میں ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ: جُمِعَ خَيْرُ ٱلدُّنْيَا وَ ٱلْآخِرَةِ فِي كِتْمَانِ ٱلسِّرِّ- وَ مُصَادَقَةِ ٱلْأَخْيَارِ وَ جُمِعَ ٱلشَّرُّ فِي ٱلْإِذَاعَةِ وَ مُؤَاخَاةِ ٱلْأَشْرَارِ» (۱)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: دنیا کا کامیاب ترین انسان وہ شخص ہے جو انتہائی نیک اور صالح لوگوں سے دوستی کرے اور عاقل ترین انسان وہ شخص ہے جو سب کے ساتھ اخلاق سے پیش آئے۔

«وَ أَسْعَدُ النَّاسِ مَنْ خَالَطَ كِرَامَ النَّاسِ وَ أَعْقَلُ النَّاسِ أَشَدُّهُمْ مُدَارَاةً لِلنَّاسِ» (۲)

امام صادقؑ نے فرمایا: ہر انسان کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں، جو شخص ان تین چیزوں کو حاصل نا کر سکے تو دونوں جہانوں میں ناکام ہے ان میں سے ایک نیک وصالح دوست ہے جو ہمیشہ اُس کی راہنمائی کرے اور دوسری چیز نیک وصالح بیوی ہے جو دین و دنیا میں اُس کے ساتھ تعاون کرے اور تیسری چیز نیک وصالح بیٹا ہے جو اُس کا سہارا بنے اور جو شخص ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کو بھی پانے میں کامیاب ہو جائے تو گویا اس نے دونوں جہانوں کی کامیابی کو پالیا ہے اور دنیا سے بہت بڑا حصہ حاصل کر لیا ہے۔

اس روایت کے ذیل میں آپؑ نے قرآن مجید کی آیت سے نیک لوگوں کی دوستی کو ضروری قرار دیتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن بُرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے کہ ان کی دوستی ایک دوسرے کیلئے مفید ثابت ہوگی۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۷۱

(۲) امالی شیخ صدوق، ج ۱، ص ۲۰؛ یہی حدیث اسی کتاب میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

اور پھر اسی روایت کے ذیل میں فرمایا: بہترین نعمت نیک وصالح لوگوں کی ہمنشینی اور دوستی ہے۔

«قَالَ الصَّادِقُ ع: ثَلاثَةُ أَشْيَاءَ فِي كُلِّ زَمَانٍ عَزِيزَةٌ اَلأَخُ فِي اللهِ وَ اَلزَّوْجَةُ اَلصَّالِحَةُ اَلأَلِيفَةُ فِي دِينِ اللهِ وَ اَلْوَلَدُ اَلرَّشِيدُ وَ مَنْ أَصَابَ أَحَدَ اَلثَّلاثَةِ فَقَدْ أَصَابَ خَيْرَ اَلدَّارَيْنِ وَ اَلْحَظَّ اَلأَوْفَرَ مِنَ اَلدُّنْيَا ... قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ - ﴿اَلأَخِلاَّءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلاَّ الْمُتَّقِينَ﴾ (الزخرف/ ٦٧) ... أَنَّ مَا فِي اَلدَّارَيْنِ نِعْمَةٌ أَجَلُّ وَ أَطْيَبُ وَ أَزْكَى وَ أَوْلَى مِنَ اَلصُّحْبَةِ فِي اللهِ وَ اَلْمُوَاخَاةِ لِوَجْهِهِ» (۱)

دوستوں کی اہمیت وضرورت کو بیان کرنے کے لئے سرور کائنات ﷺ کی یہی حدیث کافی ہے کہ: جس شخص نے اللہ کی خاطر اپنے لئے نیک وصالح دوست بنائے درحقیقت اس نے آخرت میں جنت بنائی ہے۔

اگر دوست نیک وصالح ہو تو درحقیقت اس کی دنیا بھی جنت ہے اور آخرت بھی اور اگر دوست نیک وصالح نا ہو تو اُس کی دنیا بھی جہنم ہے اور آخرت بھی۔

«مَنِ اِسْتَفَادَ أَخاً فِي اللهِ اِسْتَفَادَ بَيْتاً فِي الْجَنَّةِ.» (۲)

جناب لقمان نے اپنے بیٹے کو زندگی میں نیک وصالح دوستوں کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اپنے لئے ہزار دوست بنانا بلکہ ہزار کم ہے اور اپنے لئے کسی ایک کو بھی دشمن نا بنانا بلکہ ایک بھی زیادہ ہے۔

«قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ: يَا بُنَيَّ اِتَّخِذْ أَلْفَ صَدِيقٍ وَ أَلْفٌ قَلِيلٌ وَ لاَ تَتَّخِذْ عَدُوّاً وَاحِداً وَ اَلْوَاحِدُ كَثِيرٌ» (۳)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۲۸۲

(۲) ایضاً، ص ۲۷۸

(۳) ایضاً، ج ۱۳، ص ۴۱۳

دوست کی ذمہ داریاں روایات کی روشنی میں

آئمہ اطہار کی روایات اور تعلیمات کی روشنی میں سچے دوستوں کی ذمہ داریاں اور وظائف کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور ان ذمہ داریوں کو انجام دینا ایک سچے دوست کے لئے نہایت ضروری ہے، انہی وظائف اور ذمہ داریوں میں سے چند اہم ترین ذمہ داریوں کو روایات کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔

۱) دوستوں کی ہدایت اور راہنمائی کرنا

روایات میں بہت تاکید کی گئی ہے کہ اپنے دوستوں کو حق کی طرف راہنمائی کی جائے اور انہیں ہمیشہ ہدایت اور نصیحت کرتے رہیں حق کی طرف دوست کو دعوت دینا اور حق کی تلقین کرتے رہنا ایک سچے دوست کی ذمہ داری اور نشانی ہے، جیسا کہ مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا حقیقی دوست وہ شخص ہے جو تمہیں حق کی طرف ہدایت کرتا ہے اور برائیوں اور فساد سے روکتا ہے اور آخرت کی اصلاح کے لئے تمہاری مدد کرتا ہے۔

«أَخُوكَ فِي اللهِ مَنْ هَدَاكَ إِلَى الرَّشَادِ وَ نَهَاكَ عَنِ الْفَسَادِ وَ أَعَانَكَ عَلَى إِصْلَاحِ الْمَعَادِ»(۱)

اس روایت میں مولا نے دوستوں کی تین ذمہ داریوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

دوستوں کو دین وحق کی طرف راہنمائی کرے، دوستوں کو برائیوں سے روکے، اصلاح آخرت کے لئے ان کی مدد کرے۔

ایک اور روایت میں مولائے کائنات نے سچے دوستوں کی ذمہ داری اور نشانی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: جو شخص تمہیں ہمیشہ آخرت کی طرف دعوت دے اور عمل صالح کرنے کے لئے تمہاری مدد کرتا ہے یہی تمہارا سچا اور حقیقی دوست ہے۔

«مَنْ دَعَاكَ إِلَى الدَّارِ الْبَاقِيَةِ وَ أَعَانَكَ عَلَى الْعَمَلِ لَهَا فَهُوَ الصَّدِيقُ الشَّفِيقُ»(۲)

---

(۱) غرر الحکم، ج ۱، ص ۱۰۵

(۲) غرر الحکم، ج ۱، ص ۶۳۷

۲) دوستوں کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا

متعدد روایات میں دوستوں کو ہمیشہ اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ مولا امام سجاد علیہ السلام کا فرمان ہے کہ مؤمنین اور اپنے دوستوں کو اپنی دعاؤں میں فراموش نا کریں، چاہے وہ غائب ہوں یا حاضر۔

۳) دوستوں کی نصرت کرنا اور ان کی حاجات کو پورا کرنا

روایات میں بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے کہ تم اپنے دوستوں کی نصرت کرو اور ان کی جو پریشانیاں اور مشکلات ہیں انہیں دور کرنے کی کوشش کرو اور اپنے دوستوں کی تمام مشکلات میں سہارا بننے کی کوشش کرو، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں نا اُس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اس کو تنہا چھوڑتا ہے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی اور مدد کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد کرتا ہے اور جو شخص کسی برادرِ مسلم کی پریشانی کو دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی تمام پریشانیوں کو دور کرے گا اور جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کے عیوب و خامیوں پر پردہ ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس شخص کے تمام گناہ اور خامیوں کو پوشیدہ رکھے گا۔

«اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَ لاَ يُسْلِمُهُ وَ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ وَ مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ مَنْ سَرَّ [سَتَرَ] مُسْلِماً سَرَّهُ [سَتَرَهُ] اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»(۱)

جنابِ لقمان حکیم نے فرمایا: تین اشخاص کو تین مقامات پر پہچانا جاتا ہے، حلیم شخص کو غصہ کے وقت، شجاع شخص کو جنگ کے وقت، دوست کو ضرورت کے وقت۔

«قَالَ لُقْمَانُ: ثَلاَثَةٌ لاَ يُعْرَفُونَ إِلاَّ فِي ثَلاَثَةِ مَوَاضِعَ لاَ يُعْرَفُ الْحَلِيمُ إِلاَّ عِنْدَ الْغَضَبِ وَ لاَ يُعْرَفُ الشُّجَاعُ إِلاَّ فِي الْحَرْبِ وَ لاَ تَعْرِفُ أَخَاكَ إِلاَّ عِنْدَ حَاجَتِكَ إِلَيْهِ»(۲)

---

(۱) عوالي اللئالي، ج ۱، ص ۱۲۸

(۲) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۱۷۱؛ یہی حدیث تھوڑے سے الفاظ کی تبدیلی کیساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۲۰ ارشاد القلوب ...

مولا علیؑ نے فرمایا: سچے دوست کی پہچان اور ذمہ داری حاجت اور ضرورت کے موقع پر کام آنا ہے۔

۴) دوستوں کو ان کی خامیوں اور برائیوں کی طرف راہنمائی کرنا

سچا دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کی خامیوں اور برائیوں کی طرف ان کو متوجہ کرتے ہوئے ان خامیوں کے ازالے کے لئے ان کی راہنمائی کرے، جیسا کہ مولا علیؑ نے فرمایا: دوستی کا فائدہ مشکلات کے وقت کام آنا اور برائیوں وخامیوں سے نجات دلانا ہے۔

«ثَمَرَةُ الْأُخُوَّةِ حِفْظُ الْغَيْبِ وَ إِهْدَاءُ الْعَيْبِ »[1]

امام صادقؑ نے فرمایا: میرا بہترین دوست وہ ہے جو مجھے میری خامیوں اور عیوب سے مجھے آگاہ کرے۔

«أَحَبُّ إِخْوَانِي إِلَيَّ مَنْ أَهْدَى إِلَيَّ عُيُوبِي »[2]

اس روایت کی روشنی میں دوستوں کو ان کی خامیوں اور برائیوں سے آگاہ کرنا دوست کی ذمہ داری ہے، بہترین دوست وہ شخص ہے جو اپنے دوست کی تربیت کرے اور اس کو خامیوں اور عیوب سے نجات دلائے۔

۵) دوستوں کی عزت واحترام کرنا

دوستوں کے وظائف اور ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری اور وظیفہ یہ ہے کہ وہ اپنے دوست کی عزت واحترام کرے اور اس کو شخصیت دے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے کوئی بھی شخص اپنے مؤمن بھائی کی عزت واحترام کرے اور اس کی خدمت کرے تو خداوند تبارک وتعالیٰ اس کی عزت کرتے ہوئے اُسے جنت عطا فرمائے گا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَا فِي أُمَّتِي عَبْدٌ أَلْطَفَ أَخَاهُ فِي اللهِ بِشَيْءٍ مِنْ لُطْفٍ إِلَّا أَخْدَمَهُ اللهُ مِنْ خَدَمِ الْجَنَّةِ»[3]

العلوم۔ مصدر ۵ میں بھی منقول ہے۔

(۱) میزان الحکمہ، ج ۱، ص ۲۰۸

(۲) الاختصاص، ج ۱، ص ۲۳۰

(۳) الکافی، ج ۲، ص ۲۰۶

جناب سلمان فارسی نے فرمایا: میں جب بھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو نبی اکرم ﷺ میرے ساتھ نہایت ہی عزت واحترام سے پیش آتے تھے اور میرے لئے تکیہ لگایا کرتے تھے اور مجھے احترام سے بٹھایا کرتے تھے اور مجھے کہا کرتے کہ اے سلمان کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا احترام کرے اور اس کا احترام کرتے ہوئے تکیہ لگائے تو خداوند تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

«عَنْ سَلْمَانَ اَلْفَارِسِيِّ قَالَ :دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ هُوَ مُتَّكِئٌ عَلَى وِسَادَةٍ فَأَلْقَاهَا إِلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا سَلْمَانُ مَا مِنْ مُسْلِمٍ دَخَلَ عَلَى أَخِيهِ اَلْمُسْلِمِ فَيُلْقِي لَهُ اَلْوِسَادَةَ إِكْرَاماً لَهُ إِلاَّ غَفَرَ اللهُ لَهُ»[1]

۶) دوست کے ساتھ محبت اور ہمدردی کرنا

دوستوں کے وظائف اور ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری یہ ہے کہ ایک دوست اپنے دوسرے دوست کے ساتھ ہمدردی کرے اور اس کو دل وجان کے ساتھ چاہے اور محبت کرے، جب تک دوست کے ساتھ محبت و ہمدردی نا ہو تو دوستی باقی نہیں رہے گی اور نا ہی ایسا شخص دوست کے زمرے میں آئے گا، جیسا کہ مولا علیؑ نے فرمایا: اپنے دوست کے ساتھ محبت اور ہمدردی سے پیش آؤ اور اس کے ساتھ مالی تعاون کرتے رہو۔

«ابذل لِصَدِيقِكَ كُلَّ الْمَوَدَّةِ ... و أعطِهِ كُلَّ الْمُؤَاساةِ»[2]

۷) ایثار اور قربانی دینا

ضرورت کے موقع پر دوست کے لئے قربانی دینا اور دوست کے ساتھ ایثار و فداکاری کرنا اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ہے، جو شخص ضرورت کے موقع پر کام نہ آئے اور اپنے دوست کے لئے قربانی نا دے تو اس کا شمار سچے دوستوں میں نہیں ہو سکتا جیسا کہ مولائے کائنات نے فرمایا: انسان کو چاہئے کہ وہ دیگر تمام انسانوں کے ساتھ عدل وانصاف کے ساتھ پیش آئے اور مؤمنین کے ساتھ ایثار و قربانی کے ساتھ پیش آئے یعنی مؤمنین اور اپنے دوستوں کے لئے قربانی دیا کرو۔

---

(۱) نفس الرحمان، ص ۱۳۱؛ بحار الانوار، ج ۱۶، ص ۲۳۵

(۲) بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۱۶۵؛ کنز الفوائد، ج ۱، ص ۹۳

«عَامِلْ سَائِرَ ٱلنَّاسِ بِالْإِنْصَافِ وَ عَامِلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ بِالْإِيثَارِ» [1]

ایثار کے معنی قربانی دینا اور دوسروں کو اپنے اوپر مقدم کرنا ہے۔

مولائے کائناتؑ نے سچے دوست کی نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے تین چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے؛

۱) وہ تمہاری خامیوں اور عیبوں کی اصلاح کی خاطر تمہیں نصیحت کرنے والا ہو۔

۲) تمہاری غیر موجودگی میں حفاظت کرنے والا ہو۔

۳) ایثار کرتے ہوئے ہمیشہ تم کو اپنے نفس پر مقدم کرنے والا ہو۔

«اَلصَّدِيقُ ٱلصَّدُوقُ مَنْ نَصَحَكَ فِي عَيْبِكَ وَ حَفِظَكَ فِي غَيْبِكَ وَ آثَرَكَ عَلَى نَفْسِهِ» [2]

۸) اخلاق اور تواضع سے پیش آنا

دوستوں کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے دوستوں کے ساتھ اخلاق اور تواضع کے ساتھ پیش آئے، دوستوں کے ساتھ بداخلاقی اور تکبر اور غرور سے پیش نہ آئے، جہاں تکبر اور غرور آجائے وہاں دوست ایک دوسرے کے ساتھ تواضع اور اخلاق سے پیش نہیں آتے اور دوستیاں ختم ہو جاتی ہیں، جیسا کہ مولا علیؑ نے محمد حنفیہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: تین چیزوں سے اپنے آپ کو دور رکھنا یہ تین چیزیں اگر تمہاری زندگی میں پیش آئیں تو تمہارے تمام ساتھی، دوست اور احباب تمہیں چھوڑ دینگے اور تم زندگی میں تنہا رہ جاؤ گے اور مؤمنین تمہیں ترک کر دیں گے، وہ تین چیزیں یہ ہیں:

۱) عجب و خود پسندی ۲) بداخلاقی و کج خُلقی ۳) صبر و تحمل کا نہ ہونا

اور اس کے مقابلے میں فرمایا: دوست کے لئے سب کچھ قربان کرو اور اس کے ساتھ محبت اور انصاف سے پیش آؤ اور اس کی عزت و آبرو کو بچاؤ اگر ایسا کیا تو یہ دوستی تمہارے دین و دنیا دونوں کے لئے مفید و پائدار ثابت ہو گی۔

---

(۱) غرر الحکم، ج۱، ص۳۶۷

(۲) غرر الحکم، ج۱، ص۱۰۳

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِابْنِهِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ: إِيَّاكَ وَ الْعُجْبَ وَ سُوءَ الْخُلُقِ وَ قِلَّةَ الصَّبْرِ فَإِنَّهُ لاَ يَسْتَقِيمُ لَكَ عَلَى هَذِهِ الْخِصَالِ الثَّلاَثِ صَاحِبٌ وَ لاَ يَزَالُ لَكَ عَلَيْهَا مِنَ النَّاسِ مُجَانِبٌ وَ أَلْزِمْ نَفْسَكَ التَّوَدُّدَ وَ صَبِّرْ عَلَى مَئُونَاتِ النَّاسِ نَفْسَكَ وَ ابْذُلْ لِصَدِيقِكَ نَفْسَكَ وَ مَالَكَ وَ لِمَعْرِفَتِكَ رِفْدَكَ وَ مَحْضَرَكَ وَ لِلْعَامَّةِ بِشْرَكَ وَ مَحَبَّتَكَ وَ لِعَدُوِّكَ عَدْلَكَ وَ إِنْصَافَكَ وَ اضْنَنْ بِدِينِكَ وَ عِرْضِكَ عَنْ كُلِّ أَحَدٍ فَإِنَّهُ أَسْلَمُ لِدِينِكَ وَ دُنْيَاكَ.»(۱)

۹) اپنے دوست کے ساتھ رابطہ رکھنا اور اس کی زیارت کرنا

دوستوں کی ذمہ داری اور وظائف میں سے ایک بہت ہی اہم ترین ذمہ داری اور وظیفہ یہ ہے کہ ہمیشہ ان سے رابطے میں رہے اور ان کی زیارت کرے، روایات میں تمام مؤمنین کے ساتھ مخصوصا رشتے داروں اور دوستوں کے ساتھ رابطہ رکھنے اور ان کی زیارت کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے اور جو لوگ مؤمنین، رشتے داروں اور دوستوں کے ساتھ اپنے رابطے کو مضبوط رکھتے ہیں تو ان کے لئے خداوند نے جنت کی بشارت دی ہے، جیسا کہ حضرت امام محمد باقرؑ کا فرمانِ مبارک ہے کہ خداوند نے ایک عظیم جنت کو تیار کیا ہے اور اس جنت میں داخل نہیں ہونگے سوائے تین گروہ کے:

۱) وہ گروہ جو ہر ایک کے ساتھ عدالت وانصاف سے پیش آئے۔

۲) وہ گروہ جو مؤمنین، رشتے داروں اور دوستوں زیارت کرتا ہو اور رابطے میں رہے۔

۳) وہ گروہ جو مؤمنین ودوستوں کے لئے قربانی دے۔

«وَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ لِلّٰهِ جَنَّةً لاَ يَدْخُلُهَا إِلاَّ ثَلاَثَةٌ رَجُلٌ حَكَمَ عَلَى نَفْسِهِ بِالْحَقِّ وَ رَجُلٌ زَارَ أَخَاهُ الْمُؤْمِنَ فِي اللّٰهِ وَ رَجُلٌ آثَرَ أَخَاهُ الْمُؤْمِنَ فِي اللّٰهِ»(۲)

۱۰) دوستوں کی تعریف کرنا اور ان کی خوبیوں کو بیان کرنا

دوستوں کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ دوست کی خوبیوں کو بیان کرے اور اس کی

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۲۶۴

(۲) عدۃ الداعی ونجاح الساعی، ج ۱، ص ۱۸۸؛ مشکاۃ الانوار فی غرر الاخبار، ج ۱، ص ۲۰۸

تعریف کرتا ہے اور دوست نے جو نیکی واحسان کیا ہے اسے یاد رکھے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: اپنے دوست کی ہمیشہ تعریف کیا کرو، اس کی نیکیوں کو ہمیشہ یاد رکھو اور اس کی غیر موجودگی میں اس کا خاص خیال رکھو۔

«قال الصادقُ علیه السلام :«وَ اُذْكُرْ أَخَاكَ إِذَا تَغَيَّبَ بِأَحْسَنِ مَا تُحِبُّ أَنْ يَذْكُرَكَ بِهِ» (۱)

۱۱) دوست کی عیب جوئی اور غیبت نہ کرنا

ایک مومن بھائی اور دوست کی ذمہ داریوں اور وظائف میں سے ایک اہم ذمہ داری اور وظیفہ یہ ہے کہ کبھی بھی اپنے دوست اور دینی بھائی کی عیب جوئی نہ کرے، کیونکہ اگر عیب جوئی کرے، یا غیبت کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے، جیسا کہ مولا امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جو شخص بھی اپنے کسی دینی بھائی کا عیب بیان کرے اور عیب جوئی کرے تو وہ شخص اہل جہنم میں سے ہے۔

«و قال الصادق علیه السلام : مَنْ عَابَ أَخَاهُ بِعَيْبٍ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ» (۲)

جو شخص اپنے دوستوں کی برائی کرے اور دوستوں کو باقی نہ رکھ سکے اور دوستی کو نبھا نہ سکے وہ انتہائی ناتوان اور عاجز ترین شخص ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: عاجز ترین شخص وہ ہے جو اپنے لئے کوئی دوست نا بنا سکے اور اُس سے بھی عاجز تر وہ شخص ہے جو بنے ہوئے دوست کو ضائع کر دے۔

«و قال علی علیه السلام : أَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ اكْتِسَابِ الْإِخْوَانِ وَ أَعْجَزُ مِنْهُ مَنْ ضَيَّعَ مَنْ ظَفِرَ بِهِ مِنْهُمْ» (۳)

۱۲) دوست کو عبادت اور اطاعتِ خدا کی دعوت کرنا

نیک دوست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دوست کو ہمیشہ اللہ کی عبادت اور اطاعت اور شریعت کی تعلیمات پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے، نیک دوست اپنے دوست کو عبادت کا پابند اور اللہ کا مطیع بناتا ہے اور اطاعت

(۱) تحف العقول، ج ۱، ص ۳۷۹

(۲) الاختصاص، ج ۱، ص ۲۴۰

(۳) نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۳۷۰

کے سلسلے میں اپنے دوست کی مدد کرتا رہتا ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: بہترین دوست وہ شخص ہے جو اپنے دوست کو ہمیشہ اطاعت کی دعوت دیتا ہے اور اس سلسلے میں اس کی مدد کرتا رہتا ہے۔

«و قال علی علیہ السلام : اَلْمُعِینُ عَلَی الطَّاعَةِ خَیْرُ الْاَصْحَابِ»(۱)

روایات کی روشنی میں بہترین دوست کی نشانیاں

روایات کی روشنی میں دوستوں کے درجات اور مراتب بیان کیے گئے ہیں تمام دوست یکساں نہیں ہوتے۔ بلکہ کچھ دوستوں کو روایات میں بہترین دوست قرار دیا گیا ہے اور ان دوستوں کی حفاظت اور دوستی کی تقویت اور بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے، روایات میں سب سے وفادار اور مفید اور انتہائی مخلص دوست اس کو قرار دیا گیا ہے جو ہر مشکل میں اپنے دوست کا سہارا بنے اور مشکلات سے دوست کو نجات دلائے چاہے وہ دنیوی مشکلات ہوں یا اخروی۔ جیسا کہ حضرتِ امام صادقؑ کا فرمان ہے: نیک دوست نہ تنہا دنیوی مشکلات میں سہارا ہے بلکہ آخرت میں بھی اپنے دوست کو مشکلات سے اور آخرت کے عذاب سے نجات دلاتا ہے اور دنیا میں جن لوگوں کے نیک دوست نہیں تھے جو انہیں آخرت کی مشکلات سے نجات دلائیں انؑ کی زبانی قرآن مجید میں یہ جملہ آیا ہے کہ: اے کاش ہمارے بھی نیک اور صالح دوست ہوتے جو ہماری شفاعت کرتے اور آخرت کے عذاب سے نجات دلاتے۔

«صَالِحِ بْنِ حَيٍّ قَالَ سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ :لَقَدْ عَظُمَتْ مَنْزِلَةُ الصَّدِيقِ حَتَّى إِنَّ أَهْلَ النَّارِ يَسْتَغِيثُونَ بِهِ وَ يَدْعُونَهُ قَبْلَ الْقَرِيبِ الْحَمِيمِ قَالَ اللهُ سُبْحَانَهُ مُخْبِراً عَنْهُمْ ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ٭ وَ لَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ﴾ (الشعراء/ ۱۰۰-۱۰۱)»(۲)

بہترین دوست وہی ہے جو ہمیشہ اپنے دوست کو اچھے کاموں اور آخرت کی طرف دعوت دینے اور برائیوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرنے والا ہو۔ جیسا کہ مولا علیؑ نے فرمایا: وہ دوست جو تمہیں آخرت اور نیک

(۱) عیون الحکم ج۱، ص ۳۵

(۲) الامالی طوسی، ص ۶۰۹

کاموں کی طرف دعوت کریں تو وہی تمہارا حقیقی اور سچا دوست ہے۔

«وقال علی ع: مَنْ دَعَاكَ إِلَى الدَّارِ الْبَاقِيَةِ وَ أَعَانَكَ عَلَى الْعَمَلِ لَهَا فَهُوَ الصَّدِيقُ الشَّفِيقُ»(۱)

اسی طرح ایک اور مقام پر مولائے کائنات نے فرمایا ہے: وہ شخص جو تمہیں ہر برائیوں سے آگاہ کرے اور تمہیں بصیرت دے اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کرے تو وہ تمہارا واقعی دوست ہے لہٰذا اس کی حفاظت کرو۔

«وقال علی: مَنْ بَصَّرَكَ عَيْبَكَ وَ حَفِظَ غَيْبَكَ فَهُوَ الصَّدِيقُ فَاحْفَظْهُ»(۲)

ایک اور کلام میں مولائے کائنات نے سچے دوستوں کی معرفی کرتے ہوئے چھ اہم صفات کو بیان فرمایا ہے: وہ شخص تمہارا بہترین اور سچا دوست ہے جو تمہاری لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کرے، تمہاری دوستی کو مضبوط و محکم کرے، تمہاری معذرت کو قبول کرے، تمہارے اسرار اور رازوں کی حفاظت کرے، تمہارے دل سے خوف و پریشانیوں کو نکال دے اور تمہاری امیدوں کو پورا کرے۔

«وقال الامام علی: إِنَّ أَخَاكَ حَقّاً مَنْ غَفَرَ زَلَّتَكَ وَ سَدَّ خَلَّتَكَ وَ قَبِلَ عُذْرَكَ وَ سَتَرَ عَوْرَتَكَ وَ نَفَى وَجَلَكَ وَ حَقَّقَ أَمَلَكَ»(۳)

اسی طرح ایک اور مقام پر مولائے کائنات نے فرمایا: سچا اور حقیقی دوست وہ ہے جو تمہیں گناہوں اور ظلم و ستم سے روکے اور ہر قسم کی نیکی اور خوبی کی طرف تمہیں دعوت دے اور تمہارے ساتھ ہر نیک کام میں تعاون کرے۔

«وقال علی: الصَّدِيقُ مَنْ كَانَ نَاهِياً عَنِ الظُّلْمِ وَ الْعُدْوَانِ مُعِيناً عَلَى الْبِرِّ وَ الْإِحْسَانِ»(۴)

اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: تمہارا بہترین دوست وہ شخص ہے جو خدا کی طاعت کرنے میں تمہارا مددگار و معاون ہو اور اللہ کی نافرمانی سے روکنے والا ہو۔

---

(۱) عیون الحکم، ص: ۴۴۳

(۲) ایضا، ص: ۴۴۲

(۳) ایضا، ص ۱۵۴

(۴) ایضا، ص ۴۰

«عن نبی قال خَيْرُ إِخْوَانِكَ مَنْ أَعَانَكَ عَلَى طَاعَةِ اللهِ وَ صَدَّكَ عَنْ مَعَاصِيهِ تاآخر»[1]

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: تمہارا بہترین دوست وہ شخص ہے جو تمہاری بدی کو فراموش کرے اور تمہاری نیکیوں اور احسانوں کو یاد رکھے۔

«خَيْرُ إِخْوَانِكَ مَنْ نَسِيَ ذَنْبَكَ وَ ذَكَرَ إِحْسَانَكَ إِلَيْهِ»[2]

ایک اور روایت میں مولائے کائنات نے بہترین دوست کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: تمہارا بہترین دوست وہ شخص ہے جو تمہیں ہمیشہ حق کی طرف ہدایت کرتا ہے اور تمہیں متقی بنادے اور خواہشاتِ نفسانی سے تمہیں روک دے۔

«قال الامام علی: خَيْرُ إِخْوَانِكَ مَنْ دَلَّكَ عَلَى هُدًى وَ أَكْسَبَكَ تُقًى وَ صَدَّكَ عَنِ اتِّبَاعِ هَوًى»[3]

ایک اور روایت میں آپؑ نے فرمایا: تمہارا بہترین دوست اور بھائی وہ شخص ہے جو ہمیشہ نیکیوں کی طرف پہل کرے اور تمہیں نیکیوں میں جذب کر دے اور ہمیشہ نیکیوں کی تلقین کرے اور نیک کاموں میں تمہاری مدد کرے۔

«قال الامام علی: خَيْرُ إِخْوَانِكَ مَنْ سَارَعَ إِلَى الْخَيْرِ وَ جَذَبَكَ إِلَيْهِ وَ أَمَرَكَ بِالْبِرِّ وَ أَعَانَكَ عَلَيْهِ»[4]

ایک اور روایت میں مولائے کائنات نے سچے اور صالح دوست کی نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: تمہارا بہترین دوست وہ شخص ہے جو اپنی صداقت و سچائی کے ذریعے سے تمہیں صداقت و سچائی کی دعوت دے اور اپنے نیک اعمال و کردار کے ذریعے سے تمہیں نیک اعمال اور بہترین کردار کی طرف دعوت دے۔

---

(۱) مجموعہ ورام، ج۲، ص ۱۲۳
(۲) أعلام الدین، ج۱، ص ۳۱۳
(۳) غررالحکم، ج۱، ص ۳۵۹
(۴) عیون الحکم، ج۱، ص ۲۳۹

«خَيْرُ إِخْوَانِكَ مَنْ دَعَاكَ إِلَى صِدْقِ الْمَقَالِ بِمَقَالِهِ وَ نَدَبَكَ إِلَى حُسْنِ الْأَعْمَالِ بِحُسْنِ أَعْمَالِهِ»[1]

وہ لوگ کہ جن کے ساتھ دوستی کرنا منع ہے

قرآنِ پاک کی آیات اور معصومین کی تعلیمات میں بہت سارے لوگوں سے دوستی، رفاقت اور ہمنشینی کو منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ ان لوگوں کے ساتھ دوستی ورفاقت اور ہمنشینی باعثِ ضلالت وگمراہی، بدبختی و شقاوت کا سبب ہے اور دنیا و آخرت دونوں میں انسان کو بدبخت وبدنصیب بناکر رکھ دیتی ہے اور آخرت میں ان لوگوں کی دوستی و ہمنشینی انسان کو جہنم میں پہنچادیتی ہے، جیساکہ سورہ فرقان میں واضح لفظوں میں بُرے دوستوں کے ساتھ رفاقت و ہمنشینی کا نتیجہ اور انجام کو بیان کرتے ہوئے ارشادِ رب العزت ہے: اے کاش میں فلاں لوگوں کو اپنا دوست نہ بناتا ان لوگوں نے مجھے حق سے گمراہ کیا ہے جبکہ میں ہدایت یافتہ تھا اور ان کی دوستی نے مجھے جہنم میں پہنچادیا۔

﴿يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا * لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا﴾ (الفرقان/ ۲۸-۲۹)

اس آیت سے یہ بات واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ بُرے لوگوں کی دوستی انسان کیلئے دنیاو آخرت دونوں میں بدبختی اور شقاوت کا سبب ہے جبکہ اس کے مقابل میں نیک لوگوں کی دوستی دنیاو آخرت دونوں میں سعادت وخوشبختی کا باعث ہے، اسی وجہ سے فارسی میں یہ شعر مشہور و معروف ہے کہ:

تا توانی میگریز از یار بد　　یار بد بدتر بود از مار بد
مار بد تنها تو را بر جان زند　　یار بد بر جان و بر ایمان زند

جتنا ممکن ہوسکے برے دوست سے پرہیز کرو کیونکہ برادوست سانپ سے زیادہ خطرناک ہے اس لئے کہ سانپ صرف انسان کی جان کے لئے خطرہ ہوتا ہے جبکہ برادوست انسان کی جان کے ساتھ ساتھ اس کے ایمان کو بھی برباد کردیتا ہے۔

(۱) غرر الحکم، ج۱، ص ۳۸۵

اسی وجہ سے حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: بُرے لوگوں سے دوستی و ہمنشینی اختیار نہ کرو اس لئے کہ جو شخص بُرے لوگوں کی دوستی و ہمنشینی اختیار کرتا ہے اس کا دین وایمان محفوظ نہیں رہتا اور جو شخص بُری جگہوں پر چلا جاتا ہے وہ متہم ہو جاتا ہے اور جس شخص کی زبان اس کے قابو میں نہ ہو وہ پشیمان ہو جاتا ہے۔

«عَنِ اَلصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ قَالَ: مَنْ يَصْحَبْ صَاحِبَ اَلسَّوْءِ لاَ يَسْلَمْ وَ مَنْ يَدْخُلْ مَدَاخِلَ اَلسَّوْءِ يُتَّهَمْ وَ مَنْ لاَ يَمْلِكْ لِسَانَهُ يَنْدَمْ» (۱)

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: چار گروہ کے ساتھ دوستی و ہمنشینی اختیار نہ کرو؛

۱) احمق ۲) بخیل ۳) بُزدل ۴) جھوٹا

احمق دوست تمہیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہے لیکن اپنی بیوقوفی کی وجہ سے فائدے کے بجائے نقصان کرا دیتا ہے۔

بخیل دوست تم سے لیتا ہے لیکن تمہیں کچھ دینے کے لئے تیار نہ ہو گا۔

بُزدل تمہیں ڈرائے گا اور ہر نیک کام اور والدین سے نیکی کرنے سے تمہیں روکے گا۔

جھوٹا دوست تمہارے ساتھ ہمیشہ غلط بیانی کرے گا دھوکا دے گا۔

«قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: لاَ تُقَارِنْ وَ لاَ تُوَاخِ أَرْبَعَةً اَلْأَحْمَقَ وَ اَلْبَخِيلَ وَ اَلْجَبَانَ وَ اَلْكَذَّابَ أَمَّا اَلْأَحْمَقُ فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرُّكَ وَ أَمَّا اَلْبَخِيلُ فَإِنَّهُ يَأْخُذُ مِنْكَ وَ لاَ يُعْطِيكَ وَ أَمَّا اَلْجَبَانُ فَإِنَّهُ يَهْرُبُ عَنْكَ وَ عَنْ وَالِدَيْهِ وَ أَمَّا اَلْكَذَّابُ فَإِنَّهُ يَصْدُقُ وَ لاَ يُصَدَّقُ» (۲)

اسی طرح حضرت امام سجادؑ نے امام محمد باقرؑ کو پانچ گروہ سے ہمنشینی، دوستی اور رفاقت سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہوئے فرمایا ہے: اے فرزند! غور کرو پانچ گروہ کے ساتھ ہمنشینی، دوستی اور رفاقت اختیار نہ کرنا، حضرت امام محمد باقرؑ نے سوال کیا: اے میرے پدر بزرگوار وہ پانچ گروہ کون سے ہیں مجھے بتایئے، تو امام سجادؑ نے فرمایا:

۱) جھوٹے لوگ، اس لئے کہ جھوٹے لوگ سراب کی مانند ہیں کہ جو دور کو نزدیک اور نزدیک کو دور

---

(۱) بحار الانوار، ج۶۸، ص ۲۷۸

(۲) بحار الانوار، ج۷۱، ص ۱۹۱

دکھاتے ہیں۔

۲) بے دین اور فاسق لوگ، اس لئے کہ یہ لوگ تمہیں ایک لقمے کے لئے یا اس سے بھی کم تر کے لئے فروخت کر ڈالیں گے۔

۳) کنجوس اور بخیل لوگ، اس لئے کہ بخیل لوگ تمہیں انتہائی ضرورت کے موقع پر تنہا چھوڑ دیں گے۔

۴) بیوقوف اور احمق لوگ، اس لئے کہ یہ لوگ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہیں گے لیکن ان کی بیوقوفی کی وجہ سے فائدے کے بجائے نقصان کرا دیں گے۔

۵) قطع رحم کرنے والے، یعنی وہ لوگ کہ جو اپنے رشتے داروں کے ساتھ نہ اچھے روابط رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کرتے ہیں، اس لئے کہ قاطع رحم پر قرآن پاک میں تین مقام پر لعنت کی گئی ہے۔ (سورہ بقرہ، سورہ رعد اور سورہ محمد)

«قَالَ أَبِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلاَمُ: يَا بُنَيَّ أُنْظُرْ خَمْسَةً فَلاَ تُصَاحِبْهُمْ وَ لاَ تُحَادِثْهُمْ وَ لاَ تُرَافِقْهُمْ فِي طَرِيقٍ فَقُلْتُ يَا أَبَتِ مَنْ هُمْ عَرِّفْنِيهِمْ قَالَ إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَةِ السَّرَابِ يُقَرِّبُ لَكَ الْبَعِيدَ وَ يُبَعِّدُ لَكَ الْقَرِيبَ وَ إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْفَاسِقِ فَإِنَّهُ بَائِعُكَ بِأُكْلَةٍ أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ وَ إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْبَخِيلِ فَإِنَّهُ يَخْذُلُكَ فِي مَالِهِ أَحْوَجَ مَا تَكُونُ إِلَيْهِ وَ إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْأَحْمَقِ فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرُّكَ وَ إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْقَاطِعِ لِرَحِمِهِ فَإِنِّي وَجَدْتُهُ مَلْعُوناً فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ فِي ثَلاَثَةِ مَوَاضِعَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَ تُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ * أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللهُ﴾ (محمد/ ۲۲-۲۳) إِلَى آخِرِ الْآيَةِ وَ قَالَ عَزَّ وَ جَلَّ ﴿الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَ يَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾ (الرعد/ ۲۵) وَ قَالَ فِي الْبَقَرَةِ ﴿الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَ يَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ

يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾(البقرة/ ۲۷)"

دوستی کی بنیادی شرائط

روایات کی روشنی میں سچی دوستی اور رفاقت کی بہت ساری بنیادی شرائط اور صفات ہیں، اگر یہ شرائط وصفات موجود ہوں تو سچی اور حقیقی دوستی ہے اور یہی دوستی ورفاقت دنیا و آخرت دونوں کا عظیم سرمایہ اور نجات کا وسیلہ ہے۔اور اگر یہ بنیادی شرائط وصفات دوستی میں موجود نہ ہوں تو یہ صرف دھوکہ وفریب ہے دوستی نہیں ہے۔

جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے: دوستی ورفاقت کے چند بنیادی معیار اور شرائط ہیں، ان معیارات اور شرائط پر پورے اتریں تو یہ سچی دوستی ہے ورنہ کوئی دوستی ورفاقت نہیں ہے بلکہ دنیوی فریب ودھوکہ ہے، جن میں یہ شرائط و معیارات نہ ہوں انہیں دوست سمجھنا بیکار اور فضول ہے۔ پھر آپ نے دوستی کی بنیادی شرائط ومعیارات پانچ چیزیں کو قرار دیتے ہوئے فرمایا؛

۱)دوست کا ظاہر وباطن تمہارے لئے یکساں ہو،(واقعی خلوص کا مالک ہو)۔

۲)تمہاری زینت وکامیابی کو اپنی زینت اور کامیابی سمجھے اور تمہاری ناکامی اور ننگ وعار کو اپنے لئے ننگ وعار سمجھے۔

۳)مقام ومنصب اور دولت وثروت اس کی دوستی کو بدل نہ سکے۔

۴)جو چیز اس کی قدرت میں ہے اس سے تمہیں منع نہ کرے۔

۵)مشکلات وسختیوں میں تمہیں تنہا نہ چھوڑے۔

اور یہ پانچویں صفت در حقیقت تمام خوبیوں کا مجموعہ ہے۔

وعَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: لَا تَكُونُ الصَّدَاقَةُ إِلَّا بِحُدُودِهَا فَمَنْ كَانَتْ فِيهِ هَذِهِ الْحُدُودُ أَوْ شَيْءٌ مِنْهَا فَانْسُبْهُ إِلَى الصَّدَاقَةِ وَ مَنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ شَيْءٌ مِنْهَا فَلَا تَنْسُبْهُ إِلَى شَيْءٍ مِنَ الصَّدَاقَةِ فَأَوَّلُهَا أَنْ تَكُونَ سَرِيرَتُهُ وَ عَلَانِيَتُهُ لَكَ وَاحِدَةً وَ الثَّانِي أَنْ يَرَى زَيْنَكَ زَيْنَهُ وَ

---

(۱) تفسیر نور الثقلین، ج۲، ص۵۰۱

شَیْنَكَ شَیْنَهُ وَ الثَّالِثَةُ أَنْ لاَ تُغَیِّرَهُ عَلَیْكَ وِلاَیَةٌ وَ لاَ مَالٌ وَ الرَّابِعَةُ أَنْ لاَ یَمْنَعَكَ شَیْئاً تَنَالُهُ مَقْدُرَتُهُ وَ الْخَامِسَةُ وَ هِیَ تَجْمَعُ هَذِهِ الْخِصَالَ أَنْ لاَ یُسْلِمَكَ عِنْدَ النَّكَبَاتِ»(۱)

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۳۹

آدابِ معاشرت (حصہ ششم در شکر گزاری)

شکر کی اہمیت اور اس کی تاثیر انسان کی زندگی میں

انسان کی زندگی میں شکر کی اہمیت اور اس کی تاثیر کو بیان کرتے ہوئے مولائے کائناتؑ نے حکمت نمبر ۱۳ میں فرمایا ہے: جب تمہاری طرف نعمتوں کے اسباب فراہم ہو جائیں اور نعمتوں کے دروازے کھل جائیں تو ان نعمتوں کی فراوانی کو شکر کی کمی کے ذریعے سے ختم نہ کرو۔

«قَالَ علیٌّ علیہ السلام: إِذَا وَصَلَتْ إِلَيْكُمْ أَطْرَافُ النِّعَمِ فَلَا تُنَفِّرُوا أَقْصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكْرِ»

اس حکمت میں مولا علیؑ نے نعمتوں کی بقاء اور نعمتوں کی فراوانی میں شکر کا کردار اور تاثیر کو بیان کیا ہے، قرآنی آیات اور روایات معصومینؑ کی روشنی میں نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور نعمتوں کی قدر دانی کرنا، نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا نعمتوں کی بقاء اور فراوانی میں بہت زیادہ موثر ہے، جب انسان خدا کی طرف سے ملنے والی نعمتوں کا شکر ادا کرتا رہے تو خداوند اس بندے کے لیے نعمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور نعمتوں میں فراوانی عطاء کرتا ہے، اس کے مقابلے میں اگر کوئی انسان کفرانِ نعمت کے گناہ میں مبتلا ہو جائے اور نعمتوں کی قدر دانی اور شکریہ ادا نہ کرے تو یہ نعمتیں چھن لی جاتی ہیں اور انسان کی زندگی میں زوال آجاتا ہے اور یہ نعمتوں کا زوال کفران نعمت کی سزا ہے۔

قرآنِ پاک میں تمام انسانوں کو اس حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے اور شکر کی اہمیت و ضرورت کو بیان کرتے ہوئے اور کفران نعمت کی بدترین عاقبت اور انجام کو بیان کرتے ہوئے خدا کا اعلان ہے۔

﴿وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (۱)

یعنی تمہارے پرودگار کا یہ اعلان ہے کہ اگر نعمتوں کا شکریہ ادا کروگے تو ہم تمہاری نعمتوں میں ضرور فراوانی کریں گے اور اگر کفرانِ نعمت یعنی نعمتوں کی بے قدری وناشکری کروگے تو پھر میرا عذاب سخت وشدید ہے۔

اس حقیقت کو عبرت آمیز شکل اور داستان کی صورت میں بیان کرتے ہوئے قوم سبا کی سرگزشت اور زندگی کو بیان کیا گیا ہے، اس قوم کو پرودگارِ عالم کی نعمتوں کی فراوانی، خوشحال زندگی اور نعمتوں سے بھرپور زندگی عطاء کی گئی تھی لیکن اس قوم نے ان نعمتوں کی قدر نہیں کی اور خداوند کی نعمتوں کو معصیت اور گناہ کے کاموں میں خرچ کیا تو خداوند نے ان ساری نعمتوں کو چھین لیا اور وہ فقر وغربت اور پریشانیوں میں مبتلا ہوگئے۔ جیسا کہ سورہ سبا میں اس حقیقت کو واضح لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ﴾ (۲)

یعنی خدا کے فراوان رزق سے استفادہ کرو اور خدا کی نعمتوں کو کھاتے رہو اور اس خدا کا شکر ادا کرتے رہو اور پاک وپاکیزہ شہر اور انتہائی غفور اور بخشنے والا خداوند تمہارے لیے ہے۔

﴿ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ﴾ (۳)

یعنی یہ تباہی وبربادی ان کی کفرانِ نعمت کا نتیجہ ہے اور ہم نے انہیں جو سزا دی ہے وہ کفرانِ نعمت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

ان آیتوں کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کی سعادت اور کامیابی اور نعمتوں میں فراوانی مُنعم حقیقی خداوند تعالیٰ کی عبادت وبندگی اور ان کی عظیم نعمتوں کی قدردانی اور شکر ادا کرنے میں مضمر ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں انسان کی تباہی وبربادی خدا کی نافرمانی اور نعمتوں کی ناشکری میں پوشیدہ ہے۔

---

(۱) ابراہیم/ ۷

(۲) سبا/ ۱۵

(۳) سبا/ ۱۷

اسی طریقے سے سورہ نحل میں خداوند تعالیٰ نے کفرانِ نعمت اور ناشکری کرنے والوں کی بدترین عاقبت کو بیان کرتے ہوئے ایک اور مثال پیش کی ہے کہ: "خدا تمہارے لیے اس بستی کی مثال پیش کرتا ہے جس کے رہنے والوں کے لیے امنیت اور سکون کی زندگی اور ہر طرف سے رزق کی فراوانی عطاء کی گئی تھی اور پھر ان بستی والوں نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے اور عبادت و بندگی کرنے کے بجائے معصیت، نافرمانی اور کفرانِ نعمت کے جرم میں مبتلا ہو گئے تو پھر خداوند تعالیٰ نے ان کو بھوک بے لباسی اور خوف کا ذائقہ چکھا دیا اور ساری نعمتیں بُرے کردار اور اعمال کی وجہ سے چھین لیں۔

﴿وَضَرَبَ اللهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللهِ فَأَذَاقَهَا اللهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ "(۱)

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے ان بستی والوں کے لیے تین بنیادی نعمتوں کا ذکر کیا ہے:

۱) امن وامان کی زندگی عطاء کی گئی۔

۲) سکون واطمئنان کی زندگی عطاء کی گئی۔

۳) ہر طرف سے فراوانیِ رزق عطاء کیا گیا۔

اگر یہ بستی والے خدا کی اطاعت اور بندگی کرتے اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے تو خداوند ان کو مزید نعمت اور سکون کی زندگی عطاء کرتا لیکن بستی والوں نے کفرانِ نعمت اور عصیان کا راستہ اختیار کر لیا جس کے نتیجہ میں ان کو امنیت کے بجائے خوف وہراس میں مبتلا کر دیا اور ہر طرف سے پریشانیوں اور وحشت کو ان پر مسلط کیا گیا اور دوسری طرف فراوان رزق تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور قحط سالی اور غربت میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ ان کے پاس کھانے کے لیے روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ خداوند تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور عبرت کے لیے اس بستی کی مثال پیش کی ہے۔

اسی طرح قرآن پاک کی متعدد آیات میں خداوند کی طرف سے نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور نعمتوں کو یاد

---

(۱) نحل / ۱۱۲

کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ حقیقت شکر خدا کی عبادت اور بندگی کا نام ہے اس کی جتنی بھی نعمتیں ہیں ان نعمتوں کا حق ادا کرتے ہوئے ان نعمتوں کو خدا کی راہ میں استعمال کرنا اور رب العزت کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے بہترین عبادت اور اطاعت میں زندگی گزارنے کا نام شکر ہے۔ اگر واقعی میں بندگی کرے اور خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرے تو خداوند ہر طرف سے نعمتیں عطاء کرتا ہے اور اس کے لئے زمین و آسمان سے رزق و برکت کے دروازے کھول دیتا ہے، جیسا کہ سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۹۶ میں رب العزت کا اعلان ہے اگر بستی والے دو کام انجام دیں تو ہم آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے ان کے لیے کھول دیتے۔

﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (۱)

اور سورہ شوریٰ میں ارشاد فرمایا: انسان جن پریشانیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہے وہ سب اس کے برے اعمال و کردار اور خدا کی عظیم نعمتوں کی بے قدری اور کفرانِ نعمت کا نتیجہ ہے جبکہ پروردگار ان کے بہت سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾ (شوری/ ۳۰)

امام صادقؑ نے فرمایا: جب بندہ واقعی خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے تو خداوند عالم اس کی نعمتوں میں فراوانی عطاء کرتا ہے اور اس کی نعمتوں پر کبھی زوال نہیں آتا اور اگر نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے اور عبادت و بندگی کے بجائے معصیت و نافرمانی کرے تو ساری نعمتیں چھن جاتی ہیں اور اسکی زندگی میں زوال آجاتا ہے۔

«اُشْكُرْ مَنْ أَنْعَمَ عَلَيْكَ وَ أَنْعِمْ عَلَىٰ مَنْ شَكَرَكَ فَإِنَّهُ لَا زَوَالَ لِلنِّعْمَةِ إِذَا شُكِرَتْ وَ لَا بَقَاءَ لَهَا إِذَا كُفِرَتْ» (۲)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جب انسان کو چار نعمتیں مل جاتی ہیں تو اس کے نتیجے میں اسے دوسری چار

---

(۱) الاعراف/ ۹۶

(۲) اصول کافی، ج ۳، ص ۹۲

نعمتیں بھی ضرور ملتی ہیں:

۱) اور جب انسان کو دعا کی توفیق حاصل ہو جائے تو پھر اس سے اجابت اور قبولیت بھی مل جاتی ہے۔

۲) جب انسان کو توبہ کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے تو اسے قبولیت اور نجات مل جاتی ہے۔

۳) جب انسان کو استغفار کی توفیق حاصل ہو جائے تو اسے مغفرت ضرور مل جاتی ہے۔

۴) جب انسان کو شکر کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے تو اسے نعمتوں میں فراوانی مل جاتی ہے۔

«قال رسول الله ﷺ: مَنْ أُعْطِيَ أَرْبَعاً لَمْ يُحْرَمْ أَرْبَعاً مَنْ أُعْطِيَ اَلدُّعَاءَ لَمْ يُحْرَمِ اَلْإِجَابَةَ وَ مَنْ أُعْطِيَ اَلتَّوْبَةَ لَمْ يُحْرَمِ اَلْقَبُولَ وَ مَنْ أُعْطِيَ اَلاِسْتِغْفَارَ لَمْ يُحْرَمِ اَلْمَغْفِرَةَ وَ مَنْ أُعْطِيَ اَلشُّكْرَ لَمْ يُحْرَمِ اَلزِّيَادَةَ»[1]

اس روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے انسان کی زندگی میں چار چیزوں کو ضروری قرار دیا ہے اور ان چار چیزوں کے نتیجے میں دوسری چار عظیم چیزیں مل جاتی ہیں:

۱۔ استغفار، اس کے نتیجہ میں مغفرت مل جاتی ہے۔

۲۔ شکر ادا کرنا، اس کے نتیجہ میں رزق میں فراوانی مل جاتی ہے۔

۳۔ گناہوں سے توبہ کرنا، اس کے نتیجہ میں نجات مل جاتی ہے۔

۴۔ دعا اور مناجات کرنا، اس کے نتیجہ میں جو بھی چیز خدا سے مانگے اسے مل جاتی ہے۔

شکر الٰہی بجالانا ہر انسان کے لیے ضروری ہے

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: تین چیزیں انسان کے لیے بہت ضروری ہیں یہ تین چیزیں انسان کی زندگی میں ہوں تو کوئی بھی چیز اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی:

---

(۱) نہج البلاغہ (صبحی صالح)، ص: ۴۹۴

۱) دعا اور مناجات پریشانی اور بلاؤں کے وقت نجات دیتی ہے۔

۲) استغفار اور توبہ، یہ گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرتی ہے۔

۳) شکر اور نعمتوں کی قدر کرنا انسان کی نعمتوں میں اضافہ اور فراوانی کا باعث ہے۔

«قال الصادق: ثَلاثٌ لاَ یَضُرُّ مَعَهُنَّ شَیْءٌ اَلدُّعاءُ عِنْدَ اَلْکَرْبِ وَ اَلاِسْتِغْفَارُ عَنِ اَلذَّنْبِ وَ اَلشُّکْرُ عِنْدَ اَلنِّعْمَةِ»[1]

شکر کرنے کا طریقہ اور شکر کی قسمیں

روایت میں شکر کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں؛

۱) شکرِ قلبی۔ ۲) شکرِ لسانی۔ ۳) شکر عملی

شکر قلبی: یہ ہے کہ انسان دل سے خدا کی نعمتوں کی معرفت حاصل کرے اور دل کی گہرائیوں سے یقین حاصل کرے کہ یہ ساری نعمتیں خدا کی طرف سے ہیں اور یہ سب خدا کی طرف سے عنایات اور احسانات میں سے ہیں۔

امام صادقؑ نے فرمایا: جس شخص کے اوپر خدا کی نعمتیں فراوان ہوں اور وہ دل سے معرفت حاصل کرے کہ یہ ساری نعمتیں خدا کی طرف سے عنایت اور عطاء ہیں تو گویا اس نے خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کر دیا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ :مَنْ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ بِنِعْمَةٍ فَعَرَفَهَا بِقَلْبِهِ فَقَدْ أَدَّى شُكْرَهَا»[2]

ایک اور مقام پر امام صادقؑ نے فرمایا: تورات میں لکھا ہوا ہے کہ تم شکریہ ادا کرو اس کا جس نے تمہیں نعمت عطا کی ہو اور اُسے نعمت عطا کرو جو تمہارا شکریہ ادا کرے، کیونکہ جب تک تم شکر کرتے رہو گے نعمت ختم نہیں

(۱) بحار الانوار، ج ۶۸، ص: ۳۰

(۲) بحار الانوار، ج ۶۸، ص ۳۲

دگی اور جب کفرانِ نعمت کروگے تو کوئی نعمت باقی نہیں رہے گی، اس لئے کہ شکر نعمت میں فراوانی کا سبب بھی ہے اور غیر کی محتاجی سے نجات بھی۔

«عن ابی عبداللہ فقال: مَكْتُوبٌ فِي اَلتَّوْرَاةِ اُشْكُرْ مَنْ أَنْعَمَ عَلَيْكَ وَ أَنْعِمْ عَلَى مَنْ شَكَرَكَ فَإِنَّهُ لاَ زَوَالَ لِلنَّعْمَاءِ إِذَا شَكَرْتَ وَ لاَ بَقَاءَ لَهَا إِذَا كَفَرْتَ وَ اَلشُّكْرُ زِيَادَةٌ فِي اَلنِّعَمِ وَ أَمَانٌ مِنَ اَلْغِيَرِ»(۱)

شکر لسانی: یہ ہے کہ انسان زبان سے خدا کا شکر ادا کرے اور ہر نعمت پر اپنی زبان سے شکر کرتے ہوئے (شکراً للہ) اور (الحمدللہ) کہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا ہر نعمت پر خدا کا شکر ادا کرو اور یہ جملے کہو (الحمدللہ) تو گویا تم نے اس نعمت کا شکر ادا کردیا ہے۔ اور ہر کھانے کے بعد (الحمدللہ) کہنا یہ شکر نعمت کا ایک بہترین طریقہ ہے۔

ایک اور مقام پر حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: نعمتوں کے شکر کرنے کا طریقہ حرام کام اور گناہوں سے اجتناب کرنا اور کامل ترین شکر کرنے کا طریقہ (الحمدللہ رب العالمین) کہنا ہے۔

«الإمام الصادق عليه السلام: شُكرُ النِّعمَةِ اجتِنابُ المَحارِمِ ، وتَمامُ الشُّكرِ قَولُ الرَّجُلِ : الحَمدُ للّهِ رَبِّ العالَمينَ»(۲)

شکرِ لسانی میں بہترین شکر کرنے کا طریقہ انسان سجدے میں جائے سر سجدے گاہ پر رکھ کر جتنا ممکن ہو سجدے میں شکر للہ یا الحمدللہ رب العالمین پڑھے۔

حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: حضور ﷺ کی سنت وسیرت یہ تھی کہ جب بھی آپ کو خدا کی طرف سے کوئی نعمت حاصل ہو جاتی یا کوئی امر آسان ہو جاتا تو فرماتے تھے (الحمدللہ علی ھذہ النعمۃ) اور جب کوئی غم لاحق ہو جاتا تو فرماتے تھے (الحمدللہ علی کل حال)۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۱۳، ص: ۳۶۰

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۹۵

«كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِذَا وَرَدَ عَلَيْهِ أَمْرٌ يَسُرُّهُ قَالَ - اَلْحَمْدُ للهِ عَلَى هٰذِهِ اَلنِّعْمَةِ وَ إِذَا وَرَدَ أَمْرٌ يَغْتَمُّ بِهِ قَالَ اَلْحَمْدُ للهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ»[1]

شکر عملی: شکر عملی ضروری اور اہم ترین شکر ہے شکر عملی خدا کی نعمتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنی زندگی کو خدا کی عبادت اور بندگی میں قرار دینا اور شریعت کے تمام اعمال انجام دینا واجبات کو بجالانا گناہوں سے دوری اختیار کرنا عبدِ شکور اور مطیع بننا یہ شکرِ عملی ہے۔

امام صادقؑ نے فرمایا: تمہارے ہر سانس کے لیے ایک شکر لازم ہے اور شکر کا کمترین درجہ تمام نعمتوں کو خدا کی طرف سے قرار دینا ہے، کیونکہ یہ نعمتیں خدا نے اپنے لطف و کرم سے ہمیں عطاء کی ہیں۔ اپنے آپ کو ان نعمتوں کا مستحق نہ سمجھنا یہ کم درجے کا شکر ہے اور پھر خدا کی رضا پر راضی رہنا، خدا کی نعمتوں کو معصیت میں خرچ نہ کرنا اور خدا کے کسی بھی فرمان کی مخالفت نہ کرنا بلکہ تمام نعمتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا یہ شکرِ عملی ہے، مزید امام نے فرمایا بندے کو ہر حال میں خدا کا مطیع اور شاکر رہنا چاہیے۔

«فِي كُلِّ نَفَسٍ مِنْ أَنْفَاسِكَ شُكْرٌ لَازِمٌ لَكَ بَلْ أَلْفٌ أَوْ أَكْثَرُ وَ أَدْنَى اَلشُّكْرِ رُؤْيَةُ اَلنِّعْمَةِ مِنَ اللهِ تَعَالَى مِنْ غَيْرِ عِلَّةٍ يَتَعَلَّقُ اَلْقَلْبُ بِهَا دُونَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ اَلرِّضَا بِمَا أَعْطَى وَ أَنْ لَا تَعْصِيَهُ بِنِعْمَتِهِ وَ تُخَالِفَهُ بِشَيْءٍ مِنْ أَمْرِهِ وَ نَهْيِهِ بِسَبَبِ نِعْمَتِهِ فَكُنْ للهِ عَبْداً شَاكِراً عَلَى كُلِّ حَالٍ تَجِدِ اللهَ رَبّاً كَرِيماً عَلَى كُلِّ حَالٍ وَ لَوْ كَانَ عِنْدَ اللهِ تَعَالَى عِبَادَةٌ تَعَبَّدَ بِهَا عِبَادُهُ اَلْمُخْلَصُونَ أَفْضَلَ مِنَ اَلشُّكْرِ عَلَى كُلِّ لَأَطْلَقَ لَفْظَةً فِيهِمْ مِنْ جَمِيعِ اَلْخَلْقِ بِهَا فَلَمَّا لَمْ يَكُنْ أَفْضَلُ مِنْهَا خَصَّهَا مِنْ بَيْنِ اَلْعِبَادَاتِ وَ خَصَّ أَرْبَابَهَا فَقَالَ وَ قَلِيلٌ مِنْ عِبَادِيَ اَلشَّكُورُ وَ تَمَامُ اَلشُّكْرِ اَلِاعْتِرَافُ بِلِسَانِ اَلسِّرِّ خَالِصاً للهِ عَزَّ وَ جَلَّ بِالْعَجْزِ عَنْ بُلُوغِ أَدْنَى شُكْرِهِ لِأَنَّ اَلتَّوْفِيقَ فِي اَلشُّكْرِ نِعْمَةٌ حَادِثَةٌ يَجِبُ اَلشُّكْرُ عَلَيْهَا وَ هِيَ أَعْظَمُ قَدْراً وَ أَعَزُّ وُجُوداً مِنَ اَلنِّعْمَةِ اَلَّتِي مِنْ أَجْلِهَا وُفِّقَ لَهُ فَيَلْزَمُكَ عَلَى كُلِّ شُكْرٍ شُكْرٌ أَعْظَمُ مِنْهُ إِلَى مَا لَا نِهَايَةَ لَهُ مُسْتَغْرِقاً فِي نِعَمِهِ عَاجِزاً قَاصِراً عَنْ دَرْكِ غَايَةِ شُكْرِهِ فَأَنَّى يَلْحَقُ اَلْعَبْدُ شُكْرَ نِعْمَةِ اللهِ وَ مَتَى يَلْحَقُ صَنِيعُهُ بِصَنِيعِهِ وَ اَلْعَبْدُ ضَعِيفٌ لَا قُوَّةَ لَهُ أَبَداً إِلَّا

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج۵، ص۳۱۱

بِاللهِ تَعَالَىٰ عَزَّ وَ جَلَّ وَ اللهُ تَعَالَىٰ غَنِيٌّ عَنْ طَاعَةِ الْعَبْدِ فَهُوَ تَعَالَىٰ قَوِيٌّ عَلَىٰ مَزِيدِ النِّعَمِ عَلَى الْأَبَدِ فَكُنْ لِلّٰهِ عَبْداً شَاكِراً عَلَىٰ هٰذَا الْوَجْهِ تَرَى الْعَجَبَ» (۱)

اس روایت میں امام نے ہر انسان کے لیے تین شکر بیان کیے ہیں شکر قلبی شکر لسانی شکر عملی اور آخر میں ہر حال میں خدا کا مطیع اور شاکر رہنے کا حکم دیا ہے۔

مولائے کائنات علیؑ نے فرمایا: تمام نعمتوں کا شکر ہر اس چیز سے پرہیز اور دوری اختیار کرنا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اور یہی حقیقتِ شکر ہے۔

«شُكْرُ كُلِّ نِعْمَةٍ اَلْوَرَعُ عَمَّا حَرَّمَ اللهُ» (۲)

شکر ایک عظیم عبادت ہے اور بندگی کا بہترین طریقہ خدا عظیم نعمتوں پر شکر گزار رہنا ہے اور جب انسان حقیقی معنوں میں شکر کرتا ہے تو پھر پروردگار تمہارے تمام گناہوں کو بخشتا ہے بلکہ بندہ کے گناہوں کو نیکیوں اور حسنات میں تبدیل کر دیتا ہے۔

اصول کافی میں آیا ہے کہ چار چیزیں کسی کی زندگی میں ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ اگرچہ یہ شخص سر تا پا گناہگار ہی کیوں نہ ہو، وہ چار چیزیں درج ذیل ہیں؛

۱) صداقت و سچائی۔ ۲) عفت و پاکدامنی

۳) اچھا اخلاق و کردار ۴) خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا۔

«قال الامام صادق: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُؤْمِناً وَ إِنْ كَانَ مِنْ قَرْنِهِ إِلَىٰ قَدَمِهِ ذُنُوباً اَلصِّدْقُ وَ اَلْحَيَاءُ وَ حُسْنُ اَلْخُلُقِ وَ اَلشُّكْرُ» (۳)

مولائے کائناتؑ نے فرمایا: کم ترین واجب تمام انسانوں پر یہ ہے کہ وہ خدا کی نعمت کے ذریعے سے گناہ نہ

---

(۱) مصباح الشریعہ، ص: ۲۴

(۲) سفینۃ البحار الفصال، ج ۱، ص ۷۱۴ / ۴

(۳) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۷۷ / ص ۲۵۳

کرے اور خدا کی نعمتوں کو گناہوں اور راہِ معصیت میں خرچ نا کرے، یہ شکرِ عملی ہے۔

«قال الامام علی: أَقَلُّ مَا يَلْزَمُكُمْ لِلّٰهِ تَعَالَىٰ أَنْ لَا تَسْتَعِينُوا بِنِعَمِهِ عَلَىٰ مَعَاصِيهِ» (۱)

خدا کے ساتھ احسان کرنے والوں کا بھی شکریہ ادا کرنا

انسان کے لیے جہاں خالق ومالک حقیقی خداوند مہربان کا شکر ادا کرنا اور اس کی نعمتوں کا حق ادا کرنا ضروری ہے وہاں پروردگار نے ان لوگوں کا شکریہ ادا کرنا اور قدردانی کرنا بھی ضروری قرار دیا ہے جن کا انسان کی زندگی میں بہت احسان ہے اور انسان کی زندگی بنانے میں جن لوگوں کا بہت نقش اور کردار رہا ہے، انہیں لوگوں کی زحمت اور مشقت کے نتیجے میں انسان کو عظیم کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں جیسا کہ والدین اور استاد وغیرہ ہیں کہ خداوند تعالیٰ کے بعد زندگی میں ان کے احسان بہت زیادہ ہیں۔ اسی وجہ سے سورہ لقمان میں آیت نمبر ۱۴ میں خداوند نے فرمایا:

﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ (لقمان/ ١٤)

ہم نے انسان کو سفارش کی ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی اور احسان کرے یعنی پوری زندگی میرا شکر گزار رہے اور والدین کا بھی شکریہ ادا کرتا رہے، اس آیت میں خداوند نے اپنے شکر کے ساتھ ساتھ والدین کا بھی شکر ادا کرنا، ان کی زحمات ومشقتوں کا پوری زندگی قدردان رہنا، ان کے لیے بہترین صلہ اور پاداش کے طور پر ان کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کی خدمت کرنا بھی ضروری قرار دیا ہے۔

جیسا کہ امام سجادؑ نے فرمایا: قیامت کے دن خدا اپنے بندوں سے سوال کرے گا کہ کیا تم لوگوں نے جن کے احسانات تم پر تھے ان کا شکریہ ادا کیا ہے؟ بندے کہتے ہیں خداوندا! ہم ہمیشہ تیرا شکر ادا کرتے رہے، خدا کی طرف سے آواز آئے گی: جب تک تم لوگ اپنے محسنین کا شکر ادا نہیں کروگے تو گویا میرا شکر بھی ادا نہیں کیا۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ وہ شخص ہے جو لوگوں کا بہت قدردان اور ان کا شکریہ ادا کرنے والا ہے۔

---

(۱) غرر الحکم ج۱، ص ۲۱۳

اس روایت میں حضرت امام سجادؑ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندوں میں سے دو گروہ کو بہت زیادہ پسند کرتا ہے؛

۱) وہ لوگ جن کا دل خدا کے لئے محزون اور غمگین رہتا ہے۔

۲) وہ لوگ جو خدا کی نعمتوں کا بہت زیادہ شکر ادا کرنے والے ہیں۔

«عن علی ابن الحسین علیہما السلام: عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْمِنْقَرِيِّ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمَّارٍ الدُّهْنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَقُولُ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ كُلَّ قَلْبٍ حَزِينٍ وَ يُحِبُّ كُلَّ عَبْدٍ شَكُورٍ يَقُولُ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى لِعَبْدٍ مِنْ عَبِيدِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَ شَكَرْتَ فُلَاناً فَيَقُولُ بَلْ شَكَرْتُكَ يَا رَبِّ فَيَقُولُ لَمْ تَشْكُرْنِي إِذْ لَمْ تَشْكُرْهُ؛ ثُمَّ قَالَ أَشْكَرُكُمْ لِلّٰهِ أَشْكَرُكُمْ لِلنَّاسِ»[1]

امام رضاؑ نے فرمایا: اس شخص نے خدا کا شکر ادا نہیں کیا جس نے مخلوق میں سے اپنے احسان کرنے والوں کا شکر ادا نہیں کیا۔ اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شکرِ خالق کے ساتھ ساتھ شکرِ مخلوق بھی ضروری ہے، یعنی ان لوگوں کا شکریہ ادا کرنا کہ جن کے احسانات ہماری زندگی میں بہت زیادہ رہے ہیں۔

«قال الامام الرضا: اَلتَّحَدُّثُ بِنِعْمَةِ اللهِ شُكْرٌ، وَ تَرْكُهَا كُفْرٌ، وَ مَنْ لَمْ يَشْكُرِ الْقَلِيلَ لَمْ يَشْكُرِ الْكَثِيرَ، وَ مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللهَ جَلَّ وَ عَزَّ وَ الْجَمَاعَةُ رَحْمَةٌ وَ الْفُرْقَةُ عَذَابٌ»[2]

امام سجادؑ نے رسالہ الحقوق میں محسنین کے حقوق بیان کرتے ہوئے فرمایا: جن لوگوں کا احسان تم پر ہے ان کا حق یہ کہ ہے ان کا شکریہ ادا کرتے رہو، ان کے احسانات کو اپنی زندگی میں یاد کرتے رہو، ہمیشہ ان کی خوبیوں کو اور ان کی تعریف کو بیان کرتے رہو، ان کے لیے ہمیشہ مخلصانہ دعا کرتے رہو، کسی وقت ان کے احسانات کو فراموش نہ کرنا اور اگر تم نے ایسا ہی کیا تو گویا ظاہر و باطن دونوں میں ان کا شکریہ ادا کیا اور جتنا ممکن ہے ان کے احسانات کے بدلے میں احسان کرتے رہو اور اگر فی الحال احسان و نیکی کرنا ممکن نہ ہو تو اس کے ساتھ احسان اور نیکی کرنے کا قصد اور جذبہ اپنے اندر موجود رکھو۔

---

(۱) اصول کافی، ج ۲، ص ۹۹

(۲) عیون اخبار الرضاؑ، ج ۲، ص ۲۴

«وَ أَمَّا حَقُّ ذِي الْمَعْرُوفِ عَلَيْكَ فَأَنْ تَشْكُرَهُ وَ تَذْكُرَ مَعْرُوفَهُ وَ تَنْشُرَ لَهُ الْمَقَالَةَ الْحَسَنَةَ وَ تُخْلِصَ لَهُ الدُّعَاءَ فِيمَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ اللهِ سُبْحَانَهُ فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ كُنْتَ قَدْ شَكَرْتَهُ سِرّاً وَ عَلَانِيَةً ثُمَّ إِنْ أَمْكَنَ مُكَافَأَتُهُ بِالْفِعْلِ كَافَأْتَهُ وَ إِلاَّ كُنْتَ مُرْصِداً لَهُ مُوَطِّناً نَفْسَكَ عَلَيْهَا» (۱)

امام حسینؑ نے خدا کے شکر کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری قرار دیا ہے جن کے احسان ہماری زندگی میں بہت زیادہ ہیں، لہٰذا ان کا شکریہ ادا کرنا، ان کے لیے دعا کرنا، ان کے احسانات کو یاد رکھنا انسان کے لیے بہت ضروری ہے۔

اور ایک روایت میں بدترین لوگ ان لوگوں کو قرار دیا گیا ہے جو نا خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں، ان کی نگاہ میں نہ خدا کا احترام ہے اور نہ ہی مخلوقِ خدا کا، یہ لوگ بدترین لوگوں میں شامل ہیں۔

جیسا کہ مولاؑ نے فرمایا: خدا کا شکر ادا کرو اس کی عبادت و بندگی کے ذریعے سے، اپنے سے بڑوں کا شکریہ ادا کرو ان کی عزت واحترام کرنے کے ذریعہ سے، اپنے جیسوں کا شکریہ ادا کرو برادری کے ذریعے سے، اپنے سے چھوٹوں کا شکریہ ادا کرو عطاء، نیکی اور احسانات کرنے کے ذریعے سے، دشمن پر کامیابی حاصل ہو جائے تو عفو و درگزر کے ذریعے سے، نعمتوں کی فراوانی کا شکریہ ادا کرو ان نعمتوں کو لوگوں میں تقسیم کرنے کے ذریعے سے، کیونکہ مومن کا شکر اس کے کردار اور عمل کے ذریعے سے ہوتا ہے جبکہ منافق کا شکر صرف زبان پر ہوتا ہے۔

«شُكْرُ إِلَهِكَ بِطُولِ الثَّنَاءِ، شُكْرُ مَنْ فَوْقَكَ بِصِدْقِ الْوَلَاءِ، شُكْرُ نَظِيرِكَ بِحُسْنِ الْإِخَاءِ، شُكْرُ مَنْ دُونَكَ بِسَيْبِ الْعَطَاءِ، شُكْرُ الْمُؤْمِنِ يَظْهَرُ فِي عَمَلِهِ، شُكْرُ الْمُنَافِقِ لَا يَتَجَاوَزُ لِسَانَهُ» (۲)

«إِذَا قَدَرْتَ عَلَى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْراً لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ» (۳)

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج ۱۱، ص ۱۵۴

(۲) عیون الحکم، ج ۱، ص ۲۹۱

(۳) ایضاً، ص ۱۳۳

سجدہ شکر کی اہمیت وفضیلت

خدا کی عظیم نعمتوں اور احسانات کا شکریہ ادا کرنے کا ایک عملی طریقہ سجدہ شکر کا ادا کرنا ہے، سجدے میں جاکر خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور سجدے کو بہت زیادہ طول دینا اور سجدے میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے توبہ واستغفار کرنا انسان کی سعادت وخوشبختی اور دنیا وآخرت کی نجات میں بہت زیادہ موثر ہے، اسی وجہ سے روایات میں سجدہ شکر کی بہت زیادہ تاکید وفضیلت کو بیان کیا گیا ہے، یہاں تک کہ بعض روایات میں خدا کی بے شمار نعمتوں کو یاد کرتے ہوئے سجدہ شکر کرنا واجب ولازم قرار دیا گیا ہے۔

جیسا کہ حضرت امام صادقؑ نے فرمایا: سجدہ شکر ادا کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے، کیونکہ اس سجدہ کے ذریعہ سے تمہاری نماز کامل ہوتی ہے اور تمہارا رب راضی ہوتا ہے اور ملائکہ (تمہارے مقام ومنزلت کو دیکھ کر) تعجب کرتے ہیں، پھر فرمایا: بے شک جب بھی کوئی بندہ نماز پڑھے پھر سجدہ شکر ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس بندے اور ملائکہ کے درمیان سے حجاب کو ہٹا دیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے ملائکہ میرے بندے کو دیکھو کہ وہ میرے قریب ہو گیا ہے، میرے عہد کو انجام دیا ہے، پھر سجدہ شکر ادا کیا ہے ان نعمات کے عوض میں جو میں نے اس بندے کو عطا کی ہیں، تو اے ملائکہ تم کیا کہتے ہو اس بندے کے بارے میں، کہ میں اس بندے کو اس سجدہ شکر اور بندگی کے صلہ میں کیا عطا کروں؟ تو ملائکہ کہیں گے: اے بارِ الٰہا اس پر تو اپنی رحمت نازل فرما، پھر اللہ فرماتا ہے: اس کے لئے کچھ اور؟ تو ملائکہ کہیں گے: اے بارِ الٰہا اسے جنت عطا فرما، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس بندے کے لئے کچھ اور؟ تو ملائکہ کہیں گے: اس کی تمام حاجات کو پورا فرما، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس بندے کے لئے کچھ اور، یہ اسی طرح سوال وجواب ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ خیر ونیکی میں سے کوئی بھی چیز باقی ایسی نہیں بچے گی جو ملائکہ اس بندے کے لئے طلب نہ کریں، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے میرے ملائکہ اور کیا ہونا چاہئے؟ تو ملائکہ کہیں گے: اے پروردگار اس کے علاوہ اور ہمیں کچھ سمجھ نہیں رہا کہ اس بندے کے لئے کیا طلب کریں، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کہ بتحقیق میں اس بندے کا شکر ادا کروں گا جس طرح کہ اس نے میرا شکر ادا کیا ہے اور میں اس کے لئے تمام فضل وکرم اور رحمتوں کو عطا کروں گا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: سَجْدَةُ اَلشُّكْرِ وَاجِبَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ تُتِمُّ بِهَا صَلاَتَكَ

وَ تُرْضِي بِهَا رَبَّكَ وَ تَعْجَبُ الْمَلاَئِكَةُ مِنْكَ وَ إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا صَلَّى ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَةَ الشُّكْرِ فَتَحَ الرَّبُّ تَعَالَى الْحِجَابَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَ بَيْنَ الْمَلاَئِكَةِ فَيَقُولُ «يَا مَلاَئِكَتِي انْظُرُوا إِلَى عَبْدِي أَدَّى قُرْبَتِي وَ أَتَمَّ عَهْدِي ثُمَّ سَجَدَ لِي شُكْراً عَلَى مَا أَنْعَمْتُ بِهِ عَلَيْهِ مَلاَئِكَتِي مَا ذَا لَهُ» قَالَ «فَتَقُولُ الْمَلاَئِكَةُ يَا رَبَّنَا رَحْمَتُكَ ثُمَّ يَقُولُ الرَّبُّ تَعَالَى «ثُمَّ مَا ذَا لَهُ» قَالَ «فَتَقُولُ الْمَلاَئِكَةُ يَا رَبَّنَا جَنَّتُكَ فَيَقُولُ الرَّبُّ تَعَالَى «ثُمَّ مَا ذَا» فَتَقُولُ الْمَلاَئِكَةُ يَا رَبَّنَا كِفَايَةُ مُهِمِّهِ فَيَقُولُ الرَّبُّ «ثُمَّ مَا ذَا» فَلاَ يَبْقَى شَيْءٌ مِنَ الْخَيْرِ إِلاَّ قَالَتْهُ الْمَلاَئِكَةُ فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى «يَا مَلاَئِكَتِي ثُمَّ مَا ذَا» فَتَقُولُ الْمَلاَئِكَةُ يَا رَبَّنَا لاَ عِلْمَ لَنَا فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى «لَأَشْكُرَنَّهُ كَمَا شَكَرَنِي وَ أُقْبِلُ إِلَيْهِ بِفَضْلِي وَ أُرِيهِ رَحْمَتِي» (۱)

کفرانِ نعمت کی مذمت

جس قدر آیات وروایات میں شکرِ نعمت کی تاکید وفضیلت اور آثار وبرکات کو بیان کیا گیا ہے اس سے زیادہ کفرانِ نعمت کی مذمت اور اس کے بُرے آثار وعواقب اور انجام کو بیان کیا گیا ہے، جس طرح شکرِ نعمت دنیا و آخرت دونوں میں سعادت وخوشبختی اور خدا کی خوشنودی کا سبب ہے، کفرانِ نعمت دنیا و آخرت دونوں کی بدبختی اور خدا کی ناراضگی وغضب کا سبب ہے۔

جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: کفرانِ نعمت ضلالت و گمراہی اور خدا کی عظیم نعمتوں کے زوال کا سبب ہے۔

«كُفْرَانُ النِّعَمِ يَزِلُّ الْقَدَمَ وَ يَسْلُبُ النِّعَمَ» (۲)

حضرت امام سجادؑ کا فرمان ہے: وہ عظیم گناہ جس کی وجہ سے زندگی میں زوال آتا ہے اور خدا کی نعمتیں چھن جاتی ہیں وہ لوگوں پر ظلم کرنا، نیکی واحسان کی عادت کو ختم کر دینا، خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا کفران کرنا اور شکر کو ترک کرنا ہے۔

«أَبِي خَالِدٍ الْكَابُلِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ زَيْنَ الْعَابِدِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ يَقُولُ :اَلذُّنُوبُ الَّتِي تُغَيِّرُ النِّعَمَ الْبَغْيُ

---

(۱) تہذیب الاحکام، ج۱۰، ص۳۸

(۲) غرر الحکم، ج۱، ص۵۳

عَلَى ٱلنَّاسِ وَ ٱلزَّوَالُ عَنِ ٱلْعَادَةِ فِي ٱلْخَيْرِ، وَ اِصْطِنَاعُ ٱلْمَعْرُوفِ وَ كُفْرَانُ ٱلنِّعَمِ وَ تَرْكُ ٱلشُّكْرِ »(۱)

مولائے کائناتؑ نے ناشکری اور کفرانِ نعمت کو دنیا و آخرت دونوں میں باعث عذاب قرار دیا ہے۔

«كُفْرُ ٱلنِّعَمِ مُجْلِبَةٌ لِحُلُولِ ٱلنِّقَمِ »(۲)

ناشکری اور کفرانِ نعمت کرنا بدترین اور احسان فراموش لوگوں کی نشانی ہے، جیسا کہ مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے: بدترین انسان وہ شخص ہے جو نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے اور عزت و آبرو کا خیال نہ کرے۔

«شَرُّ ٱلنَّاسِ مَنْ لاَ يَشْكُرُ ٱلنِّعْمَةَ وَ لاَ يَرْعَى ٱلْحُرْمَةَ »(۳)

جس طرح ہم نے روایات کی روشنی میں شکرِ خدا کو لازم اور ضروری قرار دیا ہے اور اسی طرح زندگی میں جن لوگوں کا احسان ہماری گردن پر ہے ان کا شکریہ ادا کرنا بھی لازم و ضروری قرار دیا ہے، خدا کے بعد تمام انسانوں پر سب سے زیادہ احسان سرورِ کائنات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی پاک و پاکیزہ اہل بیتؑ کی ذات گرامی ہیں، جو کہ خدا کی تمام نعمتوں کا سبب اور واسطہ فیض اور تمام بشر کے لئے ہدایت، سعادت اور نجات کا وسیلہ ہیں۔

ان ہستیوں کا بھی شکریہ ادا کرنا اور احسان مند رہنا اور ان کے اوپر درود و سلام بھیجنا ضروری اور واجب ہے اور اگر کوئی شخص خدا کی تو عبادت و بندگی کرے لیکن ان ہستیوں کے احسانات اور خدمات کو فراموش کر دے تو وہ اہل جہنم میں سے ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا علیؑ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے علی! اگر کوئی پوری زندگی خدا کی عبادت و بندگی کرے پھر آپ کی ولایت میں اور اہل بیتؑ کی عظمت و فضیلت میں شک کرے تو یہ شخص یقیناً اہل جہنم میں سے ہے۔

«و قال صلّى الله عليه و آله: يا علي لو أنّ أحدا عبد الله حق عبادته ثم يشك فيك و أهل بيتك أنكم أفضل الناس كان في النار»(۴)

---

(۱) تفسیر نور الثقلین، ج۳، ص۳۸۷

(۲) غرر الحکم، ج۱، ص۵۹۳

(۳) ایضاً، ص۴۱۰

(۴) ینابیع المودۃ، ج۱، ص۲۰۲، و ج۳، ص۲۹۸؛ المودۃ فی القربیٰ، ص۳۲۰

ایک اور روایت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولائے کائنات کی ولایت اور امامت کو ضروری قرار دیتے ہوئے اور ولایت و امامت کے انکار کرنے والوں کی بدترین عاقبت و انجام کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے علی! اگر کوئی شخص اپنی قوم میں عمرِ نوحؑ کے برابر عبادت و بندگی کرے، اُحد کی پہاڑی کے برابر سونا ہو اور اسے اللہ کی راہ میں انفاق کرے اور پھر اس قدر اس کی عمر طولانی ہو کہ ہزار حج انجام دے اور پھر صفا و مروہ کے درمیان قتل کیا جائے، لیکن آپ کی ولایت و امامت کو قبول نہ کرے تو یہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا اور نہ ہی جنت کی خوشبو کو پائے گا، (یعنی یہ شخص جنت تو کیا جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا) پھر آپ نے فرمایا: اے علیؑ آپ کی محبت ایک ایسی نیکی ہے جس کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور آپ کی عداوت و دشمنی ایک ایسی برائی ہے کہ جس کے ساتھ کوئی نیکی قابلِ قبول نہیں ہے۔ اور پھر فرمایا: اے علیؑ! اگر منافق کو پوری کائنات کی دولت و ثروت دی جائے تب بھی آپ سے محبت نہیں کر پائے گا اور اس کے مقابلے میں آپ کی محبت میں اگر مؤمن کی ناک بھی کاٹ دی جائے تو بھی وہ آپ سے ہرگز عداوت نہیں کرے گا، اس لئے کہ یہ شریعت کا قانون ہے کہ آپ کی محبت ایمان ہے جبکہ آپ کی عداوت نفاق ہے اور آپ سے محبت نہیں کرے گا مگر متقی مؤمن کے اور آپ سے بغض نہیں کرے گا مگر شقی منافق کے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: يَا عَلِيُّ لَوْ أَنَّ عَبْداً عَبَدَ اللهَ مِثْلَ مَا قَامَ نُوحٌ فِي قَوْمِهِ وَ كَانَ لَهُ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَباً فَأَنْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللهِ وَ مُدَّ فِي عُمُرِهِ حَتَّى حَجَّ أَلْفَ حِجَّةٍ ثُمَّ قُتِلَ بَيْنَ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةِ ثُمَّ لَمْ يُوَالِكَ يَا عَلِيُّ لَمْ يَشَمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَ لَمْ يَدْخُلْهَا أَ مَا عَلِمْتَ يَا عَلِيُّ أَنَّ حُبَّكَ حَسَنَةٌ لَا يَضُرُّ مَعَهَا سَيِّئَةٌ وَ بُغْضَكَ سَيِّئَةٌ لَا يَنْفَعُ مَعَهَا طَاعَةٌ يَا عَلِيُّ لَوْ نَثَرْتَ الدُّرَّ عَلَى الْمُنَافِقِ مَا أَحَبَّكَ وَ لَوْ ضَرَبْتَ خَيْشُومَ الْمُؤْمِنِ مَا أَبْغَضَكَ لِأَنَّ حُبَّكَ إِيمَانٌ وَ بُغْضَكَ نِفَاقٌ وَ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَ لَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ شَقِيٌّ»[1]

---

(۱) بشارۃ المصطفیٰ، ج۱، ص ۹۳

آدابِ معاشرت (حصہ ہفتم در عیادتِ مریض)

آدابِ معاشرت میں سے ایک اہم ترین ادب مریض کی عیادت کرنا ہے، مریض کی عیادت کے بارے میں اسلام نے بہت زیادہ تاکید و سفارش کی ہے، یہاں تک کہ اگر مریض دشمن بھی ہو تب بھی اس کی عیادت کرنی چاہئے اور اگر مریض مؤمن ہو تو بدرجہ اولیٰ اس کی بہت زیادہ تاکید و سفارش ہے، مریض کی عیادت کرنے سے جہاں پر انسان مریض کے درد و غم میں شریک ہو کر اس کو خوشحال کرتا ہے، وہاں پر خدا اور رسول و اہلبیت کو بھی خوشحال کرتا ہے اور جس نے خدا اور رسول و اہل بیت کو خوش کیا اس کے لئے جنت یقینی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ: جو شخص رضائے الٰہی کے لئے کسی مریض کی عیادت کرے اور اس کی مشکل کو حل کرے تو عرش الٰہی سے آواز آتی ہے اے فلان بن فلان اس شخص کا نام لے کر خوشخبری دی جاتی ہے کہ پروردگار عالم نے تمہارے سارے گناہوں کو بخش دیا ہے، اور تجھے پاک و پاکیزہ قرار دے دیا ہے اور تیرا مقام جنت میں قرار دے دیا گیا ہے۔

«عَنِ الصَّادِقِ ع قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ص مَنْ عَادَ مَرِیضاً نَادَی مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ بِاسْمِهِ یَا فُلَانُ طِبْتَ وَ طَابَ مَمْشَاكَ وَ تَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ»[1]

اس روایت کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جنتی انسانوں کا کردار اور ان کی علامات میں سے ایک علامت انسانوں سے ہمدردی کرنا اور مشکل وقت میں سہارا بنتے ہوئے بیماروں کی عیادت کرنا اور ان کی ہر ممکن مدد کرنا ہے، یہ کام اس قدر خدا کیلئے محبوب ہے کہ اس کام کے صلہ میں اللہ تعالیٰ جنت عطا کرتا ہے۔

مریض کی عیادت کرنا ایک اہم ترین انسانی اور اخلاقی حقوق و آدابِ اسلامی میں سے ہے جس کو آئمہ اہل

---

(۱) مکارم الاخلاق، ج ۱، ص ۳۶۱

بیتؑ نے متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے اور بعض احادیث سے تو یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ یہ ان حقوق و آداب میں سے ہے جو واجب ہیں، یعنی واجب وہ حقوق ہیں جن کو ادا نہ کرنے سے انسان گناہ گار بن جاتا ہے۔ اور دو صورتوں میں اس واجب حق کو ادا کیا جا سکتا ہے، یا تو اسے ادا کرے، یا پھر جس کے لئے یہ حق ہے وہ خود معاف کر دے، اگر یہ دو صورتیں نہ ہوں تو یہ حق غصب ہو جاتا ہے اور غاصب کو گناہگار جانا جاتا ہے، جیسا کہ اس بات کی تائید میں متعدد احادیث بھی موجود ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں؛

عیادتِ مریض ایک اہم حق

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر یہ حق ہے کہ جب اس سے ملاقات کرے تو سلام کرے اور اگر وہ مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرے اور اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرے۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :مِنْ حَقِّ اَلْمُسْلِمِ عَلَى اَلْمُسْلِمِ إِذَا لَقِيَهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيْهِ وَ إِذَا مَرِضَ أَنْ يَعُودَهُ وَ إِذَا مَاتَ أَنْ يُشَيِّعَ جَنَازَتَهُ»(۱)

رسول اکرم ﷺ نے اپنی ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرمایا: ایک مسلمان کے ذمہ اپنے مسلمان بھائی کے تیس حقوق ہیں، جن سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے، سوائے اس کے کہ یا تو انہیں ادا کرے، یا پھر صاحبِ حق معاف کر دے،... مریض کی عیادت کرنا...۔

«قَالَ رَسُولُ اَللهِ صَلَّى اَللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ ثَلاَثُونَ حَقّاً لاَ بَرَاءَةَ لَهُ مِنْهَا إِلاَّ بِالْأَدَاءِ أَوِ اَلْعَفْوِ ... وَ يَعُودُ مَرْضَتَهُ ...»(۲)

یعنی ان تیس حقوق میں سے ایک اہم ترین حق مریض کی عیادت کرنا ہے، اگر کوئی مسلمان مریض ہو جائے تو دوسرے مسلمان بھائی کی ذمہ داری اور اس پر اخلاقی طور پر واجب ہے کہ اس کی عیادت کرنے کے لئے جائے،

(۱) مکارم الاخلاق، ج۱، ص ۳۵۹

(۲) بحار الانوار، ج۷۱، ص ۲۳۶

جہاں تک ممکن ہو سکے اس کی دلجوئی کرے اور اس کے ساتھ ہمدردی کرے، اگر جان بوجھ کر اس نے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت نہیں کی تو اخلاقی طور پر وہ گناہگار سمجھا جائے گا اور قیامت کے دن اس سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا، کیونکہ یہ حقوقِ واجبہ میں سے ہے جن سے چھٹکارا دو ہی صورتوں میں ممکن ہے، یا تو اسے ادا کرے، یا پھر صاحبِ حق اُسے معاف کرے۔ اس کے علاوہ یہ حق مرتے دم تک اس کی گردن میں باقی رہتا ہے۔

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ جن دنوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریض تھے ان دنوں میں ہر روز اور ہر رات کو جبرائیلؑ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کے لئے تشریف لاتے تھے اور فرماتے: السلام علیک یا رسول اللہ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے تجھے سلام بھیجا ہے اور فرماتا ہے کہ (اے محمد) تم اپنی طبیعت اور حالت کیسی پاتے ہو؟ اگرچہ وہ تمہارے حال سے بخوبی آگاہ ہے، لیکن وہ چاہتا ہے کہ جو کچھ تجھے اس نے شرافت وکرامت پوری مخلوق پر عطا کیا ہے اس میں اور زیادتی عطا فرمائے اور دوسرا یہ کہ (میں جو ہر روز اور ہر شب آپ کی عیادت کرتا ہوں) اس سے تیری امت میں مریض کی عیادت کرنا سُنت بن جائے، اس حال میں اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ اے جبرائیلؑ میں اپنی طبیعت ناساز محسوس کر رہا ہوں، تکلیف محسوس کر رہا ہوں، تو جبرائیلؑ فرماتے: اے خداوند تعالیٰ کے حبیب، اللہ کے نزدیک تیرے علاوہ کوئی بھی خلائق میں سے برتر وافضل نہیں ہے، لیکن یہ بیماری وتکلیف وناسازی کی سختی کہ جو اللہ تعالیٰ نے تجھ پر بھیجی ہے، یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ تیری سختی کی حالت میں یہ نالہ وفریاد ودعا کو سُنے، کیونکہ سختی وبیماری کی حالت میں جو نالہ وفریاد خدا کی بارگاہ میں دعا کی صورت میں کی جاتی ہے اس سے درجاتِ عالیہ وکرامت میں اضافہ ہوتا ہے۔

وَ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كَانَ جَبْرَئِيلُ يَنْزِلُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي مَرَضِهِ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ فَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ إِنَّ رَبَّكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَ يَقُولُ كَيْفَ تَجِدُكَ وَ هُوَ أَعْلَمُ بِكَ وَ لَكِنَّهُ أَرَادَ أَنْ يَزِيدَكَ كَرَامَةً وَ شَرَفاً إِلَى مَا أَعْطَاكَ عَلَى الْخَلْقِ وَ أَرَادَ أَنْ تَكُونَ عِيَادَةُ الْمَرِيضِ سُنَّةً فِي أُمَّتِكَ فَيَقُولُ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ إِنْ كَانَ وَجِعاً يَا جَبْرَئِيلُ أَجِدُنِي وَجِعاً فَقَالَ لَهُ جَبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِعْلَمْ يَا مُحَمَّدُ أَنَّ اللهَ لَمْ يُشَدِّدْ عَلَيْكَ وَ مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ أَكْرَمُ عَلَيْهِ مِنْكَ وَ لَكِنَّهُ أَحَبَّ أَنْ يَسْمَعَ صَوْتَكَ وَ دُعَاءَكَ حَتَّى تَلْقَاهُ

مُسْتَوْجِباً لِلدَّرَجَةِ وَ الثَّوَابِ الَّذِي أَعَدَّ اللهُ لَكَ وَ الْكَرَامَةِ وَ الْفَضِيلَةِ عَلَى الْخَلْقِ...»[1]

اب ان چند احادیث سے ایک بات تو یہ پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ مریض کی عیادت کرنا صرف حق ہی نہیں بلکہ یہ سنت الٰہی ہے، کیونکہ جناب جبرائیلؑ کو خدا نے بھیجا ہے کہ وہ رسولِ اکرم ﷺ کی حالتِ مرض میں عیادت کے لئے ہر روز وہر شب جائے، لہٰذا یہ ایک سنتِ مؤکدہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایک بات یہ بھی واضح ہوگئی کہ مرض دو صورتوں میں وارد ہوتی ہے، ایک یا تو خدا مرض اس لئے عطا کرتا ہے کہ مریض کی دعا وپکار کو سُنے، یا پھر اس لئے کہ یہ بیماری انسان کے اپنے گناہوں کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس بیماری سے انسان اپنے گناہوں کی توبہ کرے، کیونکہ حالتِ مرض میں دعا کو اللہ تعالیٰ بہت جلد قبول کرتا ہے۔

خدا کے اولیاء اور منتخب شدہ افراد جو بیمار ہوتے ہیں وہ اس لئے کہ خدا ان کے نالہ وفریاد ودعا وپکار کو سُننا بہت پسند کرتا ہے، اس لئے ان کے اوپر اس بیماری کو مسلط کر دیتا ہے اور دیگر افراد میں سے اکثر کا تعلق دوسرے گروہ سے ہے، جن کی بیماریاں ان کے گناہوں کا کفارہ قرار پاتی ہیں، لہٰذا یہ بیماری ایک نعمت ہے خدا کی طرف سے جو انسان کے گناہوں کے معافی کا سبب بنتی ہے۔

عیادتِ مریض کی فضیلت اور اس کا اجر وثواب

دینِ مقدس اسلام میں ایک اہم ترین اور عظیم ترین ادب اور عبادت مریضوں کی عیادت کرنا اور مریضوں کے ساتھ ہمدردی اور محبت اور مدد کرنا ہے مریضوں کی عیادت اور احوال پرسی دینِ مقدس اسلام میں ایک اجتماعی، انسانی اور اخلاقی فریضہ ہے، محمد اور آلِ محمد کی تعلیمات میں عیادت مریض کی بہت زیادہ تاکید اور سفارس کی گئی ہے، مریضوں کی عیادت کرنے والوں، ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے ان کی مشکلات کو حل کرنے والوں اور مریضی کی حالت میں سہارا بننے والوں کے لئے روایات میں عظیم پاداش اور جزاء کا اعلان کیا گیا ہے، روایات میں اس شخص کے لئے جنت کی بشارت دی گئی ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص رضائے الٰہی کے لئے کسی مریض کی عیادت کرے اور اس کی مشکل کو حل کرے تو عرشِ الٰہی سے آواز

---

(۱) کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ، ج۱، ص۱۷

آتی ہے اے فلان بن فلان اس شخص کا نام لے کر خوشخبری دی جاتی ہے کہ پروردگار عالم نے تمہارے گناہوں کو بخش دیا ہے، تجھے پاک وپاکیزہ قرار دیا ہے اور تیرا مقام جنت میں قرار دیا ہے۔

«عَنِ الصَّادِقِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ عَادَ مَرِيضاً نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ بِاسْمِهِ يَا فُلَانُ طِبْتَ وَ طَابَ مَمْشَاكَ وَ تَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ»(۱)

اس روایت کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جنتی انسانوں کا کردار انسانوں سے ہمدردی کرنا، مشکل وقت میں سہارا بننا، بیماروں کی عیادت کرنا، ان کی ہر ممکن مدد کرنا ہے، یہ کام خدا کی بارگاہ میں اتنا محبوب ہے کہ اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ جنت عطا کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک اور بہت ہی عجیب روایت منقول ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عیادت نہ کرنے والے بندوں کی سرزنش اور ان سے شکوہ کرتے ہوئے کہے گا کہ اے میرے بندے جب میں بیمار تھا تو میری عیادت کے لئے کیوں نہیں آیا، جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کہ قیامت کے روز اللہ عزوجل اپنے بندوں میں سے ایک بندے کی سرزنش کرتے ہوئے فرمائے گا، اے میرے بندے کیا ہوا کہ جب میں بیمار ہوا تو، تُو میری عیادت کے لئے نہیں آیا؟ وہ بندہ عرض کرے گا: اے پروردگار آپ تو درد و بیماری سے پاک و منزہ ہو، تو خدا فرمائے گا: تمہارا دینی بھائی مریض تھا اور تم نے اس کی عیادت نہیں کی، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اگر اس کی عیادت کے لئے جاتے تو مجھے اس کے نزدیک پاتے، پھر تمہاری جو حاجات ہوتیں ان کو میں اپنے ذمہ میں لے لیتا اور ان کو پورا کرتا، تمہارے اوپر یہ ساری عنایات میرے مؤمن بندہ کی بزرگواری کی وجہ سے ہیں اور میں تو بہت ہی رحم کرنے والا اور نہایت ہی رحیم ہوں۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: يُعَيِّرُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَبْداً مِنْ عِبَادِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ عَبْدِي مَا مَنَعَكَ إِذَا مَرِضْتُ أَنْ تَعُودَنِي فَيَقُولُ سُبْحَانَكَ سُبْحَانَكَ أَنْتَ رَبُّ الْعِبَادِ لَا تَأْلَمُ وَ لَا تَمْرَضُ فَيَقُولُ مَرِضَ أَخُوكَ الْمُؤْمِنُ فَلَمْ تَعُدْهُ وَ عِزَّتِي وَ جَلَالِي لَوْ عُدْتَهُ لَوَجَدْتَنِي عِنْدَهُ ثُمَّ

---

(۱) مکارم الاخلاق، ج ۱، ص ۳۶۱

لَكَفَلْتُ بِحَوَائِجِكَ فَقَضَيْتُهَا لَكَ وَ ذَلِكَ مِنْ كَرَامَةِ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنِ وَ أَنَا الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ‏» (۱)

اب اس حدیث سے ہی اندازہ لگالیں کہ ایک مومن مریض کی عیادت کی کتنی فضیلت ہے اور اگر کوئی مریض کی عیادت نہیں کرتا تو خدا کے نزدیک کتنا برا انجام ہے، خدا نے فرمایا کہ اگر کوئی مریض کی عیادت کے لئے جائے تو اس کی حاجات کی برآوری کا وہی ذمہ دار ہے، اگرچہ اس نے خدا سے کچھ مانگا بھی نہیں لیکن چونکہ وہ دلوں کے احوال جاننے والا ہے، جو بھی حاجت رکھتا ہوگا اس کو پورا کرنے کا ذمہ اٹھایا ہے، چاہے وہ زبان سے مانگے یا نہ مانگے، سبحان اللہ۔ یہ سب کچھ اس بندہ مومن کی بزرگواری اور مومن کا مقام و منزلت کو بتاتی ہے کہ ایک مومن کا مقام و مرتبہ خدا کے نزدیک کتنا عظیم ہے، کہ اگر اس کی بیمار پرسی کے لئے کوئی جائے تو خدا اس کے عوض کیا انعام دیتا ہے۔

وعَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ :كَانَ فِيمَا نَاجَى بِهِ مُوسَى رَبَّهُ أَنْ قَالَ يَا رَبِّ مَا بَلَغَ مِنْ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ مِنَ الْأَجْرِ فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ أُوَكِّلُ بِهِ مَلَكاً يَعُودُهُ فِي قَبْرِهِ إِلَى مَحْشَرِهِ» (۲)

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: کہ حضرت موسیٰ جس وقت اپنے پروردگار کے ساتھ مناجات فرمارہے تھے، عرض کی: پروردگارا! مریض کی عیادت کرنے والا کیا صلہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اس شخص کے لئے ایک فرشتہ کو مقرر کروں گا جو اس کے لئے قبر سے لے کر تا قیام قیامت عیادت کرتا رہے گا۔ سبحان اللہ صلہ اور کیا اجر ہے، کہ خدا کا فرشتہ قبر سے لے کر قیامت تک اس کی مصیبت پر اس کی عیادت کرتا رہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یا تو اسے کوئی مصیبت ہی نہیں دے گا اور اگر کوئی تکلیف ہوگی بھی تو فوراً فرشتے کی عیادت سے اس تکلیف کی تلخی ختم ہو جائے گی، بہت ہی فضیلت کا مقام ہے عیادت کرنے والے کے لئے۔

وقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ مَنْ عَادَ مَرِيضاً أَوْ زَارَ أَخَاهُ فِي اللَّهِ نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۳۰۳؛ وسائل الشیعہ، ج ۲، ص ۴۱۷؛ جامع الاخبار، ج ۱، ص ۱۶۳

(۲) الکافی، ج ۳، ص ۱۲۱؛ من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۱۴۰

أَنْ طِبْتَ وَ طَابَ مَمْشَاكَ تَبَوَّأْتَ مِنَ ٱلْجَنَّةِ مَنْزِلاً»(۱)

جب بھی ایک مسلمان اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی مریضی کی حالت میں عیادت کے لئے جائے یا اس کی زیارت کے لئے جائے تو ایک منادی آسمان سے ندا دیتا ہے کہ؛ تم پاکیزہ ہو گئے ہو، تمہاری راہ پاکیزہ ہو گئی ہے اور تم نے اپنے لئے جنت میں ایک منزل کو حاصل کر لیا ہے۔ یعنی صرف مریض کی عیادت ہی نہیں بلکہ اگر صرف اپنے برادرِ دینی کی زیارت کے لئے جائے خدا کی خوشنودی کی خاطر تو بھی اسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمتِ واسعہ کو اس پر برسا دیتا ہے، اس کے لئے رحمت و مغفرت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جنت کا حقدار بنا دیتا ہے اور اگر کوئی برادرِ دینی مریض ہو جائے تو اس کی دلجوئی کے لئے تو اس سے زیادہ کا بھی حقدار ہوتا ہے، البتہ یہ حقدار ہونا اور حقدار بنا بھی خدا کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے، ورنہ ایک انسان کے پاس کیا ہے، وہ تو صرف بیماری کی عیادت کے لئے جاتا ہے، اس سے حال احوال کرتا ہے، لیکن یہی بات خدا کو اتنی پسند ہے کہ اس پر رحمت کا ابر برسا دیتا ہے، سبحان اللہ۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ ٱللهِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ : أَيُّمَا مُؤْمِنٍ عَادَ مُؤْمِناً حِينَ يُصْبِحُ شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ فَإِذَا قَعَدَ غَمَرَتْهُ ٱلرَّحْمَةُ وَ إِسْتَغْفَرُوا لَهُ حَتَّى يُمْسِيَ وَ إِنْ عَادَهُ مَسَاءً كَانَ لَهُ مِثْلُ ذَلِكَ حَتَّى يُصْبِحَ»(۲)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا؛ ہر مؤمن کہ جو کسی بیمار مؤمن کی عیادت کے لئے جاتا ہے، اگر صبح کو جائے تو اس کے ساتھ ستر ہزار ۷۰،۰۰۰ فرشتے اس کی ہمراہی میں چلتے ہیں اور جب وہ بیمار کے پاس جا کر بیٹھتا ہے تو خدا کی رحمت اُسے گھیر لیتی ہے اور وہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے خدا کی بارگاہ میں شام تک مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں، اور اگر شام کو عیادت کرنے جائے تو صبح تک وہ فرشتے اس کے لئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں۔

سبحان اللہ جب ایک گناہگار انسان کی مغفرت کے لئے خود خداوندِ عالم فرشتوں کو بھیجتا ہے تو اس کا مطلب

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج۱۰، ص۳۷۵

(۲) الکافی، ج۳، ص۱۲۱

یہ ہے کہ خدا نے اس کو معاف فرما دیا ہے، کیونکہ فرشتے معصوم ہیں اور معصوم کی دعا کو اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا، یہ فرشتے بھیج کر اللہ انسان کو اپنی وسیع و عریض رحمت میں گھیر کر بیدار کرتا ہے، کہ اگر اب تک گناہ کئے ہیں تو اس بیمار کی حالت کو دیکھ کر میری بارگاہ میں توبہ کر کے واپس آجا اور آئندہ گناہوں کے ترک کرنے کا قصد کر لے تاکہ اپنی آخرت سنوار سکے، اگرچہ تم نے صرف ایک قصد کرتا ہے، تمہارے گناہوں کو میں نے اسی لمحہ میں بخش دیا ہے، بس آئندہ کا خیال رکھنا، اس سے بڑھ کر انسان کی خوشبختی اور کیا ہو سکتی ہے کہ اگر ایک مریض کی عیادت سے انسان اپنے گناہوں کو بخشوا سکتا ہے، تو ضرور بالضرور مریض کی عیادت کو جانا چاہئے، جہاں پر اس مریض کی دلجوئی ہوتی ہے، وہیں پر انسان کو اپنے لئے بھی مغفرت و بخشش نصیب ہوتی ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ :مَنْ عَادَ مَرِيضاً فِي اَللهِ لَمْ يَسْأَلِ اَلْمَرِيضُ لِلْعَائِدِ شَيْئاً إِلاَّ اِسْتَجَابَ اَللهُ لَهُ» (1)

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے فرمایا: جو شخص بھی خدا کی خوشنودی کی خاطر کسی مریض کی عیادت کے لئے جائے، تو مریض جس بھی اس کے حق میں دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے قبول فرمائے گا۔

اس حدیث میں اگر تھوڑا سا غور کریں تو عجیب و غریب حکمتیں ہیں، ایک تو بیمار کی عیادت کا شوق دلایا گیا ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو جائے تو تمہیں چاہئے کہ اس کی عیادت کرو، یہ صرف مریض کے لئے ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ تمہارے لئے فائدہ مند ہے، کیونکہ مریض کے لئے تو صرف دلجوئی ہو گی، لیکن تمہارے لئے مریض جو دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے ضرور قبول فرمائے گا، لہٰذا تمہارا اپنا فائدہ ہے کہ مریض کے پاس جاؤ اس کی عیادت کرو اور اس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے، لیکن دعا بھی ایسی ہونی چاہئے کہ جو تمہاری دنیا سے زیادہ تمہاری آخرت سنوارنے کے لئے ہو، صرف دنیاوی آسائش کے لئے دعا کا نہ کہیں اور یہ مریض کے توسط سے جو دعا کی قبولیت کا ذمہ ہے اس لئے بھی ہے کہ کوئی مریض اپنی مرض کی حالت میں اگر بیچارہ کچھ نہیں کر پا رہا تو جس کو پتا چلے وہ اگرچہ اپنے ہی فائدہ کے لئے جائے لیکن اس کی خبر گیری تو کرے گا، اس سے مریض کی

---

(۱) ثواب الاعمال و عقاب الاعمال، ج ۱، ص ۹۳؛ اعلام الدین، ج ۱، ص ۳۹۸؛ مکارم الاخلاق، ج ۱، ص ۳۶۱

جتنی ہو سکے دلجوئی کے ساتھ مدد بھی کریں، تاکہ عیادتِ مریض کے ساتھ ایک غریب مسکین، تنگدست و ناچار کی بھی مدد ہو جائے، اس سے دگنا ثواب حاصل ہوگا، ایک مریض کی عیادت کا دوسرا اس کی مدد کرنے کا، اس طرح سے آپ اپنے گناہوں کو بخشوا سکتے ہیں اور قیامت کے دن درجاتِ عالیہ کو بھی پا سکتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا کیا راستے بنا رکھے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مغفرت کے، پر بندے کو تھوڑا ہوشیار ہونا چاہئے۔

ایک اور حدیث میں امام صادقؑ نے فرمایا: تمام نیکیوں میں سے بہترین نیکی مریض کی عیادت کرنا ہے۔

«مِنْ أَحْسَنِ الْحَسَناتِ عِيادَةُ الْمَرِيضِ»[1]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مریضوں کی عیادت اور احوال پرسی کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کرتے ہوئے عیادتِ مریض کو مسلمانوں کے اجتماعی حقوق اور ذمہ داریوں میں سے قرار دیتے ہوئے فرمایا:

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر ۶ حقوق ہیں اور ان کا ادا کرنا ہر مسلمان پر لازم اور ضروری ہے؛

۱) جب کسی سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرے، سلام کرنا مسلمان کا حق ہے اور اسلامی آداب میں سے ایک اہم ترین ادب اور سنت ہے۔

۲) ایک دوسرے کیلئے دعا کرے خصوصاً ضرورت کے وقت۔

۳) جب کوئی مریض ہو تو اس کی عیادت کرے۔

۴) جب کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ میں حاضر ہو۔

۵) مسلمان کیلئے ہر اس چیز کو پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

۶) وہ چیزیں جو خود اپنے لئے پسند نہیں کرتا وہ دوسروں کیلئے بھی پسند نہ کرے۔

«عَنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَلِيٍّ (عَلَيْهِ السَّلَامُ)، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتُّ خِصَالٍ بِالْمَعْرُوفِ: يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ، وَ يُسَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ، وَ يَعُودُهُ

(۱) روضۃ الواعظین، ج۲، ص۳۸۸

إِذَا مَرِضَ، وَ يَشْهَدُ جَنَازَتَهُ إِذَا مَاتَ، وَ يُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ، وَ يُحِبُّ لَهُ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ، وَ يَكْرَهُ لَهُ مَا يَكْرَهُ لَهَا بِظَهْرِ الْغَيْبِ»[1]

مولائے کائنات حضرت امیر المومنینؑ نے عیادتِ مریض کی اہمیت وفضیلت کو بیان کرتے ہوئے زندگی بھر اس عبادت کو انجام دینے والے لوگوں کیلئے جنت کی ضمانت اور خوشخبری دی ہے اور فرمایا: میں چھ قسم کے افراد کیلئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں؛

۱)وہ شخص جو گھر سے صدقہ دینے کے لئے گھر سے نکلے اور پھر راستے میں ہی فوت ہو جائے۔

۲)وہ شخص جو مریض کی عیادت کے لئے گھر سے نکلے اور فوت ہو جائے۔

۳)وہ شخص جو راہِ خدا میں جہاد کے لئے نکلے اور فوت ہو جائے۔

۴)وہ شخص جو حج کے لئے نکلے اور فوت ہو جائے۔

۵)وہ شخص جو نمازِ جمعہ کے لئے نکلے اور فوت ہو جائے۔

۶)اور وہ شخص جو کسی مسلمان کے جنازے میں شرکت کے لئے نکلے اور فوت ہو جائے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع ضَمِنْتُ لِسِتَّةٍ الْجَنَّةَ: رَجُلٌ خَرَجَ بِصَدَقَةٍ فَمَاتَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَ رَجُلٌ خَرَجَ يَعُودُ مَرِيضاً فَمَاتَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَ رَجُلٌ خَرَجَ مُجَاهِداً فِي سَبِيلِ اللهِ فَمَاتَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَ رَجُلٌ خَرَجَ حَاجّاً فَمَاتَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَ رَجُلٌ خَرَجَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَمَاتَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَ رَجُلٌ خَرَجَ فِي جَنَازَةِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ فَمَاتَ فَلَهُ الْجَنَّةُ»[2]

اس روایت میں مولائے کائناتؑ نے مسلمانوں کے چھ اہم ترین اجتماعی حقوق اور ذمہ داریوں کو بیان کیا ہے اور پھر ان حقوق کے ادا کرنے کے صلہ اور پاداش میں مولاؑ نے جنت کی ضمانت دیتے ہوئے فرمایا:

«ضَمِنْتُ لِسِتَّةٍ الْجَنَّةَ»

---

(۱) امالی شیخ طوسی، ص ۶۳۵

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۱۴۰

حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے حضور ﷺ سے مریض کی عیادت کرنے، مریضوں کی خدمت کرنے، اس مشکل وقت میں مریضوں کے ساتھ ہمدردی کرنے والوں کی پاداش اور جزاء کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

جو شخص کسی مریض کی عیادت کرے اور اس کے پاس ایک دن اور رات رہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو حضرت ابراہیم خلیلؑ کے ساتھ محشور فرمائے گا، یہ شخص پل صراط سے بجلی کی تیزی کی طرح سے عبور کر جائے گا اور جو کس مریض کی حاجت پورا کرنے کی کوشش کرے اور مریض کی حاجت کو پورا کرے تو وہ گناہوں سے اس دن کی طرح پاک و پاکیزہ ہو جاتا ہے جس دن وہ پیدا ہوتے وقت ہر قسم کے گناہوں سے پاک و پاکیزہ تھا، [جب رسولِ اکرم ﷺ نے یہ بیان فرمایا تو] انصار میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ اگر وہ مریض اس شخص کے اپنے گھر میں سے کوئی ہو تو؟ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اجر و صلہ کے اعتبار سے عظیم ترین افراد وہ ہیں جو اپنے گھر والوں اور عزیز و اقارب کی حاجات کے پورا کرنے کی کوشش کریں اور جس نے اپنے گھر والوں کے حقوق کو ضائع کیا اور قطع رحم کیا تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس دن نیک جزاء سے محروم رکھے گا جس دن نیک کام کرنے والوں کو جزاء دی جائے گی اور جس شخص نے نیک اعمال کو ضائع کیا تو اللہ بھی اس شخص کو ضائع کر دیتا ہے۔

«قال الکاظم ع: مَنْ قَامَ عَلَى مَرِيضٍ يَوْماً وَ لَيْلَةً بَعَثَهُ اللهُ تَعَالَى مَعَ إِبْرَاهِيمَ الْخَلِيلِ ع فَجَازَ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ اللَّامِعِ، وَ مَنْ سَعَى لِمَرِيضٍ فِي حَاجَتِهِ فَقَضَاهَا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللهِ وَ إِنْ كَانَ الْمَرِيضُ مِنْ أَهْلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ص مِنْ أَعْظَمِ النَّاسِ أَجْراً مَنْ سَعَى فِي حَاجَةِ أَهْلِهِ وَ مَنْ ضَيَّعَ أَهْلَهُ وَ قَطَعَ رَحِمَهُ حَرَمَهُ اللهُ تَعَالَى حُسْنَ الْجَزَاءِ يَوْمَ يَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَ ضَيَّعَهُ وَ مَنْ ضَيَّعَهُ يُضَيِّعُهُ اللهُ تَعَالَى فِي الْآخِرَةِ» (۱)

ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مریض کی عیادت کرنا اوراس کے ساتھ ہمدردی و محبت کرنا ایک اہم ترین اسلامی، انسانی، اجتماعی اور اخلاقی ادب اور ذمہ داری ہے اور اس ذمہ داری کا ادا کرنا

---

(۱) ثواب الاعمال، ص ۲۸۹

گناہوں کی مغفرت، جنت کی ضمانت اور خدا کی رضا و خشنودی کا باعث ہے۔

مریض کی عیادت کرنا معصومین کی سنت اور سیرت ہے

سرورِ کائنات اور آئمہ طاہرینؑ نے جہاں ہمیں مریض کی عیادت کرنے اور مریض کے ساتھ ہمدردی اور مدد کرنے کی سفارش کی ہے وہاں پر خود سرور کائنات اور ائمہ طاہرین نے اپنے کردار و سیرت سے بہت سارے نمونے ہماری ہدایت و راہنمائی کے لیے چھوڑے ہیں، سرور کائنات اور ائمہ طاہرین مریضوں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور ان کی شفاء اور سلامتی کے لیے دعا کرتے تھے اور مریضوں کے ساتھ مدد کرتے تھے اور نہایت ہمدردی، پیار و محبت سے پیش آتے تھے، جیسا کہ حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے کہ جناب سلمان کی عیادت کے لئے حضور ﷺ تشریف لے گئے اور حضور ﷺ جب سلمان کے پاس پہنچے تو جناب سلمان کو تسلی دیتے ہوئے، شفقت اور محبت کرتے ہوئے فرمایا اے سلمان آپ کو اللہ تعالی نے اس بیماری کی وجہ سے کئی چیزیں عنایت کی ہیں، آپ اس بیماری کی وجہ سے خدا کے قریب ہو گئے ہیں، اللہ تعالی نے اس بیماری کی وجہ سے آپ کی دعاؤں کو مستجاب کیا ہے، اس بیماری کی وجہ سے اللہ تعالی نے آپ کے گناہوں کو بخش دیا ہے اور پھر اللہ تعالی نے آپ کے لئے شفاء اور عافیت کو تقدیر کر لیا ہے۔

«عَنِ الصَّادِقِ ع قَالَ: عَادَ رَسُولُ اللهِ ص سَلْمَانَ الْفَارِسِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ يَا سَلْمَانُ إِنَّ لَكَ فِي عِلَّتِكَ ثَلَاثَ خِصَالٍ أَنْتَ قَرِيبٌ مِنَ اللهِ بِذِكْرِهِ وَ دُعَاؤُكَ مُسْتَجَابٌ وَ لَا تَدَعُ الْعِلَّةُ عَلَيْكَ ذَنْباً إِلَّا حَطَّتْهُ مَتَّعَكَ اللهُ بِالْعَافِيَةِ إِلَى انْقِضَاءِ أَجَلِكَ» (1)

اس روایت کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بیماروں کی عیادت کرنا سرور کائنات ﷺ کی سنت اور سیرت ہے، آنحضرت ﷺ بیماروں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور بیماروں سے ہمدردی اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے بیماروں کو تسلی اور تشفی دیتے تھے، جیسا کہ جناب سلمان کی عیادت کرنے کے ساتھ ان کو چار چیزوں کی خوشخبری دی، یہ بیماری در حقیقت خدا کی طرف سے رحمت، خدا سے قربت اور گناہوں کی

---

(1) مکارم الاخلاق، ص ۳۶۱

مغفرت اور دعاؤں کی اجابت اور آیندہ کے لئے عافیت اور تندرستی کا سبب ہے۔

اسی طرح سے ایک اور روایت میں آیا ہے کہ مولائے کائناتؑ نے جناب صعصعہ بن صوحان کی عیادت کی اور ان سے ہمدردی ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں تسلی اور تشفی دی۔

«عَنْ أَبِي الْحَسَنِ ع قَالَ: عَادَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع صَعْصَعَةَ بْنَ صُوحَانَ ثُمَّ قَالَ يَا صَعْصَعَةُ لَا تَفْخَرْ عَلَى إِخْوَانِكَ بِعِيَادَتِي إِيَّاكَ وَ انْظُرْ لِنَفْسِكَ فَكَأَنَّ الْأَمْرَ قَدْ وَصَلَ إِلَيْكَ وَ لَا يُلْهِيَنَّكَ الْأَمَلُ»[1]

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جناب ابوذرؓ بیمار ہوئے تو مولائے کائناتؑ نے حضور ﷺ کو خبر دی کہ جناب ابوذر بیمار ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: تو چلو پھر جناب ابوذر کی عیادت کرتے ہیں، پھر ہم دونوں جناب ابوذر کی عیادت کے لئے گئے، تو حضور ﷺ نے جناب ابوذر سے احوال پرسی اور عیادت کرتے ہوئے فرمایا: اے ابوذر آپ نے کس طرح صبح کی؟ جناب ابوذرؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ میں نے بیماری کی حالت میں صبح کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے جناب ابوذر سے فرمایا: اے ابوذر آپ نے تو جنت کے باغوں میں صبح کی ہے اور اللہ تعالی نے آپ کے گناہوں کو بخش دیا ہے اور جو چیز آپ کے دین کے لئے نقصان دہ تھی اس کو اللہ نے آپ سے دور کر دیا ہے، اے ابوذر پریشان مت ہو، اپنے آپ کو اللہ کی رحمت، مغفرت اور جنت کی بشارت دو گویا کہ یہ بیماری آپ کے لئے خدا کی طرف سے رحمت اور بشارت ہے، اللہ نے اس بیماری کو آپ کے گناہوں کے بخشوانے اور جنت دلوانے کے لئے ذریعہ قرار دیا ہے۔

«دَعَوَاتُ الرَّاوَنْدِيِّ، عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع قَالَ: وُعِكَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ص فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا ذَرٍّ قَدْ وُعِكَ فَقَالَ امْضِ بِنَا إِلَيْهِ نَعُودُهُ فَمَضَيْنَا إِلَيْهِ جَمِيعاً فَلَمَّا جَلَسْنَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ص كَيْفَ أَصْبَحْتَ يَا أَبَا ذَرٍّ قَالَ أَصْبَحْتُ وَعِكاً يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ أَصْبَحْتَ فِي رَوْضَةٍ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ قَدِ انْغَمَسْتَ فِي مَاءِ الْحَيَوَانِ وَ قَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا يَقْدَحُ فِي دِينِكَ فَأَبْشِرْ يَا أَبَا ذَرٍّ»[2]

---

(۱) مکارم الاخلاق، ص ۳۶۰
(۲) بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۴۳۳

جناب مولا امام حسین علیہ السلام اسامہ بن زید کی عیادت کے لئے ان کے گھر پھر تشریف لے گئے جناب اسامہ کو امام حسین علیہ السلام نے بہت پریشان پایا اور بار بار اس کی زبان پر (واغماہ، واغماہ) (ہائے پریشانی، ہائے پریشانی) کا جملہ جاری تھا، تو امام حسین علیہ السلام نے اسامہ سے سوال کیا کہ کیوں اتنا پریشان ہو؟ کس بات کی پریشانی ہے؟ تو اسامہ نے اپنی پریشانی کو ذکر کرتے ہوئے امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا میں ۶۰ ہزار دینار کا مقروض ہوں اور اس قرض کو ادا کرنے سے عاجز ہوں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ قرض ادا کرنے سے پہلے ہی دنیا سے چلا جاؤں، تو امام حسین علیہ السلام نے اسامہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: تم پریشان مت ہو، تمہارے قرض کو تمہاری موت سے پہلے میں ادا کر دوں گا، پھر مولا اپنے گھر پر تشریف لے گئے اور سب سے پہلے جناب اسامہ بن زید کا قرض ادا کیا۔

اور اس روایت کے ذیل میں مولا نے فرمایا بدترین صفت بادشاہوں کے لئے دشمنوں سے ڈرنا ہے، ضعیف انسانوں پر ظلم اور قساوت کے ساتھ پیش آنا ہے اور عطاء و بخشش کے موقع پر بخل و کنجوسی سے پیش آنا ہے۔

«عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ قَالَ: دَخَلَ الْحُسَيْنُ عَلَى أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَ هُوَ مَرِيضٌ وَ هُوَ يَقُولُ وَا غَمَّاهْ فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ ع وَ مَا غَمُّكَ يَا أَخِي قَالَ دَيْنِي وَ هُوَ سِتُّونَ أَلْفَ دِرْهَمٍ فَقَالَ الْحُسَيْنُ هُوَ عَلَيَّ قَالَ إِنِّي أَخْشَى أَنْ أَمُوتَ فَقَالَ الْحُسَيْنُ لَنْ تَمُوتَ حَتَّى أَقْضِيَهَا عَنْكَ قَالَ فَقَضَاهَا قَبْلَ مَوْتِهِ وَ كَانَ ع يَقُولُ شَرُّ خِصَالِ الْمُلُوكِ الْجُبْنُ مِنَ الْأَعْدَاءِ وَ الْقَسْوَةُ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَ الْبُخْلُ عِنْدَ الْإِعْطَاءِ»(1)

ان روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مریضوں کی عیادت کرنا، انکی احوال پرسی کرنا، ان کی مشکلات کو حل کرنا، جتنا ممکن ہو مریضوں کی مدد کرنا اور ان کے مشکل اوقات میں سہارا بننا معصومینؑ کی سیرت اور سنت ہے، معصومینؑ نے اپنے ماننے والوں کو نہ تنہا اقوال کے ذریعے سے اس عظیم عبادت کی تاکید اور سفارش کی ہے بلکہ اپنی سیرت اور عمل کی ذریعے سے بھی تمام کائنات کے مسلمانوں کو بیماروں کے ساتھ ہمدردی، پیار، محبت، ان کی عیادت اور اس مشکل وقت میں سہارا بننے کا عملی درس دیا ہے۔

---

(۱) مناقب آل ابی طالب، ابن شہر آشوب، ج ۴، ص ۶۵

امید ہے کہ تمام مومنین آل محمدؐ کی اس سنت اور سیرت کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں گے، تاکہ آخرت میں آل محمدؐ کی شفاعت اور خدا کی خاص عنایات حاصل ہوں۔

عیادتِ مریض کے آداب

اوپر جتنی بحث کی گئی ہے اس میں ایک تو یہ تھی کہ مریض کی عیادت کی اسلام میں اہمیت کیا ہے اور اس کی کتنی سفارش و تاکید کی گئی ہے، اس کو بھی واضح بیان کیا گیا ہے اور دوسری بات یہ تھی کہ عیادت کرنے والے کو کیا صلہ اور کیا اجر و ثواب ملے گا، اس کے لئے بھی چند حدیثیں آپ کے سامنے پیش کی ہیں، اب ایک اور بحث ہے کہ کیا مریض کی عیادت کے لئے جانے والا ایسے ہی جائے یا اس کے لئے کچھ آداب ہیں، کیسے جائے، کتنے وقت تک بیٹھے، کس وقت جائے، وہاں پر جا کر کس قسم کی گفتگو کرے، اس کی سلامتی کے لئے دعا کرے، وغیرہ وغیرہ، اگرچہ یہ آداب بھی بہت سارے ہیں، لیکن ہم ان میں سے صرف چند کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

پہلا ادب: مریض کے لئے ہدیہ اور ضرورت کی اشیاء لے کر جانا

مریض کے پاس خالی ہاتھ نہیں جانا چاہئے بلکہ اس کی ضرورت کے مطابق کوئی چیز ہدیہ کے طور پر ساتھ لے کر جائے جو بیمار کے کام آسکے، کیونکہ روایت میں آیا ہے کہ مریض کی عیادت کے لئے ہدیہ لے جانا چاہئے، جیسا کہ حضرت مولا امام صادق علیہ السلام کے اصحاب کسی بیمار کے عیادت کے لئے جا رہے تھے کہ راستہ میں مولا امام صادق علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو مولا نے سوال کیا کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ اصحاب نے جواب میں عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ ہم کسی بیمار کی عیادت کے لئے جا رہے ہیں، تو مولا نے فرمایا تم سب کے تو ہاتھ خالی نظر آرہے ہیں، اگر عیادت کے لئے جا رہے ہو تو کچھ ہدیہ ساتھ لے کر جانا چاہئے، جیسے فروٹ وغیرہ اور وہ چیزیں کہ جو مریض کے کام آسکیں اور مریض خوش ہو جائے۔

پھر ذیل میں مولا نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ مریض کے لئے ہدیہ لے جانا مریض کی خوشحالی کا باعث ہے۔

وعَنْ مُوسَى بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو زَيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَوْلًى لِجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ ع قَالَ: مَرِضَ بَعْضُ مَوَالِيهِ فَخَرَجْنَا إِلَيْهِ نَعُودُهُ وَ نَحْنُ عِدَّةٌ مِنْ مَوَالِي جَعْفَرٍ فَاسْتَقْبَلَنَا جَعْفَرٌ ع فِي بَعْضِ الطَّرِيقِ فَقَالَ لَنَا أَيْنَ تُرِيدُونَ فَقُلْنَا نُرِيدُ فُلَاناً نَعُودُهُ فَقَالَ لَنَا قِفُوا فَوَقَفْنَا فَقَالَ مَعَ

أَحَدِكُمْ تُفَّاحَةٌ أَوْ سَفَرْجَلَةٌ أَوْ أُتْرُجَّةٌ أَوْ لَعْقَةٌ مِنْ طِيبٍ أَوْ قِطْعَةٌ مِنْ عُودٍ بَخُورٍ فَقُلْنَا مَا مَعَنَا شَيْءٌ مِنْ هَذَا فَقَالَ أَ مَا تَعْلَمُونَ أَنَّ الْمَرِيضَ يَسْتَرِيحُ إِلَى كُلِّ مَا أُدْخِلَ بِهِ عَلَيْهِ» [1]

دوسرا ادب؛ مریض کی مدد کرنا اور اس کی خواہش کو پورا کرنا

مریض کو بہت ساری چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور بیماری کی حالت میں مریض کی مدد کرتے ہوئے اس کی ضرورت کی چیزوں کو فراہم کرنے کی روایات میں بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو بھی شخص مریض کے ذوق کے مطابق کوئی چیز اُسے کھلائے تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے پھلوں کا طعام عطا کرے گا۔

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَطْعَمَ مَرِيضاً شَهْوَتَهُ أَطْعَمَهُ اللهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ» [2]

تیسرا ادب؛ مریض کے لئے دعا کرنا اور اپنے لئے بھی مریض سے دعا کی درخواست کرنا

جب کسی مریض کی عیادت کے لئے جائیں تو مریض کو تسلی دیتے ہوئے اور اس کی ہمت کو بلند کرتے ہوئے اس کی شفاء کے لئے دعا کرنا ضروری ہے اور پھر مریض سے بھی اپنے لئے دعا کی درخواست کرنا چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مریض کی دعا کو مستجاب کرتا ہے، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: جب تم کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاؤ تو اس کی شفاء کے لئے دعا کرو اور خود بیمار سے بھی اپنے لئے دعا کی درخواست کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بیمار کی دعاؤں کو اُسی طرح مستجاب کرتا ہے جس طرح کہ فرشتوں کی دعاؤں کو مستجاب کرتا ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ عَائِداً لَهُ فَلْيَسْأَلْهُ يَدْعُو لَهُ فَإِنَّ دُعَاءَهُ مِثْلُ دُعَاءِ الْمَلَائِكَةِ» [3]

ایک اور روایت میں امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ۳ گروہ کی دعا کو مستجاب کرتا ہے:

---

(۱) الکافی، ج ۳، ص ۱۱۸

(۲) مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۹۳؛ بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۲۲۴؛ سلوة الحزین، ج ۱، ص ۲۳۰

(۳) الکافی، ج ۳، ص ۱۱۷

۱)حاجیوں کی دعاکو ۲)غازیوں کی دعاکو ۳)مریضوں کی دعاکو

اور پھر آپ نے مریض کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے ناراض نہ کرو اور غصہ نہ دلاؤ۔

«عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ الْقُمِّيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: ثَلَاثَةٌ دَعْوَتُهُمْ مُسْتَجَابَةٌ اَلْحَاجُّ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونَهُ وَ الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللهِ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونَهُ وَ الْمَرِيضُ فَلَا تَغِيظُوهُ وَ لَا تُضْجِرُوهُ»[1]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین دعائیں ضرور مستجاب ہیں؛

۱)حاجیوں کی دعا ۲)مریض کی دعا ۳)مظلوم کی دعا

اور پھر فرمایا: مریض کا خیال رکھو اُسے تنگ نہ کرو اور اس کی ہمت کو پست نہ کیا کرو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَةٌ دُعَاءُ الْحَاجِّ (فِيمَنْ يَخْلُفُ) أَهْلَهُ وَ دُعَاءُ الْمَرِيضِ فَلَا تُؤْذُوهُ وَ لَا تُضْجِرُوهُ وَ دُعَاءُ الْمَظْلُومِ»[2]

چوتھا ادب: عیادت کا طولانی نہ ہونا

روایات میں آداب عیادت کو بیان کرتے ہوئے مختصر عیادت کو افضل اور بہتر قرار دیا گیا ہے مگر یہ کہ مریض خود تقاضا کرے زیادہ وقت اور گفتگو کے لئے تو اس صورت میں جتنی دیر تک مریض چاہے اس کے ساتھ رہنا چاہئے، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ بہترین عیادت کم ترین زمان کی ہے۔

«خَيرُ العِيادَةِ أخَفُّها»[3]

یعنی ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ مریض کے پاس جائیں تو واپسی کا نام ہی نہ لیں، بلکہ مریض کی عیادت کے لئے جائیں احوال پرسی کریں، اس کی دل جوئی کریں، لیکن کم وقت میں، کیونکہ مریض جب مرض کی حالت میں

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۱۲۷

(۲) مستدرک الوسائل، ج ۵، ص ۲۵۵

(۳) اخلاق اسلامی، ج ۱، ص ۱۹۷

ہوتا ہے تو اسے آرام و سکون کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر عیادت کرنے والے زیادہ دیر بیٹھیں گے تو ہو سکتا ہے اس کے آرام میں خلل پیدا ہو اور بجائے احوال پرسی کے اُلٹا اس کو نا آرام کر دیں، لہٰذا بہتر ہے کہ کم وقت میں عیادت کر کے واپس آ جائیں۔ ہاں لیکن اگر کوئی عیادت کرنے والا ایسا ہو جس کو مریض چاہتا ہو کہ یہ بندہ میرے پاس اور بھی کچھ وقت بیٹھے تو پھر وہ بندہ بیٹھ سکتا ہے۔

جیسا کہ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: بیمار کی عیادت کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ خدا کے نزدیک اُس شخص کا اجر و ثواب ہے جو اپنے برادرِ ایمانی کی خود عیادت کے لئے جائے اور اس کے پاس کم وقت بیٹھے، مگر یہ کہ خود مریض اس کو چاہتا ہو کہ یہ اور بھی میرے پاس بیٹھے اور اُسے بیٹھنے کے لئے کہے تو پھر وہ بندہ بیٹھ سکتا ہے۔

یعنی اصل یہ ہے کہ مریض کی عیادت کم وقت میں ہی کی جائے، زیادہ دیر نہیں بیٹھنا چاہئے، لیکن اگر مریض کو اس کے بیٹھنے سے سکون حاصل ہو رہا ہو اور اس کی باتوں سے اور اس کے بیٹھنے سے اُسے فرحت محسوس ہو رہی ہو اور پھر مریض خود ہی اُس سے بیٹھنے کو کہے تو اس صورت میں عیادت کرنے والا اس کے پاس بیٹھ سکتا ہے، ورنہ جتنا جلدی ہو سکے عیادت کر کے واپس ہو جائے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اَللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ إِنَّ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ صَلَوَاتُ اَللهِ عَلَيْهِ قَالَ: إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ اَلْعُوَّادِ أَجْراً عِنْدَ اَللهِ عَزَّ وَ جَلَّ لَمَنْ إِذَا عَادَ أَخَاهُ خَفَّفَ اَلْجُلُوسَ إِلاَّ أَنْ يَكُونَ اَلْمَرِيضُ يُحِبُّ ذَلِكَ وَ يُرِيدُهُ وَ يَسْأَلُهُ ذَلِكَ.» (۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے بہترین عیادت کہ جس کا اجر و ثواب بہت زیادہ ہے وہ مختصر اور مفید عیادت ہے۔

«قَالَ الصادق ع أَعْظَمُكُمْ أَجْراً فِي الْعِيَادَةِ أَخَفُّكُمْ جُلُوساً» (۲)

---

(۱) الکافی، ج ۳، ص ۱۱۸؛ الوافی، ج ۲۴، ص ۴۲۰؛ وسائل الشیعہ، ج ۲، ص ۴۲۵

(۲) مکارم الاخلاق، ص ۳۶۱

پانچواں ادب: مریض کے ساتھ محبت اور ہمدردی کرنا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ بہترین اور کامل ترین عیادت یہ ہے کہ مریض کے ساتھ محبت و ہمدردی کا اظہار کریں، مریض کے سر پر ہاتھ رکھیں، مریض سے احوال پرسی کریں اور پوچھیں کہ تمہاری رات کیسے گذری، تمہارا دن کیسا گذرا، اگر کوئی شخص اس طریقے سے مریض سے احوال پرسی اور اظہار محبت کرے تو اللہ تعالیٰ عیادت کرنے والے کو اپنی خصوصی رحمت میں جگہ عطا کرتا ہے اور جب وہ پلٹتا ہے تو خدا کی رحمتوں کو لے کر پلٹتا ہے۔

«عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ) : مِنْ تَمَامِ عِيَادَةِ الْمَرِيضِ إِذَا دَخَلْتَ عَلَيْهِ أَنْ تَضَعَ يَدَكَ عَلَى رَأْسِهِ، وَ تَقُولَ: كَيْفَ أَصْبَحْتَ وَ كَيْفَ أَمْسَيْتَ، فَإِذَا جَلَسْتَ عِنْدَهُ غَمَرَتْكَ الرَّحْمَةُ، وَ إِذَا خَرَجْتَ مِنْ عِنْدِهِ خُضْتَهَا مُقْبِلاً وَ مُدْبِراً، وَ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى حَقْوَيْهِ» [1]

چھٹا ادب: مریض کی دلجوئی کرنا اور اس کو شفایابی کی امید دلانا

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ: تم میں سے جب بھی کوئی کسی مریض کی عیادت کے لئے جائے تو اُسے صحیح وسالم زندگی کی امید دلاؤ، اگرچہ آپ کا یہ کہنا کچھ تبدیل نہیں کرے گا لیکن آپ کی اس بات سے اُسے ایک روحانی تسلّی ضرور ملے گی۔

اگرچہ ہمارے امید دلانے سے وہ چیز کہ جو لوحِ محفوظ میں خدا نے لکھ ڈالی ہے وہ تو تبدیل نہیں ہوگی، لیکن ہمارے اس جملے سے اُسے ایک قسم کی امید ملے گی اور اگر وہ اس مرض کی حالت میں نااُمید ہو چکا ہو تو دوبارہ امید ملے گی اور یہی اُمید اللہ کی رحمت ہے، کیونکہ نااُمیدی کفر ہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ فَنَفِّسُوا لَهُ فِي الْأَجَلِ فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئاً وَ هُوَ يُطَيِّبُ النَّفْسَ» [2]

---

(۱) بحار الانوار، ج۷۸، ص۲۲۳

(۲) مستدرک الوسائل، ج۲، ص۱۵۳؛ کنز الفوائد، ج۱، ص۳۷۹

روایات میں تاکید کی گئی ہے کہ وہ مریض کی ہمت اور اس کے حوصلہ کو بلند کرنے والی باتیں کریں ایسی باتوں سے پرہیز کریں کہ جن سے مریض مایوس ہو جائے یا مریض کے لئے پریشانی اور ناامیدی کا باعث ہوں۔

ساتواں ادب؛ عیادت کرنا مریض اور اس کے اہل خانہ کیلئے زحمت ودشواری کا سبب نہ ہو

روایات میں آیا ہے کہ عیادت بیمار کے لئے رحمت وبرکت، خوشی وراحت کا سبب ہو تو اس صورت میں یہ تمام اجر وثواب عیادت کرنے والے کو حاصل ہوگا، لیکن اگر عیادت کرنے والے مریض یا مریض کے خانوادہ کے لئے زحمت اور تکلیف کا سبب ہوں، جیسا کہ عیادت کے لئے آنے والے مریض کے گھر سے کھانا کھانے اور خدمت وپذیرائی کی توقع رکھیں اور مریض کے اہل خانہ کے لئے باعث زحمت بنیں تو اس صورت میں عیادت کا اجر اور ثواب ضائع ہو جائے گا۔

جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ عیادت کرنے والا مریض کے پاس جا کر کچھ کھائے اور اگر ایسا کرے گا تو اس صورت میں جو اجر وثواب اس کو عیادت کے عوض میں ملتا ہے وہ ضائع ہو جائے گا۔

«عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنْ يَأْكُلَ الْعَائِدُ عِنْدَ الْعَلِيلِ فَيُحْبِطُ اللهُ أَجْرَ عِيَادَتِهِ» [1]

آٹھواں ادب؛ بیمار کی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کرنا

عیادت کرنے کا ہدف اور مقصد صرف مریض کی احوال پرسی کرنا اور ان کی خیر خیریت لے نا نہیں ہے بلکہ عیادت کے ذریعے سے مریض کی مشکلات کو حل کرنا اور اس کی پریشانی اور مشکل سے مریض کو نجات دلانا ہے، بیمار کی ہر ممکن مدد کرنا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بیمار کی عیادت کرے اور اس کی مشکل کو حل کرنے کی اور اس کی حاجت کو برآوردہ کرنے کی کوشش کرے چاہے اس کی مشکل کو حل کر پائے یا حل نہ کر سکے، تو اللہ تعالی اس کو گناہوں سے اس طرح پاک وپاکیزہ کر دیتا ہے گویا کہ وہ تازہ متولد ہوا

---

(۱) دعائم الاسلام، ج ۱، ص ۲۱۸؛ بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۲۲۸

ہے، تو قبیلہ انصار میں سے ایک شخص نے سرورِ کائنات ﷺ سے سوال کیا اے اللہ کے رسولؐ اگر بیمار اقارب میں سے ہو تو اس سے زیادہ اجر و ثواب نہیں ملے گا؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں اس سے زیادہ اجر و ثواب ملے گا۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ قَالَ: ...مَنْ سَعَى لِمَرِيضٍ فِي حَاجَةٍ قَضَاهَا أَوْ لَمْ يَقْضِهَا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ فَإِنْ كَانَ الْمَرِيضُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ أَ وَ لَيْسَ أَعْظَمَ أَجْراً إِذَا سَعَى فِي حَاجَةِ أَهْلِ بَيْتِهِ قَالَ نَعَمْ» (۱)

نواں ادب: اجازت اور ہماہنگی سے جانا

بعض اوقات مریض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عیادت کے لئے کسی کا آنا پسند نہیں کرتے، یا ایسے حالات ہوتے ہیں کہ جس میں عیادت کے لئے جانا مناسب نہیں ہے، اس لئے مریض کی عیادت کے لئے جانے سے مریض کی رضایت اور اس سے ہماہنگی کر لینا نہایت ضروری ہے، اسی وجہ سے روایت میں وارد ہوا ہے کہ مریض کو چاہئے کہ وہ عیادت کے لئے آنے والوں کو منع نہ کرے بلکہ ان کو آنے کی اجازت دے، کیونکہ یہ عیادت کرنا خود مریض اور عیادت کے لئے آنے والوں کے گناہوں کی مغفرت اور دعاؤں کے مستجاب ہونے کا سبب ہے۔

جیسا کہ حضرت امام کاظم علیہ السلام کے فرمان میں اس بات کی سفارش کی گئی ہے: آپ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی مریض ہو جائے اور لوگ عیادت کے لئے آنے کی اجازت طلب کریں تو انہیں آنے کی اجازت دینا چاہئے، کیونکہ یہ عیادت کرنا دونوں کی دعاؤں کی قبولیت کا سبب ہے۔

«عَنْ يُونُسَ قَالَ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ ع إِذَا مَرِضَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْذَنْ لِلنَّاسِ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَ لَهُ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ» (۲)

اسی طرح ایک اور روایت میں عبد اللہ بن سنان نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کیا کہ امام صادق نے فرمایا: مریض کو چاہیے کہ وہ مومنین کو اپنی عیادت کے لئے آنے کی اجازت دے تا کہ عیادت

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج ۲، ص ۴۲۷

(۲) الکافی، ج ۳، ص ۱۱۷

کرنے والے اور مریض دونوں اجر اور ثواب کے مستحق ہوں۔

راوی نے امام سے سوال کیا کہ یہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ عیادت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا کرے گا، لیکن مریض کو کس چیز کا اجر و ثواب عطا کیا جاتا ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا: کیونکہ مریض اس عیادت کا سبب بنا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ مریض اور عیادت کرنے والے دونوں کو اجر عطا کرتا ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ مریض کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے، دس درجات کو بلند کر دیتا ہے اور دس گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سِنَانٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ يَنْبَغِي لِلْمَرِيضِ مِنْكُمْ أَنْ يُؤْذِنَ إِخْوَانَهُ بِمَرَضِهِ فَيَعُودُونَهُ فَيُؤْجَرُ فِيهِمْ وَ يُؤْجَرُونَ فِيهِ قَالَ فَقِيلَ لَهُ نَعَمْ هُمْ يُؤْجَرُونَ بِمَمْشَاهُمْ إِلَيْهِ فَكَيْفَ يُؤْجَرُ هُوَ فِيهِمْ قَالَ فَقَالَ بِاكْتِسَابِهِ لَهُمُ الْحَسَنَاتِ فَيُؤْجَرُ فِيهِمْ فَيُكْتَبُ لَهُ بِذَلِكَ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَ يُرْفَعُ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ وَ يُمْحَى بِهَا عَنْهُ عَشْرُ سَيِّئَاتٍ» (1)

دسواں ادب؛ مریض کی خدمت اور تیمارداری کرنا

بہت سارے بیماروں کو خدمت اور تیمارداری کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا روایات میں مریضوں کی خدمت اور تیمارداری کرنے کی بہت زیادہ سفارش کی گئی ہے اور خدمت و تیمارداری کرنے والوں کے لئے عظیم اجر وثواب کو بیان کیا گیا ہے۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: وہ شخص جو ایک دن اور ایک رات مریض کی خدمت اور تیمارداری کرے اور اس کے ساتھ خدمت کے لئے بیٹھ جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو حضرت ابراہیم خلیلؑ کے ساتھ محشور کرے گا اور یہ شخص پل صراط سے نہایت آسانی سے گذر کر بہشت میں وارد ہو جائے گا۔

اس روایت کی روشنی میں مریض کی خدمت کرنے اور تیماری کرنے والوں کا صلہ قیامت میں حضرت ابراہیم خلیل جیسے بزرگ انبیاء کے ساتھ محشور ہونے اور خلدِ برین میں وارد ہونے کا سبب ہے۔

---

(1) الکافی، ج ۳، ص ۱۱۷۔

«عَنِ النَّبِيِّ ص قَالَ: مَنْ قَامَ عَلَى مَرِيضٍ يَوْماً وَ لَيْلَةً بَعَثَهُ اللهُ مَعَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ الرَّحْمٰنِ فَجَازَ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ اللَّامِعِ» (۱)

گیارہواں ادب؛ عیادت کا صرف عزیز و اقارب کے ساتھ محدود نہ ہونا

روایات میں سفارش کی گئی ہے کہ عیادت کو قوم، ملت اور خاندان سے بالاتر رکھنا چاہیے، عیادت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ تمام مسلمانوں اور تمام مومنین کی عیادت کریں، یہ ایک انسانی، اسلامی اور اخلاقی فریضہ ہے، تمام انسانوں کے ساتھ، تمام مسلمانوں اور مومنین کے ساتھ اور بالخصوص عزیز و اقارب کے ساتھ ہمدردی اور محبت کرتے ہوئے اس عظیم عبادت کو انجام دینا چاہیے، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے جناب زید الشحام سے جو کہ امام کے بزرگ اصحاب میں سے ہیں، خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے زید تم لوگوں کو چاہیے کہ اہل سنت کے ساتھ بہترین اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، ان کی مساجد میں نماز ادا کرو، جب وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کے لئے جاؤ، جب ان کا انتقال ہو جائے تو نماز جنازہ میں شرکت کرو، جتنا ممکن ہو سکے ان کے ساتھ حسن رفتار اور شائستہ کردار کے ساتھ پیش آؤ، اس انداز سے زندگی کرو گے تو یہ لوگ کہیں گے کہ خدا امام صادق علیہ السلام پر رحم کرے کہ جنہوں نے اپنے ماننے والوں کی کتنی اچھی تربیت کی ہے اور ان کے اخلاق کو سنوارا ہے۔ اور اگر تم اس اچھے اخلاق اور شائستہ کردار کو ترک کرو گے تو یہ کہیں گے کہ کیا یہی لوگ جعفر صادق کے ماننے والے ہیں۔

«رَوَى عَنْ الصادق ع زَيْدُ الشَّحَّامُ أَنَّهُ قَالَ: يَا زَيْدُ خَالِقُوا النَّاسَ بِأَخْلَاقِهِمْ صَلُّوا فِي مَسَاجِدِهِمْ وَ عُودُوا مَرْضَاهُمْ وَ اشْهَدُوا جَنَائِزَهُمْ وَ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَكُونُوا الْأَئِمَّةَ وَ الْمُؤَذِّنِينَ فَافْعَلُوا فَإِنَّكُمْ إِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ قَالُوا هٰؤُلَاءِ الْجَعْفَرِيَّةُ رَحِمَ اللهُ جَعْفَراً مَا كَانَ أَحْسَنَ مَا يُؤَدِّبُ أَصْحَابَهُ وَ إِذَا تَرَكْتُمْ ذٰلِكَ قَالُوا هٰؤُلَاءِ الْجَعْفَرِيَّةُ فَعَلَ اللهُ بِجَعْفَرٍ مَا كَانَ أَسْوَأَ مَا يُؤَدِّبُ أَصْحَابَهُ» (۲)

ایک اور روایت میں امام صادق علیہ السلام نے تمام مسلمانوں کی عیادت کرنے کی تاکید اور عظیم اجر و

---

(۱) بحار الانوار، ج۷۸، ص ۲۲۵

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج۱، ص ۳۸۳

ثواب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: کوئی بھی شخص مسلمانوں کی عیادت کرے تو اللہ تعالی اس شخص کے لئے ۷۰ ہزار فرشتوں کو قرار دیتا ہے جو قیامت تک اس شخص کے لئے دعا کرتے رہیں، اس شخص کی طرف سے تسبیح، تقدیس تہلیل اور تکبیر بجالاتے رہیں۔

«عَنْ صَفْوَانَ الْجَمَّالِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: مَنْ عَادَ مَرِيضاً مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَكَّلَ اللهُ بِهِ أَبَداً سَبْعِينَ أَلْفاً مِنَ الْمَلَائِكَةِ يَغْشَوْنَ رَحْلَهُ وَ يُسَبِّحُونَ فِيهِ وَ يُقَدِّسُونَ وَ يُهَلِّلُونَ وَ يُكَبِّرُونَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ» (1)

ان روایات کی روشنی میں یہ بات واضح وروشن ہو جاتی ہے کہ مریض کی عیادت کرنا صرف اپنے خاندان اور مؤمنین کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں اور انسانوں کی عیادت کرنا ایک انسانی اور اخلاقی فریضہ ہے۔

بارھواں ادب؛ مریض کے سامنے کوئی چیز نہ کھانا

عیادت کے آداب میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ مریض کے سامنے کوئی چیز نہیں کھانی چاہئے، جس طرح رمضان المبارک میں روزہ دار کے سامنے کسی چیز کا کھانا مکروہ ہے اسی طرح سے مریض کے سامنے کہ جو بیماری کی وجہ سے بہت ساری چیزیں کھانے سے محروم ہے، کسی چیز کا کھانا ادب کے خلاف اور مکروہ ہے۔ جیسا کہ مولائے کائنات نے فرمایا کہ: حضور ﷺ مریض کے سامنے کسی چیز کو کھانے سے منع فرماتے تھے اور مزید فرمایا کہ عیادت کرنے والا شخص اگر مریض کے سامنے کوئی چیز کھالے تو وہ عیادت کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ علیہ السلام نَهَى رَسُولُ اللهِ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) أَنْ يَأْكُلَ الْعَائِدُ عِنْدَ الْعَلِيلِ فَيَحْبِطُ اللهُ أَجْرَ عِيَادَتِهِ» (2)

---

(۱) الکافی، ج ۳، ص ۱۲۰

(۲) دعائم الاسلام، ج ۱، ص ۲۱۸

عیادتِ مریض کے عظیم فوائد و برکات

مریض کی عیادت کرنے کے لئے روایات میں بہت عظیم فوائد اور برکات ذکر ہوئے ہیں، جن میں سے گناہوں کی مغفرت، خدا کی رضا اور خشنودی، مومنین کے درمیان الفت اور محبت، قیامت کے دن عظیم درجات اور ثواب کے ساتھ ساتھ جنت کے حصول کا سبب ہے، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے اللہ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اسے جنت عطا کرتا ہے۔

«عَنِ الصَّادِقِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ الله ص مَنْ عَادَ مَرِيضاً نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ بِاسْمِهِ يَا فُلَانُ طِبْتَ وَ طَابَ مَمْشَاكَ وَ تَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ» (۱)

اور اس مذکورہ ثواب کے علاوہ بیماروں کی عیادت کرنے سے انسان کو اپنی سلامتی اور عافیت کی قدر اور اس عظیم نعمت کا احساس ہوتا ہے، کیونکہ جب تک انسان سے کوئی چیز اور نعمت چھین نہ جائے اس وقت تک اُسے اس نعمت کی قدر نہیں ہوتی، اسی طرح جب ایک شخص کسی مریض کے پاس جا کر اس کی بیماری دیکھتا ہے اور اس کے برعکس خود کو صحیح وسالم پاتا ہے تو اُسے اس بیمار سے عبرت لیتے ہوئے اپنی صحت و تندرستی پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے، جیسا کہ مولائے کائنات کا فرمان ہے کہ: دو عظیم نعمتیں ایسی ہیں جن کی قدر و اہمیت کا اندازہ اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ وہ ان نعمتوں سے محروم نہ ہو جائے؛

۱) شباب اور جوانی۔ ۲) صحت و تندرستی۔

«قال امیرالمومنین ع: شَيْئَانِ لَا يَعْرِفُ فَضْلَهُمَا إِلَّا مَنْ فَقَدَهُمَا الشَّبَابُ وَ الْعَافِيَةُ» (۲)

ایک اور روایت میں مولائے کائنات کا فرمان ہے: افضل ترین نعمت صحت اور سلامتی ہے۔

«الصِّحَّةُ أَفْضَلُ النِّعَمِ» (۳)

---

(۱) مکارم الاخلاق، ص ۳۸۱

(۲) غرر الحکم، ص ۳۲۲

(۳) عیون الحکم، ص ۲۳

مریض کی عیادت کے بہت سارے فوائد ہیں جو روایات میں بیان ہوئے ہیں، مثلاً دعاؤں کی اجابت، اللہ تعالی عیادت کرنے والوں کی دعا کو مستجاب کرتا ہے، ان کو عظیم اجر وثواب عطا کرتا ہے کہ جو ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ان کے علاوہ عیادت مریض انسانی روابط کی تقویت اور مضبوطی کا سبب ہے، عیادت کو ترک کرنا عزیزوں اور مومنین کے درمیان دوری، نفرت اور عداوت کا جب کہ عیادت کرنا قربت، محبت، الفت اور دوستی کا سبب ہے۔

مریض پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات

جو شخص بیمار ہوتا ہے اللہ تعالی اس پر خصوصی عنایات ا ر خاص رحمتیں نازل فرماتا ہے، اللہ تعالی مریض کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، اس کے درجات کو بلند کرتا ہے، اس کی وجہ سے عیادت کے لئے آنے والوں کو بھی عظیم اجر وثواب سے نوازتا ہے اور ان کے گناہوں کو بھی بخش دیتا ہے، حقیقت میں بیماری خدا کی طرف سے ایک خاص رحمت اور ہدیہ ہے، جس کے ذریعے سے اللہ تعالی ایک نئی اور پاکیزہ زندگی عطا کرتا ہے، بیماری مومن کے لئے باعث تطہیر اور باعث رحمت ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالی اس کے نامہ اعمال میں اُن اعمال سے زیادہ بہتر اور احسن اعمال درج فرما دیتا ہے جو اپنی صحت وتندرستی کے ایام میں بجالاتا تھا لیکن اب وہ بیماری کی وجہ سے اس طرح انجام نہیں دے پاتا اور اس کے تمام گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت کے پتے خزاں کے موسم میں درخت سے جھڑ جاتے ہیں۔

«عَنِ الْحُسَيْنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص إِذَا مَرِضَ الْمُسْلِمُ كَتَبَ اللهُ لَهُ كَأَحْسَنِ مَا كَانَ يَعْمَلُهُ فِي صِحَّتِهِ وَ تَسَاقَطَتْ ذُنُوبُهُ كَمَا يَتَسَاقَطُ وَرَقُ الشَّجَرِ»[1]

مریض کو اللہ تعالیٰ کا چار خاص چیزیں عطا کرنا

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا: مریض کو اللہ تعالی چار چیزیں عطا فرماتا ہے؛

۱) بیماری کی حالت میں سخت تکلیفوں کو اٹھالیتا ہے۔

---

(۱) ثواب الاعمال، ص ۱۹۳

۲) بیماری کی حالت میں جو عبادات انجام نہ دے سکا اس کا ثواب عطا کرتا ہے۔

۳) اس کے تمام اعضاء کے گناہ بخش دیتا ہے۔

۴) پاکیزہ اور مغفرت یافتہ زندگی عطا کرتا ہے۔

«عَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص لِلْمَرِيضِ أَرْبَعُ خِصَالٍ يُرْفَعُ عَنْهُ الْقَلَمُ وَ يَأْمُرُ اللهُ الْمَلَكَ يَكْتُبُ لَهُ فَضْلاً كَانَ يَعْمَلُهُ فِي صِحَّتِهِ وَ يَتَّبِعُ مَرَضُهُ كُلَّ عُضْوٍ فِي جَسَدِهِ فَيَسْتَخْرِجُ ذُنُوبَهُ مِنْهُ فَإِنْ مَاتَ مَاتَ مَغْفُوراً لَهُ وَ إِنْ عَاشَ عَاشَ مَغْفُوراً لَهُ» (۱)

ایک رات میں ساٹھ سال کی عبادت کا ثواب

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جب کوئی مومن بیمار ہو جائے اور اس بیماری پر شکوہ نہ کرے بلکہ صبر و تحمل کے ساتھ بیماری کی مشکلات کو برداشت کرے تو اللہ تعالیٰ ایسی حالت میں گذاری ہوئی ایک رات کے عوض میں اُسے ۶۰ سال عبادت کرنے کا اجر و ثواب عطا کرتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: مَنْ مَرِضَ لَيْلَةً فَقَبِلَهَا بِقَبُولِهَا كَتَبَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَهُ عِبَادَةَ سِتِّينَ سَنَةً قُلْتُ مَا مَعْنَى قَبُولِهَا قَالَ لَا يَشْكُو مَا أَصَابَهُ فِيهَا إِلَى أَحَدٍ» (۲)

تسبیح و تہلیل اور جہاد کا درجہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولائے کائنات سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مومن کا بیماری کی حالت میں کراہنا تسبیح ہے، اس کی تکلیف تہلیل ہے، بستر بیماری پر سو جانا اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، اس کا کروٹ لینا جہاد ہے، اور جب شفاء پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس مومن کو تمام گناہوں سے پاک و پاکیزہ قرار دیتا ہے۔

«قال رسول اللہ ص: يَا عَلِيُّ أَنِينُ الْمُؤْمِنِ الْمَرِيضِ تَسْبِيحٌ وَ صِيَاحُهُ تَهْلِيلٌ وَ نَوْمُهُ عَلَى الْفِرَاشِ عِبَادَةٌ وَ تَقَلُّبُهُ مِنْ جَنْبٍ إِلَى جَنْبٍ جِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللهِ فَإِنْ عُوفِيَ يَمْشِي فِي النَّاسِ وَ مَا عَلَيْهِ مِنْ ذَنْبٍ» (۳)

---

(۱) ثواب الاعمال، ص ۱۹۳

(۲) الکافی، ج ۳، ص ۱۱۵

(۳) بحار الانوار، ج ۷۸، ص ۵۴

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جب شیعیانِ آل محمدؐ میں سے کوئی شخص گناہوں کا مرتکب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اُس شخص کو مال و دولت یا اپنے بدن یا اسکی اولاد کی طرف سے مختلف پریشانیوں اور بلاؤں میں مبتلا کر دیتا ہے، تاکہ یہ مومن پاک و پاکیزہ ہو جائے اور تمام گناہ بخشے جائیں اور اگر پھر بھی کوئی گناہ باقی رہ جائے تو اُسے موت کی سختی میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ وہ اللہ کی بارگاہ میں پاک و پاکیزہ ہو کر وارد ہو سکے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنْ آبَائِهِ ع: مَا مِنَ الشِّيعَةِ عَبْدٌ يُقَارِفُ أَمْراً نَهَيْنَا عَنْهُ فَيَمُوتُ حَتَّى يُبْتَلَى بِبَلِيَّةٍ تُمَحَّصُ بِهَا ذُنُوبُهُ إِمَّا فِي مَالِهِ وَ إِمَّا فِي وُلْدِهِ وَ إِمَّا فِي نَفْسِهِ حَتَّى يَلْقَى اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ وَ مَا لَهُ ذَنْبٌ وَ إِنَّهُ لَيَبْقَى عَلَيْهِ الشَّيْءُ مِنْ ذُنُوبِهِ فَيُشَدَّدُ بِهِ عَلَيْهِ عِنْدَ مَوْتِهِ» (۱)

زندگی میں عارض ہونے والی مختلف بیماریاں، پریشانیاں اور مشکلات در حقیقت گناہوں کا کفارہ ہیں، اللہ تعالیٰ مومن کو گناہوں سے پاک کرنے، گناہوں پر ندامت کرنے، اپنی طرف دعوت دینے اور درجات کو بلند کرنے کیلئے سخت امتحانات میں مبتلا کرتا ہے اور جب ان امتحانات میں کامیاب ہو جائے تو عظیم درجہ اور مقام عطا کرتا ہے، لہٰذا بیماریوں اور پریشانیوں سے گھبرانا نہیں بلکہ ان حالات میں صبر و تحمل کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں رجوع کرنا، دعا و مناجات و راز و نیاز کرنا اور حکم خدا پر راضی رہنا چاہیے۔

مولائے کائناتؑ کا فرمان ہے کہ: بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ مظلوم کی مدد کرنا ہے اور پریشان حال انسانوں کو پریشانیوں سے نجات دینا ہے۔

«قَالَ ع مِنْ كَفَّارَاتِ الذُّنُوبِ الْعِظَامِ إِغَاثَةُ الْمَلْهُوفِ وَ التَّنْفِيسُ عَنِ الْمَكْرُوبِ» (۲)

اسی طرح حضرت امام صادقؑ کا فرمان ہے کہ: مومن کے لئے پریشانی اور بیماری کے اوقات بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ اور ان کی مغفرت کا وسیلہ ہیں۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: سَاعَاتُ الْهُمُومِ لِلْمُؤْمِنِ سَاعَاتُ كَفَّارَاتٍ» (۳)

---

(۱) بحار الانوار، ج۱۰، ص۱۱۴

(۲) نہج البلاغہ، ص۴۷۲

(۳) کمال و طہارت روح، ص۵۸

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: يُصْبِحُ اَلْمُؤْمِنُ حَزِيناً وَ يُمْسِي- حَزِيناً وَ لاَ يُصْلِحُهُ إِلاَّ ذَاكَ وَ سَاعَاتُ اَلْغُمُومِ كَفَّارَاتُ اَلذُّنُوبِ»[1]

مریض کی ذمہ داریاں

بیمار کے لئے روایات میں اور فقہی کتابوں میں بہت سارے وظائف اور ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے، ان وظائف اور ذمہ داریوں کا ادا کرنا بیمار کی شفاء یابی، بیمار کے درجات کی بلندی اور عظیم اجر وثواب کے حصول کے لئے بہت زیادہ مؤثر ہے، انہی ذمہ داریوں اور وظائف کو جناب سید کاظم یزدیؒ نے اپنی مشہور و معروف فقہی کتاب عروۃ الوثقی باب آداب المریض میں مریض کے لئے ۱۵ ذمہ داریاں بیان کی ہیں، جن میں سے چند اہم ذمہ داریوں کو ذکر کیا جاتا ہے۔

۱) رضا اور شکرِ الٰہی کرنا

مریض کو چاہئے کہ حکم الٰہی پر راضی رہے اور اس بیماری پر خدا کا شکر کرتا رہے، بیماری کو مصیبت اور عذاب تصور نہ کرے بلکہ خدا کی رحمت، خاص عنایت اور گناہوں کی مغفرت کا وسیلہ سمجھے۔

۲) صبر و تحمل کرنا اور شکایت نہ کرنا

مریض کی انتہائی اہم ذمہ داریوں میں سے ایک یہ ہے کہ بیماری کے حوالے سے کسی کے پاس شکوہ وشکایت نہیں کرتا بلکہ اس پر صبر و تحمل کرتا اور تقدیرِ الٰہی پر راضی رہتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے اور شفاء کے ساتھ اجر عظیم بھی عطا کرے۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی بھی شخص تین دن بیمار ہو جائے اور کسی سے شکایت نہ کرے تو میں اس کو بہترین زندگی عطا کروں گا، اس کے گوشت کے بدلے بہترین گوشت، خون کے بدلے بہترین خون، پس اگر اُسے عافیت و تندرستی عطا کی تو اس حالت میں ہوگا کہ کوئی گناہ اس کے نامہ اعمال

---

(۱) بحار الانوار، ج۶۷، ص۱۳۳

میں نہیں ہوگا اور اگر اس کی روح قبض کرلوں تو اپنی رحمت میں جگہ عطا کروں گا۔

«عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ مَنْ مَرِضَ ثَلَاثاً فَلَمْ يَشْكُ إِلَى أَحَدٍ مِنْ عُوَّادِهِ أَبْدَلْتُهُ لَحْماً خَيْراً مِنْ لَحْمِهِ وَ دَماً خَيْراً مِنْ دَمِهِ فَإِنْ عَافَيْتُهُ عَافَيْتُهُ وَ لَا ذَنْبَ لَهُ وَ إِنْ قَبَضْتُهُ قَبَضْتُهُ إِلَى رَحْمَتِي» (۱)

اور امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے اور بیماری پر راضی رہتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتا رہے تو اللہ تعالی ۶۰ سال کی عبادت کا اجر وثواب عطا کرتا ہے۔ راوی نے پوچھا مولا یہ بیماری پر راضی رہنے کا کیا مطلب ہے؟ تو امام نے فرمایا: بیماری پر صبر کرنا اور کسی سے اس کی شکایت نہ کرنا اور جب صبح ہو تو جس حالت میں بھی ہے اس پر اللہ کی حمد کرنا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: مَنِ اشْتَكَى لَيْلَةً فَقَبِلَهَا بِقَبُولِهَا وَ أَدَّى إِلَى اللهِ شُكْرَهَا كَانَتْ كَعِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةً قَالَ أَبِي فَقُلْتُ لَهُ مَا قَبُولُهَا قَالَ يَصْبِرُ عَلَيْهَا وَ لَا يُخْبِرُ بِمَا كَانَ فِيهَا فَإِذَا أَصْبَحَ حَمِدَ اللهَ عَلَى مَا كَانَ» (۲)

۳) صدقہ دینا

بیمار کے وظائف اور ذمہ داریوں میں سے بیماری سے شفاء اور بلاؤں کی دوری کے لئے صدقہ دینا ہے، روایات میں آیا ہے کہ صدقہ دینا موثر ترین اور شفاء بخش دوائی ہے۔ جیسا کہ مولائے کائنات کا فرمان ہے: بیمار کے لئے بہترین دوائی اور شفاء بخش نسخہ صدقہ دینا ہے۔

«الصَّدَقَةُ دَوَاءٌ مُنْجِحٌ» (۳)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کسی نے اپنے گھر والوں کے بیمار ہونے کی شکایت کی اور کہا کہ گھر میں دس افراد ہیں اور سب کے سب بیمار ہیں تو مولا نے فرمایا: ان کا علاج صدقہ سے کرو اس لئے کہ صدقہ سے

---

(۱) الکافی، ج۳، ص۱۱۵

(۲) الکافی، ج۳، ص۱۱۶

(۳) عیون الحکم، ص۲۹

بڑھ کر اجابت میں سریع ترین کوئی نسخہ نہیں ہے اور مریض کی شفاء کے لئے میں نے صدقہ سے زیادہ مؤثر کسی بھی شئی ء کو نہیں پایا۔

«عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ ع أَنَّ رَجُلًا شَكَا إِلَيْهِ إِنَّنِي فِي (عَشَرَةِ نَفَرٍ) مِنَ الْعِيَالِ كُلُّهُمْ مَرِيضٌ فَقَالَ لَهُ مُوسَى ع دَاوِهِمْ بِالصَّدَقَةِ فَلَيْسَ شَيْءٌ أَسْرَعَ إِجَابَةً مِنَ الصَّدَقَةِ وَ لَا أَجْدَى مَنْفَعَةً لِلْمَرِيضِ مِنَ الصَّدَقَةِ» (۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام نے حضور ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنے بیماروں کا علاج صدقہ کے ذریعے سے کیا کرو، بلاؤں کو دعا کے ذریعے سے دور کرو، مال کو زکات کے ذریعے سے محفوظ کرو کیونکہ کوئی بھی پرندہ شکار نہیں ہوا ہے مگر تسبیح کو ترک کرنے کی وجہ سے۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَنْ أَبِيهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص دَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ وَ ادْفَعُوا أَبْوَابَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ وَ حَصِّنُوا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكَاةِ فَإِنَّهُ مَا يُصَادُ مَا تَصِيدُ مِنَ الطَّيْرِ إِلَّا بِتَضْيِيعِهِمُ التَّسْبِيحَ» (۲)

صدقہ تمام بلاؤں کی دوری، بیماریوں کی شفایابی، حوادث ومشکلات سے محفوظ رہنے اور دنیا و آخرت دونوں کی پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے بہت زیادہ مؤثر و مفید ہے، صدقہ کے لئے انسان اپنی گنجائش اور قدرت کے مطابق کوئی بھی چیز دے سکتا ہے، لیکن خدا کی راہ میں حیوان کو ذبح کرنا، اس کا گوشت غریبوں میں تقسیم کرنا اور پھر غریبوں سے دعا لینا، ہر مشکل سے نجات اور ہر بیماری کی شفایابی کے لئے سب سے زیادہ مؤثر و مفید ہے۔

۴) دعا کرنا

مریض کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری دعا کرنا اور دوسروں سے دعا کرانا ہے، بہت ساری دعائیں ہماری دعاؤں کتابوں میں بیماریوں سے شفاء کے لئے منقول ہیں، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام کا

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج۲، ص ۴۳۳

(۲) بحار الانوار، ج۹۰، ص ۲۸۸

فرمان ہے کہ بیماری کی حالت میں اپنی شفاء یابی کے لئے بہت زیادہ دعا کیا کرو کیونکہ دعا ہر بیماری کی شفاء ہے۔

«عَنْ عَلَاءِ بْنِ كَامِلٍ قَالَ قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللهِ ع عَلَيْكَ بِالدُّعَاءِ فَإِنَّهُ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ» (۱)

۵) عیادت کے لئے مومنین کو اجازت دینا

مریض کو چاہئے کہ اپنی بیماری کی دوسروں کو تین دن کے بعد خبر دے تا کہ مومنین اس کی شفاء یابی کے لئے دعا کریں اور عیادت کرنے والے عیادت کے لئے آئیں۔

۶) تین دن تک بیماری کو تحمل و برداشت کرنا

مریض کو چاہئے کہ تین دن تک بیماری کو تحمل کرے اور ڈاکٹر کے پاس نہ جائے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے بدن کو ایسی قوت اور طاقت دی ہے کہ بہت ساری بیماریاں بدن کے دفاعی سسٹم اور قوت کی وجہ سے دور ہو جاتی ہیں اور علاج کی نوبت بھی نہیں آتی، تین دن کے بعد ٹھیک نہ ہونے کی صورت میں ڈاکٹر کے پاس جانا چاہئے۔

۷) توبہ و استغفار کرنا

مریض کو چاہئے کہ بیماری کی حالت میں توبہ و استغفار کرے اور بارگاہ الٰہی میں اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کرے۔

۸) شفاء کی امید رکھنا اور کبھی بھی شفاء سے مایوس نہ ہونا

روایات میں آیا ہے کہ مریض کو کبھی بھی شفاء سے مایوس نہیں ہونا چاہئے کیونکہ مایوسی بہت عظیم گناہ ہے اور کسی کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ مریض کو شفاء یابی سے مایوس کرے، بلکہ اس کی امید کو تقویت دے اور زندگی کی امید دلانے کے ذریعے سے اس کے چراغ حیات کو روشن رکھنا بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ مولائے کائنات کا فرمان ہے کہ: سب سے عظیم بلاء اور مصیبت امیدوں کا منقطع ہونا اور مایوس ہونا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۴۷۰

«أَعْظَمُ الْبَلَاءِ انقِطَاعُ الرَّجَاءِ»[۱]

۹) مضر چیزوں سے اجتناب کرنا

مریض کو چاہئے کہ دواء کے ساتھ ساتھ پرہیز اور مضر اشیاء سے اجتناب بھی کرے، اگر دواء کے استعمال کرنے کے ساتھ پرہیز نہ کرے تو یہ دوائیں مؤثر واقع نہیں ہوتیں، بلکہ مضر اور نقصاندہ چیزوں سے پرہیز کرنے کو روایات میں بھی اور حکماء کے اقوال میں بھی بہت ضروری قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا: پرہیز اور اجتناب کرنا تمام دوائیوں کی بنیاد ہے اور معدہ تمام بیماریوں کا گھر ہے لہٰذا بدن جب تک بیماریوں کو برداشت کر سکتا ہو اُسے برداشت کی عادت کراؤ۔

«الإمامُ الكاظمُ عليه السلام: الحِمیةُ رأسُ الدواءِ، و المَعِدةُ بیتُ الداءِ، عَوِّدْ بَدَناً ما تَعَوَّدَ»[۲]

۱۰) وصیت کرنا اور لوگوں کے حقوق کو ادا کرنا

بعض اوقات کچھ بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جو موت کا سبب بن جاتی ہیں، اس لئے روایات میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ مریض کو چاہئے کہ وہ بیماری کی حالت میں اپنا وصیت نامہ تحریر کرلے اور اگر لوگوں کے حقوق اُس کے ذمہ میں ہوں تو انہیں بھی ادا کرے، بیماری کی حالت میں حقوق الناس، حقوق اللہ اور اہم ذمہ داریوں کے حوالے سے وصیت کرنا اور امکان کی صورت میں ان حقوق کو ادا کرنا بہت ہی ضروری ہے۔

نوٹ: ہمارا مقصد معاشرتی اور اخلاقی آداب کو مختصر طور پر بیان کرنا ہے اس وجہ سے اختصار کے ساتھ مریض کی عیادت کرنے کی فضیلت، اجروثواب، آدابِ عیادت اور بیماری کے متعلق اہم ترین نکات کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اگر کوئی تفصیل جاننا چاہے تو جن کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں ان کی طرف رجوع کریں۔

---

(۱) عیون الحکم، ص۱۱۷

(۲) مکارم الاخلاق، ج۱، ص۳۶۲

آدابِ معاشرت (حصہ ہشتم)

(قسم اول در صلہ رحمی)

صلہ رحمی وہ اہم ترین فریضہ ہے جس کی تاکید و سفارش قرآنی آیات اور معصومین علیہم السلام کی روایات میں بہت زیادہ وارد ہوئی ہے، لہٰذا ہم یہاں پر اس وظیفے اور فریضے کی تعریف کو علمائے اخلاق کے کلام کی روشنی میں اور اس کی ضرورت و اہمیت اور تاکید کو آیات و روایات کی روشنی میں بیان کرنے کے بعد اس کے دنیوی و اخروی آثار، نتائج اور اجر و ثواب کو بیان کریں گے۔

علمائے اخلاق کی نظر میں صلہ رحم کی تعریف

حضرت علامہ مجلسیؒ اپنی مشہور کتاب «مرآۃ العقول» میں اور محقق یزدی کتاب «ینابیع الحکمۃ» میں اور اسی طرح سے شہید ثانیؒ اپنی بہترین کتاب «صلہ رحم» میں، صلہ رحمی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

«المراد بصلة الرحم الإحسان إليه، والتعطّف عليهم، والرفق بهم، و الرعاية لأحوالهم والإنفاق اليهم، و قطع الرحم ضد ذلک كله، و لصلة الأرحام درجات متفاوتة ادنها ألكلام والسلام و ترک المهاجرة، ... فإنّ القطيعة الرحم معصية بل هي من الكبائر» [1]

«المراد بصلة الرحم الإحسان إليه» صلہ رحمی سے مراد رشتے داروں کے ساتھ بہترین روابط رکھنا،

---

(۱) ینابیع الحکمۃ، ج ۲، ص ۵۰۱؛ مرآۃ العقول، ج ۱۸، ص ۳۶۰؛ صلہ رحم۔

بہترین زندگی اور نیکی کرنا۔ «والتعطّف علیهم» اور جو ارحام، رشتہ دار ہیں ان کے ساتھ مہربانی، عطوفت اور پیار و محبت سے پیش آنا۔ «والرفق بهم» اور ان کو آسانیاں اور سہولتیں فراہم کرنا۔ «وا لرعاية لأحوالهم والإنفاق اليهم» اور ہمیشہ ان کی رعایت کرتے ہوئے زندگی بسر کرنا، پھر ضرورتمند ہوں تو ان پر خرچ کرنا۔ «و قطع الرحم ضد ذلک کله» اور قطع رحم اس چیز کی ضد ہے (یعنی رشتے داروں سے قطع تعلق کرنا، نیکی نہ کرنا، خرچ نہ کرنا، ان کو ناراض کرنا)۔ «و لصلة الأرحام درجات متفاوتة ادنها ألکلام والسلام و ترک المهاجرة» اور صلہ رحمی کے کئی مراتب اور درجات ہیں، جن میں سے ادنیٰ ترین اور سب سے کم درجہ رشتے داروں کے ساتھ گفتگو کرنا، دعا و سلام کو برقرار رکھنا، رابطہ کو منقطع نہ کرنا اور آمد و رفت برقرار رکھنا ہے۔ «... فإنّ القطيعة الرحم معصية بل هي من الکبائر» جبکہ رشتے داروں سے رابطہ منقطع کرنا اور آمد و رفت نہ رکھنا یہ معصیت اور گناہ کبیرہ میں شامل ہے۔

علامہ مجلسیؒ، محقق یزدیؒ اور شہید ثانیؒ نے جو صلہ رحم کی تعریف کی ہے، اس سے یہ چیز بالکل واضح و روشن ہو جاتی ہے کہ صلہ رحمی کے دو اہم ترین درجے ہیں:

پہلا درجہ: جو سب انسانوں کے لئے ضروری اور لازم ہے تعلقات کو باقی رکھنا، آمد و رفت رکھنا، ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں شریک رہنا۔

دوسرا درجہ: اگر رشتے داروں میں سے کوئی مالی مشکلات میں پڑ جائے تو اس کی مالی مشکلات میں اس کی مدد کرنا اور جہاں تک ممکن ہو سکے اس کی مالی مشکلات کو دور کرنا، مثلاً وہ مریض کا علاج نہیں کر سکتے، یا شادی نہیں کر سکتے، لیکن دوسرا بھائی کہ بحمد للہ جس کے پاس مال و دولت ہے تو انصاف اور صلہ رحمی کا تقاضا یہ ہے کہ ضرورتمند کی مالی امداد کرے۔

قرآن مجید میں صلہ رحمی کی تاکید و سفارش

قرآن مجید کی متعدد آیات میں صلہ رحمی کی ضرورت، تاکید اور سفارش کو بیان کیا گیا ہے اور صلہ رحمی

کرنے والوں کو جنتی قرار دیا گیا ہے، صلہ رحمی کرنے والے، رشتے داروں کا خیال رکھنے والے، احسان و نیکی کرنے والے اور اچھے روابط رکھنے والے جنتی ہیں اور صلہ رحمی کرنا جنتیوں کی سیرت ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں قطع رحمی کرنا اور رشتے داروں سے بالکل کٹ کر رہنا یہ جہنمیوں کی علامت ہے، جیسا کہ سورہ رعد آیت ۲۰ تا ۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے کردار اور جنتیوں کے ۹ صفات کو بیان کیا ہے، پھر ساتھ میں یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ یہ جنتی ہیں اور یہ جنت عدن میں رہیں گے اور یہ لوگ صلہ رحمی کرنے کی خاطر خود بھی اور ان کے ماں باپ، ازواج اور اولاد بھی جنت میں جائیں گے اور خدا تعالیٰ ان کو انتہائی خوشحال زندگی عطا کرے گا۔ اور پھر اس کے فوراً بعد آیت نمبر ۲۵ میں اللہ تعالیٰ نے قطع رحمی کو جہنمیوں کی سیرت قرار دیتے ہوئے ان کے لئے جہنم اور لعنت کا اعلان کیا ہے۔

سورہ رعد کی جن آیات میں جنتیوں کی صفات بیان کی گئی ہیں ان کی فہرست یہ ہے:

۱) عہد الٰہی کو نبھاتے ہیں۔

۲) میثاقِ پروردگار کو نہیں توڑتے۔ (یعنی خدا سے کبھی بے وفائی نہیں کرتے)

۳) اللہ نے جن رشتوں کے ساتھ مضبوط رابطہ رکھنے کا حکم دیا ہے ان کے ساتھ رابطہ برقرار رکھتے ہیں۔

۴) ان کے دلوں میں ہمیشہ خوفِ وخشیتِ الٰہی موجود ہے۔

۵) آخرت کے بدترین حساب وعقاب سے ڈرتے ہیں۔

۶) رضائے الٰہی کی خاطر ہمیشہ صبر واستقامت سے کام لیتے ہیں۔

۷) پابندی کے ساتھ نماز کے فریضہ کو ادا کرتے ہیں۔

۸) اللہ نے جو روزی ان کو عطا کی ہے اس سے ہمیشہ پنہان و آشکارا طور پر انفاق کرتے رہتے ہیں۔

۹) برائی کا جواب وبدلہ نیکی واحسان سے دیتے ہیں۔

یہ ۹ صفات بیان کرنے کے بعد رب العزت نے ارشاد فرمایا: ان کے لئے بہترین گھر جناتِ عدن ہے جس

میں یہ لوگ اور ان کے آباء واجداد، ازواج و اولاد میں سے وہ لوگ کہ جو جنت میں جانے کی صلاحیت رکھتے ہوں گے، وہ سب کے سب جنت میں داخل ہوں گے، ملائکہ ان کا استقبال کرتے ہوئے ہر دروازے سے سلام پیش کریں گے، ان سے کہیں گے کہ: تم پر سلام ہو تم نے اپنی زندگی میں صبر واستقامت سے کام لیا، اب اس کے بدلے میں بہترین عاقبت اور انجام میں تمہارے لئے بہترین گھر جنتِ عدن ہے۔

جنتیوں کے اوصاف سورہ رعد میں

﴿الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ ✽ وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ✽ وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ✽ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ✽ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ✽ وَالَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾

(الرعد/ ۲۰-۲۵)

پہلی صفت: ﴿الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللهِ﴾ وہ لوگ جنتی ہیں جو عہد و پیمانِ الٰہی میں وفا کرتے ہیں، یعنی خدا کے ساتھ کئے گئے وعدہ کو نبھاتے ہیں، عہدِ الٰہی کا مفہوم بہت وسیع ہے، اس میں اطاعتِ رسول ہے، خدا کی عبادت ہے، آئمہ کی اطاعت ہے، واجبات پر عمل کرنا ہے، شریعت کے قانون پر عمل پیرا ہونا ہے اور گناہوں سے دور رہنا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب عہدِ الٰہی میں شامل ہیں۔

دوسری صفت: ﴿وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ﴾ وہ خدا سے کئے ہوئے وعدہ کو نہیں توڑتے، وہ عہد شکن اور بے وفا نہیں ہیں۔

تیسری صفت: ﴿وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ﴾ رابطہ برقرار رکھنے والے ہیں ان لوگوں کے ساتھ جن کے ساتھ روابط رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے، اسی مطلب کے ضمن میں تفسیر نمونہ میں آیا ہے کہ: تین

قسم کے رابطے رکھنا اور ان روابط کو محکم و مضبوط کرنا ضروری ہے اور یہ تینوں روابط اس آیت کا مصداق ہیں:

تین اہم رشتے و روابط

پہلا رشتہ و رابطہ: انسان کا خدا کے ساتھ رشتہ و رابطہ ہے اور انسان کا یہ رشتہ خدا کے ساتھ مسلسل جاری رہنا چاہئے، اسی رابطے کو برقرار رکھنے کے لئے پانچ وقت کی نماز کو واجب قرار دیا گیا ہے۔

دوسرا رشتہ و رابطہ: اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ مضبوط و محکم رابطہ رکھنا ہے، صرف خدا کے ساتھ رابطہ کافی نہیں ہے بلکہ رسول خدا ﷺ اور آپ کے اہل بیتؑ کی معرفت، محبت اور ولایت کے ساتھ ساتھ ان کی پیروی و اطاعت کرتے ہوئے ان کے ساتھ بھی روابط کو محکم و مضبوط رکھنا انسان کی سعادت و خوشبختی کے لئے لازم و ضروری ہے۔

تیسرا رشتہ و رابطہ: اپنے رشتے داروں اور عزیزوں کے ساتھ رابطہ بھی لازمی و ضروری ہے۔

یوں تو تمام لوگوں کے ساتھ رابطہ ہونا چاہئے، لیکن ان روابط میں سے ایک اہم ترین رابطہ رشتے داروں کے ساتھ رابطہ رکھنا ہے، اس کا خدا نے خصوصی حکم دیا ہے، اس رابطے کا نام صلہ رحمی ہے کہ آیات و روایات میں جس کی خاص تاکید و سفارش وارد ہوئی ہے۔

چوتھی صفت: ﴿وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ﴾ اور خشیت الٰہی ان کے دل میں ہے۔

پانچویں صفت: ﴿وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ﴾ اور قیامت کے عذاب و عتاب سے وہ ڈرتے ہیں، قیامت کی تیاری کرنا اور اس دن سے خوف رکھنا یہ جنتیوں کی علامت ہے، آخرت کو بھلا دینا یہ جہنمیوں کی علامت ہے۔

چھٹی صفت: ﴿وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ﴾ اہل جنت اہل صبر و استقامت ہیں، وہ مشکلات، دشمنوں اور حوادث کے مقابل میں صبر کرتے ہیں اور اہل صبر اہل جنت ہیں۔

ساتویں صفت: ﴿وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ﴾ اہل جنت اہل نماز ہیں، نماز کو اہمیت نہ دینے والے جہنمی ہیں، لہذا

اہل جنت وہ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، نماز کو ضائع نہیں کرتے۔

آٹھویں صفت: ﴿وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً﴾ اہل جنت اہل انفاق ہیں، راہ الٰہی میں خرچ کرتے ہیں، عزیزوں، رشتے داروں اور دیگر ضرور تمند انسانوں پر اُس چیز کو پنہانی طور پر اور آشکار وعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں جو خدا نے انہیں روزی عطا کی ہے، اس کے مقابل میں بخل کرنا اور راہِ الٰہی میں کچھ بھی خرچ نہ کرنا جہنمیوں کی علامت ہے۔

نویں صفت: ﴿وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ﴾ اہل جنت وہ لوگ ہیں جو نیکی کے ذریعے سے برائی کو دور کرتے ہیں، اس آیت کے ذیل میں مفسرین نے فرمایا ہے کہ اگر اہل جنت سے کسی قسم کا کوئی گناہ یا خطا سرزد ہو جائے تو اس گناہ کو نیکی کے ذریعے سے دھو دیتے ہیں، یا توبہ واستغفار کے ذریعے سے گناہ کو صاف کر دیتے ہیں اور اگر کوئی ان کے ساتھ بدی یا برائی کرے تو اس کا بدلہ نیکی اور احسان کے ساتھ دیتے ہیں۔

وہ افراد کہ جن کے اندر یہ ۹ قسم کی صفات موجود ہوں ان کے انجام ومقام کو اللہ رب العزت نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

﴿أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ان کے لئے بہترین مقام ہے، ﴿جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ﴾ وہ جنت جس میں خود بھی جائیں گے اور ان کے آباء واجداد، ازواج و اولاد یعنی پوری فیملی جنت میں جائے گی، اس شرط کے ساتھ ان کے اندر جنت میں جانے کی صلاحیت اور جنت میں جانے کی صفات موجود ہوں۔

﴿وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ * سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾

اور فرشتے ان پر ہر دروازے سے آکر سلام کرتے ہیں اور ان کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

سورہ نساء میں خدا کی طرف سے دو چیزوں کا حکم

سورہ نساء کے شروع ہی میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا حکم دیا ہے اور قرآن مجید میں ان دو چیزوں کی بار بار

تاکید وسفارش کی گئی ہے:

پہلی چیز: ﴿اتَّقُوا اللهَ﴾ تقویٰ الٰہی اختیار کرو، خدا سے ڈرتے رہو، واجبات کو انجام دیتے رہو۔

دوسری چیز: ﴿وَالْأَرْحَامَ﴾ قطع رحم سے ڈرتے رہو، رشتے داروں کی پاسداری اور حقوق کا خیال کرتے رہو۔

لہٰذا سورہ نساء کی اس آیت میں دو چیزوں کی سفارش کی گئی ہے، تقویٰ الٰہی جس کا بار بار قرآنِ مجید میں ذکر ہوا ہے کہ جس کے بغیر انسان کامیاب نہیں ہو سکتا، جیسا کہ مولائے کائنات کا خوبصورت فرمان ہے: «...لِأَنَّ بِالتَّقْوَى فَازَ الْفَائِزُونَ وَ بِالْمَعْصِيَةِ خَسِرَ الْخَاسِرُونَ...»[1] کائنات میں جتنے افراد بھی کامیاب ہوئے ہیں وہ تقویٰ کے ذریعے سے ہی ہوئے ہیں، تقویٰ وسیلہ نجات ہے اور بہترین سعادت کا ذریعہ ہے۔

دوسری چیز جس کا قرآنِ مجید میں بار بار ذکر ہوا ہے ﴿وَالْأَرْحَامَ﴾ رشتے داروں کا خیال رکھنا ہے، جیسا کہ سرور کائنات کا فرمان ہے:

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أُوصِي الشَّاهِدَ مِنْ أُمَّتِي وَ الْغَائِبَ مِنْهُمْ وَ مَنْ فِي أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَ أَرْحَامِ النِّسَاءِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَنْ يَصِلَ الرَّحِمَ وَ إِنْ كَانَ مِنْهُ عَلَى مَسِيرَةِ سَنَةٍ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنَ الدِّينِ»[2]

میں اپنی امت میں سے ہر ایک شخص کو کہ جو میرے سامنے موجود ہیں یا جو غائب ہیں یا وہ جو مردوں کی صلبوں اور ماؤں کی رحموں میں قیامت تک آنے والے ہیں، ان سب کو وصیت کرتا ہوں کہ؛ وہ رشتے داروں کی خدمت کریں اور ان کا خیال رکھیں اور اس فریضے کو بخوبی انجام دیں، اگرچہ وہ اس قدر دور ہوں کہ ایک سال کے فاصلے کا سفر ہی کیوں نہ کرنا پڑے پھر بھی رابطہ رکھنا ضروری ہے، کیونکہ یہ دین کا اہم ترین فریضہ اور ستون ہے۔

اس روایت میں رسولِ اکرم ﷺ نے نہ تنہا اپنے اصحاب کو بلکہ اس وقت جو پیغمبرؐ کے ساتھ موجود تھے یا

---

(۱) بحار الانوار، ج ۶۵، ص ۳۸۲

(۲) عدۃ الداعی و نجاح الساعی، ج ۱، ص ۹۰

جو غائب تھے یا جو آنے والی نسلیں تھیں ان سب کو صرف ایک چیز کی سفارش فرمائی کہ «أَنْ يَصِلَ الرَّحِمَ» وہ صلہ رحمی کریں اور اس دینی واجتماعی فریضے کو کبھی ترک نہ کریں۔

مولائے کائنات کی نگاہ میں صلہ رحمی

مولا علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں صلہ رحمی کے حوالے سے فرماتے ہیں: جسے قریب والے چھوڑ دیتے ہیں اُسے دور والے لے جاتے ہیں۔

«قَالَ عليٌّ عليه السلام : مَنْ ضَيَّعَهُ الْأَقْرَبُ، أُتِيحَ لَهُ الْأَبْعَدُ» (۱)

تشریح: وہ شخص جس کو اپنوں نے چھوڑ دیا ہے اور ضایع کر دیا ہے اُسے اجنبی لوگ لے جاتے ہیں، دین مقدس اسلام میں اقارب اور عزیز رشتے داروں کے ساتھ انتہائی قریبی رابطہ رکھنے، ان کے تمام دکھ و درد میں شریک ہونے، ان کے ساتھ نہایت خوش گوار اور پسندیدہ زندگی کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور اس قریبی رابطے، ہمدردی اور محبت کا نام صلہ رحمی ہے کہ جو دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی اور سعادت میں نہایت مؤثر ہے اور اس کے مقابل میں رشتے داروں سے روابط کو منقطع کرنا اور اُن سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے اور قطع رحم جیسے گناہ کبیرہ انجام دینے والوں کو متعدد روایات میں ملعون قرار دیا گیا ہے۔

دنیا و آخرت دونوں میں قطع رحمی کا بہت برا اثر ہے جیسا کہ مولائے کائناتؑ نے فرمایا: جس کو نزدیک ترین لوگ چھوڑ دیتے ہیں تو اس کو اجنبی افراد اور لوگ لے جاتے ہیں اور اُسے اپنا لیتے ہیں، پھر وہ اجنبی افراد اس سے خوب استفادہ کرتے ہیں اور یہ شخص بھی اُن اجنبی لوگوں کا ہو کر رہ جاتا ہے جبکہ قریب لوگوں کے کوئی کام نہیں آتا، جیسا کہ وہ بیٹا جس کو اپنا باپ نہ سنبھال سکے اور اپنے پاس نہ رکھے تو یہ بیٹا دوسروں کے ہاتھ کھو جاتا ہے اور باپ خود اکیلا اور تنہا رہ جاتا ہے، اس کا بیٹا دوسروں کے کام آتا ہے اور اپنوں سے دور ہو جاتا ہے، دوسرے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں، لیکن خود باپ اپنے بیٹے اور بیٹے کی خدمت، پیار اور محبت سے محروم رہ جاتا ہے۔

---

(۱) نہج البلاغہ، حکمت ۱۴

رشتے داروں سے تعلق رکھنے کے لئے مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان

اس لئے مولا علی علیہ السلام نے اپنی ایک طویل حدیث کے ضمن میں اپنے رشتے داروں سے بہت گہرا تعلق رکھنے کو لازم قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: اپنے رشتے داروں کی عزت اور ان کا احترام کیا کرو کیونکہ یہ تمہارے لئے پروں کی مانند ہیں کہ جن کے ذریعے سے تم پرواز کرتے ہو اور یہ تمہاری وہ بنیادیں ہیں کہ جن کی طرف تمہاری بازگشت ہے اور یہ تمہاری وہ طاقت و توانائی ہیں کہ جس کے ذریعے سے تم کامیابیوں کو پاتے ہو، پس رشتہ داری کا خاص خیال رکھو اور میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں اور اُسی سے تمہارے لئے دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی و سعادت کو طلبگار ہوں۔

«... وَ أَكْرِمْ عَشِيرَتَكَ فَإِنَّهُمْ جَنَاحُكَ الَّذِي بِهِ تَطِيرُ وَ أَصْلُكَ الَّذِي إِلَيْهِ تَصِيرُ وَ يَدُكَ الَّتِي بِهَا تَصُولُ اِسْتَوْدِعِ اللهَ دِينَكَ وَ دُنْيَاكَ وَ اِسْأَلْهُ خَيْرَ الْقَضَاءِ لَكَ فِي الْآجِلَةِ وَ الْعَاجِلَةِ وَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ»[1]

رشتے داروں کو مولائے کائنات علیہ السلام نے انسان کے اعضاء و جوارح سے تشبیہ دی ہے، جس طرح سے انسان کی کامیابی اور زندگی کے کاموں کو انجام دینے کے لئے صحت و سلامتی اور جسم کے تمام اعضاء کی ضرورت ہے اسی طرح اجتماعی زندگی میں انسانوں کی کامیابی و سعادت اور تمام کاموں کو بنحو احسن انجام دینے کے لئے رشتے داروں کا تعاون و ہمدردی بھی ضروری ہے، وہ شخص جو رشتے داروں سے کٹا ہوا ہے اس کی مثال اُس انسان کی طرح ہے جس کے اعضاء اُس سے جدا ہو چکے ہوں، جب انسان کے پاس اعضاء نہ ہوں تو کتنی پریشانیاں پیش آئیں گی اور یہ انسان کیا کر سکے گا؟!!، اسی طریقے سے اگر انسان کے رشتے دار جدا ہو چکے ہوں اور اس کا ساتھ نہ دیں تو یہ شخص بھی پریشانیوں اور مشکلات کا شکار ہو جائے گا۔

---

(۱) اعلام الدین فی صفات المؤمنین، ج ۱، ص ۲۷۶

صلہ رحمی کے آثار اور فوائد دنیا و آخرت میں

۱) ۱۰۰ شہیدوں کا اور ایک سو سال مخلصانہ عبادت کا ثواب

رشتے داروں کے درمیان اختلافات کی صورت میں اصلاح کرنا اور روابط کو مضبوط کرتے ہوئے صلہ رحمی کے فریضے کو انجام دینا دین مقدس اسلام کی عظیم عبادات میں شامل ہے اور پروردگار کی جانب سے اس عبادت کے لئے عظیم اجر و ثواب ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: جو شخص ارحام اور رشتے داروں کی طرف قدم بڑھائے تاکہ رشتے داری اور روابط کو تقویت دے اور دوریوں کو ختم کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایک سو شہیدوں کا اجر عطا کرتا ہے اور ہر قدم کے بدلے میں چالیس ہزار نیکیاں لکھتا ہے اور چالیس ہزار گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور سو سال خلوص کے ساتھ عبادت کرنے کا اجر و ثواب عطا کرتا ہے اور جو شخص کسی پریشان حال انسان کی حاجت کو پورا کرنے کے لئے قدم بڑھائے یہاں تک کہ اس کی حاجت پوری ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو نفاق و جہنم کی آگ سے برائت عطا کرتا ہے اور اس کی دنیاوی ستر حاجات کو برآوردہ کرتا ہے اور جب تک یہ شخص مؤمن کی حاجت روائی سے پلٹ کر نہ آئے اس وقت تک رحمتِ الٰہی اس کے سر پر ہمیشہ سایہ فگن رہتی ہے۔

«قَالَ ﷺ: مَنْ مَشَى إِلَى ذِي قَرَابَةٍ بِنَفْسِهِ وَ مَالِهِ لِيَصِلَ رَحِمَهُ أَعْطَاهُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ أَجْرَ مِائَةِ شَهِيدٍ- وَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ أَرْبَعُونَ أَلْفَ حَسَنَةٍ وَ يُمْحَى عَنْهُ أَرْبَعُونَ أَلْفَ سَيِّئَةٍ وَ يُرْفَعُ لَهُ مِنَ الدَّرَجَاتِ مِثْلُ ذَلِكَ وَ كَأَنَّمَا عَبَدَ اللهَ مِائَةَ سَنَةٍ صَابِراً مُحْتَسِباً وَ مَنْ كَفَى ضَرِيراً حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَ مَشَى لَهُ فِيهَا حَتَّى يَقْضِيَ اللهُ لَهُ حَاجَتَهُ أَعْطَاهُ اللهُ بَرَاءَةً مِنَ النِّفَاقِ وَ بَرَاءَةً مِنَ النَّارِ وَ قَضَى لَهُ سَبْعِينَ حَاجَةً مِنْ حَوَائِجِ الدُّنْيَا وَ لَا يَزَالُ يَخُوضُ فِي رَحْمَةِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ حَتَّى يَرْجِع» (۱)

۲) جنت میں بلند ترین درجہ کا سبب

حضرت امام صادق علیہ السلام نے رسولِ اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ: جنت میں ایک بلند ترین مقام ہے

(۱) مکارم الاخلاق، ج ۱، ص ۳۲۳؛ بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۳۳۵

کہ جس پر تین قسم کے افراد کے علاوہ کوئی بھی فائز نہیں ہو سکتا:

۱) امام معصوم۔ ۲) بہت زیادہ صلہ رحمی کرنے والا۔ ۳) جس کے بچے زیادہ ہوں اور مشکلات میں بہت صبر کرنے والا۔

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِنَّ فِي الْجَنَّةِ دَرَجَةً لَا يَنَالُهَا إِلَّا إِمَامٌ عَادِلٌ أَوْ ذُو رَحِمٍ وَصُولٍ أَوْ ذُو عِيَالٍ صَبُورٍ» (۱)

۳) صلہ رحمی کرنا اہل تقوی کی علامت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: اہل تقوی کی کچھ نشانیاں ہیں جن کے ذریعے سے ان کو پہچانا جاتا ہے:

۱) کلام میں صداقت۔ ۲) امانتوں کو ادا کرنا۔ ۳) عہد وپیمان کا پابند ہونا۔

۴) ناتوانی اور بخل کا نہ ہونا۔ ۵) صلہ رحمی کرنا۔ ۶) کمزور انسانوں پر رحم کرنا۔

۷) لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا۔ ۸) خوش اخلاق ہونا۔ ۹) حلم وبردباری کا مالک ہونا۔

۱۰) دین کی پیروی کرنا کہ جو تقربِ الٰہی کا سبب بنے، پس اہل تقوی ہی کامیاب ہیں اور انہی کے لئے بہترین عاقبت ہے۔

جسطرح کہ قرآن میں صاحبانِ ایمان و عمل صالح انجام دینے والوں کے لئے بہترین عاقبت و کامیاب زندگی کی خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے: وہ لوگ کہ جو ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیا انہی کے لئے کامیاب زندگی اور بہترین عاقبت ہے۔

﴿ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴾ (الرعد/ ۲۹)

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ:

(۱) الخصال، ج ۱، ص ۹۳

إِنَّ لِأَهْلِ التَّقْوَى عَلَامَاتٍ يُعْرَفُونَ بِهَا: صِدْقَ الْحَدِيثِ وَ أَدَاءَ الْأَمَانَةِ وَ وَفَاءَ الْعَهْدِ، وَ قِلَّةَ الْعَجْزِ وَ الْبُخْلِ، وَ صِلَةَ الْأَرْحَامِ وَ رَحْمَةَ الضُّعَفَاءِ، وَ قِلَّةَ الْمُوَاطَاةِ لِلنِّسَاءِ، وَ بَذْلَ الْمَعْرُوفِ وَ حُسْنَ الْخُلُقِ وَ سَعَةَ الْحِلْمِ، وَ اتِّبَاعَ الْعِلْمِ فِيمَا يُقَرِّبُ إِلَى اللهِ زُلْفَى لَهُمْ وَ طُوبَى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَآبٍ»[1]

۴) صلہ رحمی کے پانچ اہم آثار امام باقر علیہ السلام کے کلام میں

حضرت امام باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: صلہ رحمی اور رشتے داروں کے ساتھ شائستہ و نیک رابطہ رکھنا اعمال کو پاکیزہ کر دیتا ہے، اموال و رزق میں برکت کا سبب ہے، مشکلات و بلاؤں کو دور کرنے کا باعث ہے، حساب کو آسان بناتا ہے، اور موت میں تاخیر کا سبب ہے۔

اس روایت کی روشنی میں صلہ رحمی کے نتیجے میں پانچ فائدے اور برکتیں عطا ہوتی ہیں؛

۱) «تُزَكِّي الْأَعْمَالَ»: وہ مؤمن جو اپنے رشتے داروں سے صلہ رحمی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی دعاؤں و اعمال کو قبول کرتا ہے اور جس شخص کے رشتے دار یعنی ماں باپ، ماموں، چچا، بہن وغیرہ سب راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوتا ہے۔

۲) «وَ تُنْمِي الْأَمْوَالَ»: مال کی فراوانی اور رزق میں وسعت کا سبب ہے۔

۳) «وَ تَدْفَعُ الْبَلْوَى»: اور صلہ رحمی کی وجہ سے بلائیں دور ہوتی ہیں، مصیبتیں ٹل جاتی ہیں، جب رشتہ دار ایک دوسرے کو دعا دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کی بلاؤں اور مشکلات کو دور اور حاجات کو پورا کرتا ہے۔

۴) «وَ تُيَسِّرُ الْحِسَابَ»: اور صلہ رحمی کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حساب کو آسان بنا دیتا ہے۔

۵) «وَ تُنْسِئُ فِي الْأَجَلِ»: صلہ رحمی موت کو ٹال دیتی ہے اور زندگی میں برکت کا سبب ہے۔

«عَنْ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ (ع) صِلَةُ الْأَرْحَامِ تُزَكِّي الْأَعْمَالَ وَ تُنْمِي الْأَمْوَالَ وَ تَدْفَعُ

---

[1] تفسیر عیاشی، ج ۲، ص ۲۱۳

الْبَلْوَى وَ تُيَسِّرُ الْحِسَابَ وَ تُنْسِئُ فِي الْأَجَلِ»(۱)

۵) رزق میں وسعت و فراوانی کا سبب

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: میں رزق کی وسعت و فراوانی میں صلہ رحمی سے زیادہ کسی اور چیز کو مؤثر تر نہیں جانتا۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا نَعْلَمُ شَيْئاً يَزِيدُ فِي الرِّزْقِ إِلَّا صِلَةَ الرَّحِمِ»(۲)

۶) حساب میں آسانی اور گناہوں سے دوری کا سبب

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا بے شک رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور نیکی کرنا روز قیامت حساب میں آسانی اور گناہوں سے دوری کا سبب ہے، پس رشتے داروں سے اچھا رابطہ رکھو اور برادرانِ دینی کے ساتھ نیکی کرو اگرچہ یہ نیکی دعا اور سلام کے ذریعہ ہی سے کیوں نہ ہو۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ وَ الْبِرَّ لَيُهَوِّنَانِ الْحِسَابَ وَ يَعْصِمَانِ مِنَ الذُّنُوبِ، فَصِلُوا أَرْحَامَكُمْ وَ بَرُّوا إِخْوَانَكُمْ وَ لَوْ بِحُسْنِ السَّلَامِ وَ رَدِّ الْجَوَابِ»(۳)

۷) ہر حال میں صلہ رحمی کا حکم

ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی: میں رشتے داروں سے رابطہ رکھتا ہوں لیکن میرے رشتے دار مجھ سے رابطہ منقطع کرتے ہیں، (کیا میں بھی ان سے رابطہ منقطع کر سکتا ہوں)، تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم ان سے رابطہ رکھو گے اور وہ تم سے رابطہ منقطع بھی کر دیں تو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت تم سب پر شامل حال ہو گی، لیکن اگر تم نے بھی رابطہ منقطع کر دیا اور انہوں نے بھی رابطہ منقطع کر دیا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنا رابطہ تم سب سے منقطع کر دے گا اور خدا کی رحمت سے سب محروم ہو جاؤ گے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۰؛ تحف العقول، ج ۱، ص ۲۹۹

(۲) ہدایۃ الامہ، ج ۷، ص ۳۵۵

(۳) ایضاً

«قَالَ رَجُلٌ لِلصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ لِي ابْنَ عَمٍّ أَصِلُهُ فَيَقْطَعُنِي، فَقَالَ: إِنَّكَ إِذَا وَصَلْتَهُ وَ قَطَعَكَ وَصَلَكُمَا اللهُ جَمِيعاً، وَ إِنْ قَطَعْتَهُ وَ قَطَعَكَ قَطَعَكُمَا اللهُ جَمِيعاً» (۱)

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ: میرے رشتے داروں نے مجھ سے رابطہ منقطع کر دیا ہے اور مجھے چھوڑ دیا ہے تو کیا میں بھی ان کو چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم نے ان کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالی تم سب کو چھوڑ دے گا۔

«وَ قَالَ رَجُلٌ لِرَسُولِ اللهِ ﷺ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَرْحَامِي قَطَعُونِي وَ رَفَضُونِي أَ فَأَقَاطِعُهُمْ كَمَا قَطَعُونِي وَ أَرْفُضُهُمْ كَمَا رَفَضُونِي فَقَالَ ﷺ إِذاً يَرْفُضُكُمُ اللهُ جَمِيعاً وَ إِنْ وَصَلْتَهُمْ أَنْتَ ثُمَّ قَطَعُوكَ هُمْ كَانَ لَكَ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِم» (۲)

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے اپنے رشتے داروں کی قطع رحمی اور ناانصافی کی شکایت کرتے ہوئے حضور ﷺ سے عرض کیا: میرے رشتے داروں نے مجھ سے دوری اختیار کی ہے، کیا مجھے اجازت ہے کہ میں بھی ان سے دوری اختیار کروں؟ تو حضور ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: اگر تم نے ان سے دوری اختیار کی تو خدا بھی تم سب سے دوری اختیار کرے گا، پھر اس شخص نے کہا کہ اب میرا وظیفہ کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: قطع رحم کرنے والوں کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور جو تجھے محروم کرنے والے ہیں ان کو عطا کرو اور جو تمہارے ساتھ ناانصافی کرنے والے ہیں ان کو معاف کرو، اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالی کی طرف سے تمہارے لیے کامیابی ہوگی۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ أَهْلَ بَيْتِي أَبَوْا إِلَّا تَوَثُّباً عَلَيَّ، وَ شَتِيمَةً لِي، وَ قَطِيعَةً لِي، فَأَرْفُضُهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ؟ قَالَ: إِذاً تُرْفَضُوا جَمِيعاً، فَأَعَادَهَا عَلَيْهِ، قَالَ: كُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

(۱) ایضاً

(۲) مستدرک الوسائل، ج ۹، ص ۱۰۷

وَ آلِهِ مِثْلَ هَذَا الْقَوْلِ، قَالَ: وَ كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَ أَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ، وَ اعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَكَ، فَإِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ كَانَ لَكَ عَلَيْهِمْ مِنَ اللهِ ظَهِيرٌ» (۱)

۸) صلہ رحمی کا حکم تمام مکاتب ومذاہب کے لوگوں کے ساتھ

صلہ رحمی کے لیئے ہم فکر، ہم مسلک اور ہم مذہب ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ رشتہ دار کسی بھی مذہب اور مکتب سے تعلق رکھتا ہو صلہ رحمی کرنا اور رابطہ رکھنا ضروری ہے، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام سے جہم ابن حمید نے سوال کیا: اگر رشتہ دار کسی اور مذہب کا ماننے والا ہو تو اس کے ساتھ بھی صلہ رحمی اور رابطہ برقرار رکھنا ضروری ہے؟

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: سب کے ساتھ صلہ رحمی اور رابطہ ضروری ہے، اگر رشتہ دار مومن ہو تو دو حق ہیں اور اگر غیر مومن ہو تو ایک حق ہے۔

«عَنِ الْجَهْمِ بْنِ حُمَيْدٍ قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ ع يَكُونُ لِيَ الْقَرَابَةُ عَلَى غَيْرِ أَمْرِي أَلَهُمْ عَلَيَّ حَقٌّ قَالَ نَعَمْ حَقُّ الرَّحِمِ لَا يَقْطَعُهُ شَيْءٌ وَ إِذَا كَانُوا عَلَى أَمْرِكَ كَانَ لَهُمْ حَقَّانِ حَقُّ الرَّحِمِ وَ حَقُّ الْإِسْلَامِ» (۲)

جناب داؤد رقی سے روایت ہے کہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے داؤد جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش ہوئے اور ان اعمال میں تمہاری اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کو دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی، تمہارا چچازاد بھائی قطع رحم کی وجہ سے دنیا سے چلا جائے گا اور تیرے رزق میں صلہ رحمی کی وجہ سے کوئی کمی نہیں آئے گی، داؤد کہتا ہے میرا ایک چچازاد بھائی تھا جو کہ ناصبی اور کثیر العیال وضرورت مند تھا، میں حج پر جانے سے پہلے اس کے لئے نیکی کا دستور دیکر نکلا تھا، پھر جب میں امام علیہ السلام کے حضور میں پہنچا تو امام نے مجھ سے اس صلہ رحمی کا ذکر کیا اور اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

«عَنْ دَاوُدَ الرَّقِّيِّ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ ع فَقَالَ لِي يَا دَاوُدُ أَعْمَالُكُمْ عُرِضَتْ عَلَيَّ يَوْمَ الْخَمِيسِ فَرَأَيْتُ لَكَ فِيهَا شَيْئاً فَرَّحَنِي وَ ذَلِكَ صِلَتُكَ لِابْنِ عَمِّكَ أَمَا إِنَّهُ سَيَمْحَقُ أَجَلُهُ وَ لَا

(۱) الاصول الستۃ عشر، ص ۲۲۳

(۲) بحار الانوار، ج ۷۱،

يَنْقُصُ رِزْقُكَ قَالَ دَاوُدُ كَانَ لِي ابْنُ عَمٍّ نَاصِبٌ كَثِيرُ الْعِيَالِ مُحْتَاجٌ فَلَمَّا خَرَجْتُ إِلَى مَكَّةَ أَمَرْتُ لَهُ بِصِلَةٍ فَلَمَّا دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَخْبَرَنِي بِهَذَا» (۱)

۹) جناب میسّر کی صلہ رحمی اور موت کا ٹل جانا

جناب میسّر سے روایت ہے کہ میں امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں وارد ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اے میسّر مجھے گمان ہے کہ تم صلہ رحمی کرنے والوں میں سے ہو اور اس فریضے کو انجام دینے والے ہو، میسر کہتا ہے کہ: ہاں اے فرزند رسولؐ آپ نے صحیح فرمایا، میں صلہ رحمی کرنے والوں میں سے ہوں اور میں ان کا خیال رکھتا ہوں، میں بازار میں مزدوری کے لئے جاتا ہوں وہاں سے مجھے دو درہم اجرت ملتی ہے، جن میں سے ایک درہم میں اپنی پھوپھی کو اور ایک درہم اپنی خالہ کو دیتا ہوں، حضرت صادق آل محمد علیہم السلام نے فرمایا: دو مرتبہ تیری موت آچکی اور دونوں مرتبہ ان نیکیوں اور صلہ رحمی کی وجہ سے ٹل چکی ہے اور تجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔

«عَنْ مُيَسِّرٍ عَنْ أَحَدِهِمَا ع قَالَ: قَالَ يَا مُيَسِّرُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ وَصُولاً لِبَنِي أَبِيكَ قُلْتُ نَعَمْ جُعِلْتُ فِدَاكَ لَقَدْ كُنْتُ فِي السُّوقِ وَ أَنَا غُلَامٌ وَ أُجْرَتِي دِرْهَمَانِ وَ كُنْتُ أُعْطِي وَاحِداً عَمَّتِي وَ وَاحِداً خَالَتِي فَقَالَ أَمَا وَ اللهِ لَقَدْ حَضَرَ أَجَلُكَ مَرَّتَيْنِ كُلَّ ذَلِكَ يُؤَخَّرُ» (۲)

ایک اور روایت میں ابن مسکان کہتا ہے، بہت سارے اصحاب امام صادق علیہ السلام کے دولت سرا میں موجود تھے، اُن میں سے میسّر بھی موجود تھا، کہ اتنے میں صلہ رحمی کے حوالہ سے گفتگو شروع ہوئی، تو مولا امام صادق علیہ السلام نے میسّر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کئی مرتبہ تیری موت آچکی ہے، لیکن ہر مرتبہ صلہ رحمی کی وجہ سے تیری موت ٹل گئی ہے۔

«حَدَّثَنِي ابْنُ مُسْكَانَ عَنْ رَجُلٍ: أَنَّهُمْ كَانُوا فِي مَنْزِلِ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع وَ فِيهِمْ مُيَسِّرٌ- فَتَذَاكَرُوا صِلَةَ الْقَرَابَةِ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع يَا مُيَسِّرُ لَقَدْ حَضَرَ أَجَلُكَ غَيْرَ مَرَّةٍ كُلُّ ذَلِكَ يُؤَخِّرُكَ اللهُ

(۱) بصائر الدرجات، ج ۱، ص ۲۳۹

(۲) وسائل الشیعہ، ج ۲۱، ص ۵۳۶

لِصِلَتِكَ لِقَرَابَتِكَ» (۱)

۱۰) صلہ رحمی کے ۱۰ دس عظیم آثار و فوائد

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدا سے ڈرتے رہو اور رشتے داروں سے رابطہ رکھو، یہ دونوں دنیا میں برکت اور آخرت میں مغفرت کا سبب ہیں، مزید فرمایا: صلہ رحمی کے دس آثار ہیں:

۱) رضائے پروردگار۔
۲) دلوں کی خوشحالی۔
۳) فرشتوں کی خوشی۔
۴) لوگوں کی ثناء۔
۵) شیطان کی شکست۔
۶) زندگی میں برکت۔
۷) رزق میں وسعت۔
۸) اموات کی خوشی۔
۹) انسانیت میں اضافہ۔
۱۰) اور ثواب کی فراوانی کا سبب ہے۔

«خافُوا مِنَ اللهِ، و صِلُوا الرَّحِمَ، فَإِنَّهُما فِي الدُّنْيا بَرَكَةٌ، وفِي الْعُقْبى مَغْفِرَةٌ. وَفِي صِلَةِ الرَّحِمِ عَشْرُ خِصالٍ: رِضَا الرَّبِّ، و فَرَحُ الْقُلُوبِ، و فَرَحُ الْمَلائِكَةِ، وَثَناءُ النّاسِ، و تَرْغِيمُ الشَّيْطانِ وَزِيادَةُ الْعُمْرِ، وَزِيادَةُ الرِّزْقِ، وَفَرَحُ الأَمْواتِ، و زِيادَةُ الْمُرُوَّةِ وَزِيادَةُ الثَّوابِ» (۲)

۱۱) صلہ رحمی کے ۵ آثار امام صادق علیہ السلام کے کلام میں

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: صلہ رحمی، خوش اخلاقی، سخاوت اور نفس کی پاکیزگی، رزق میں فراوانی اور موت میں تاخیر کا سبب ہیں۔

«عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: صِلَةُ الْأَرْحَامِ تُحَسِّنُ الْخُلُقَ وَ تُسَمِّحُ الْكَفَّ وَ تُطَيِّبُ النَّفْسَ وَ تَزِيدُ فِي الرِّزْقِ وَ تُنْسِئُ فِي الْأَجَلِ» (۳) •

---

(۱) الزهد، ص ۴۱

(۲) المواعظ العددیہ (مشکینی)، مشکینی، ص ۳۲۶؛ شرح چہل حدیث، انصاری قمی، ص ۱۱۷؛ کلمات الرسول الاعظم، ص ۱۱۳

۱۲)صلہ رحمی کا بہترین طریقہ

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: صلہ رحمی کو انجام دو اگرچہ ایک گھونٹ پانی کے ذریعے ہی سے کیوں نہ ہو اور صلہ رحمی کا بہترین طریقہ رشتے داروں کو ہر قسم کی تکلیف واذیت سے محفوظ رکھنا ہے۔ مزید فرمایا: صلہ رحمی عمر میں برکت اور خاندان میں محبت کا سبب ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع صِلْ رَحِمَكَ وَ لَوْ بِشَرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ وَ أَفْضَلُ مَا تُوصَلُ بِهِ الرَّحِمُ كَفُّ الْأَذَى عَنْهَا وَ صِلَةُ الرَّحِمِ مَنْسَأَةٌ فِي الْأَجَلِ مَحَبَّةٌ فِي الْأَهْلِ»[1]

صلہ رحمی کا بہترین طریقہ رشتے داروں کے غم وخوشی میں شریک ہونا، ان کے ساتھ اخلاق، پیار ومحبت اور ایک دوسرے کی عزت واحترام کرتے ہوئے زندگی کرنا ہے، اگر رشتے دار بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کی جائے، اگر کوئی رشتے دار دنیا سے چلا جائے تو ان کی تشییع جنازے میں شریک ہوا جائے، پھر ان کے اہل وعیال و پسماندگان کو تسلیت عرض کی جائے اور ضرورت کے موقع پر رشتے داروں کی مالی مدد کرنا اور خوشیوں کے موقع پر ان کی زیارت و دیدار کے لئے جانا اور مبارک باد پیش کرنا، یہ سب صلہ رحمی کے بہترین طریقے ہیں۔

روایات میں صریح طور پر بڑے بڑے خوشیوں کے ایام میں؛ جیسے عید قربان، عید فطر، عید غدیر وغیرہ میں رشتے داروں کے ہاں دیدار وزیارت کے لئے جانا، ان کو مبارک باد پیش کرنا، ان ایام کے بہترین اعمال میں سے قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ اسی مضمون کے حوالے سے ایک روایت عید غدیر کے اعمال میں بھی ذکر کی گئی ہے

۱۳)رشتے دار اعضاء اور جوارح کی مانند ہیں

جس طرح ایک انسان کے لئے اپنے اعضاء وجوارح کے بغیر زندگی کرنا بہت ہی دشوار اور مشکل ہے، بالکل اسی طرح ایک انسان کا اپنے رشتے داروں سے کٹ کر رہنا بھی بہت دشوار اور مشکل ہے بلکہ جس طرح انسان کی زندگی میں اس کے اعضاء وجوارح کا اہم کردار ہے اسی طرح رشتے داروں کے ساتھ روابط قائم کرکے اور مل

---

(۱) ایضا

عمل کر رہنے کی بھی اپنی برکتیں ہیں، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: عزیز و اقارب اور رشتے دار اعضاء وجوارح کی مانند ہیں جن کے ذریعے سے انسان ترقی کرتا ہے اور سہارا لیتا ہے، رشتے دار انسان کی زندگی میں اس کے لئے عظیم سرمایہ ہیں، مزید فرمایا: رشتے داروں کا احترام کرتے رہو یہ تمہاری پہچان اور اصل ہیں، زندگی کے غم وخوشی میں تمہارے شریک ہیں، رشتے داروں میں سے جو بزرگ ہیں ان کو احترام دو، جو بیمار ہیں ان کی عیادت کرو اور جو مشکل میں ہیں ان کی مدد کرو اور خدا سے تمام امور میں استعانت و مدد طلب کرو۔

«وَ أَكْرِمْ عَشِيرَتَكَ فَإِنَّهُمْ جَنَاحُكَ الَّذِي بِهِ تَطِيرُ وَ أَصْلُكَ الَّذِي إِلَيْهِ تَصِيرُ وَ بِهِمْ تَصُولُ وَ هُمُ الْعُدَّةُ عِنْدَ الشِّدَّةِ فَأَكْرِمْ كَرِيمَهُمْ وَ عُدْ سَقِيمَهُمْ وَ أَشْرِكْهُمْ فِي أُمُورِهِمْ وَ تَيَسَّرْ عِنْدَ مَعْسُورِ لَهُمْ وَ اسْتَعِنْ بِاللهِ عَلَى أُمُورِكَ» (۱)

۱۴) صلہ رحمی جنت کی اور رزق میں برکت کی ضامن

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص مجھے صلہ رحمی کی ضمانت دے میں اسے خاندان میں محبت، مال میں وسعت، عمر میں برکت اور جنت میں جانے کی ضمانت دیتا ہوں۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع مَنْ يَضْمَنْ لِي خَصْلَةً وَاحِدَةً أَضْمَنْ لَهُ أَرْبَعَةً مَنْ يَضْمَنْ لِي صِلَةَ الرَّحِمِ أَضْمَنْ لَهُ بِحُبِّ أَهْلِهِ وَ بِكَثْرَةِ مَالِهِ وَ بِطُولِ عُمُرِهِ وَ بِدُخُولِهِ جَنَّةً» (۲)

۱۵) صلہ رحمی حُسن عاقبت اور بلاؤں کی دوری کا سبب

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے ابو حمزہؓ سے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری عاقبت بخیر ہو اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے، تو نیکی کرو، پنہانی و پوشیدہ طور پر صدقہ دو اور صلہ رحمی انجام دو، یہ تین کام عمر میں وسعت، فقر سے نجات اور ۷۰ ستر قسم کی ناگہانی بلاؤں کی دوری کا سبب ہیں۔

اور فرمایا: کسی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: بہترین صدقہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ضرور تمند رشتے

---

(۱) تحف العقول، ص ۸۷

(۲) جامع الاخبار، ص ۱۰۶

داروں کی مدد کرنا۔

اور امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا: دروازے پر آنے والے فقیر کو صدقہ دینا افضل ہے یا رشتے داروں کو؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: رشتے داروں کو دینا افضل اور اجر میں اضافے کا سبب ہے۔

«وَ قَالَ علی بن الحسين ع لِأَبِي حَمْزَةَ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ يُطَيِّبَ اللهُ مِيتَتَكَ وَ يَغْفِرَ لَكَ ذَنْبَكَ يَوْمَ تَلْقَاهُ فَعَلَيْكَ بِالْبِرِّ وَ صَدَقَةِ السِّرِّ وَ صِلَةِ الرَّحِمِ فَإِنَّهُنَّ يَزِدْنَ فِي الْعُمُرِ وَ يَنْفِينَ الْفَقْرَ وَ يَدْفَعْنَ عَنْ صَاحِبِهِنَّ سَبْعِينَ مِيتَةَ سَوْءٍ وَ سُئِلَ النَّبِيُّ ص عَنْ أَيِّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ فَقَالَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ الْكَاشِحِ وَ سُئِلَ الصَّادِقُ ع عَنِ الصَّدَقَةِ عَلَى مَنْ يَتَصَدَّقُ عَلَى الْأَبْوَابِ أَوْ يُمْسِكُ عَنْهُمْ وَ يُعْطِيهِ ذَوِي قَرَابَتِهِ قَالَ لَا يَبْعَثُ بِهَا الا إِلَى مَنْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَهُ قَرَابَةٌ فَهُوَ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ»[1]

۱۶) صلہ رحمی روز قیامت شفاعت کا سبب ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: چھ (۶) عبادتیں روزِ قیامت انسان کی شفاعت کرتی ہیں اور انسان کو جنت میں پہنچاتی ہیں؛

۱) نماز ۲) زکات ۳) حج

۴) روزہ ۵) ادائے امانت ۶) اور صلہ رحمی۔

یہ ۶ عبادتیں مجسم ہو کر قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں آتی ہیں اور خدا کی بارگاہ میں شفاعت کرکے انسان کو جنت میں پہنچاتی ہیں۔

«عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص سِتٌّ مَنْ عَمِلَ بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ- جَادَلَتْ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى تُدْخِلَهُ الْجَنَّةَ تَقُولُ أَيْ رَبِّ قَدْ كَانَ يَعْمَلُ بِي فِي الدُّنْيَا الصَّلَاةُ وَ الزَّكَاةُ وَ الْحَجُّ وَ الصِّيَامُ وَ أَدَاءُ الْأَمَانَةِ وَ صِلَةُ الرَّحِمِ»[2]

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۱۵۹

(۲) الامالی (للمفید)، ص ۲۲۷

۱۷) صلہ رحمی عمر میں برکت اور مال میں وسعت کا سبب

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے: آپؐ نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ اس کی عمر میں برکت اور مال میں وسعت عطا کرے، تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے، بے شک صلہ رحمی قیامت کے دن ایک تند و تیز زبان کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں آتی ہے اور خدا کی بارگاہ میں تقاضا کرتی ہے کہ: اے پروردگار جس نے صلہ رحمی کی ہے اس پر رحم فرما اور جس نے قطع رحمی کی ہے اس کو اپنی رحمت سے دور کر، اس شکایت کے بعد وہ شخص جس نے قطع رحمی کی ہے اس کو جہنم کی تہہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَمُدَّ اللهُ فِي عُمُرِهِ وَ أَنْ يَبْسُطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ فَإِنَّ الرَّحِمَ لَهَا لِسَانٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَلْقٌ تَقُولُ يَا رَبِّ صِلْ مَنْ وَصَلَنِي وَ اقْطَعْ مَنْ قَطَعَنِي فَالرَّجُلُ لَيُرَى بِسَبِيلِ خَيْرٍ إِذَا أَتَتْهُ الرَّحِمُ الَّتِي قَطَعَهَا فَتَهْوِي بِهِ إِلَى أَسْفَلِ قَعْرٍ فِي النَّارِ» (۱)

ایک اور روایت میں فضیل بن یسار کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: صلہ رحمی قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے ساتھ معلق ہو کر بارگاہِ الٰہی میں یہ دعا کرے گی: اے پروردگارا! جو صلہ رحمی کرے اس کو اپنی رحمت میں شامل کر اور جو قطع رحمی کرے اس کو اپنی رحمت سے دور رکھ۔

«عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ ع إِنَّ الرَّحِمَ مُعَلَّقَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْعَرْشِ تَقُولُ اللَّهُمَّ صِلْ مَنْ وَصَلَنِي وَ اقْطَعْ مَنْ قَطَعَنِي» (۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاہتا ہو کہ رزق میں وسعت اور عمر میں برکت ہو تو صلہ رحمی کرے۔

«وَ قَالَ ص مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُوَسَّعَ فِي رِزْقِهِ وَ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَجَلِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ» (۳)

ایک اور رایت میں حضرت صادقِ آلِ محمد علیہم السلام نے ارشاد فرمایا: میں عمر میں اضافے کے لئے کسی بھی چیز کو صلہ رحمی سے بڑھ کر نہیں جانتا، یہاں تک کہ اگر کسی شخص کی عمر میں صرف ۳ سال باقی ہوں اور وہ صلہ رحمی

---

(۱) الکافی، ج۲، ص۱۵۶

(۲) وسائل الشیعہ، ج۲۱، ص۵۳۵

(۳) روضۃ الواعظین، ج۲، ص۳۸۸

کرتے ہوئے اپنے رشتے داروں کو خوشحال کرے، ناراض رشتے داروں کو منوائے، تو اللہ تعالیٰ اس کی تین سال کی زندگی کو تیس سال کی زندگی بنا دیتا ہے، اور کبھی کبھار انسان کی زندگی میں ۳۰ سال باقی ہوتے ہیں، لیکن وہ قطع رحمی کرتا ہے، رشتے داروں کو تکلیف دیتا اور ناراض کرتا ہے، تو اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ اس کی زندگی میں کمی کر دیتا ہے، تیس سال کی زندگی کو ۳ سال کی زندگی میں تبدیل کر دیتا ہے، ۳۰ سال اس کی زندگی تھی وہ زندہ رہتا مگر چونکہ اس نے قطع رحمی کی ہے اس وجہ سے خدا تعالیٰ اس کی ۳۰ سال کی زندگی کو ۳ سال کی زندگی میں تبدیل کر دیتا ہے، صلہ رحمی کرنا نہ تنہا عمر میں اضافے کا باعث ہے بلکہ بہت ساری توفیقات اور رزق میں فراوانی کا سبب بھی ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا نَعْلَمُ شَيْئاً يَزِيدُ فِي الْعُمُرِ إِلاَّ صِلَةَ الرَّحِمِ حَتَّى إِنَّ الرَّجُلَ يَكُونُ أَجَلُهُ ثَلاَثَ سِنِينَ فَيَكُونُ وَصُولاً لِلرَّحِمِ فَيَزِيدُ اللهُ فِي عُمُرِهِ ثَلاَثِينَ سَنَةً فَيَجْعَلُهَا ثَلاَثاً وَ ثَلاَثِينَ سَنَةً وَ يَكُونُ أَجَلُهُ ثَلاَثاً وَ ثَلاَثِينَ سَنَةً فَيَكُونُ قَاطِعاً لِلرَّحِمِ فَيَنْقُصُهُ اللهُ ثَلاَثِينَ سَنَةً وَ يَجْعَلُ أَجَلَهُ إِلَى ثَلاَثِ سِنِينَ» (۱)

۱۸) صلہ رحمی نورانیت کا اور فقر و بلاؤں کی دوری کا سبب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیکیاں اور صلہ رحمی عمر میں اضافے کا اور فقر و بلاؤں کی دوری کا سبب ہے اور جو شخص غصہ کو قابو کرے، لوگوں کو راضی رکھے، لوگوں کے ساتھ نیکی واحسان کرے، رشتے داروں سے رابطہ برقرار رکھے اور امانت کی حفاظت کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو نورِ اعظم میں داخل کرتا ہے۔

«وَ قَالَ ص صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ تَقِي مَصَارِعَ السَّوْءِ وَ صَدَقَةُ السِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَ صِلَةُ الرَّحِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمُرِ وَ تَدْفَعُ مِيتَةَ السَّوْءِ وَ تَنْفِي الْفَقْرَ وَ تَزِيدُ فِي الْعُمُرِ وَ مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ وَ بَسَطَ رِضَاهُ وَ بَذَلَ مَعْرُوفَهُ وَ وَصَلَ رَحِمَهُ وَ أَدَّى أَمَانَتَهُ أَدْخَلَهُ اللهُ تَعَالَى فِي النُّورِ الْأَعْظَمِ» (۲)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۱۲۱

(۲) ایضاً، ج ۷۳، ص ۱۷۴

۱۹)صلہ رحمی اور نیکی باعث تقرب حق

مولا امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: نیکی اور صلہ رحمی کے ذریعے سے تقرّبِ خداوندی حاصل کرو۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ الْمَعْرُوفُ شَيْءٌ سِوَى الزَّكَاةِ فَتَقَرَّبُوا إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ بِالْبِرِّ وَ صِلَةِ الرَّحِمِ» (۱)

۲۰)خوشیوں کے موقع پر بہترین عمل نیکی اور صلہ رحمی کرنا ہے

کسی شخص نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا: مسلمانوں کے لئے جمعہ، عید فطر اور عید قربان کے علاوہ کوئی اور بھی کوئی عید ہے ؟ تو مولاؑ نے فرمایا: سب سے بڑی عید عیدِ غدیر ہے، جس دن رسول اللہ نے امیر المومنین علیہ السلام کی امامت وولایت کا اعلان کیا تھا، جو اٹھارہ ذی الحجہ کی تاریخ ہے، تم لوگوں کو چاہیے کہ اس دن روزہ، نماز، صلہ رحمی اور نیکیوں کے ذریعے سے تقرّبِ خداوندی حاصل کرو، اس دن کو تمام انبیاء نے عید منائی ہے اور اپنے اوصیاء کو عید منانے کی سفارش کی ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: قُلْتُ لِلْمُسْلِمِينَ عِيدٌ غَيْرُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَ الْفِطْرِ وَ الْأَضْحَى قَالَ نَعَمِ الْيَوْمُ الَّذِي نَصَبَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ ص أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع فَقُلْتُ وَ أَيُّ يَوْمٍ هُوَ قَالَ الْأَيَّامُ تَدُورُ وَ لَكِنَّهُ لِثَمَانِ عَشَرَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ يَنْبَغِي لَكُمْ أَنْ تَتَقَرَّبُوا إِلَى اللهِ فِيهِ بِالْبِرِّ وَ الصَّوْمِ وَ الصَّلَاةِ وَ صِلَةِ الرَّحِمِ وَ صِلَةِ الْإِخْوَانِ فَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ كَانُوا إِذَا أَقَامُوا أَوْصِيَاءَهُمْ فَعَلُوا ذَلِكَ وَ أَمَرُوا بِهِ» (۲)

۲۱)صلہ رحمی افضل ترین انسان کی صفت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص سب سے زیادہ قرآن پڑھے، دین خدا کو سمجھے، تقویٰ الٰہی اختیار کرے، لوگوں کو نیکیوں کی دعوت دے، برائیوں سے روکے اور صلہ رحمی کو انجام دے تو یہ افضل ترین انسان ہے۔

اس روایت میں افضل ترین انسان کی چھ صفات بیان کی گئی ہیں۔

۱) کثرت سے قرآن پڑھنا۔ ۲) دین خدا کو سمجھنا۔

---

(۱) الکافی، ج۲، ص۲۷

(۲) وسائل الشیعہ، ج۱۰، ص۴۴۳

۳) تقوا الہی اختیار کرنا۔ ۴) لوگوں کو نیکیوں کی دعوت دینا۔

۵) لوگوں کو برائیوں سے روکنا۔ ۶) اور صلہ رحمی کو انجام دینا۔

«خَيْرُ النَّاسِ أَقْرَؤُهُمْ وَأَفْقَهُهُمْ فِي دِينِ اللهِ وأتقاهم لله وآمرهم بالمعروف وأنهاهم عن المنكر وأوصلهم للرّحم»[1]

۲۲) رشتے داروں کے ساتھ نیکی کرنے کا دُگنا ثواب

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: رشتے داروں کے ساتھ نیکی کرنے کا ثواب بہت زیادہ ہے، پھر آپ نے اس آیہ کی تلاوت فرمائی جس میں نیکی اور عمل صالح کرنے والوں کے لئے کئی گنا ثواب اور قیامت کے دن اُن کے لئے امن وامان کا اعلان کیا گیا ہے۔

«وَ ذَكَرَ رَجُلٌ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع الْأَغْنِيَاءَ وَ وَقَعَ فِيهِمْ، فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع اسْكُتْ! فَإِنَّ الْغَنِيَّ إِذَا كَانَ وَصُولًا لِرَحِمِهِ بَارّاً بِإِخْوَانِهِ- أَضْعَفَ اللهُ لَهُ الْأَجْرَ ضِعْفَيْنِ- لِأَنَّ اللهَ يَقُولُ: «وَ ما أَمْوالُكُمْ وَ لا أَوْلادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنا زُلْفى- إِلَّا مَنْ آمَنَ وَ عَمِلَ صالِحاً- فَأُولئِكَ لَهُمْ جَزاءُ الضِّعْفِ بِما عَمِلُوا- وَ هُمْ فِي الْغُرُفاتِ آمِنُو»[2]

۲۳) مرنے کے بعد بھی صلہ رحمی کا حکم

رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور نیکی کرنا دنیا تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ مرنے کے بعد بھی رشتے داروں کے ساتھ اور خاص طور پر والدین کے ساتھ نیکی کرنے، استغفار کرنے اور ان کو یاد کرنے کا حکم ہے، جیسا کہ محمد ابن مسلم نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے آپؑ نے فرمایا: جو شخص ماں باپ کی حیات میں نیکی کرتا ہے لیکن مرنے کے بعد نہ انہیں یاد کرتا ہے اور نہ ہی ان کے قرض کو ادا کرتا ہے اور نہ ہی ان کے لئے استغفار کرتا ہے تو یہ شخص عاقِ والدین میں شامل ہو جاتا ہے، جبکہ اس کے مقابل میں وہ شخص جو ماں باپ کی زندگی میں عاق تھا لیکن ماں باپ کے مرنے کے بعد ان کو یاد کرتا ہے، ان کے قرض

---

(۱) نہج الفصاحہ، ص ۳۶۸

(۲) تفسیر القمی، ج ۲، ص ۲۰۳

کو ادا کرتا ہے اور ماں باپ کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں یہ شخص نیک و صالح انسانوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَكُونُ بَارّاً بِوَالِدَيْهِ فِي حَيَاتِهِمَا ثُمَّ يَمُوتَانِ فَلَا يَقْضِي عَنْهُمَا دُيُونَهُمَا وَ لَا يَسْتَغْفِرُ لَهُمَا فَيَكْتُبُهُ اللهُ عَاقّاً وَ إِنَّهُ لَيَكُونُ عَاقّاً لَهُمَا فِي حَيَاتِهِمَا غَيْرَ بَارٍّ بِهِمَا فَإِذَا مَاتَا قَضَى دَيْنَهُمَا وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمَا فَيَكْتُبُهُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ بَارّاً» (۱)

۲۴) صلہ رحمی موت کی آسانی کا سبب

جناب داود الرقی سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص موت میں آسانی، فقر و غربت سے دوری چاہتا ہے تو وہ رشتے داروں سے شائستہ رابطہ رکھے اور والدین کے ساتھ نیکی کرے، اگر ایسا کرے گا تو اللہ تعالی اس شخص کی موت کو آسان اور فقر کو دور کرے گا اور زندگی میں کبھی فقیر نہ ہو گا۔

«عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي حَمْزَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي دَاوُدُ بْنُ كَثِيرٍ الرَّقِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ الصَّادِقَ ع يَقُولُ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُخَفِّفَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ عَنْهُ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ فَلْيَكُنْ لِقَرَابَتِهِ وَصُولاً وَ بِوَالِدَيْهِ بَارّاً فَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ هَوَّنَ اللهُ عَلَيْهِ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَ لَمْ يُصِبْهُ فِي حَيَاتِهِ فَقْرٌ أَبَداً» (۲)

۲۵) صلہ رحمی کا اجر و ثواب کلام الہی میں

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب موسی علیہ السلام نے مقام مناجات میں پروردگار سے سوال کیا: اے میرے معبود صلہ رحمی کرنے والوں کی پاداش اور ثواب کیا ہے؟ تو رب العزت کی جانب سے آواز آئی: اے موسی علیہ السلام میں اس کی زندگی میں برکت دیتا ہوں، موت کو آسان بنا دیتا ہوں اور جنت کے دروازے اس کے لئے کھول دیتا ہوں، مامورین جنت اس شخص سے کہیں گے تمہارے لئے جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں جس در سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۶۳

(۲) الامالی، ص ۳۸۹

«عَلِيُّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع قَالَ: لَمَّا كَلَّمَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ مُوسَى بْنَ عِمْرَانَ ع ... قَالَ مُوسَى إِلَهِي فَمَا جَزَاءُ مَنْ وَصَلَ رَحِمَهُ قَالَ يَا مُوسَى أُنْسِي لَهُ أَجَلَهُ وَ أُهَوِّنُ عَلَيْهِ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ وَ يُنَادِيهِ خَزَنَةُ الْجَنَّةِ هَلُمَّ إِلَيْنَا فَادْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِهَا شِئْتَ» (۱)

۲۶) صلہ رحمی الفت اور محبت کا سبب

حضور ﷺ نے تمام رشتے داروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ایک دوسرے کا دیدار و زیارت کیا کرو اور ایک دوسرے کو ہدیہ دو کیونکہ اس سے کینہ اور نفرتیں ختم ہوں گی اور الفت و محبت پیدا ہو گی۔

«عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص يَا أَهْلَ الْقَرَابَةِ تَزَاوَرُوا وَ لَا تَجَاوَرُوا وَ تَهَادَوْا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تَسُلُّ السجية [السَّخِيمَةَ] وَ الزِّيَارَةُ تُثْبِتُ الْمَوَدَّةَ» (۲)

رسول اکرم ﷺ نے رشتے داروں سے فرمایا: ایک دوسرے کا دیدار و زیارت کیا کرو، لیکن ہمسائیگی اختیار نہ کرو اور ایک دوسرے کو ہدیہ و تحفہ دیا کرو، اس لئے کہ زیارت و دیدار کرنا محبت و الفت میں اضافے کا باعث ہے اور ہمسائیگی اختیار کرنا دوری و قطع رحمی کا باعث ہے اور ہدیہ و تحفہ دینا کینہ و کدورتوں کو دور کرتا ہے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ ص أَنَّهُ قَالَ: يَا أَهْلَ الْقَرَابَةِ تَزَاوَرُوا وَ لَا تَتَجَاوَرُوا وَ تَهَادَوْا فَإِنَّ الزِّيَارَةَ تَزِيدُ فِي الْمَوَدَّةِ وَ التَّجَاوُرَ يُحْدِثُ الْقَطِيعَةَ وَ الْهَدِيَّةَ تَسُلُّ الشَّحْنَاءَ» (۳)

۲۷) صلہ رحمی اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا تقدیر کو بدل دیتی ہے

حضور ﷺ نے فرمایا: موقع پر صدقہ دینا، لوگوں اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنا شقاوت و بدبختی کو خوشبختی میں بدل دیتا ہے، اور صلہ رحمی عمر میں برکت کا اور ناگہانی حوادث سے بچنے کا سبب ہے۔

«عن رسول الله ص: اَلصَّدَقَةُ عَلَى وَجْهِهَا وَ اصْطِنَاعُ الْمَعْرُوفِ وَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ وَ صِلَةُ

---

(۱) الامالی (الصدوق)، ص ۲۰۹

(۲) الجعفریات، ص ۱۵۳

(۳) مستدرک الوسائل، ج ۱۳، ص ۲۰۵

الرَّحِمِ، تُحَوِّلُ الشَّقاءَ سَعادَةً وَ تَزِيدُ فِي الْعُمْرِ وَ تَقِي مَصارِعَ السُّوءِ»(۱)

۲۸) نیکی میں رشتے دار سب سے مقدم ہیں

متعدد روایات میں تاکید کی گئی ہے کہ سب سے پہلے رشتے دار اور ارحام کے ساتھ نیکی کی جائے، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: فقیر کے ساتھ نیکی کرنے کا ایک ثواب ہے اور رشتے داروں کے ساتھ نیکی کرنے کا دگنا ثواب ہے، کیونکہ رشتے داروں کے ساتھ نیکی کرنے میں ایک تو نیکی کا اور دوسرا صلہ رحمی دونوں کا اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔

«صَدَقَتُكَ عَلَى الْفَقِيرِ صَدَقَةٌ وَ عَلَى الْأَقْرِبَاءِ صَدَقَتَانِ لِأَنَّهَا صَدَقَةٌ وَ صِلَةُ الرَّحِمِ»(۲)

حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیکی کا آغاز ماں سے کرو پھر باپ پھر بہن پھر بھائی پھر دوسرے قریبی افراد اور جب رشتے داروں میں سے کوئی محتاج ہو تو دوسروں کے ساتھ نیکی نہیں ہوتی۔

«الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ ص يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ص يَقُولُ ابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ أُمَّكَ وَ أَبَاكَ وَ أُخْتَكَ وَ أَخَاكَ ثُمَّ أَدْنَاكَ فَأَدْنَاكَ وَ قَالَ لَا صَدَقَةَ وَ ذُو رَحِمٍ مُحْتَاجٌ»(۳)

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ماں کے ساتھ نیکی کرو۔ اس شخص نے دوبارہ پوچھا: میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ ﷺ نے دوبارہ یہی فرمایا کہ ماں کے ساتھ نیکی کرو۔ اور تیسری مرتبہ پھر وہی سوال دوہرایا کہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو پھر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اپنے والد کے ساتھ نیکی کرو۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خدمت و نیکی کے مقام پر ماں کے ساتھ بہت زیادہ نیکی و احسان

---

(۱) نہج الفصاحہ، ص ۵۳۹، ح ۱۸۶۹

(۲) ایضاً مستدرک الوسائل، ج ۷، ص ۱۹۵

(۳) الاختصاص، ص ۲۱۹

کرنے کا حکم ہے، در حقیقت یہ ماں کی جو انسان کی زندگی میں خدمات و زحمات ہیں اس کی طرف اشارہ ہے، کہ انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ جس شخصیت کی زحمات و محنتیں ہیں وہ اس کی ماں ہے، لہٰذا انسان کو اپنی زندگی میں ماں کی عظیم خدمات، زحمات اور مشقتوں کو یاد کرتے ہوئے ان کا بہت زیادہ خیال رکھنے کی اور ان کے ساتھ نیکی واحسان کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

«عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ص فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَبَرُّ قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ع أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبَاكَ» (۱)

۲۹) صلہ رحمی میں جنت، محبت، دولت، اور عمر میں برکت کی ضمانت

حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے صلہ رحمی کرنے کی ضمانت دے تو میں اس شخص کو چار چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں:

۱) محبتِ پروردگار کی۔ یعنی یہ شخص محبوبِ خدا ہوگا۔ ۲) دولت ورزق میں فراوانی کی۔

۳) عمر وزندگی میں برکت کی۔ ۴) اور قیامت کے دن جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ ضَمِنَ لِي وَاحِدَةً ضَمِنْتُ لَهُ أَرْبَعَةً يَصِلُ رَحِمَهُ فَيُحِبُّهُ اللهُ وَ يُوَسِّعُ عَلَيْهِ فِي رِزْقِهِ وَ يَزِيدُ فِي عُمُرِهِ وَ يُدْخِلُهُ الْجَنَّةَ الَّتِي وَعَدَهُ» (۲)

تھوڑی سی توجہ کریں!

ہم رشتے داروں سے کیوں ناراض ہیں؟ ہزاروں شکایتیں ہیں جو ایک دوسرے سے کرتے رہتے ہیں اور سب سے بڑھ کر ہماری ناراضگیاں اور رشتے داروں کے درمیان دوریاں و تلخیاں اکثر و عموماً مادی چیزوں کی بناپر ہوتی ہیں، مادی چیزیں جن کے لئے ہم لڑتے جھگڑتے ہیں، قطع رحمی کرتے ہیں لیکن یہ ہماری خوش فہمی ہے کہ اگر ہم قطع رحمی کریں گے تو یہ چیزیں ہمیں ملیں گی اور اگر رشتے داروں کے ساتھ تعلقات رکھیں گے تو ہمیں وہ چیزیں نہیں مل پائیں گی، جبکہ تعلیماتِ آلِ محمد علیہم السلام اور دینِ اسلام میں معاملہ اس کے برعکس ہے، یعنی اگر

(۱) الزہد، ص ۳۰

(۲) عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۲، ص ۳۷

ہم رشتے داروں سے جتنی دوری اختیار کریں گے اتنے ہی مصائب ومشکلات کا شکار ہوں گے اور جتنا ہم رشتے داروں سے روابط کو مضبوط رکھیں گے اتنا ہی ہماری نعمتوں، خوشیوں، مال ودولت اور عمروں میں بھی اضافہ و برکت ہوگی، بلکہ ان چیزوں کی ضمانت رسولِ اکرم ﷺ نے اس زبان سے دی ہے جو وحی کے بغیر بات تک نہیں کرتی، کیونکہ دنیا میں انسان معاشرے میں اپنی محبوبیت چاہتا ہے کہ لوگ مجھ سے محبت کریں اور مال و دولت کا بھی طالب ہے کہ میرے پاس مال ودولت ہو اور میری عمر زیادہ ہو اور آخرت میں جنت بھی نصیب ہو، یعنی دنیا میں نعمتیں ملیں اور آخرت میں بھی جنت مل جائے، تو یہ سب نعمتیں صلہ رحمی کے نتیجے میں ہی مل سکتی ہیں جس کی رسولِ اکرم ﷺ نے ضمانت دی ہے۔ لہٰذا ہمیں تعلیماتِ آلِ محمد علیہم السلام کی روشنی میں صلہ رحمی کرنا چاہیے تاکہ دنیا و آخرت دونوں کی خوشیاں نصیب ہوں۔

۳۰) چار عمل روز قیامت بلند ترین مقام ومنزلت کا سبب

حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: مومنین میں سے جس مومن کے اندر بھی یہ چار صفات موجود ہوں گی، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اعلیٰ علیین میں بلند ترین مقام ومنزلت عطا کرے گا:

۱) جو شخص باپ کی طرح یتیم کی سرپرستی وکفالت کرے۔

۲) ضعیف وناتوان انسان کی استعانت ومدد کرے۔

۳) ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ نیکی کرے اور کبھی ان کو پریشان نہ ہونے دے۔

۴) اور غلاموں، خادموں اور ماتحت افراد کے ساتھ آسانی ونرمی سے پیش آئے اور ان کی قدرت وتوانائی سے زیادہ ان کو کام کی زحمت نہ دے۔

وعن ابی جعفر (ع) وَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَسْكَنَهُ اللهُ فِي أَعْلَى عِلِّيِّينَ فِي غُرَفٍ فَوْقَ غُرَفٍ فِي مَحَلِّ الشَّرَفِ كُلِّ الشَّرَفِ مَنْ آوَى الْيَتِيمَ وَ نَظَرَ لَهُ فَكَانَ لَهُ أَباً رَحِيماً وَ مَنْ رَحِمَ الضَّعِيفَ وَ أَعَانَهُ وَ كَفَاهُ وَ مَنْ أَنْفَقَ عَلَى وَالِدَيْهِ وَ رَفَقَ بِهِمَا وَ بَرَّهُمَا وَ لَمْ يَحْزُنْهُمَا وَ مَنْ لَمْ يَخْرِقْ

بِمَمْلُوكِهِ وَ أَعَانَهُ عَلَى مَا يُكَلِّفُهُ- وَ لَمْ يَسْتَسْعِهِ فِيمَا لَا يُطِيقُ»[1]

۳۱) حساب کی آسانی اور بُری موت سے نجات کا سبب

صلہ رحمی حساب وکتاب میں آسانی اور بری موت سے نجات کا سبب ہے، لہٰذا کوئی بھی انسان یہ نہیں چاہے گا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ حساب وکتاب میں سختی کرے اور اسی طرح یہ بھی کوئی نہیں چاہتا کہ خداوند عالم اسے بری موت کا ذائقہ چکھائے، توجب کوئی بھی یہ نہیں چاہتا تو پھر چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ جیسا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور نیکی کرنا قیامت کے دن حساب میں آسانی پیدا کرتی ہے اور ناگہانی موت کو ٹال دیتی ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :صِلَةُ الرَّحِمِ تُهَوِّنُ الْحِسَابَ وَ تَقِي مِيتَةَ السَّوْءِ»[2]

۳۲) آسانی کے ساتھ جنت میں جانے کا سبب

ایک اور مقام پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس طرح فرمایا: کہ تین چیزیں جس شخص کے اندر بھی ہونگی تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب بہت ہی آسان فرمائے گا اور اُس کو اپنی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل کریگا، پوچھنے والے نے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وہ تین چیزیں کون سی ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: اس کو عطا کرو جو تمہیں کچھ نہیں دیتا اور اُس سے صلہ رحمی کرو جو تم سے قطع رحمی کرتا ہے اور اس کو معاف کرو جو تم پر ظلم کرتا ہے۔

«ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ حَاسَبَهُ اللهُ حِسَاباً يَسِيراً وَ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ، قَالُوا: وَ مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ، وَ تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ، وَ تَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ»[3]

---

(۱) الامالی (للمفید)، ص ۱۹۶

(۲) مستدرک الوسائل، ج ۱۵، ص ۲۴۱

(۳) تفسیر نور الثقلین، ج ۵، ص ۵۳۷

رحم کا اعلیٰ مصداق اور ان کے احترام و تعظیم کا حکم

صلہ رحمی کی تاکید و سفارش اور اس کے عظیم آثار جو بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے صلہ رحمی کا اعلیٰ ترین اور اہم ترین مصداق آلِ محمد علیہم السلام سے رابطہ رکھنا، ان ہستیوں سے وابستہ رہنا، ان کی تعظیم و احترام کرنا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہے، اسی صورت میں یہ تمام آثار و فوائد انسان کو دنیا و آخرت دونوں میں نصیب ہوں گے۔ جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور علی اس امت کے باپ ہیں اور ہم دونوں کا حق امت پر ان کے اپنے والدین سے زیادہ ہے، کیونکہ ہم دونوں امت کو جہنم کی آگ سے نجات دلائیں گے اور ان کو جنت میں پہنچادیں گے اور ان لوگوں کو غلامی سے نکال کر حریت اور آزادی دلائیں گے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ زندگی کے تمام میدانوں میں ہماری اطاعت و فرمانبرداری کریں۔

«وَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ع: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ص يَقُولُ أَنَا وَ عَلِيٌّ أَبَوَا هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَ لَحَقُّنَا عَلَيْهِمْ أَعْظَمُ مِنْ حَقِّ أَبَوَيْ وِلَادَتِهِمْ، فَإِنَّا نُنْقِذُهُمْ- إِنْ أَطَاعُونَا- مِنَ النَّارِ إِلَى دَارِ الْقَرَارِ، وَ نُلْحِقُهُمْ مِنَ الْعُبُودِيَّةِ بِخِيَارِ الْأَحْرَارِ» (۱)

جناب ابو بصیرؒ سے روایت ہے کہ: رحم عرش الٰہی کے ساتھ معلق ہے اور رحم بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کرتا ہے کہ: پروردگار جو مجھ سے متصل رہے تو اُسے اپنی رحمت سے متصل رکھ اور جو مجھ سے دوری اختیار کرے تو اُسے اپنی رحمت سے دور کر، اس سے مراد آل محمد علیہم السلام سے متصل رہنا ہے اور یہ اس آیت کا مصداق ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے جن رشتوں کے ساتھ مضبوط رابطہ رکھنے کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک آل محمد علیہم السلام ہیں اور دوسرا اس کے عزیز و اقارب ہیں۔

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ الرَّحِمَ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ اللَّهُمَّ صِلْ مَنْ وَصَلَنِي وَ اقْطَعْ مَنْ قَطَعَنِي وَ هِيَ رَحِمُ آلِ مُحَمَّدٍ وَ هُوَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ- الَّذِينَ يَصِلُونَ ما أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ رَحِمُ كُلِّ ذِي رَحِمٍ» (۲)

---

(۱) تفسیر امام حسن عسکری، ص ۳۳۰

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۱

صلہ رحمی امام صادق علیہ السلام کی سیرت میں

آئمہ طاہرین علیہم السلام نے نہ صرف اپنے اقوال وروایات میں صلہ رحمی کی تاکید وسفارش کی ہے بلکہ صلہ رحمی کو عملی میدان میں انجام دے کر اپنے عمل وسیرت سے صلہ رحمی کی اہمیت وضرورت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادق علیہ السلام کی سیرت میں صلہ رحمی کے بیان میں سالمہ (امام صادق علیہ السلام کی کنیز) سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے اپنی شہادت کے وقت تمام رشتے داروں سے صلہ رحمی کرتے ہوئے سب کو ہدیہ دینے کا حکم دیا، پھر فرمایا «حسن افطس» (کہ جو امام کے چچازاد بھائی ہیں) کو ستر دینار دے دو، میں نے مولاؑ سے عرض کیا اس شخص نے تو آپ کے قتل کا ارادہ کیا تھا؟!! آپ ان کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کا حکم دے رہے ہیں؟ امام نے فرمایا میں اس آیت پر عمل کرنا چاہتا ہوں جس میں صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے، پھر آپ نے فرمایا: اے سالمہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو خلق کیا ہے اور نہایت زیبا و آراستہ و معطر کر دیا ہے اور اس کی دلنشین خوشبو دو ہزار سال کی مسافت سے محسوس ہونے کے باوجود دو گروہ اس سے محروم رہیں گے:

۱) عاق والدین۔ ۲) قاطع رحم، یعنی رشتے داروں سے دوری اختیار کرنے والا۔

«عَنْ سَالِمَةَ مَوْلَاةِ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَتْ كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع حِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ أَعْطُوا الْحَسَنَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَ هُوَ الْأَفْطَسُ سَبْعِينَ دِينَاراً وَ أَعْطُوا فُلَاناً كَذَا وَ كَذَا وَ فُلَاناً كَذَا وَ كَذَا فَقُلْتُ أَ تُعْطِي رَجُلًا حَمَلَ عَلَيْكَ بِالشَّفْرَةِ فَقَالَ وَيْحَكِ أَ مَا تَقْرَءِينَ الْقُرْآنَ قُلْتُ بَلَى قَالَ أَ مَا سَمِعْتِ قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ الَّذِينَ يَصِلُونَ ما أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخافُونَ سُوءَ الْحِسابِ قَالَ ابْنُ مَحْبُوبٍ فِي حَدِيثِهِ حَمَلَ عَلَيْكَ بِالشَّفْرَةِ يُرِيدُ أَنْ يَقْتُلَكَ فَقَالَ أَ تُرِيدِينَ عَلَى أَنْ لَا أَكُونَ مِنَ الَّذِينَ قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى- الَّذِينَ يَصِلُونَ ما أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخافُونَ سُوءَ الْحِسابِ نَعَمْ يَا سَالِمَةُ إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْجَنَّةَ وَ طَيَّبَهَا وَ طَيَّبَ رِيحَهَا وَ إِنَّ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَلْفَيْ عَامٍ وَ لَا يَجِدُ رِيحَهَا عَاقٌّ وَ لَا قَاطِعُ رَحِمٍ» [1]

---

(۱) ایضاً، ج ۷، ص ۵۵

(قسم دوم در قطع رحمی)

آیات وروایات کی روشنی میں مسلمانوں کے درمیان قطع روابط کی مذمت

قرآنِ پاک کی آیات اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی روایات میں جس طرح صلہ رحمی کو برقرار رکھنے کی اہمیت و ضرورت پر زور دیا گیا ہے، اسی طرح مسلمانوں کے درمیان اتحاد، اتفاق اور روابط کو مضبوط و محکم رکھنے کی بھی بہت زیادہ تاکید وسفارش کی گئی ہے اور مسلمانوں کے درمیان روابط کو منقطع کرنے، دوری، اختلاف، انتشار اور تفرقہ وجدائی کی بہت سخت مذمت کرتے ہوئے مسلمانوں کے درمیان اختلاف و دوری کو دنیا و آخرت دونوں میں عذاب کا باعث قرار دیا گیا ہے، جبکہ اس کے مقابل میں اتحاد واتفاق، ہمبستگی وارتباط اللہ کی رحمت ہے اور عذابِ خدا سے محفوظ رہنے کا سبب ہے۔

جیسا کہ سورہ آلِ عمران میں انہی حقائق کو واضح لفظوں میں پروردگارِ عالم نے اعلان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اور تم سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ ڈالو اور تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی اور اس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ گئے تھے کہ اللہ نے تمہیں اس سے بچا لیا اس طرح اللہ اپنی آیات کو کھول کر تمہارے لئے بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت حاصل کرو ۰ اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہئے جو نیکی کی طرف دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں ۰ اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو واضح دلائل آجانے کے بعد بٹ گئے اور اختلاف کا شکار ہوگئے اور ایسے لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہوگا۔

﴿وَ اعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعاً وَ لا تَفَرَّقُوا وَ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْداءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْواناً وَ كُنْتُمْ عَلى شَفا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْها كَذلِكَ يُبَيِّنُ اللهُ لَكُمْ آياتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ * وَ لْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ * وَلا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ ما

جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۱) (آل عمران/ ۱۰۳-۱۰۵)

ان آیات میں اتحاد و اتفاق، ہمبستگی وارتباط کو اللہ کی نعمت اور فلاح وسعادت کی ضمانت قرار دیا گیا ہے، جس طریقے سے معاشرے میں لوگوں کو خیر ونیکیوں کی طرف دعوت دینا اور برائیوں و معصیتوں سے روکنا سعادت و فلاح کا باعث ہے، اس کے برعکس مسلمانوں کے درمیان اختلاف و تفرقہ، دوری وجدائی اختیار کرنا عذابِ عظیم کا باعث ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی کہ آپ نے فرمایا: کوئی بھی دو مسلمان ایک دوسرے سے دوری اختیار کریں اور تین دن تک مصالحت نہ کریں تو وہ دین اسلام سے نکل جاتے ہیں اور ان کے درمیان ولایت ختم ہو جاتی ہے اور جو بھی قربت کے لئے پہل کرے وہ قیامت کے دن پہلے جنت میں جائے گا۔

اس روایت میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف اور ایک دوسرے سے دوری کو دین سے خارج ہونے کا سبب اور مسلمانوں کے درمیان قربت واتحاد کو جنت میں جانے کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔

«عَنْ دَاوُدَ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ قَالَ أَبِي ع قَالَ رَسُولُ اللهِ ص أَيُّمَا مُسْلِمَيْنِ تَهَاجَرَا فَمَكَثَا ثَلَاثاً لَا يَصْطَلِحَانِ إِلَّا كَانَا خَارِجَيْنِ مِنَ الْإِسْلَامِ وَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا وَلَايَةٌ فَأَيُّهُمَا سَبَقَ إِلَى كَلَامِ أَخِيهِ كَانَ السَّابِقَ إِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْحِسَابِ» (۲)

ابو بصیرؒ نے امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا: وہ رشتے دار جو امامت کے قائل نہیں ہیں کیا میں ان سے دوری اختیار کر سکتا ہوں؟ امامؑ نے فرمایا یہ کام سزاوار نہیں ہے۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جو رشتے دار ہم مذہب وہم فکر نہیں ہیں ان کے ساتھ بھی رابطہ رکھنا اور صلہ رحمی کرنا ضروری ہے۔

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع عَنِ الرَّجُلِ يَصْرِمُ ذَوِي قَرَابَتِهِ مِمَّنْ لَا يَعْرِفُ الْحَقَّ

---

(۱) سورہ آل عمران آیت ۱۰۳ - ۱۰۴ - ۱۰۵۔

(۲) الکافی ج ۲، ص ۳۴۵

قَالَ لَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَقْصُرَ مَعَهُ»[۱]

ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: شیطان اس وقت تک خوشحال رہتا ہے جب تک مسلمان ایک دوسرے سے دوری اختیار کرتے رہیں اور جب مسلمان آپس میں مل جاتے ہیں اور ان میں محبت پیدا ہو جاتی ہے تو شیطان کے تمام منصوبے ناکام ہو جاتے ہیں اور فریاد کرنا شروع کر دیتا ہے۔

«عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: لَا يَزَالُ إِبْلِيسُ فَرِحاً مَا اهْتَجَرَ الْمُسْلِمَانِ فَإِذَا الْتَقَيَا اصْطَكَّتْ رُكْبَتَاهُ وَ تَخَلَّعَتْ أَوْصَالُهُ وَ نَادَى يَا وَيْلَهُ مَا لَقِيَ مِنَ الثُّبُورِ»[۲]

رشتے داروں سے دوری اور قطع روابط کی مذمت اور نقصانات

جس طرح رشتے داروں کے ساتھ رابطہ رکھنا اور ان کے ساتھ نیکی و احسان کرنا اور شائستہ و بہترین طریقے کے ساتھ زندگی گزارنا دنیا و آخرت دونوں میں خوشحالی و کامیابی اور دیگر عظیم آثار و فوائد کا باعث ہے کہ جن کو روایات میں ذکر کیا گیا ہے، اسی طریقے سے رشتے داروں سے دوری اختیار کرنا اور ان کے ساتھ تعلقات کو منقطع کرنا اور رشتے داروں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنا، نفرت و دشمنی کرنا دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی اور عظیم نقصانات، مفاسد و مضرات کا باعث ہے، روایات میں آئمہ طاہرین علیہم السلام نے قطع رحم کے نقصانات و مفاسد کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے قطع روابط سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اور ہر حال میں رشتے داروں کے ساتھ رابطہ رکھنا ضروری و لازمی قرار دیا ہے۔ انہی مفاسد و نقصانات میں سے چند اہم ترین نقصانات کی طرف روایات کی روشنی میں اشارہ کرتے ہیں؛

۱) دوری اور قطع راوبط نابودی و فنا کا سبب

ابو حمزہ ثمالیؒ سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں ان گناہوں سے جو انسان کو جلد فنا تک پہنچاتے ہیں، ابن کوا نے مولا سے سوال کیا: وہ کونسا گناہ ہے جو انسان کو فنا تک پہنچاتا ہے؟

---

(۱) ایضاً، ص ۳۴۴

(۲) ایضاً، ص ۳۴۶

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: وہ گناہ جو فنا و نابودی کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے وہ قطع رحم ہے، پھر آپ نے فرمایا: بہت سارے رشتے دار بُرے ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے ہیں اور ایک دوسرے پر نیکی کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں فراوانی عطا کرتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس بہت سارے رشتے دار متقی ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے دوری اختیار کرتے ہیں اور قطع رحمی جیسے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے اللہ ان کو رزق سے محروم کر دیتا ہے۔

«عَنْ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ قَالَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع فِي خُطْبَتِهِ أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الذُّنُوبِ الَّتِي تُعَجِّلُ الْفَنَاءَ فَقَامَ إِلَيْهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْكَوَّاءِ الْيَشْكُرِيُّ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَ وَ تَكُونُ ذُنُوبٌ تُعَجِّلُ الْفَنَاءَ فَقَالَ نَعَمْ وَيْلَكَ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ إِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَجْتَمِعُونَ وَ يَتَوَاسَوْنَ وَ هُمْ فَجَرَةٌ فَيَرْزُقُهُمُ اللهُ وَ إِنَّ أَهْلَ الْبَيْتِ لَيَتَفَرَّقُونَ وَ يَقْطَعُ بَعْضُهُمْ بَعْضاً فَيَحْرِمُهُمُ اللهُ وَ هُمْ أَتْقِيَاءُ»[1]

حضرت امام باقر علیہ السلام نے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ: تین گناہوں کا انتقام اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی لے لیتا ہے؛

۱) ظلم وستم ۲) قطع رحم ۳) جھوٹی قسمیں کھانا۔

اور فرمایا جھوٹی قسمیں اور قطع رحم شہروں کی بربادی و نابودی اور نسلوں کے منقطع ہونے کا سبب ہے، جبکہ اس کے مقابل میں صلہ رحمی مال اور زندگی میں وسعت اور فراوانی کا سبب ہے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: فِي كِتَابِ عَلِيٍّ ع ثَلَاثُ خِصَالٍ لَا يَمُوتُ صَاحِبُهُنَّ أَبَداً حَتَّى يَرَى وَبَالَهُنَّ الْبَغْيُ وَ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ وَ الْيَمِينُ الْكَاذِبَةُ يُبَارِزُ اللهَ بِهَا وَ إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَاباً لَصِلَةُ الرَّحِمِ وَ إِنَّ الْقَوْمَ لَيَكُونُونَ فُجَّاراً فَيَتَوَاصَلُونَ فَتَنْمِي أَمْوَالُهُمْ وَ يُثْرُونَ وَ إِنَّ الْيَمِينَ الْكَاذِبَةَ وَ قَطِيعَةَ الرَّحِمِ لَتَذَرَانِ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ مِنْ أَهْلِهَا وَ تَنْقُلُ الرَّحِمَ وَ إِنَّ نَقْلَ الرَّحِمِ انْقِطَاعُ النَّسْلِ»[2]

جنابِ زرارہؓ نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ: شیطان مومنین کے درمیان نفرت اور دوری ایجاد کرتا

---

(۱) ایضاً، ص ۳۴۸

(۲) ایضاً، ص ۳۴۷

ہے اور بے دین ہونے تک ان کو نہیں چھوڑتا اور جب بے دین ہو جائیں تو سکون سے بیٹھ کر اعلان کرتا ہے کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ پھر مولا نے فرمایا اس شخص پر اللہ کی رحمت اور خاص عنایت ہے جو مومنین میں الفت و محبت پیدا کرے، اے مومنین ایک دوسرے سے الفت و محبت کیا کرو اور ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کیا کرو۔

اس روایت سے یہ بات بالکل واضح و روشن ہو جاتی ہے کہ قطع رحم اور رشتے داروں کے درمیان نفرت و دوری شیطان کا اہم ترین منصوبہ ہے، اس کے مقابل میں مؤمنین کے درمیان محبت، اخوت و بھائی چارہ اور روابط میں استحکام و مضبوطی پروردگارِ عالَم کا پسندیدہ ہدف ہے، اب مؤمنین کس کے پیروکار ہیں، کس کے مشن پر چلتے ہیں، یہ اس کے ایمان و تقویٰ پر موقوف ہے کہ وہ کس کے احکام کی پیروی و فرمانبرداری کر کے اپنی آخرت کا فیصلہ کرتا ہے۔

«عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يُغْرِي بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ مَا لَمْ يَرْجِعْ أَحَدُهُمْ عَنْ دِينِهِ فَإِذَا فَعَلُوا ذَٰلِكَ اسْتَلْقَى عَلَى قَفَاهُ وَ تَمَدَّدَ ثُمَّ قَالَ فُزْتُ فَرَحِمَ اللهُ امْرَأً أَلَّفَ بَيْنَ وَلِيَّيْنِ لَنَا يَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِينَ تَأَلَّفُوا وَ تَعَاطَفُوا» (۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: میرے پدر بزرگوار یعنی امام محمد باقر علیہ السلام ہر روز بارگاہِ الٰہی میں اُن گناہوں سے پناہ مانگتے تھے جو بہت جلد فنا و نابودی کا باعث ہیں، انسان کی موت کو قریب کر دیتے ہیں، شہروں کا نابود و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، وہ گناہ رشتے داروں سے دوری اختیار کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور نیکی و احسان کو ترک کر دینا ہیں۔

«عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَمَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ ع يَقُولُ كَانَ أَبِي يَقُولُ نَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الذُّنُوبِ الَّتِي تُعَجِّلُ الْفَنَاءَ وَ تُقَرِّبُ الْآجَالَ وَ تُخْلِي الدِّيَارَ وَ هِيَ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ وَ الْعُقُوقُ وَ تَرْكُ الْبِرِّ» (۲)

---

(۱) ایضاً، ص ۳۴۵

(۲) وسائل الشیعہ، ج ۱۶، ص ۲۷۳

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رشتے داروں سے دوری اور دشمنی دین کی نابودی کا باعث ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص فِي حَدِيثٍ أَلَا إِنَّ فِي التَّبَاغُضِ الْحَالِقَةَ لَا أَعْنِي حَالِقَةَ الشَّعْرِ وَ لَكِنْ حَالِقَةَ الدِّينِ» (۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اس چیز سے ڈرو جو باعث نابودی ہے اور انسانوں کو موت اور فنا تک پہنچاتی ہے، امام سے پوچھا گیا کہ وہ کونسی چیز ہے جو باعث نابودی و فنا ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا: رشتے داروں سے دوری اور دشمنی کرنا ہے۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْفُضَيْلِ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ مَنْصُورٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ ع اتَّقُوا الْحَالِقَةَ فَإِنَّهَا تُمِيتُ الرِّجَالَ قُلْتُ وَ مَا الْحَالِقَةُ قَالَ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ» (۲)

نابودی اور فنا کی ایک عبرتناک مثال

عثمان ابن عیسی کہتا ہے میں نے امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: میرے رشتے داروں نے مجھے سختی میں ڈالدیا ہے اور مجھے ایک کمرے میں رہنے پر مجبور کردیا ہے اور سب نے مجھ سے دوری اختیار کی ہے، اگر میں چاہوں تو ان سے اپنا حق لے سکتا ہوں، امام نے فرمایا: تم ان کی سختیوں اور دوریوں کے مقابل میں صبر و بردباری سے کام لو، تمہارے لئے اللہ بہتری کرے گا۔ میں واپس چلا آیا مختصر وقت گذرا تھا کہ ایک وبا آئی جس کی وجہ سے تمام رشتے دار مر گئے اور ایک بھی باقی نہ رہا، پریشان ہو کر مولاؑ کی خدمت میں گیا مولاؑ نے دیکھتے ہی مجھ سے سوال کیا: تمہارے رشتے داروں کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا: قسم بخدا سب کے سب مر گئے ہیں ایک بھی باقی نہ رہا، مولاؑ نے فرمایا: تمہارے رشتے داروں کی موت اور فنا تمہارے ساتھ دشمنی اور قطع رحمی کے گناہ کی وجہ سے واقع ہوئی ہے، قطع رحم ان کے لئے موت و فنا کا سبب بنا۔ اور پھر فرمایا: کیا تم چاہتے تھے وہ زندہ رہتے اور تم پر سختی کرتے رہتے میں نے کہا جی ہاں اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۴۶

(۲) ایضاً

«عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عِيسَى عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِنَا عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: قُلْتُ لَهُ إِنَّ إِخْوَتِي وَ بَنِي عَمِّي قَدْ ضَيَّقُوا عَلَيَّ الدَّارَ وَ أَلْجَئُونِي مِنْهَا إِلَى بَيْتٍ وَ لَوْ تَكَلَّمْتُ أَخَذْتُ مَا فِي أَيْدِيهِمْ قَالَ فَقَالَ لِي اصْبِرْ فَإِنَّ اللهَ سَيَجْعَلُ لَكَ فَرَجاً قَالَ فَانْصَرَفْتُ وَ وَقَعَ الْوَبَاءُ فِي سَنَةِ إِحْدَى وَ ثَلَاثِينَ وَ مِائَةٍ - فَمَاتُوا وَ اللهِ كُلُّهُمْ فَمَا بَقِيَ مِنْهُمْ أَحَدٌ قَالَ فَخَرَجْتُ فَلَمَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ قَالَ مَا حَالُ أَهْلِ بَيْتِكَ قَالَ قُلْتُ لَهُ قَدْ مَاتُوا وَ اللهِ كُلُّهُمْ فَمَا بَقِيَ مِنْهُمْ أَحَدٌ فَقَالَ هُوَ بِمَا صَنَعُوا بِكَ وَ بِعُقُوقِهِمْ إِيَّاكَ وَ قَطْعِ رَحِمِهِمْ بُتِرُوا أَ تُحِبُّ أَنَّهُمْ بَقُوا وَ أَنَّهُمْ ضَيَّقُوا عَلَيْكَ قَالَ قُلْتُ إِي وَ اللهِ» (۱)

۲) دوری و قطع رحمی قتل کرنے کے برابر

سرور کائنات ﷺ کا فرمان ہے: مومن کا برادر دینی سے ایک سال تک دور رہنا قتل کے برابر ہے۔

«وَ قَالَ رسول الله ﷺ: هَجْرُ الرَّجُلِ أَخَاهُ سَنَةً كَسَفْكِ دَمِهِ» (۲)

۳) اعمال و عبادات کے قبول نہ ہونے کا سبب

حضور ﷺ نے جناب ابوذرؓ سے فرمایا: اے ابوذر اہل دنیا کے اعمال پیر اور جمعرات کے دن اللہ کے حضور میں پیش کئے جاتے ہیں اور اللہ تعالی ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، مگر ان لوگوں کے گناہ معاف نہیں ہوتے جن کے درمیان دوری اور دشمنی ہوتی ہے، اللہ تعالی ان کے اعمال کو چھوڑ دیتا ہے اس وقت تک کے لیئے جب تک کہ یہ لوگ آپس میں مصالحت نہ کرلیں۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر خبردار برادران دینی سے دوری اختیار نہ کرو اس لیئے کہ جو بردران دینی سے دوری اختیار کرتا ہے ان کے اعمال کو قبول نہیں کیا جاتا، اے ابوذر میں آپ کو دوری سے منع کرتا ہوں، تین دن سے زیادہ مسلمانوں اور رشتے داروں کے درمیان دوری کی گنجائش نہیں ہے، اگر کوئی شخص دوری اور دشمنی کے ساتھ دنیا سے چلا جائے تو اس کے لیئے جہنم کی آگ سزاوار ہے۔

«يَا أَبَا ذَرٍّ تُعْرَضُ أَعْمَالُ أَهْلِ الدُّنْيَا عَلَى اللهِ مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ فِي يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ وَ الْخَمِيسِ

---

(۱) ایضاً، ص ۳۴۷

(۲) الامالی و الحجمۃ، ص ۳۵

فَيَسْتَغْفِرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ إِلَّا عَبْداً كَانَتْ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اتْرُكُوا عَمَلَ هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا يَا أَبَا ذَرٍّ إِيَّاكَ وَ هِجْرَانَ أَخِيكَ فَإِنَّ الْعَمَلَ لَا يُتَقَبَّلُ مَعَ الْهِجْرَانِ يَا أَبَا ذَرٍّ أَنْهَاكَ عَنِ الْهِجْرَانِ وَ إِنْ كُنْتَ لَا بُدَّ فَاعِلًا [فَلَا] تَهْجُرْهُ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ كَمَلًا فَمَنْ مَاتَ فِيهَا مُهَاجِراً لِأَخِيهِ كَانَتِ النَّارُ أَوْلَى بِهِ »(۱)

«قال رسول اللهﷺ: لَا يَحِلُّ لِلْمُؤْمِنِ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ الْمُؤْمِنَ فَوْقَ ثَلَاثٍ» (۲)

۴) اہل بیت علیہم السلام سے دوری کا سبب

حضرت امام باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: اگر دو مومن تین دن سے زیادہ دوری اختیار کریں تو میں بھی ان سے دوری اختیار کرتا ہوں، امامؑ سے راوی نے سوال کیا: ان میں سے جو بے گناہ ہے آپ نے ان سے دوری کیوں اختیار کی؟ تو امامؑ نے فرمایا: بے گناہ کو چاہیے تھا مصالحت کرتا اور دوری کو ختم کرنے کی کوشش کرتا۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حُمْرَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الْبَاقِرِ ع أَنَّهُ قَالَ مَا مِنْ مُؤْمِنَيْنِ اهْتَجَرَا فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا وَ بَرِئْتُ مِنْهُمَا فِي الثَّالِثَةِ فَقِيلَ لَهُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللهِ هٰذَا حَالُ الظَّالِمِ فَمَا بَالُ الْمَظْلُومِ فَقَالَ ع مَا بَالُ الْمَظْلُومِ لَا يَصِيرُ إِلَى الظَّالِمِ فَيَقُولُ أَنَا الظَّالِمُ حَتّٰى يَصْطَلِحَا» (۳)

۵) عمر میں کمی کا سبب

حضرت امام صادق علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: جب کوئی شخص صلہ رحمی کرے اور اس کی عمر تین سال ہو تو اللہ تعالی اس کی عمر کو ۳۳ سال بنا دیتا ہے جبکہ اس کے مقابل میں کوئی شخص رشتے داروں سے دوری اختیار کرے اور اس کی عمر ۳۳ سال ہو تو اسکی عمر میں کمی کر کے تین سال قرار دے دیتا ہے، پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: اللہ جسے چاہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہے لکھ دیتا ہے اور تقدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: إِنَّ الْمَرْءَ

(۱) مکارم الاخلاق، ص ۴۷۰
(۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۳۸۰
(۳) الخصال، ج ۱، ص ۱۸۳

لَيَصِلُ رَحِمَهُ وَ مَا بَقِيَ مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا ثَلَاثُ سِنِينَ، فَيَمُدُّهَا اللهُ إِلَى ثَلَاثٍ وَ ثَلَاثِينَ سَنَةً وَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَقْطَعُ رَحِمَهُ، وَ قَدْ بَقِيَ مِنْ عُمُرِهِ ثَلَاثٌ وَ ثَلَاثُونَ سَنَةً فَيَقْصُرُهَا اللهُ إِلَى ثَلَاثِ سِنِينَ أَوْ أَدْنَى، قَالَ: وَ كَانَ جَعْفَرٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتْلُو هَذِهِ الْآيَةَ ﴿يَمْحُوا اللهُ مَا يَشَاءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾ »(۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: صلہ رحمی اور رشتے داروں سے نیکی کرنا عمر میں اضافے کا سبب ہے، اس طرح سے کہ صلہ رحمی کے نتیجے میں تین سال کی زندگی ۳۰ سال بن جاتی ہے، جبکہ قطع رحمی عمر میں کوتاہی و کمی کا سبب ہے، اس طرح سے کہ اگر ۳۰ سال کی زندگی ہو تو قطع رحمی کرنے کی وجہ سے وہ تین سال میں بدل جاتی ہے۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَنَّ صِلَةَ الرَّحِمِ تَزِيدُ فِي الْعُمُرِ بِحَيْثُ تَصِيرُ الثَّلَاثُ سِنِينَ ثَلَاثِينَ سَنَةً، وَ أَنَّ قَطِيعَةَ الرَّحِمِ تَنْقُصُ الْعُمُرَ بِحَيْثُ تَصِيرُ الثَّلَاثُونَ سَنَةً ثَلَاثَ سِنِينَ» (۲)

۶) قطع رحمی اور دوری خدا کی رحمت و مغفرت سے محرومیت کا سبب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رمضان کی پہلی رات شیاطین کو بند کیا جاتا ہے اور ہر رات ستر ہزار مومنین کو بخش دیا جاتا ہے اور جب شب قدر آجائے تو اللہ تعالی نے رجب شعبان اور رمضان میں جتنے مومنین کو بخشا ہے، ان کے برابر اس ایک رات میں بخش دیتا ہے، مگر ان لوگوں کو کہ جن کے درمیان کینہ اور دوری (قطع رحمی) ہو، اُس وقت تک معاف نہیں فرماتا جب تک کہ وہ لوگ دوری و کینہ کو چھوڑ نہ دیں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ: ... وَ فِي أَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ تُغَلُّ الْمَرَدَةُ مِنَ الشَّيَاطِينِ وَ يُغْفَرُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ سَبْعِينَ أَلْفاً فَإِذَا كَانَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ غَفَرَ اللهُ بِمِثْلِ مَا غَفَرَ فِي رَجَبٍ وَ شَعْبَانَ وَ شَهْرِ رَمَضَانَ إِلَى ذَلِكَ الْيَوْمِ إِلَّا رَجُلاً بَيْنَهُ وَ بَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ فَيَقُولُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ أَنْظِرُوا هَؤُلَاءِ حَتَّى يَصْطَلِحُوا» (۳)

---

(۱) تفسیر العیاشی، ج ۲، ص ۲۲۰

(۲) ہدایۃ الامۃ، ج ۷، ص ۳۵۵

(۳) عیون اخبار الرضا علیہ السلام، ج ۲، ص ۷۱

۷) جنت سے محرومیت کا سبب

قطع رحم اور رشتے داروں کے ساتھ دوری اختیار کرنا اس قدر عظیم گناہ ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے انسان ہمیشہ کی سعادت، خوشبختی اور جنت سے محروم ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ انسان جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکتا، جیسا کہ حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خبردار ماں باپ کی نافرمانی سے پرہیز کرنا یقیناً جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کے فاصلے سے محسوس کی جائے گی لیکن اس کے باوجود بھی جنت کی خوشبو سے چار گروہ محروم رہیں گے؛

۱) عاق والدین ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔

۲) رشتے داروں سے دوری اختیار کرنے والا۔ ۳) بوڑھا زناکار۔

۴) متکبر و مغرور شخص، بے شک بزرگی صرف خدا کے لیئے ہے جو عالمین کا پالنے والا ہے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص فِي كَلَامٍ لَهُ إِيَّاكُمْ وَ عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَإِنَّ رِيحَ الْجَنَّةِ تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَلْفِ عَامٍ وَ لَا يَجِدُهَا عَاقٌّ وَ لَا قَاطِعُ رَحِمٍ وَ لَا شَيْخٌ زَانٍ وَ لَا جَارٌّ إِزَارِهِ خُيَلَاءَ إِنَّمَا الْكِبْرِيَاءُ لِلهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» (۱)

«عَنِ النَّبِيِّ ص أَنَّهُ قَالَ: لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ» (۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین گروہ جنت سے محروم رہیں گے؛

۱) ہمیشہ شراب پینے والا۔ ۲) ہمیشہ جادو کرنے والا۔

۳) قطع رحم اور رشتے داروں سے دوری اختیار کرنے والا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ خَمْرٍ وَ مُدْمِنُ سِحْرٍ وَ قَاطِعُ رَحِمٍ» (۳)

---

(۱) الکافی، ج۲، ص۳۴۹

(۲) بحار الانوار، ج۷۱، ص۹۱

(۳) الخصال، ج۱، ص۱۷۹

حضور ﷺ نے فرمایا: تین گروہ پر رحم کرنا اور ان کا خیال رکھنا واجب ہے؛

۱) وہ امیر جو فقیر ہو چکا ہو۔ ۲) وہ عزیز جو ذلیل ہو چکا ہو۔

۳) وہ عالم جو جاہلوں کے ہاتھوں اسیر ہو چکا ہو۔

اور تین گروہ خدا کی رحمت اور جنت سے محروم رہیں گے؛

۱) عاق والدین۔ ۲) احسان جتلانے والا۔ ۳) ہمیشہ شراب پینے والا۔

«وَ قَالَ سَيِّدُنَا رَسُولُ اللهِ ص ثَلَاثَةٌ تَجِبُ لَهُمُ الرَّحْمَةُ غَنِيٌّ قَوْمٍ افْتَقَرَ وَ عَزِيزُ قَوْمٍ ذَلَّ وَ عَالِمٌ تَتَلَاعَبُ بِهِ الْجُهَّالُ وَ ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ الْعَاقُّ وَ الْمَنَّانُ وَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَ مُدْمِنُهَا هُوَ الَّذِي مَتَى وَجَدَهَا شَرِبَهَا» [1]

رسولِ اکرم ﷺ مولائے کائنات علیہ السلام کو خطاب کر کے شبِ معراج کا حال سناتے ہوئے فرماتے ہیں؛ اے علی علیہ السلام میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ اے جنت تجھے حرام قرار دیا گیا ہے ہر اس شخص پر جو بخیل، ریاکار، عاق والدین اور چغلی کرنے والا ہے۔

«وَقَالَ يَا عَلِيُّ رَأَيْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوباً أَنْتِ مُحَرَّمَةٌ عَلَى كُلِّ بَخِيلٍ وَ مُرَاءٍ وَ عَاقٍّ وَ نَمَّامٍ» [2]

۸) قطع رحمی زندگی میں عذاب وزوال کا سبب ہے

قطع رحمی اُن عظیم گناہوں میں شامل ہے جو دنیا و آخرت دونوں میں باعث عذاب اور خدا کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہے، جیسا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کا فرمان ہے: دو چیزیں انسان کی زندگی میں عذاب کے نزول اور نعمتوں کے زوال کا سبب ہیں؛

۱) رشتے داروں سے قطع رحمی و دوری اختیار کرنا۔

۲) خدا کی نعمتوں کی بے قدری کرنا اور کفرانِ نعمت کرنا۔

---

(۱) معدن الجواہر، ص ۳۱

(۲) جامع الاخبار، ص ۸۵

«حُلُولُ النِّقَمِ فِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ» (۱) «كُفْرُ النِّعَمِ مُجْلِبَةٌ لِحُلُولِ النِّقَمِ» (۲)

ایک اور فرمان میں مولائے کائنات علیہ السلام نے نعمتوں اور رزق میں فراوانی کا اور ان کے زوال کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: اس کا شکریہ ادا کرو جس نے تمہارے اوپر احسان کیا ہے اور اس کو عطا کرو جو تمہارا شکریہ ادا کرتا ہے اور نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا اور حق ادا کرنا نعمتوں کی بقاء و فراوانی کا سبب ہے جبکہ نعمتوں میں کفران کرنا زوالِ نعمت کا سبب ہے۔

«أُشْكُرْ عَلَى مَنْ أَنْعَمَ إِلَيْكَ وَ أَنْعِمْ إِلَى مَنْ شَكَرَكَ فَإِنَّهُ لاَ زَوَالَ لِلنِّعْمَةِ إِذَا شَكَرْتَ وَ لاَ بَقَاءَ لَهَا إِذَا كَفَرْتَ» (۳)

قرآن مجید اور احادیثِ معصومین علیہم السلام میں اس قانون کو مسلّم قرار دیا گیا ہے کہ جو خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا حق ادا کرتے ہوئے شکر کرتے رہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی نعمتوں اور رزق میں فراوانی عطا کرتا ہے اور جو شخص نعمتوں کو ضائع کردے، بے قدری کرے اور کفرانِ نعمت کا شکار ہو جائے تو اس کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں عذابِ شدید ہے۔

نعمت کے شکر کرنے کا ایک بہترین طریقہ رشتے داروں سے شائستہ و بہترین رابطہ رکھنا اور ان کے ساتھ نیکی کرنا ہے، کیونکہ یہ نعمتوں کی فراوانی کا سبب ہے جبکہ کفرانِ نعمتوں میں سے ایک رشتے داروں سے رابطہ کو منقطع کرنا اور شدید ضرورت کے باوجود ان کے ساتھ نیکی و احسان نہ کرنا نعمتوں کے زوال اور خدا کے عذاب کا سبب ہے۔

۹) خدا کی رحمت سے دوری کا سبب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رشتے داروں سے دوری اختیار کرنے والوں سے ہم دوری اختیار کرتے ہیں، اس لیئے کہ خدا کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جن کے درمیان رشتے داروں سے دوری اختیار کرنے والے موجود ہوں، کیونکہ رشتے داروں سے دوری اختیار کرنے والے جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

(۱) عیون الحکم، ج ۱، ص ۲۳۳

(۲) غرر الحکم، ج ۱، ص ۵۳۹

(۳) عیون الحکم، ج ۱، ص ۷۷

اور مزید آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین دن سے زیادہ رشتے داروں سے دوری اختیار کرنا اور قطع کلامی کرنا جائز نہیں ہے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ ص أَنَّهُ قَالَ: لَا يُجَالِسُنَا قَاطِعُ رَحِمٍ فَإِنَّ الرَّحْمَةَ لَا تَنْزِلُ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ وَ قَالَ ص لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ» (۱)

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص لَا هِجْرَةَ فَوْقَ ثَلَاثٍ» (۲)

۱۰) قطع رحمی بزرگترین اور مبغوض ترین گناہ

قطع رحمی ان بزرگترین اور مبغوض ترین گناہوں میں سے ہے جس کو معصومین علیہم السلام نے شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے، جبکہ اس کے بالکل برعکس ایمان کے بعد سب سے افضل ترین عبادت صلہ رحم کو قرار دیا ہے، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: قبیلہ خثعم سے ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپؐ سے سوال کیا: اسلام میں سب سے افضل ترین عبادت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: خدا کی ذات پر ایمان لانا، اس کے بعد صلہ رحمی کرنا، اس کے بعد نیکیوں کی طرف دعوت دینا اور برائیوں سے روکنا۔ اس شخص نے دوبارہ سوال کیا: اسلام میں سب سے بزرگ ترین و مبغوض ترین گناہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: خدا کی ذات میں شریک قرار دینا، اس کے بعد رشتے داروں سے دوری اختیار کرنا اور اس کے بعد برائیوں کی طرف دعوت دینا اور نیکیوں سے روکنا۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع أَنَّ رَجُلًا مِنْ خَثْعَمٍ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ ص فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَخْبِرْنِي مَا أَفْضَلُ الْإِسْلَامِ- قَالَ الْإِيمَانُ بِاللهِ قَالَ ثُمَّ مَا ذَا قَالَ صِلَةُ الرَّحِمِ قَالَ ثُمَّ مَا ذَا قَالَ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ فَأَخْبِرْنِي أَيُّ الْأَعْمَالِ أَبْغَضُ إِلَى اللهِ قَالَ الشِّرْكُ بِاللهِ قَالَ ثُمَّ مَا ذَا قَالَ ثُمَّ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ قَالَ ثُمَّ مَا ذَا قَالَ الْأَمْرُ بِالْمُنْكَرِ وَ النَّهْيُ عَنِ الْمَعْرُوفِ» (۳)

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج۹، ص۱۰۶

(۲) الکافی، ج۲، ص۳۴۳

(۳) وسائل الشیعہ، ج۱۶، ص۱۲۱

۱۱) بدترین اور قبیح ترین گناہ

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: عفو و درگذشت نہ کرنا قبیح ترین عیوب میں سے ہے اور دل میں کینہ رکھ کر انتقام کے لیئے پہل کرنا عظیم ترین گناہوں میں سے ہے۔

«قِلَّةُ الْعَفْوِ أَقْبَحُ الْعُيُوبِ وَ التَّسَرُّعُ إِلَى الِانْتِقَامِ أَعْظَمُ الذُّنُوبِ» (۱)

ایک اور روایت میں مولاؑ نے فرمایا: انتہائی قبیح ترین گناہ قطع رحمی، رشتے داروں سے دوری اختیار کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا ہے۔

«أَقْبَحُ الْمَعَاصِي قَطِيعَةُ الرَّحِمِ وَ الْعُقُوقُ» (۲)

۱۲) قطع رحمی اموال کی نابودی کا سبب

حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: اگر قطع رحمی کی جائے تو مال و دولت بدترین لوگوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔

«أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع إِذَا قَطَعُوا الْأَرْحَامَ جُعِلَتِ الْأَمْوَالُ فِي أَيْدِي الْأَشْرَارِ» (۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب زنا کی کثرت ہو تو لوگ زیادہ مریں گے اور جب رشتے داروں سے دوری اختیار کی جائے تو مال و دولت پست ترین لوگوں کے ہاتھوں میں چلا جائے گا۔

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ص قَالَ: إِذَا ظَهَرَ الزِّنَا فِي أُمَّتِي كَثُرَ مَوْتُ الْفَجْأَةِ إِلَى أَنْ قَالَ وَ إِذَا قَطَعُوا أَرْحَامَهُمْ جُعِلَتِ الْأَمْوَالُ فِي أَيْدِي الْأَرَاذِلِ مِنْهُمْ» (۴)

---

(۱) عیون الحکم، ص ۳۷۱

(۲) غرر الحکم، ص ۲۰۲

(۳) وسائل الشیعہ، ج ۲۱، ص ۴۹۴

(۴) مستدرک الوسائل، ج ۹، ص ۱۰۷

۱۳) قطع رحمی اللہ تعالیٰ کی لعنت کا سبب

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب علم پر عمل نہ کیا جائے، زبان سے اُلفت اور دل میں نفرت ہو اور رشتے داروں سے دوری اختیار کی جائے تو ایسے لوگوں پر پروردگار کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو بہرا اور اندھا بنا دیتا ہے۔

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ آبَائِهِ ع قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ص إِذَا ظَهَرَ الْعِلْمُ وَ احْتُرِزَ الْعَمَلُ وَ ائْتَلَفَتِ الْأَلْسُنُ وَ اخْتَلَفَتِ الْقُلُوبُ وَ تَقَاطَعَتِ الْأَرْحَامُ هُنَالِكَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَأَصَمَّهُمْ وَ أَعْمَى أَبْصَارَهُمْ» (۱)

۱۴) قطع رحمی فقر و غربت کا سبب

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: قطع رحمی انسان کو فقیر بنا دیتی ہے۔

«عَنْ سَعِيدِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ: قَطِيعَةُ الرَّحِمِ تُورِثُ الْفَقْرَ» (۲)

۱۵) قطع رحمی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پریشانی کا سبب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزوں سے ڈر اور پریشانی ہے؛

۱) دینی امور میں سستی۔ ۲) رشوت لے کر ناحق فیصلہ کرنا۔

۳) رشتے داروں سے دوری۔ ۴) قرآن کو صرف زیبائی و خوبصورتی کے لئے پڑھنا (اور عمل کو ترک کر دینا)

۵) افضل لوگوں کو پس پشت ڈال کر پست و حقیر لوگوں کو اقتدار میں لانا اور ان کو مقدم کرنا۔

«عَنْ عَلِيٍّ ع قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ص يَقُولُ أَخَافُ عَلَيْكُمُ اسْتِخْفَافاً بِالدِّينِ وَ بَيْعَ الْحُكْمِ

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج ۲۱، ص ۴۹۳

(۲) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۹۱

وَ قَطِيعَةَ الرَّحِمِ وَ أَنْ تَتَّخِذُوا الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ تُقَدِّمُونَ أَحَدَكُمْ وَ لَيْسَ بِأَفْضَلِكُمْ فِي الدِّينِ»(۱)

۱۶) بخل سبب قطع رحمی

قطع رحمی اور رشتے داروں سے دوری کے اسباب وعوامل بہت زیادہ ہیں جن میں سے لوگوں کی جہالت، حماقت، تعلیماتِ آلِ محمد علیہم السلام سے دوری، غرور تکبر وغیرہ ہیں؛ لیکن سب سے اہم ترین سبب مادی چیزیں ہیں جن کو اہمیت دینے کی وجہ سے رشتے داری ختم ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے سے دوری واقع ہو جاتی ہے۔ ضرورت کے موقع پر رشتے داروں کے ساتھ نیکی نہ کرنا اور رشتے داروں کے ساتھ بخل و کنجوسی سے پیش آنا قطع رحمی کے اہم ترین اسباب وعوامل میں سے ہے، جیسا کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: مال جمع نہیں ہو گا مگر ۵ بری صفات کے ساتھ؛

۱) شدید بخل و کنجوسی کی وجہ سے۔
۲) طولانی امید باندھنے کی وجہ سے۔
۳) شدید حرص کی وجہ سے۔
۴) قطع رحمی کرنے کی وجہ سے۔
۵) دنیا کو آخرت پر مقدم رکھنے کی وجہ سے۔

یعنی کوئی بھی شخص مال کو جمع کرنے کی کوشش نہیں کرتا مگر وہ لوگ کہ جن کے اندر یہ پانچ بری صفات موجود ہوں گی وہی لوگ مال کو جمع وذخیرہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

«سَمِعْتُ الرِّضَا ع يَقُولُ لَا يَجْتَمِعُ الْمَالُ إِلَّا بِخِصَالٍ خَمْسٍ بِبُخْلٍ شَدِيدٍ وَ أَمَلٍ طَوِيلٍ وَ حِرْصٍ غَالِبٍ وَ قَطِيعَةِ الرَّحِمِ وَ إِيثَارِ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ»(۲)

۱۷) قطع رحمی بد اعتمادی کا سبب

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: تم پر کون اعتماد کرے گا جب کہ تم نے اپنے رشتے داروں سے دوری اور غداری کی ہے۔

---

(۱) وسائل الشیعہ ج۱۶، ص ۱۲۱
(۲) ایضاً

«مَنْ ذَا الَّذِي يَثِقُ بِكَ إِذَا غَدَرْتَ بِذَوِي رَحِمِكَ» (۱)

۱۸) قطع رحمی خدا کی لعنت کا سبب

حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے فرزند ۵ گروہ کے ساتھ زندگی اور دوستی اختیار کرنے سے پرہیز کرنا؛

۱) اس شخص کے ساتھ جو بہت زیادہ جھوٹ بولنے والا ہے، کیونکہ وہ دور کو نزدیک اور نزدیک کو دور کردے گا۔

۲) فاسق کے ساتھ، کیونکہ وہ تمہیں ایک لقمہ یا اس سے کم پر بیچ دے گا۔

۳) بخیل و کنجوس انسان کے ساتھ، کیونکہ وہ اپنے مال کے ذریعے تمہاری مدد نہیں کرے گا، جبکہ تم اسکی طرف محتاج ہوگے۔

۴) احمق انسان کی کے ساتھ، کیونکہ اگرچہ وہ چاہے گا کہ تمہیں فائدہ پہنچائے لیکن وہ اپنی حماقت کی وجہ سے تمہیں نقصان پہنچائے گا۔

۵) اس شخص کے ساتھ جو اپنے رشتے داروں سے رابطہ منقطع کرے، کیونکہ میں نے قرآن میں تین مقامات پر اس کو ملعون پایا ہے۔ وہ مقامات جہاں پروردگار نے قاطع رحم پر لعنت کی ہے وہ درج ذیل آیات میں مذکور ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيهِ ع قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ص يَا بُنَيَّ انْظُرْ خَمْسَةً فَلَا تُصَاحِبْهُمْ وَ لَا تُحَادِثْهُمْ وَ لَا تُرَافِقْهُمْ فِي طَرِيقٍ فَقُلْتُ يَا أَبَهْ مَنْ هُمْ قَالَ إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَةِ السَّرَابِ يُقَرِّبُ لَكَ الْبَعِيدَ وَ يُبَاعِدُ لَكَ الْقَرِيبَ وَ إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْفَاسِقِ- فَإِنَّهُ بَائِعُكَ بِأُكْلَةٍ أَوْ أَقَلَّ مِنْ ذَلِكَ وَ إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْبَخِيلِ فَإِنَّهُ يَخْذُلُكَ فِي مَالِهِ أَحْوَجَ مَا تَكُونُ إِلَيْهِ وَ إِيَّاكَ وَ

---

(۱) غرر الحکم، ص ۲۵۳

مُصَاحَبَةَ الْأَحْمَقِ فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرُّكَ وَ إِيَّاكَ وَ مُصَاحَبَةَ الْقَاطِعِ لِرَحِمِهِ فَإِنِّي وَجَدْتُهُ مَلْعُوناً فِي كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ فِي ثَلَاثَةِ مَوَاضِعَ قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ- ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَ تُقَطِّعُوا أَرْحامَكُمْ أُولئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَأَصَمَّهُمْ وَ أَعْمى أَبْصارَهُمْ﴾ وَ قَالَ ﴿الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيثاقِهِ وَ يَقْطَعُونَ ما أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾ وَ قَالَ فِي الْبَقَرَةِ ﴿الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيثاقِهِ وَ يَقْطَعُونَ ما أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولئِكَ هُمُ الْخاسِرُونَ﴾» [1]

یونس ابن یعقوب نے امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جو اپنے والدین پر ہاتھ اٹھائے، ملعون ہے وہ شخص جو عاق والدین ہوا ہو، ملعون ہے وہ شخص جو اپنے رشتے داروں سے رابطہ منقطع کرے۔

«عَنْ يُونُسَ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ ضَرَبَ وَالِدَهُ أَوْ وَالِدَتَهُ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ قَاطِعُ رَحِمٍ» [2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے والدین پر ہاتھ اٹھائے وہ ناجائز اولاد ہے، جو شخص اپنے ہمسائے کو اذیت و آزار دے وہ ملعون ہے اور جو شخص میری عترت سے بغض و دشمنی رکھے وہ ملعون، منافق اور نقصان اٹھانے والا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی علیہ السلام اپنے ہمسائے کا احترام کرو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، مہمان کا احترام کرو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو اور اپنے والدین کی اطاعت کرو اگرچہ وہ دونوں کافر ہی کیوں نہ ہوں اور سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرو اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

«وَ قَالَ ص مَنْ ضَرَبَ أَبَوَيْهِ فَهُوَ وَلَدُ الزِّنَاءِ وَ مَنْ آذَى جَارَهُ فَهُوَ مَلْعُونٌ وَ مَنْ أَبْغَضَ عِتْرَتِي فَهُوَ مَلْعُونٌ وَ مُنَافِقٌ خَاسِرٌ يَا عَلِيُّ أَكْرِمِ الْجَارَ وَ لَوْ كَانَ كَافِراً وَ أَكْرِمِ الضَّيْفَ وَ لَوْ كَانَ كَافِراً وَ أَطِعِ الْوَالِدَيْنِ وَ لَوْ كَانَا كَافِرَيْنِ وَ لَا تَرُدَّ السَّائِلَ وَ إِنْ كَانَ كَافِراً» [3]

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۷۶

(۲) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۸۵

(۳) جامع الاخبار، ص ۸۴

۱۹) قطع رحمی اور حسد، اللہ تعالیٰ، انبیاء و ملائکہ کی ناراضگی کا سبب

حضور ﷺ نے ابن مسعود سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اللہ اور تمام انبیاء اور ملائکہ مقربین کی لعنت اور ناراضگی ہے ان لوگوں پر جو بہت زیادہ حرص، حسد، قطع رحم اور خیر و نیکیوں سے بے رغبتی کرنے والے ہیں، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جس میں پیمانِ الٰہی کی خلاف ورزی کرنے والوں، قطع رحم کرنے والوں اور زمین پر فساد پھیلانے والوں پر لعنت اور بدترین انجام کو بیان کیا گیا ہے۔

«یَا ابْنَ مَسْعُودٍ عَلَیْهِمْ لَعْنَةٌ مِنِّي وَ مِنْ جَمِیعِ الْمُرْسَلِینَ وَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِینَ وَ عَلَیْهِمْ غَضَبُ اللهِ وَ سُوءُ الْحِسَابِ فِي الدُّنْیَا وَ الْآخِرَةِ وَ قَالَ اللهُ لُعِنَ الَّذِینَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِیلَ إِلَى قَوْلِهِ وَ لَكِنَّ كَثِیراً مِنْهُمْ فَاسِقُونَ یَا ابْنَ مَسْعُودٍ أُولَئِكَ یُظْهِرُونَ الْحِرْصَ الْفَاحِشَ وَ الْحَسَدَ الظَّاهِرَ وَ یَقْطَعُونَ الْأَرْحَامَ وَ یَزْهَدُونَ فِي الْخَیْرِ وَ قَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى وَ الَّذِینَ یَنْقُضُونَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِیثَاقِهِ وَ یَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ یُوصَلَ وَ یُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوءُ الدَّارِ» (۱)

۲۰) دنیا اور آخرت دونوں کی تباہی کا سبب

عموماً گناہوں کی سزا اور عقاب کو خدا نے آخرت میں رکھ دیا ہے لیکن کچھ گناہ اس قدر خدا کی بارگاہ میں قبیح ہیں کہ جن کی سزا انسان کو دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی اور دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں، ان میں سے ایک ظلم و ستم کرنا ہے اور دوسرا قطع رحم و رشتے داروں سے دوری اختیار کرنا ہے، جیسا کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: گناہوں میں سے دنیا اور آخرت کو تباہ و برباد کرنے والا گناہ ظلم اور قطع رحم ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرَ أَنْ یُعَجِّلَ اللهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْیَا مَعَ مَا ادَّخَرَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَ قَطِیعَةِ الرَّحِمِ» (۲)

اسی طرح ایک اور روایت میں حضرت امام باقر علیہ السلام نے امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا کہ: تین گناہوں کا انتقام اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی لے لیتا ہے؛

---

(۱) مکارم الاخلاق، ص ۴۵۰

(۲) روضۃ الواعظین، ج ۲، ص ۳۸۸

۱) ظلم و ستم۔ ۲) قطع رحمی۔ ۳) جھوٹی قسمیں کھانا۔

اور فرمایا جھوٹی قسمیں اور قطع رحمی شہروں کی بربادی اور نسلوں کے منقطع ہونے کا سبب ہے، جبکہ اس کے مقابل میں صلہ رحمی مال اور زندگی میں وسعت اور فراوانی کا سبب ہے۔

«عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: فِي كِتَابِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع ثَلَاثُ خِصَالٍ لَا يَمُوتُ صَاحِبُهُنَّ أَبَداً حَتَّى يَرَى وَبَالَهُنَّ الْبَغْيُ وَ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ وَ الْيَمِينُ الْكَاذِبَةُ يُبَارِزُ اللَّهَ بِهَا وَ إِنَّ أَعْجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَاباً لَصِلَةُ الرَّحِمِ وَ إِنَّ الْقَوْمَ لَيَكُونُونَ فُجَّاراً فَيَتَوَاصَلُونَ فَتَنْمِي أَمْوَالُهُمْ وَ يُثْرُونَ وَ إِنَّ الْيَمِينَ الْكَاذِبَةَ وَ قَطِيعَةَ الرَّحِمِ لَتَذَرَانِ الدِّيَارَ بَلَاقِعَ مِنْ أَهْلِهَا وَ تَنْقُلُ الرَّحِمَ وَ إِنَّ فِي انْتِقَالِ الرَّحِمِ انْقِطَاعَ النَّسْلِ» [1]

۲۱) قطع رحمی اور خیانت کرنے والا پل صراط سے نہیں گذر سکتا

امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب ابوذرؓ نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رحم اور امانت قیامت کے دن پل صراط کے دونوں جانب ہوں گے، جب صلہ رحمی اور امانت ادا کرنے والا پل صراط سے گذرے گا تو جنت میں پہنچ جائے گا، لیکن قطع رحمی اور امانت میں خیانت کرنے والا جب پل صراط سے گذرے گا تو ان دو گناہوں کی وجہ سے کوئی عمل ان کو فائدہ نہیں پہنچائے گا اور صراط ان کو جہنم میں گرا دے گا۔

«عن ابی جَعْفَرٍ ع قَالَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ص يَقُولُ حَافَتَا الصِّرَاطِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّحِمُ وَ الْأَمَانَةُ فَإِذَا مَرَّ الْوَصُولُ لِلرَّحِمِ الْمُؤَدِّي لِلْأَمَانَةِ نَفَذَ إِلَى الْجَنَّةِ وَ إِذَا مَرَّ الْخَائِنُ لِلْأَمَانَةِ الْقَطُوعُ لِلرَّحِمِ لَمْ يَنْفَعْهُ مَعَهُمَا عَمَلٌ وَ تَكَفَّأَ بِهِ الصِّرَاطُ فِي النَّارِ» [2]

۲۲) قطع رحمی کرنے والا رشتے داروں کی حمایت سے محروم رہے گا

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والے کے لیے کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔

---

(۱) الزہد، ص ۳۹

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۲

«لَيْسَ لِقَاطِعِ رَحِمٍ قَرِيبٌ» (۱)

۲۳) چار گناہ سب سے زیادہ اور جلد انسان کی نابودی کا سبب

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: اے علی علیہ السلام چار چیزیں ایسی ہیں جو انسان کو جلدی فنا تک پہنچا دیتی ہیں:

۱) اس شخص کی برائی جس سے آپ نیکی کر چکے ہیں۔

۲) اس شخص کا ظلم جس پر آپ نے کوئی ظلم نہیں کیا۔

۳) اس شخص کا دھوکہ دینا کہ جس کے ساتھ آپ نے کوئی عہد و پیان باندھا ہو اور آپ نے اس عہد و پیان کی وفا بھی کی ہو۔

۴) اس شخص کی قطع رحمی کہ جس سے آپ صلہ رحمی کریں۔

«يَا عَلِيُّ أَرْبَعَةٌ أَسْرَعُ شَيْءٍ عُقُوبَةً رَجُلٌ أَحْسَنْتَ إِلَيْهِ فَكَافَاكَ بِالْإِحْسَانِ إِسَاءَةً وَ رَجُلٌ لَا تَبْغِي عَلَيْهِ وَ هُوَ يَبْغِي عَلَيْكَ وَ رَجُلٌ عَاهَدْتَهُ عَلَى أَمْرٍ فَوَفَيْتَ لَهُ وَ غَدَرَ بِكَ وَ رَجُلٌ وَصَلَ قَرَابَتَهُ فَقَطَعُوهُ» (۲)

قطع رحمی کا انجام یعقوب مغربی کی عبرت انگیز داستان میں

جناب شعیب عقرقوفی سے روایت ہے کہ حضرت امام کاظم علیہ السلام نے مجھ سے کہا اہل مغرب میں سے ایک شخص جس کا نام یعقوب ہے جو ایک طولانی قد کا مالک ہے، تم سے کل ملاقات کرے گا اور میرے بارے میں اور کچھ حلال و حرام کے مسائل کے بارے میں تم سے سوال کرے گا، تم ان کو میری طرف رہنمائی کرنا اور مسائل کا جواب دینا، شعیب کہتا ہے دوسرے دن میں طواف میں مشغول تھا کہ ایک طویل القامت شخص نے میرا نام لیکر سلام کیا اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور کچھ مسائل کے بارے میں سوال کیا، میں نے اس شخص سے کہا تمہیں میرا نام کس نے بتایا؟ اس شخص نے کہا مجھے تمہارے امام علیہ السلام نے تمہارا نام بتایا اور تمہاری طرف راہنمائی کی ہے، شعیب

---

(۱) عیون الحکم، ص ۴۱۰

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۳۵۵

کہتا ہے میں نے امام علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت لی، جب امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام نے یعقوب سے خطاب کر کے فرمایا: تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان جھگڑا ہوا یہاں تک کہ تلخ کلامی کی نوبت آ گئی اور اس بات کی مکتب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کوئی گنجائش نہیں ہے، ہم اس کی کسی کو اجازت نہیں دیتے ہیں اور اس لڑائی کی وجہ سے تم دونوں کی عمریں ختم ہو گئیں، پھر تم نے پھوپھی کے ساتھ صلہ رحمی کی جس کی وجہ سے تمہاری عمر میں ۲۰ سال کا اضافہ ہو گیا اور تمہارے بھائی کا سفر کے دوران انتقال ہو گا، شعیب کہتا ہے دوسرے سال یعقوب سے ملاقات ہوئی تو اس نے بتایا کہ سفر کے دوران بھائی کا انتقال ہوا اور راستے میں ہی ان کو دفنایا گیا۔

۵ عَنْ شُعَيْبِ الْعَقَرْقُوفِيِّ قَالَ قَالَ لِي أَبُو الْحَسَنِ ع مُبْتَدِئاً مِنْ غَيْرِ أَنْ أَسْأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ يَا شُعَيْبُ غَداً يَلْقَاكَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَغْرِبِ يَسْأَلُكَ عَنِّي فَقُلْ هُوَ وَ اللهِ الْإِمَامُ الَّذِي قَالَ لَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ ع فَإِذَا سَأَلَكَ عَنِ الْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ فَأَجِبْهُ مِنِّي فَقُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ فَمَا عَلَامَتُهُ قَالَ رَجُلٌ طَوِيلٌ جَسِيمٌ يُقَالُ لَهُ يَعْقُوبُ فَإِذَا أَتَاكَ فَلَا عَلَيْكَ أَنْ تُجِيبَهُ عَنْ جَمِيعِ مَا سَأَلَكَ فَإِنَّهُ وَاحِدُ قَوْمِهِ فَإِنْ أَحَبَّ أَنْ تُدْخِلَهُ إِلَيَّ فَأَدْخِلْهُ قَالَ فَوَ اللهِ إِنِّي لَفِي طَوَافِي إِذْ أَقْبَلَ إِلَيَّ رَجُلٌ طَوِيلٌ مِنْ أَجْسَمِ مَا يَكُونُ مِنَ الرِّجَالِ فَقَالَ لِي أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَكَ عَنْ صَاحِبِكَ فَقُلْتُ عَنْ أَيِّ صَاحِبٍ قَالَ عَنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ قُلْتُ مَا اسْمُكَ قَالَ يَعْقُوبُ قُلْتُ وَ مِنْ أَيْنَ أَنْتَ قَالَ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَغْرِبِ قُلْتُ فَمِنْ أَيْنَ أَنْتَ عَرَفْتَنِي قَالَ أَتَانِي آتٍ فِي مَنَامِي الْقَ شُعَيْباً فَسَلْهُ عَنْ جَمِيعِ مَا تَحْتَاجُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُ عَنْكَ فَدُلِلْتُ عَلَيْكَ فَقُلْتُ اجْلِسْ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ حَتَّى أَفْرُغَ مِنْ طَوَافِي وَ آتِيَكَ إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى فَطُفْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَكَلَّمْتُ رَجُلاً عَاقِلاً ثُمَّ طَلَبَ إِلَيَّ أَنْ أُدْخِلَهُ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ ع فَأَخَذْتُ بِيَدِهِ فَاسْتَأْذَنْتُ عَلَى أَبِي الْحَسَنِ ع فَأَذِنَ لِي فَلَمَّا رَآهُ أَبُو الْحَسَنِ ع قَالَ لَهُ يَا يَعْقُوبُ قَدِمْتَ أَمْسِ وَ وَقَعَ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ أَخِيكَ شَرٌّ فِي مَوْضِعِ كَذَا وَ كَذَا حَتَّى شَتَمَ بَعْضُكُمْ بَعْضاً وَ لَيْسَ هَذَا دِينِي وَ لَا دِينَ آبَائِي وَ لَا نَأْمُرُ بِهَذَا أَحَداً مِنَ النَّاسِ فَاتَّقِ اللهَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فَإِنَّكُمَا سَتَفْتَرِقَانِ بِمَوْتٍ أَمَا إِنَّ أَخَاكَ سَيَمُوتُ فِي سَفَرِهِ قَبْلَ أَنْ يَصِلَ إِلَى أَهْلِهِ وَ سَتَنْدَمُ أَنْتَ عَلَى مَا كَانَ مِنْكَ وَ ذَلِكَ أَنَّكُمَا تَقَاطَعْتُمَا فَبَتَرَ اللهُ أَعْمَارَكُمَا فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ فَأَنَا جُعِلْتُ فِدَاكَ مَتَى أَجَلِي فَقَالَ أَمَا إِنَّ أَجَلَكَ قَدْ حَضَرَ حَتَّى وَصَلْتَ عَمَّتَكَ بِمَا وَصَلْتَهَا بِهِ فِي مَنْزِلِ كَذَا وَ كَذَا فَزِيدَ

فِي أَجَلِكَ عِشْرُونَ قَالَ فَأَخْبَرَنِي الرَّجُلُ وَ لَقِيتُهُ حَاجّاً أَنَّ أَخَاهُ لَمْ يَصِلْ إِلَى أَهْلِهِ حَتَّى دَفَنَهُ فِي الطَّرِيقِ» (۱)

---

(۱) بحارالانوار، ج ۷۸، ص ۳۵

آدابِ معاشرت (حصہ نہم حقوق و عقوقِ والدین)

(۱) حقوقِ والدین

والدین کے ساتھ نیکی و حسنِ سلوک کا حکم آیات کی روشنی میں

دینِ مقدسِ اسلام میں والدین کا مقام

قرآنِ پاک میں اللہ رب العزت نے باربار والدین کی اطاعت ، خدمت ، نیکی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، ان آیات میں سے کہ جن میں بہت زیادہ والدین کے ساتھ نیکی اور خدمت کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور خداوندِ عالَم کی عبادت کے بعد فوراً والدین کی خدمت ، نیکی واحسان اور ان کی عزت و احترام کا حکم دیا گیا ہے ذیل میں چند آیات کو ذکر کیا جاتا ہے، جیسا کہ سورہ اسراء آیت ۲۳ اور ۲۴ میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے کہ: اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُن کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور اُن سے بات ادب کے ساتھ کرنا۔

﴿وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلاَّ تَعْبُدُوا اِلاَّ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَاناً اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُلْ لَهُمَا اُفٍّ وَ لاَ تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلاً كَرِيماً﴾

اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی اُن (کے حال) پر رحمت فرما۔

﴿وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾

دین مقدس اسلام میں آیات و روایات کی روشنی میں والدین کے مقام اور مرتبے کو بہت زیادہ بیان کیا گیا ہے اور پھر والدین کے ساتھ نیکی، احسان اور زندگی بھر حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، کئی آیات میں قرآن پاک میں خدا کی ربوبیت اور توحید کو بیان کرنے کے بعد فوراً عظمتِ والدین اور خدمت والدین کو بیان کیا گیا ہے، ان میں سے سورہ مبارکہ اسراء کی آیات میں رب العزت نے مقام اور منزلت والدین اور والدین کے ساتھ حسن سلوک اور اولاد کے وظائف اور ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: تیرے پروردگار نے حکم دیا ہے صرف اسی کی عبادت کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور احسان کرو ﴿وَ قَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ﴾

لفظ «قضاء» لفظ «امر» کی نسبت زیادہ تاکید کا مفہوم رکھتا ہے اور قطعی و محکم فرمان کا معنی دیتا ہے۔ یہ لفظ اس مسئلے میں پہلی تاکید ہے۔

توحید (کہ جو اسلام کی عظیم ترین بنیاد ہے) کے فوراً بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دینا اسلام میں والدین کا مقام و مرتبہ اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کی اہمیت کی دلیل ہے، یہ اس معاملے میں دوسری تاکید ہے۔

لفظ «احسان» یہاں مطلق ہے، اس میں ہر قسم کی نیکی کا مفہوم مضمر ہے، یہ اس معاملے پر تیسری تاکید ہے۔

اسی طرح لفظ (والدین) کا اطلاق مسلمان اور کافر دونوں پر ہوا ہے، یہ لفظ اس معاملے پر چوتھی تاکید ہے۔

لفظ (احسانا) یہاں نکرہ کی صورت میں واقع ہوا ہے؛ جو ایسے مواقع پہ عظمت کے بیان کے لئے آتا ہے۔ یہ پانچویں تاکید ہے۔

اس کے بعد ماں باپ سے حسن سلوک کا ایک واضح مصداق بیان کیا گیا ہے: جب ان دونوں میں سے ایک یا دونوں تیرے پاس بڑھاپے تک پہنچ جائیں اور شکستہ تن ہو جائیں (اس طرح سے

کہ انہیں اب تیری مستقل دیکھ بھال کی احتیاج ہو) تو ان کے لئے کسی طرح سے محبت میں دریغ نہ کرنا اور ان کی تھوڑی سی بھی اہانت نہ کرنا یہاں تک کہ لفظ (اُف) تک بھی منہ سے نہ نکالنا۔

﴿إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ﴾

انہیں جھڑک نہ دینا اور ان کے سامنے بلند آواز سے نہ بولنا( )، بلکہ سنجیدہ، لطیف، کریمانہ، مؤدبانہ اور شریفانہ انداز سے ان سے کلام کرنا۔﴿وَ قُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾۔

اور انتہائی عجز و انکساری سے ان کے سامنے پہلو جھکائے رکھنا ﴿واخفِض لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ اور کہو: پروردگارا اپنی رحمت ان کے شامل حال کر جس طرح کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے ﴿وَ قُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا﴾۔

قرآن میں توحید کے بعد والدین کے ساتھ نیکی کا حکم

قرآنِ پاک کی متعدد آیات میں پروردگارِ عالَم کی توحید و ربوبیت، عبادت و بندگی کے بعد والدین کے ساتھ نیکی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، توحید اور ربوبیتِ پروردگار دین مقدس اسلام کی اساس اور بنیاد ہے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے خدا کی توحید اور عبادت و بندگی کی طرف دعوت دی ہے اور انبیاء کی بعثت کا بنیادی اور اصلی ہدف خدا کی توحید کی طرف دعوت دینا اور لوگوں کو خدا کی عبادت و بندگی کرانا ہے، قرآنِ پاک میں بار بار توحید کے بعد والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کا حکم کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ والدین انسانی زندگی میں توحید کے بعد بنیادی ترین توجہ کا مرکز ہے اور والدین کی ساتھ نیکی کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور شائستہ زندگی کرنا اور پوری زندگی والدین کی خدمت کرتے ہوئے گزار دینا دین اسلام کے بنیادی احکام میں شامل ہے۔

قرآن مجید کی چار سورتوں میں توحید کے بعد فوراً والدین سے حسن سلوک، نیکی اور احسان کا حکم آیا ہے، ان دونوں مسائل کا اکٹھا بیان ہونا یعنی توحید کے بعد ہمیشہ والدین کا ذکر کرنا اس امر کو واضح کرتا ہے کہ اسلام کس

حد تک ماں باپ کے احترام اور تعظیم کا قائل ہے اور اسلام کس قدر خدمتِ والدین کو ضروری قرار دیتا ہے۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۳ میں آیا ہے:

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا، تو چند شخصوں کے سوا تم سب (اس عہد سے) منہ پھیر کر پھر بیٹھے۔

﴿وَ إِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لاَ تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللَّهَ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَ الْيَتَامَىٰ وَ الْمَسَاكِينِ وَ قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً وَ أَقِيمُوا الصَّلاَةَ وَ آتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلاَّ قَلِيلاً مِنْكُمْ وَ أَنْتُمْ مُعْرِضُونَ﴾

اور سورہ نساء کی آیت نمبر ۳۶ میں آیا ہے:

اور خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتے دار ہمسائیوں اور اجنبی ہمسائیوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ خدا (احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور) تکبر و غرور سے پیش آنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

﴿وَ اعْبُدُوا اللَّهَ وَ لاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَ بِذِي الْقُرْبَىٰ وَ الْيَتَامَىٰ وَ الْمَسَاكِينِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ وَ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لاَ يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالاً فَخُوراً﴾

اور سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۵۱ میں آیا ہے:

(اے رسول) کہہ دو کہ (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کر دی ہیں؛ کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ (سے بدسلوکی نہ کرنا بلکہ) حسن سلوک کرتے رہنا اور ناداری (کے اندیشے) سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور بے حیائی کے کام چاہے وہ

ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا اور کسی جان (والے) کو جس کے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر (یعنی جس کا شریعت حکم دے) ان باتوں کی اللہ نے تم کو وصیت کی ہے تاکہ تم کچھ سمجھو۔

﴿قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَ لاَ تَقْتُلُوا أَوْلاَدَكُمْ مِنْ إِمْلاَقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ إِيَّاهُمْ وَ لاَ تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ لاَ تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾

اور سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۲۳ اور ۲۴ میں آیا ہے:

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے بات ادب کے ساتھ کرنا ٥ اور عجز و نیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں (شفقت سے) پرورش کیا ہے تو بھی ان (کے حال) پر رحمت فرما۔

﴿وَ قَضَىٰ رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُوا إِلاَّ إِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلاَهُمَا فَلاَ تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَ لاَ تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَهُمَا قَوْلاً كَرِيماً * وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيراً﴾

ان تمام آیات میں پروردگارِ عالم نے مسئلہ توحید اور اپنی عبادت اور بندگی کے بعد فوراً مقام والدین اور خدمت والدین کا ذکر کیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن پاک میں توحید اور عبادتِ پروردگار کے بعد تمام بشر کے لئے جو حکم خدا کی نگاہ میں سب سے ضروری ہے وہ احترام والدین، اطاعتِ والدین، خدمتِ والدین اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔ اس مسئلہ کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ قرآن میں بھی اور روایات میں بھی صراحت سے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اگر ماں باپ کافر بھی ہوں تب بھی ان کا احترام اور تعظیم بجا لانا نہایت ضروری ہے، جیسا کہ سورہ لقمان کی آیت ۱۵ میں آیا ہے:

اور اگر وہ (تمہارے والدین) تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا

تجھے کچھ بھی علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ ہاں دنیا (کے کاموں) میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری طرف رجوع لائے اس کے رستے پر چلنا پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ تو جو کام تم کرتے رہے میں سب سے تم کو آگاہ کروں گا۔

﴿وَ إِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا وَ اتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾

اس آیت میں پروردگار عالم نے والدین کے ساتھ نہایت شائستہ اور پسندیدہ زندگی کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے: ﴿وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾۔

اور سورہ لقمان کی آیت ۱۴ میں آیا ہے: اور ہم نے انسان کو جسے اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اُٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخرکار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے (اپنے نیز) اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا بھی (کہ تم کو) میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

﴿وَ وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَ فِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَ لِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾

اس آیت میں پروردگار عالم نے اپنی بے شمار اور لاتعداد نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کے بعد فوراً والدین کی خدمات اور انسان کی زندگی میں والدین کے عظیم احسانات اور زحمات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جس طرح میری نعمتوں کا شکر کرنا ضروری ہے اسی طرح عظمت والدین کا اعتراف کرتے ہوئے اور حقوق والدین کو ادا کرتے ہوئے ان کا شکر ادا کرنا اور والدین کی خدمت کرنا تمام انسانوں پر لازم اور ضروری ہے، قرآن نے ماں باپ کی ذرہ بھر بھی بے احترامی اور توہین کی اجازت نہیں دی ہے، والدین کی بے احترامی اور توہین کو اسی طرح عظیم گناہ قرار دیا گیا ہے جس طرح خدا کی ذات میں شریک قرار دینا عظیم گناہ ہے۔ جیسا کہ حضرت امام صادق ؑ کا فرمان ہے:

کوئی چیز اُف (ناراضگی کا معمولی سا اظہار) سے بھی کم ہوتی تو خدا اس سے بھی روکتا اور یہ ماں باپ کی

نافرمانی اور مخالفت کی کم از کم حد ہے اور ان کی طرف غضبناک نگاہ سے دیکھنا بھی بے احترامی میں شامل ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: لَوْ عَلِمَ اللهُ شَيْئاً أَدْنَى مِنْ أُفٍّ لَنَهَى عَنْهُ وَ هُوَ مِنْ أَدْنَى الْعُقُوقِ وَ مِنَ الْعُقُوقِ أَنْ يَنْظُرَ الرَّجُلُ إِلَى وَالِدَيْهِ فَيُحِدَّ النَّظَرَ إِلَيْهِمَا» (۱)

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۳۴۹۔

والدین کے ساتھ نیکی و حسن سلوک کا حکم روایات کی روشنی میں

جس طرح قرآنِ پاک میں اللہ رب العزت نے ہمیشہ والدین کے ساتھ نیکی، حسن سلوک اور ان کی خدمت و عزت اور احترام کرنے کا حکم دیا ہے، اسی طرح معصومینؑ نے بھی اپنی متعدد روایات میں والدین کے ساتھ نیکی، احسان اور ان کی خدمت، عزت اور احترام کرنے کی بار بار تاکید و سفارش کی ہے، انہی روایات میں سے چند اہم روایات کہ جن میں بہت زیادہ والدین کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، بیان کی جاتی ہیں۔

ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ سے پوچھا: خدا کی بارگاہ میں محبوب ترین عمل کیا ہے؟ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: بارگاہِ الٰہی میں محبوب ترین عمل اول وقت میں نماز ادا کرنا، پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا، پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

«سَأَلْتُ النبيَّ صَلَّى اللهُ عليه وسلَّمَ: أيُّ العَمَلِ أحَبُّ إلى الله؟ قالَ: الصَّلاةُ علَى وقْتِها، قالَ: ثُمَّ أيٌّ؟ قالَ: ثُمَّ برُّ الوالِدَيْنِ، قالَ: ثُمَّ أيٌّ؟ قالَ: الجِهادُ في سَبيلِ الله» (۱)

ایک اور مقام پر رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا نماز، روزہ، حج، عمرہ اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے افضل ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: بِرُّ الوَالِدَينِ أَفضَلُ مِنَ الصَّلاةِ وَالصَّومِ وَالحَجِّ وَالعُمرَةِ وَالجِهَادِ فِی سَبِیلِ اللهِ» (۲)

امیر المؤمنینؑ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا عظیم ترین فریضہ ہے۔

«قال امیر المؤمنین: بِرُّ الوَالِدَينِ أكبَرُ فَرِيضَةٍ» (۳)

---

(۱) نہج الفصاحۃ، ص ۲، ح ۱۰۹۵

(۲) الاخلاق والآداب الاسلامیہ، ص ۱۱۹

(۳) غرر الحکم و درر الکلم

باپ سے زیادہ ماں کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید

ہشام بن سالم سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو فرمایا: کہ اپنی ماں کے ساتھ نیکی کر، اس نے کہا پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ نیکی کر، اس نے کہا پھر کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ نیکی کر، پھر اس نے پوچھا کہ کس کے ساتھ نیکی کروں؟ (چوتھی مرتبہ جب پوچھا تو) فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ نیکی کر۔

(اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ جتنی زیادہ تاکید و سفارش ماں کے ساتھ نیکی کرنے کی ہے، اتنی باپ کے ساتھ نہیں ہے، سوال کرنے والے نے پیغمبرؐ کی خدمت میں تین دفعہ ایک ہی سوال دہرایا کہ کس سے نیکی کروں؟ تو پیغمبرؐ تین دفعہ ایک ہی جواب دہراتے رہے کہ اپنی ماں سے نیکی کر، اپنی ماں سے نیکی کر، اپنی ماں سے نیکی کر، لیکن جب چوتھی دفعہ پوچھا تو پھر باپ کا نام لیا۔ یعنی ماں کی خدمت باپ سے تین برابر زیادہ کرنے کا حکم ہے، اگر اس روایت کے الفاظ میں غور کیا جائے تو یہ بات بالکل صاف سمجھ میں آتی ہے۔)

«عَنْ هِشَامِ بْنِ سَالِمٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَبَرُّ قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أُمَّكَ قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ أَبَاكَ» (1)

امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ایک انصاری شخص نے عرض کی کہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟ تو فرمایا: کہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کر، اس نے کہا وہ تو فوت ہو گئے ہیں، پھر فرمایا: کہ اپنے بیٹے سے نیکی کر۔

«عَنْ أَبِي طَالِبٍ رَفَعَهُ إِلَى أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مَنْ أَبَرُّ قَالَ وَالِدَيْكَ قَالَ قَدْ مَضَيَا قَالَ بَرَّ وَلَدَكَ» (2)

---

(1) ایضاً، ج ۲، ص ۱۵۹

(2) ایضاً، ج ۶، ص ۴۹

تین اہم ترین فرائض

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادقؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: تین چیزیں ایسی ہیں جن کو ادا کرنا ہر ایک پر فرض ہے اور کسی کے لئے بھی ترک کرنا جائز نہیں ہے؛

۱) والدین کی فرمانبرداری، چاہے وہ نیک ہوں یا بد۔

۲) عہد و وعدہ کو وفا کرنا، چاہے وہ کسی نیک سے کیا گیا ہو یا بد سے۔

۳) امانت کو واپس کرنا، چاہے وہ کسی نیک کی ہو یا بد کی۔

«قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ :ثَلَاثٌ لَمْ يَجْعَلِ اللهُ لِأَحَدٍ مِنَ النَّاسِ فِيهِنَّ رُخْصَةً بِرُّ الْوَالِدَيْنِ بَرَّيْنِ كَانَا أَوْ فَاجِرَيْنِ وَ وَفَاءٌ بِالْعَهْدِ لِلْبَرِّ وَ الْفَاجِرِ وَ أَدَاءُ الْأَمَانَةِ إِلَى الْبَرِّ وَ الْفَاجِرِ» (۱)

ایک اور روایت میں امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: تین فرائض کی ادائگی ہر انسان پر اور ہر حال میں لازم وضروری ہے؛

۱) امانت کی ادائگی چاہے وہ امانت کسی نیک کی ہو یا برے کی۔

۲) وعدہ کی وفا چاہے وہ وعدہ نیک انسان سے کیا ہو یا برے سے۔

۳) والدین کی خدمت و نیکی چاہے والدین نیک ہوں یا برے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ: ثَلَاثَةٌ لَا بُدَّ مِنْ أَدَائِهِنَّ عَلَى كُلِّ حَالٍ اَلْأَمَانَةُ إِلَى اَلْبَرِّ وَ اَلْفَاجِرِ وَ اَلْوَفَاءُ بِالْعَهْدِ لِلْبَرِّ وَ اَلْفَاجِرِ وَ بِرُّ اَلْوَالِدَيْنِ بَرَّيْنِ كَانَا أَوْ فَاجِرَيْنِ» (۲)

حضرت امام صادق علیہ السلام والدین کے اہم ترین حقوق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تمام اولادوں پر ان کے والدین کے تین حقوق واجب وضروری ہیں؛

---

(۱) الخصال، ج۱، ص۱۲۸

(۲) مستدرک الوسائل، ج۱۵، ص۱۷۸

۱)ہمیشہ والدین کی قدر دانی اور شکریہ ادا کرنا۔

۲)ہر حال میں والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔

۳)والدین کے ساتھ خیر خواہی اور ہمیشہ ان کی بھلائی کی فکر میں رہنا۔

«قال الصادق(ع)؛ وَ يَجِبُ لِلْوَالِدَيْنِ عَلَى الْوَلَدِ ثَلاثَةُ أَشْيَاءَ شُكْرُهُمَا عَلَى كُلِّ حَالٍ وَ طَاعَتُهُمَا فِيمَا يَأْمُرَانِهِ وَ يَنْهَيَانِهِ عَنْهُ فِي غَيْرِ مَعْصِيَةِ اللهِ وَ نَصِيحَتُهُمَا فِي السِّرِّ وَ الْعَلَانِيَةِ» (۱)

(۱)بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۲۳۹

دنیا و آخرت دونوں میں والدین کے ساتھ نیکی اور خدمت کے فوائد و آثار

ماں باپ کی خدمت کرنے اور ان کے ساتھ نیکی وشائستہ زندگی گزارنے کے روایات میں عظیم آثار و فوائد ذکر ہوئے ہیں، انہی آثار میں سے چند اہم ترین دنیوی و اخروی آثار کو معصومین علیہم السلام کی روایات کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے، تا کہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اطاعت و خدمت و احسانِ والدین دنیا و آخرت دونوں کی سعادت و کامیابی میں کس قدر مؤثر ہے؛

۱. والدین کے ساتھ نیکی طولِ عمر اور کامیابی کا سبب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے بھی اپنے والدین کے ساتھ نیکی کی اُس کے لئے خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ فرمادیتا ہے۔

«عنه صلى الله عليه و آله : مَن بَرَّ والِدَيهِ طُوبى لَهُ ، زادَ اللهُ في عُمرِهِ» (۱)

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: پوشیدہ طور پر صدقہ دینا خداوند عالم کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور والدین کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنا عمر میں اضافے کا سبب ہیں۔

«عَنْ جَابِرٍ عَنِ اَلْوَصَّافِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: صَدَقَةُ اَلسِّرِّ تُطْفِئُ غَضَبَ اَلرَّبِّ وَ بِرُّ اَلْوَالِدَيْنِ وَ صِلَةُ اَلرَّحِمِ يَزِيدَانِ فِي اَلْأَجَلِ» (۲)

ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اُس کی عمر میں اضافہ ہو اور اس کے رزق میں فراوانی آئے تو اُسے چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے۔

«عَنِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ :مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُمَدَّ لَهُ فِي عُمُرِهِ وَ يُبْسَطَ رِزْقُهُ فَلْيَصِلْ أَبَوَيْهِ وَ لْيَصِلْ ذَا رَحِمِهِ» (۳)

---

(۱) الترغیب والترھیب، ج۳، ص۳۱۷،۱۷
(۲) بحار الانوار، ج۷۱، ص۸۲
(۳) مستدرک الوسائل، ج۱۵، ص۲۰۲

ایک اور روایت جو حنان بن سدیر سے نقل ہوئی ہے، کہتے ہیں کہ ہم میسر کے ساتھ حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں تشریف فرما تھے، کہ صلہ رحم کے بارے میں گفتگو شروع ہوگئی، حضرت علیہ السلام نے میسر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے میسر! تمہاری موت ایک دو دفعہ سے کہیں زیادہ آئی لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے واپس پلٹا دیا اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ تم صلہ رحمی کرتے تھے اور اگر چاہتے ہو کہ اسی طرح تمہاری موت میں تاخیر ہوتی رہے اور عمر میں اضافہ ہوتا رہے تو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرتے رہو۔

«عَنْ حَنَانِ بْنِ سَدِيرٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ فِينَا مُيَسِّرٌ. فَذَكَرَ وَاصِلَةَ الْقَرَابَةِ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا مُيَسِّرُ قَدْ حَضَرَ أَجَلُكَ غَيْرَ مَرَّةٍ وَ لَا مَرَّتَيْنِ كُلُّ ذَلِكَ يُؤَخِّرُ اللهُ أَجَلَكَ لِصِلَتِكَ قَرَابَتَكَ وَ إِنْ كُنْتَ تُرِيدُ أَنْ يُزَادَ فِي عُمُرِكَ فَبَرَّ شَيْخَيْكَ يَعْنِي أَبَوَيْهِ» [1]

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ: بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک انسان کی عمر میں سے صرف تین سال باقی رہ جاتے ہیں، لیکن صلہ رحمی اور والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اُن تین سالوں کو تیس سالوں میں تبدیل فرمادیتا ہے اور اس کے برعکس کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کی عمر میں تیس سال باقی ہوتے ہیں، لیکن اُس کے قطع رحمی کرنے اور والدین کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے اُس کے تیس سال کو اللہ تعالیٰ تین سالوں میں تبدیل فرمادیتا ہے۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: میں نے خواب کے عالَم میں ایک مرد کو دیکھا کہ جس کے پاس ملک الموت قبضِ روح کی خاطر پہنچ چکا تھا، لیکن ملک الموت کے آگے والدین کے ساتھ کی گئی نیکی آگئی، جس کی وجہ سے ملک الموت واپس پلٹ گیا۔

«انّه ربّما كان قد بقى من عمر الانسان ثلث سنين ثم انّه يحسن الى والديه و يصل أرحامه فيؤخّره الله الى ثلثين سنه و انّ منهم من يبقى من عمره ثلاثون سنه ثم انّه يقطع أرحامه أو يعق والديه فيمحو الله سبحانه الثلاثين و يثبت مكانها ثلاث سنين، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ رَجُلاً قَدْ أَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ لِقَبْضِ رُوحِهِ فَجَاءَهُ بِرُّ وَالِدَيْهِ فَمَنَعَهُ مِنْهُ» [2]

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۸۴

(۲) ـ انوار النعمانیہ، ج ۳، ص ۸۵ (نور فی عقوق الوالدین و قطع رحم)؛ روضۃ الواعظین، ج ۲، ص ۳۶۷

۲. ہر نگاہ پر ایک حج مقبول کا ثواب

دینِ مقدس اسلام میں حج ایک انتہائی عظیم اور پُر فضیلت عبادت ہے، جس عبادت کے لئے ہر مؤمن کی تمنااور خواہش ہے، پروردگارِ عالَم نے اس عظیم عبادت کا ثواب اور مؤمنین کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے والدین کی طرف محبت اور اُلفت کے ساتھ ہر نگاہ کے لئے ایک مقبول حج کا ثواب رکھ دیا ہے۔ جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے؛ کوئی بھی نیک وصالح بیٹا ایسا نہیں ہے جو اپنے والدین کو رحمت ومحبت کی نگاہ سے دیکھے اور اللہ تعالیٰ اُسے ہر نظر کے بدلہ میں ایک مقبول ومبرور حج کا ثواب عطا نہ فرمائے، (یعنی جب بھی کوئی فرزند اپنے والدین کو محبت ورحمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ایک مبرور ومقبول حج کا ثواب عطا فرماتا ہے)، تو اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگرچہ کہ وہ ایک دن میں سو مرتبہ بھی دیکھے ؟ تو فرمایا کہ ہاں، اللہ اس سے بھی بڑا اور پاک وطیب ہے۔ (اگر سو مرتبہ دیکھے گا تو ہر دیکھنے کے لئے الگ الگ حج کا ثوب عطا فرمائے گا، اس لئے کہ اللہ کا خزانہ نامحدود اور بے نہایت ہے)۔

«عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَا وَلَدٌ بَارٌّ نَظَرَ إِلَى أَبَوَيْهِ بِرَحْمَةٍ إِلاَّ كَانَ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حِجَّةٌ مَبْرُورَةٌ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَ إِنْ نَظَرَ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِائَةَ نَظْرَةٍ قَالَ نَعَمْ اللهُ أَكْبَرُ وَ أَطْيَبُ» [1]

۳. نیک اولاد کا مسکن جنت اور بد کا جہنم

حضور ﷺ نے فرمایا: اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو تا کہ بہشت کو اپنا مسکن بناؤ اور اگر نافرمان وجفاکار بنوگے تو جہنم کو اپنا ٹھکانہ پاؤ۔

«عَنْ أَبِي اَلْحَسَنِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :كُنْ بَارّاً وَ اِقْتَصِرْ عَلَى اَلْجَنَّةِ وَ إِنْ كُنْتَ عَاقّاً فَظّاً فَاقْتَصِرْ عَلَى اَلنَّارِ» [2]

---

(۱) بحار الانوار ج ۷۱، ص ۷۳

(۲) الکافی ج ۲، ص ۳۴۸

۴. والدین کے ساتھ نیکی و خدمت پر رسولِ اکرم ﷺ کی تین ضمانتیں

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ جو کوئی بھی مجھے والدین کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کی ضمانت دے، تو میں اُسے تین چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں؛

۱) رزق وروزی میں فراوانی کی ضمانت۔

۲) طولِ عمر کی ضمانت۔

۳) اپنے قوم وقبیلہ میں محبوب ترین ہونے کی ضمانت۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :مَنْ يَضْمَنْ لِي بِرَّ الْوَالِدَيْنِ وَ صِلَةَ الرَّحِمِ أَضْمَنْ لَهُ كَثْرَةَ الْمَالِ وَ زِيَادَةَ الْعُمُرِ وَ الْمَحَبَّةَ فِي الْعَشِيرَةِ» (۱)

۵. والدین کی رضایت جنت کے دروازے کھلنے کا سبب

سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی اس حال میں صبح کرے کہ اُس کے ماں اور باپ دونوں اُس سے راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ اُس فرزند کے لئے دو باب بنائے گا جو جنت کی طرف کھلیں گے اور اگر ماں باپ میں سے کوئی ایک راضی ہو تو ایک باب کھلے گا۔

«عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ :مَنْ أَصْبَحَ مَرْضِيّاً لِأَبَوَيْهِ أَصْبَحَ لَهُ بَابَانِ مَفْتُوحَانِ إِلَى الْجَنَّةِ وَ إِنْ كَانَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا فَبَابٌ وَاحِدٌ» (۲)

۶. والدین کے ساتھ نیکی موت کی سختی اور فقر سے نجات کا سبب

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص بھی یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کے سخت ترین مرحلے میں اُس کے لئے سکراتِ موت کو آسان فرمائے تو اُسے چاہئے کہ دو کام کرے؛

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج۱۵، ص۱۷۶

(۲) مستدرک الوسائل، ج۱۵، ص۱۷۵

۱) اپنے رشتے داروں کے ساتھ میل جول اور صلہ رحمی رکھے۔

۲) اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے۔

پس جو بھی اس طرح ہو تو اللہ تعالیٰ ایک تو اُسے سکراتِ موت کی سختی سے نجات عطا فرمائے گا اور دوسرا کبھی بھی اس کی زندگی میں فقر و غربت کا گذر نہ ہو گا۔

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُخَفِّفَ اللهُ عَنْهُ سَكَرَاتِ اَلْمَوْتِ فَلْيَكُنْ بِقَرَابَتِهِ وَصُولاً وَ بِوَالِدَيْهِ بَارّاً فَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ هَوَّنَ اللهُ عَلَيْهِ سَكَرَاتِ اَلْمَوْتِ وَ لَمْ يُصِبْهُ فِي حَيَاتِهِ فَقْرٌ أَبَداً» (۱)

۷۔ والدین کے ساتھ نیکی قیامت کے دن سرداری کا سبب

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نیک لوگوں کا سردار قیامت کے دن وہ شخص ہو گا جس نے اپنے والدین کے مرنے کے بعد اُن کے ساتھ نیکی کی ہو۔ (اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ والدین کی زندگی میں انہیں ستاتے رہیں اور اُن کی نافرمانی کرتے رہیں، پھر مرنے کے بعد اُن کے ساتھ نیکی کریں۔ بلکہ اِس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی میں تو والدین کی خدمت اور فرمانبرداری کرتا رہا ہو، لیکن اُن کے مرنے کے بعد اُنہیں اس طرح بھول جائے کہ جیسے اُن کے والدین تھے ہی نہیں، ان کی مغفرت کے لئے دعاء ان کی قضا نماز، ان کا قرض اور دیگر واجبات کو ادا ہی نہ کرے، نہیں اس طرح کا فرزند نیک لوگوں کا سردار نہیں ہے، بلکہ جسطرح والدین کی زندگی میں فرمانبردار رہا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد بھی فرمانبرداری اختیار کرے اور ان کے واجبات کو ادا کرے اور کبھی ان کو فراموش نہ کرے، تو ایسا شخص دنیا میں بھی سید و سردار ہے اور آخرت میں بھی۔)

«عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ

(۱) بحار الانوار، ج۷۱، ص۶۵

آلِهِ: سَيِّدُ الْأَبْرَارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَجُلٌ بَرَّ وَالِدَيْهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا» (۱)

۸. والدین کی ایک دن کی خوشی ایک سال کے جہاد سے بہتر

جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں جہاد کی طرف رغبت رکھتا ہوں اور جہاد میں خود کو نشاط پاتا ہوں، پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: پس تو خدا کی راہ میں جہاد کرو، اگر قتل ہو گئے تو خدا کی بارگاہ میں زندہ شمار کئے جاؤ گے اور روزی بھی پاؤ گے اور اگر ایسے ہی مر جاؤ تو اس کا اجر خداوند تعالیٰ پر ہے اور اگر زندہ واپس لوٹ آئے تو اس حال میں گناہوں سے پاک ہو کر آؤ گے جیسے کہ پیدا ہونے کے دن پاک تھے، پھر عرض کیا کہ: یا رسول اللہ ﷺ لیکن میرا ایک باپ اور ایک ماں ہیں جو بوڑھے ہیں اور وہ اپنے دل میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ مجھ سے مانوس ہیں اور محبت رکھتے ہیں اور وہ یہ نہیں چاہتے کہ میں اُن سے جدا ہوں اور جہاد میں جاؤں، تو پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر اس طرح ہے تو پھر تم اپنے ماں باپ کے ساتھ ہی رہو، کیونکہ مجھے اُس ذاتِ حق کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کہ بے شک اُن کا تم سے ایک شب و روز کا مانوس ہونا (اور تمہاری ان کی خدمت کرنا) تمہارے لئے ایک سال کے جہاد کرنے سے بہتر ہے۔

«عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: أَتَى رَجُلٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي رَاغِبٌ فِي الْجِهَادِ نَشِيطٌ قَالَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَجَاهِدْ فِي سَبِيلِ اللهِ فَإِنَّكَ إِنْ تُقْتَلْ تَكُنْ حَيّاً عِنْدَ اللهِ تُرْزَقُ وَ إِنْ تَمُتْ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُكَ عَلَى اللهِ وَ إِنْ رَجَعْتَ رَجَعْتَ مِنَ الذُّنُوبِ كَمَا وُلِدْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي وَالِدَيْنِ كَبِيرَيْنِ يَزْعُمَانِ أَنَّهُمَا يَأْنَسَانِ بِي وَ يَكْرَهَانِ خُرُوجِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقِرَّ مَعَ وَالِدَيْكَ فَوَ الَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأُنْسُهُمَا بِكَ يَوْماً وَ لَيْلَةً خَيْرٌ مِنْ جِهَادِ سَنَةٍ» (۲)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۸۶

(۲) ایضاً، ص ۵۲

9. والدین کی خدمت جنت کی ضمانت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جس شخص میں بھی یہ چار صفات ہوں گی تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرے گا:

۱) جو یتیم کی کفالت اور سرپرستی کرے۔ ۲) ضعیف وناتواں پر رحم کرے۔

۳) اپنے والدین کے ساتھ شفقت کرے۔ ۴) اپنے خادم اور غلاموں کے ساتھ نرمی اور محبت کرے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتاً فِي اَلْجَنَّةِ مَنْ آوَى اَلْيَتِيمَ وَ رَحِمَ اَلضَّعِيفَ وَ أَشْفَقَ عَلَى وَالِدَيْهِ وَ رَفَقَ بِمَمْلُوكِهِ» (۱)

۱۰. والدین کی رضا اللہ کی رضا اور والدین کا غضب اللہ کا غضب

ہر مؤمن کی کوشش اور خواہش اللہ کی رضا اور خوشنودی کو پانا اور اللہ کی ناراضگی اور غضب سے دور رہنا ہے، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی رضا کو پانے کا آسان طریقہ تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ اُس شخص سے راضی ہوتا ہے جس سے اُس کے ماں باپ راضی ہوں اور اُس شخص سے ناراض ہوتا ہے جس سے اُس کے والدین ناراض ہوں۔

«قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: رِضَى اللهِ مَعَ رِضَى اَلْوَالِدَيْنِ وَ سَخَطُ اللهِ مَعَ سَخَطِ اَلْوَالِدَيْنِ» (۲)

۱۱. والدین کی اطاعت ایمان کی نشانی

قرآنِ پاک میں تین اطاعتوں کو تمام انسانوں پر واجب قرار دیا گیا ہے، اللہ کی اطاعت ، رسولؐ کی اطاعت اور آئمہ علیہم السلام کی اطاعت، احادیث میں والدین کی اطاعت کو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی طرح لازم اور ضروری قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ محمد ابن مروان نے کہا میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

(۱) ایضاً ج ۲، ص ۲۰

(۲) ایضاً ج ۱، ص ۸۰

سے سنا کہ فرما رہے تھے: ایک شخص رسولِ خدا ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ مجھے نصیحت فرمائیں، تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دینا اگرچہ کہ تمہیں آگ میں جلایا ہی کیوں نہ جائے، یا کوئی اور عذاب دیا جائے، لیکن تمہارا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہونا چاہئے، اپنے والدین کے ساتھ ہمیشہ نیکی کرتے رہو، اُن کی اطاعت ہمیشہ کرتے رہو، چاہے وہ زندہ ہوں تب بھی اور اگر فوت ہو جائیں تب بھی، اگر وہ تمہیں یہ حکم دیں کہ اپنے مال اور اہل وعیال کی قربانی دو تو ضرور ایسا ہی کرو، اس لئے کہ والدین کے فرمان پر عمل کرنا ایمان کی نشانی ہے۔

«عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مَرْوَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: إِنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَوْصِنِي فَقَالَ: لَا تُشْرِكْ بِاللهِ شَيْئاً وَ إِنْ حُرِّقْتَ بِالنَّارِ وَ عُذِّبْتَ إِلاَّ وَ قَلْبُكَ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَ وَالِدَيْكَ فَأَطِعْهُمَا وَ بَرَّهُمَا حَيَّيْنِ كَانَا أَوْ مَيِّتَيْنِ وَ إِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَ مَالِكَ فَافْعَلْ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ» (۲)

۱۲. والدین کے فرائض کو انجام دینا خیر کثیر کا سبب

والدین کے حقوق میں سے ایک اہم ترین حق، والدین کے اُن فرائض وواجبات کو ادا کرنا ہے جو والدین اپنی زندگی میں ادا نہ کر سکے، چاہے وہ قضا نمازیں ہوں یا لوگوں کا قرض ہو، لوگوں کی امانتیں ہوں یا واجب حج و دیگر فرائض جو ان کے ذمہ میں رہ گئے ہوں، اُن کا ادا کرنا اولاد کے لئے ضروری ہے تا کہ والدین کے لئے برزخ وقیامت میں کسی قسم کے عقاب وعذاب کا سامنا نہ ہو، پھر فرائض کی ادائیگی کے بعد والدین کے ایصال ثواب کے لئے نیکی وخیرات اور اچھے کاموں کو انجام دینا ہے۔

جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگوں میں سے کس کو کس چیز نے روکا ہے کہ وہ اپنے زندہ اور مردہ والدین کے ساتھ نیکی کرے، کہ اُن کی طرف سے نمازیں پڑھے، ان کے لئے صدقہ دے، ان کی خاطر روزہ رکھے، تو پس جو کچھ وہ اپنے والدین کے لئے عمل کرے گا، اس عمل کرنے والے کو بھی اُسی طرح

---

(۲) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۸

ثواب عطا ہو گا جس طرح کہ والدین کو پہنچے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے والدین کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کی خاطر اُس کے نیک اعمال میں بہت زیادہ اضافہ اور خیر کثیر عطا فرمائے گا۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: مَا يَمْنَعُ الرَّجُلَ مِنْكُمْ أَنْ يَبِرَّ وَالِدَيْهِ حَيَّيْنِ وَ مَيِّتَيْنِ يُصَلِّي عَنْهُمَا وَ يَتَصَدَّقُ عَنْهُمَا وَ يَصُومُ عَنْهُمَا فَيَكُونُ الَّذِي صَنَعَ لَهُمَا وَ لَهُ مِثْلُ ذَلِكَ فَيَزِيدُهُ اللهُ بِبِرِّهِ وَ صِلَتِهِ خَيْراً كَثِيراً» (۱)

۱۳. والدین کی خدمت تمام گناہوں کا کفارہ

حضرت امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسولؐ مجھ سے بہت قبیح افعال اور گناہ سرزد ہوئے ہیں، کیا میرے لئے توبہ کی کوئی راہ ہے، تا کہ میرے گناہ معاف ہو جائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں تو اس شخص نے کہا میرا والد زندہ ہے، تو آپ نے فرمایا چلے جاؤ اور اپنے والد کے ساتھ نیکی کرو اور اُن کی خدمت انجام دو، یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کا سبب ہے، جب یہ شخص چلا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے کاش کہ اس کی ماں زندہ ہوتی۔

(یعنی ماں کی خدمت باپ کی خدمت سے زیادہ موثر ہے، اسی وجہ سے روایات میں ماں کے ساتھ بہت زیادہ نیکی اور احسان کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ انسان کی زندگی میں ماں کی خدمت اور زحمتیں بھی بہت زیادہ ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے ماں کا حق روایات میں باپ سے زیادہ بیان کیا گیا ہے۔)

«عَنْ حَكَمِ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا مِنْ عَمَلٍ قَبِيحٍ إِلَّا قَدْ عَمِلْتُهُ فَهَلْ لِي مِنْ تَوْبَةٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَهَلْ مِنْ وَالِدَيْكَ أَحَدٌ حَيٌّ قَالَ أَبِي قَالَ فَاذْهَبْ فَبَرَّهُ قَالَ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَوْ كَانَتْ أُمُّهُ» (۲)

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۹

(۲) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۸۲

۱۴. ہر جمعہ والدین کی قبر کی زیارت کرنے کا ثواب

ایک اور حدیث میں رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ جو کوئی بھی ہر جمعہ کو اپنے والدین کی قبر پر جا کر ان کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کو نیک و صالح اولاد میں شامل کر دیتا ہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ زَارَ قَبْرَ أَبَوَيْهِ أَوْ أَحَدِهِمَا فِي كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهُ وَ كُتِبَ بَرّاً» (۱)

۱۵. والدین کے ساتھ نیکی اور خدمت خدا کی معرفت کی دلیل

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی اور اُن کی خدمت کرنا پروردگار کی معرفت اور شناخت کی دلیل ہے، جو شخص واقعی معرفتِ پروردگار کا مالک ہے اور خدا کا مُطیع ہے وہ یقیناً حکم خدا پر عمل کرتے ہوئے والدین کے ساتھ نیکی کرتا ہے اور پوری زندگی اُن کی خدمت میں گزار دیتا ہے، لہٰذا مولاؑ نے والدین کی خدمت کی تاثیر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: خدا کی رضا اور خوشنودی کو پانے میں سب سے موثر ترین عمل والدین کا احترام اور اُن کی خدمت کرنا ہے۔

«قَالَ الصادِقُ عليه السلام: بِرُّ الْوالِدَيْنِ مِنْ حُسْنِ مَعْرِفَةِ الْعَبْدِ بِاللهِ إِذْ لا عِبادَةَ أَسْرَعُ بُلُوغاً بِصاحِبِها إِلى رِضَى اللهِ مِنْ حُرْمَةِ الْوالِدَيْنِ الْمُسْلِمَيْنِ لِوَجْهِ اللهِ تَعالى» (۲)

۱۶. والدین کی خدمت تقدیر کو بدل دیتی ہے

والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ نیکی کرنا ان عظیم عبادات میں شامل ہے جو انسان کی تقدیر کو بدل دیتی ہیں اور دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی کی ضمانت ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: واقعی مستحق کو صدقہ دینا، لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا، ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ نیکی کرنا، صلہ رحمی کے فریضے کو ادا کرتے ہوئے رشتے داروں سے رابطہ رکھنا، بدبختی اور شقاوت کو خوشبختی و سعادت میں تبدیل کر دیتا ہے اور

---

(۱) ایضاً، ج ۸۶، ص ۳۵۹؛ مستدرک الوسائل، ج ۲، ص ۳۶۵

(۲) بحارالانوار، ج ۷۴، ص ۷۷

مزید فرمایا: یہ چیزیں انسان کی عمر میں اضافے کا سبب ہیں اور ناگہانی حوادث وبلاؤں سے محفوظ رکھتی ہیں۔

«قال رسول الله ﷺ: اَلصَّدَقَةُ عَلى وَجهِها و اصطِناعُ المَعروفِ وَ بِرُّ الوالِدَينِ و صِلَةُ الرَّحِمِ تُحَوِّلُ الشَّقاءَ سَعادَةً وَ تَزيدُ فِى العُمرِ وَ تَقى مَصارِعَ السُّوءِ» (۱)

۱۷. والدین کی خدمت اہم ترین فرض کی ادائیگی

والدین کی خدمت واطاعت اور ان کے ساتھ نیکی واحسان کرنا اہم ترین فرائض میں شامل ہے اور جو شخص والدین کی خدمت اور اطاعت اور ان کے ساتھ نیکی واحسان کرتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے تو گویا اس نے اپنے اہم ترین فرض کی ادائیگی کو انجام دیا ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا بہت بڑا فریضہ ہے۔

«قال امیر المؤمنین: بِرُّ الوالِدَينِ اَكبَرُ فَريضَةٍ» (۲)

۱۸. والدین کے ساتھ نیکی افضل ترین تقرّبِ خدا ہے

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جناب ہشام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے ہشام افضل ترین چیز کہ جس کے ذریعے سے انسان قرب خدا کو حاصل کر سکتا ہے، وہ اللہ جل جلالہ کی معرفت کے بعد نماز پڑھنا، والدین کے ساتھ نیکی واحسان کرنا، حسد وعجب وفخر وتکبر کو ترک کرنا ہے۔

«وَصِيَّتُهُ عَلَيهِ السَّلامُ لِهِشامٍ ... يا هِشامُ اَفضَلُ ما يَتَقَرَّبُ بِهِ العَبدُ اِلَى اللهِ بَعدَ المَعرِفَةِ بِهِ الصَّلاةُ وَ بِرُّ الوالِدَينِ وَ تَركُ الحَسَدِ وَ العُجبِ وَ الفَخرِ...» (۳)

۱۹. والدین کو خوشحال رکھنا عمر میں اضافے کا سبب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں اضافہ فرمائے تو اپنے والدین کو خوش رکھو۔

---

(۱) نہج الفصاحہ ص ۵۴۹، ح ۱۸۶۹

(۲) غرر الحکم و درر الکلم

(۳) بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۲۹۶

«قَالَ اَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ : اِنْ اَحبَبتَ اَنْ یَزِیدَ اللهُ فی عُمُرِكَ فَسُرَّ اَبَوَیكَ» (۱)

۲۰. والدین کی خدمت اولاد کی خدمت کا سبب

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو تا کہ تمہارے بچے تمہارے ساتھ نیکی کریں اور دوسرے لوگوں کی عورتوں کی عزت کرو تاکہ دوسرے لوگ تمہاری عورتوں کی عزت کریں۔

«الإمامُ الصّادقُ علیه السلام : بِرُّوا آباءَكُمْ یَبِرَّكُمْ اَبناؤُكُمْ وَ عِفُّوا عَنْ نِساءِ النّاسِ تَعِفَّ نِساؤُكُمْ» (۲)

اور مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی شخص اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرے گا، تو اس کی اولاد اس سے نیکی کرے گی۔

«وَ قَالَ امیرُ المؤمنین: مَنْ بَرَّ وَالِدَیْهِ بَرَّهُ وَلَدُهُ» (۳)

۲۱. والدین کی خدمت افضل ترین عبادت

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خداوندِ عالم کے نزدیک محبوب ترین عمل نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا، پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔

«قَالَ رسول الله ﷺ: اَحَبُّ الاعمالِ اِلَی اللهِ الصَّلاةُ لِوَقتِها ثُمَّ بِرُّ الوالِدَین ثُمَّ الجِهادُ فی سَبیلِ اللهِ» (۴)

۲۲. والدین کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا عبادت ہے

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرزند کا اپنے والدین کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا عبادت ہے۔

«قَالَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ :نَظَرُ الْوَلَدِ اِلَی وَالِدَیْهِ حُبّاً لَهُمَا عِبادَةٌ» (۵)

---

(۱) وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۷۲ ۳؛ بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۸۱

(۲) میزان الحکمۃ، ج ۱۰، ص ۱۶۷

(۳) مستدرک الوسائل، ج ۱۵، ص ۱۷۸

(۴) نہج الفصاحہ، ج ۱، ص ۱۶۷

(۵) تحف العقول، ص ۳۳؛ کشف الغمہ، ص ۲۳۳؛ بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۳۹

۲۳. والدین کے خدمت گزار عرشِ خدا کے سائے میں ہوں گے

حضرت امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ اپنے پروردگار سے مناجات کی حالت میں تھے کہ اچانک حضرت موسیٰؑ نے ایک مرد کو عرشِ خدا کے سائے میں دیکھا، خداوندِ عالم کی بارگاہ میں عرضدار ہوئے: پروردگارا! یہ کون شخص ہے کہ جو تیرے عرش کے سائے میں سکونت اختیار کئے ہوئے ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو اپنے والدین کی خدمت کرتا ہے اور مہربانی کے ساتھ پیش آتا تھا۔

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: بَيْنَا مُوسَى بْنُ عِمْرَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُنَاجِي رَبَّهُ تَعَالَى إِذْ رَأَى رَجُلاً تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِ اللهِ فَقَالَ يَا رَبِّ مَنْ هَذَا اَلَّذِي قَدْ أَظَلَّهُ عَرْشُكَ فَقَالَ هَذَا كَانَ بَارّاً بِوَالِدَيْهِ وَ لَمْ يَمْشِ بِالنَّمِيمَةِ» [1]

۲۴. والدین کی خدمت جنت میں جانے کا سبب

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن ایک چیز مثل سپر کے مؤمن کی پشت کی جانب سے آئیگی، وہ مؤمن کی پشت پر ہاتھ مارے گی اور اُسے جنت میں لے جائے گی، پھر کہا جائے گا کہ یہ وہ نیکی ہے کہ جو تم اپنے والدین اور رشتے داروں کے ساتھ انجام دیتے تھے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: يَأْتِي يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ شَيْءٌ مِثْلُ اَلْكُبَّةِ فَيَدْفَعُ فِي ظَهْرِ اَلْمُؤْمِنِ فَيُدْخِلُهُ اَلْجَنَّةَ فَيُقَالُ هَذَا اَلْبِرُّ» [2]

۲۵. والدین کی خدمت شیعوں کی صفات میں سے ہے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے شیعہ نہیں ہیں مگر وہ لوگ کہ جو خدا کا خوف رکھتے ہوں، اُس کی اطاعت کرتے ہوں اور ہمارے شیعوں کو تواضع و انکساری، امانت کے اداء کرنے، ذکر کثیر کرنے، روزہ رکھنے، نماز پڑھنے اور والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے پہچانا جائے گا۔

(۱) روضۃ الواعظین، ج ۲، ص ۳۶۷

(۲) اصول کافی، ج ۲ (باب البر بالوالدین)، ص ۱۵۸.

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ لِي: يَا جَابِرُ أَيَكْتَفِي مَنِ اِنْتَحَلَ اَلتَّشَيُّعَ أَنْ يَقُولَ بِحُبِّنَا أَهْلَ اَلْبَيْتِ فَوَ اللهِ مَا شِيعَتُنَا إِلاَّ مَنِ اِتَّقَى اللهَ وَ أَطَاعَهُ وَ مَا كَانُوا يُعْرَفُونَ يَا جَابِرُ إِلاَّ بِالتَّوَاضُعِ وَ اَلتَّخَشُّعِ وَ اَلْأَمَانَةِ وَ كَثْرَةِ ذِكْرِ اللهِ وَ اَلصَّوْمِ وَ اَلصَّلاَةِ وَ اَلْبِرِّ بِالْوَالِدَيْنِ» (۱)

۲۶. صلہ رحمی اور والدین کی خدمت قیامت کے دن آسانی کا سبب

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور دیگر رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا، حساب وکتاب میں آسانی کا سبب ہیں، پھر اس آیت شریفہ کی تلاوت فرمائی: ﴿وَ اَلَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُونَ سُوءَ اَلْحِسَابِ﴾.

«عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: بِرُّ اَلْوَالِدَيْنِ وَ صِلَةُ اَلرَّحِمِ يُهَوِّنَانِ اَلْحِسَابَ ثُمَّ تَلاَ هَذِهِ اَلْآيَةَ ﴿وَ اَلَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُونَ سُوءَ اَلْحِسَابِ﴾» (۲)

۲۷. والدین کی خدمت جہاد کا درجہ رکھتی ہے

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی واحسان کرنا جہاد کے ساقط ہو جانے کا سبب ہے۔ (یعنی اگر دونوں ایک ہی وقت میں ہوں اور ان میں سے کسی ایک کو انجام دینا ہو تو والدین کی خدمت کو ترجیح دی گئی ہے اور اگر کسی پر جہاد واجب ہو اور والدین کی خدمت کرنے کی وجہ سے جہاد میں حاضر نہ ہو سکتا ہو تو اس سے جہاد کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس شخص پر جہاد واجب عینی نہ ہو۔)

«قال رسول الله: برّ الوالدين يجزى عن الجهاد» (۳)

---

(۱) تحف العقول، ص ۲۹۵

(۲) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۹۸؛ الکافی، ج ۲، ص ۷۳

(۳) نہج الفصاحہ، ج ۱، ص ۳۸۲

۲۸. والدین کی خدمت بہترین خوبی

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی واحسان کرنا، بہترین خوبیوں میں سے ہے۔

«الإمامُ عليٌّ عليه السلام: بِرُّ الوالِدَينِ مِن أكرَمِ الطِّباعِ» (۱)

۲۹. ماں باپ کی خدمت زندگی کی لذت

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زندگی کی لذت ماں باپ کی خدمت کرنے میں ہے۔

زندگی کی لذتیں اور خوشیاں ماں باپ کی خدمت اور ان کے ساتھ نیکی میں پوشیدہ ہیں، جو لوگ اپنے والدین کو خوش رکھتے ہیں اور زندگی میں ان کی دعا لیتے ہیں، یہ لوگ زندگی کے تمام میدانوں میں خوشحالی، کامیابی، بہترین مسرت اور لذت کو پاتے ہیں، اس کے مقابل میں وہ لوگ جنہوں نے ماں باپ کی نفرین، بددعا اور ناراضگی کے اسباب فراہم کئے ہیں، وہ دنیا و آخرت دونوں میں ٹھوکریں کھاتے ہیں، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

«لَذَّةُ العَيْشِ فِى البِرِّ بِالوَالِدَيْنِ» (۲)

۳۰. ماں باپ کی خدمت جہنم کی آگ سے ڈھال

ابراہیم بن شعیب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: میرے والد اس قدر بوڑھے اور ناتواں ہو گئے ہیں کہ قضائے حاجت کے لئے بھی اُن کو میں اٹھا کے لے جاتا ہوں، تو امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جتنی تم میں طاقت ہے تو کوشش کرو کہ یہ کام تم خود ہی انجام دیا کرو اور خود ہی اپنے ہاتھ سے اُن کو کھانا کھلایا کرو، تاکہ تمہارا یہ نیک عمل قیامت کے دن جہنم کی آگ کے سامنے سپر اور ڈھال بن جائے اور تمہیں جنت میں لے جائے۔

«عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ :قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ إِنَّ أَبِي قَدْ كَبِرَ جِدّاً وَ ضَعُفَ

---

(۱) عیون الحکم و المواعظ، ص ۲۱۲

(۲) ایضاً، ص ۸۳

فَنَحْنُ نَحْمِلُهُ إِذَا أَرَادَ الْحَاجَةَ فَقَالَ إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَلِيَ ذَٰلِكَ مِنْهُ فَافْعَلْ وَ لَقِّمْهُ بِيَدِكَ فَإِنَّهُ جُنَّةٌ لَكَ غَداً» (۱)

۳۱. خدا کی خاص رحمت و عنایت

حضور ﷺ نے فرمایا: خدا کی خاص رحمت اور عنایت ہے اس شخص پر جو والدین کے ساتھ ان کے نیک کاموں میں ان کی مدد کرے اور اس شخص پر جو اپنے ہمسائے کے نیک کاموں میں اس کی مدد کرے اور اس شخص پر جو اپنے دوست کے نیک کاموں میں اس کی مدد کرے اور اس شخص پر جو اپنے ساتھی کے ساتھ اس کے نیک کاموں میں مدد کرے اور اس شخص پر جو صالح حکمران کے ساتھ ان کی نیکی کے کاموں میں مدد کرے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: رَحِمَ اللهُ امْرَأً أَعَانَ وَالِدَهُ عَلَى بِرِّهِ رَحِمَ اللهُ وَالِداً أَعَانَ وَلَدَهُ عَلَى بِرِّهِ رَحِمَ اللهُ جَاراً أَعَانَ جَارَهُ عَلَى بِرِّهِ رَحِمَ اللهُ رَفِيقاً أَعَانَ رَفِيقَهُ عَلَى بِرِّهِ رَحِمَ اللهُ خَلِيطاً أَعَانَ خَلِيطَهُ عَلَى بِرِّهِ رَحِمَ اللهُ رَجُلاً أَعَانَ سُلْطَانَهُ عَلَى بِرِّهِ» (۲)

(اس فرمان میں نیک کاموں کے ساتھ تعاون اور مدد کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نیک کاموں میں مدد کرنے والوں کے لئے خاص خدا کی عنایت کو قرار دیا گیا، چاہے وہ نیک کام کرنے والے والدین ہوں، یا اولاد ہوں، دوست ہوں یا ساتھی، ہمسایہ ہو یا صالح حکمران، یہ حدیث در حقیقت اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں اللہ رب العزت نے مؤمنین کو ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور دینی و تقویٰ کے کاموں میں تعاون و مدد کرنے کا حکم دیا ہے اور گناہ و ظلم کے کاموں میں تعاون سے منع کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے؛

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ... وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ (المائدة/ ۲)

۳۲. والدین کی دعا اولاد کے لئے مستجاب ہے

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: تین دعائیں ایسی ہیں جو کبھی بھی رد نہیں ہوتیں؛

---

(۱) اصول کافی، ج ۲، ص ۱۶۲

(۲) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۶۵

۱)والدین کی دعا اولاد کے لئے۔

۲)مظلوم کی دعا ظالم کے خلاف۔

۳)اس مؤمن کی دعا جو غائبانہ دوسروں کے لئے دعا کرتا ہے۔

«قَالَ اَلصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلاَمُ: ثَلاَثُ دَعَوَاتٍ لاَ يُحْجَبْنَ عَنِ اللهِ تَعَالَى دُعَاءُ اَلْوَالِدِ لِوَلَدِهِ إِذَا بَرَّهُ وَ دَعْوَتُهُ عَلَيْهِ إِذَا عَقَّهُ وَ دُعَاءُ اَلْمَظْلُومِ عَلَى ظَالِمِهِ وَ دُعَاؤُهُ لِمَنِ انْتَصَرَ لَهُ مِنْهُ وَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ دَعَا لِأَخٍ لَهُ مُؤْمِنٍ وَاسَاهُ فِينَا وَ دُعَاؤُهُ عَلَيْهِ إِذَا لَمْ يُوَاسِهِ مَعَ اَلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ وَ اِضْطِرَارِ أَخِيهِ إِلَيْهِ» (۱)

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: والد کی دعا اولاد کے لئے اس طرح مستجاب ہوتی ہے جس طرح نبی کی دعا اپنی امت کے لئے۔

تقدیر ساز دعاؤں میں سے نبی کی دعا ہے جو کسی کے لئے دعا کردے تو اس کی تقدیر بدل جائے، اسی طرح سے سرورِ کائنات ﷺ نے ماں باپ کی دعا کو بھی ان دعاؤں میں سے قرار دیا ہے، جو انسان کی تقدیر کو بدل دیتی ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ: دُعَاءُ اَلْوَالِدِ لِوَلَدِهِ كَدُعَاءِ اَلنَّبِيِّ لِأُمَّتِهِ» (۲)

والدین کے اہم ترین حقوق کی فہرست

قرآن پاک کی آیات اور معصومین علیہم السلام کی روایات میں والدین کے بہت سارے حقوق کا ذکر آیا ہے، جن کا خیال رکھنا اور ان کو ادا کرنا اولاد کے اہم ترین فرائض میں شامل ہے، والدین کے حقوق میں سے چند اہم ترین حقوق یہ ہیں؛

۱)ہمیشہ والدین کا احترام و تعظیم کرنا۔

---

(۱) ایضاً، ج ۹۰، ص ۳۵۶

(۲) مستدرک الوسائل فی غرر الاخبار، ج ۱، ص ۱۶۲

۲)والدین کو انتہائی مؤدبانہ اور اچھے الفاظ سے پکارنا۔

۳)والدین کی ضروریات واخراجات کو پورا کرنا۔

۴)والدین کے لئے ہمیشہ دُعا کرنا۔

۵)والدین کی رضا وخوشنودی کا ہمیشہ خیال رکھنا۔

۶)والدین کی اطاعت کرنا۔

۷)والدین کی قدر دانی کرنا اور احسان مند رہنا۔

۸)والدین کے ساتھ محبت کرنا۔

۹)والدین کی باتوں پر خاص توجہ دینا۔

۱۰)والدین کے لئے خیر خواہی کرنا اور ان کی بھلائی کے لئے سوچنا۔

(۲) عقوقِ والدین (والدین کی نافرمانی اور عاق ہو جانا)

گناہانِ کبیرہ میں سے ایک گناہ عاقِ والدین ہے

قرآن مجید اور آئمہ معصومین علیہم السلام نے گناہانِ کبیرہ کو مختلف مقامات پر بیان کیا ہے، جن میں سے ایک بہت ہی کبیرہ اور بڑا گناہ جس سے اجتناب نہایت ضروری ہے کہ جس گناہ کے انجام دینے والے کو بدبخت و بد نصیب، شقی و ظالم و ستم گر کہا گیا ہے، وہ عاقِ والدین ہے۔

عاقِ والدین کا معنی و مفہوم

اس بحث میں جانے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم پہلے لفظِ عاق اور پھر عاقِ والدین کے معنیٰ و مفہوم کو سمجھیں، تاکہ ہمارے لئے اس گناہِ کبیرہ سے اجتناب کرنا آسان ہو جائے، لہٰذا یہاں پر چند سوالات ہیں جن کے جواب نہایت ضروری ہیں، عاقِ والدین کسے کہتے ہیں؟ فقہ میں عاقِ والدین کی کیا تعریف کی گئی ہے؟ علمائے اخلاق نے عاقِ والدین کی تعریف اور حقیقت کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ عاقِ والدین کا مصداق کیا ہے؟

لفظِ عاق کا لغوی معنی

«عاق» لغت میں کسی بھی چیز سے رکاوٹ بننا، مخالفت کرنا، کسی بھی کام کو کرنے سے انکار کرنا کے معنٰی میں ہے۔

عاقِ والدین کا اصطلاحی معنٰی علامہ مجلسیؒ کی نظر میں

علامہ مجلسیؒ اپنی معتبر کتاب «بحار الانوار» میں عاقِ والدین کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

«وَالْمُرَادُ بِعُقُوقِ الْوَالِدَيْنِ تَرْكُ الْأَدَبِ لَهُمَا، وَالْإِتْيَانُ بِمَا يُؤْذِيهِمَا قَوْلاً وَفِعْلاً، وَمُخَالَفَتُهُمَا فِي أَغْرَاضِهِمَا الْجَائِزَةِ عَقْلاً وَنَقْلاً، وَقَدْ عُدَّ مِنَ الْكَبَائِرِ وَدَلَّ عَلَىٰ حُرْمَتِهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ» [1]

علامہ مجلسیؒ نے عاقِ والدین کی تعریف کرتے ہوئے بہت ساری چیزوں کو عاقِ والدین میں شمار کیا ہے جن

(۱) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۵۹

میں سے چند یہ ہیں؛

۱) تَرْكُ الأَدَبِ لَهُمَا؛ ماں باپ کا احترام نہ کرنا، ان کی توہین و تحقیر کرنا، اگر کوئی شخص ماں باپ کی توہین و تحقیر کرے اور انتہائی نازیبا جملے کہہ دے تو یہ عاق میں شمار ہے، اسے عاقِ والدین کہا جائے گا۔ اس کے مقابل میں ماں باپ کی عزت کرنا، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان کا احترام کرنا، ان کا کہنا ماننا، ان کے ساتھ مؤدبانہ انداز میں بات کرنا، ان کی عظمت و مقام کا لحاظ رکھنا ضروری اور واجب ہے، جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے: ﴿... وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا﴾ (الإسراء/ ۲۳) اپنے والدین کے ساتھ ان کی شان کے مطابق انتہائی کرامت وبزرگی کے جملے ادا کرو۔

۲) وَالإِتْيَانُ بِمَا يُؤْذِيهِمَا قَوْلاً وَفِعْلاً؛ کسی بھی طریقے سے ماں باپ کو آزار و تکلیف پہنچانا عاق کا سبب ہے، چاہے وہ زبان کے ذریعے سے ہو یا عمل کے ذریعے سے، غلط الفاظ و جملوں کے ذریعے سے ہو یا غلط کردار و افعال کے ذریعے سے، یعنی علامہؒ فرماتے ہیں کہ ایسا کام جو ماں باپ کی اذیت و آزار کا باعث ہو اس کو انجام دینا عاقِ والدین کا سبب بنتا ہے۔

۳) وَمُخَالِفَتِهِمَا فِي أَغْرَاضِهِمَا الجَائِزَةِ عَقلاً وَ نَقلاً؛ ماں باپ کی دل آزاری کرنا، ناراض کرنا، یعنی ہماری مخالفتوں کی وجہ سے اگر ماں باپ ناراض ہو جائیں تو یہ قطعاً عاق والدین کا سبب ہے، عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ عاق کا معنی یہ ہے کہ مُنہ سے والدین کہیں، جیسے مثلاً باپ اپنے بیٹے کو کہے کہ میں نے تم کو عاق کر دیا ہے، یا ماں اس طرح مُنہ سے کہے کہ تجھے عاق کر دیا ہے، تو عاق ہوتا ہے، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے، بلکہ اگر مُنہ سے نہ بھی کہیں اور ان کی دل آزاری کا سبب بننے والے کام کریں یا دل دُکھانے والی باتیں کریں تو خدا کی نظر میں یہ عاقِ والدین شمار ہو گا، لہٰذا خیال رکھنا چاہئے کہ کہیں کسی مقام پر بھی ماں باپ ناراض نہ ہو جائیں، کیونکہ ماں باپ کی ناراضگی خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جاتا ہے۔

۴) وہ شخص بھی عاق والدین میں شامل ہے جو اپنے والدین کی شرعاً و عقلاً جائز خواہشات کے سلسلے میں مخالفت و نافرمانی کرے۔

علامہ مجلسیؒ ان چار چیزوں کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کاموں کو گناہِ کبیرہ میں شمار

کیا ہے اور ان کے گناہِ کبیرہ اور حرام ہونے پر قرآن مجید وروایاتِ معصومین علیہم السلام میں دلیلیں موجود ہیں۔

اسی لئے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ؛

«رِضَی اللهِ مَعَ رِضَی الْوَالِدَیْنِ وَ سَخَطُ اللهِ مَعَ سَخَطِ الْوَالِدَیْنِ» [1]

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ورضایت والدین کی خوشنودی ورضایت میں پوشیدہ ہے اور اسی طرح خداوند تعالیٰ کا غضب اور قہر والدین کی ناراضگی میں پوشیدہ ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمانِ پاک ہے کہ: عقوقِ والدین گناہِ کبیرہ میں سے ہے اور ساتھ یہ علت بھی بیان فرمائی ہے کہ؛ اللہ تعالیٰ نے عاقِ والدین کو معصیت کار بھی کہا ہے اور بدبخت وبدنصیب بھی اور اسی مطلب کی طرف قرآن مجید کی آیات میں سے سورہ مریم میں راہنمائی ملتی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: ﴿وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًا﴾ (مریم/ ۳۲) اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی والدہ کے ساتھ احسان ونیکی کا حکم دیا ہے اور اللہ نے مجھے جبار اور شقی قرار نہیں دیا، یعنی جو شخص اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے وہ خدا کی نظر میں جبار وشقی ہے اور قرآن مجید میں والدین کی نافرمانی کرنے والوں کی تین صفات بیان کی گئی ہیں؛

۱) بہت ظلم کرنے والا اور جبار ہے۔ ۲) معصیت کار ہے۔ ۳) بدبخت وبدنصیب ہے۔

«وَ قَالَ الصَّادِقُ عَلَيهِ السَّلامُ: «عُقُوقُ الْوَالِدَیْنِ مِنَ الْكَبَائِرِ لِأَنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ جَعَلَ الْعَاقَّ عَصِیاً شَقِیاً» [2]

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۸۰

(۲) علل الشرائع، ج ۲، ص ۴۷۹

روایات میں والدین کی نافرمانی اور عاق کے بدترین آثار و نتائج

دنیا میں انسان کی کامیابی کے لئے اور ہر میدان میں انسان کی عزت و آبرو و خوشبختی کے لئے ماں باپ کی دُعا اور ان کی رضا بہت ضروری ہے، جس شخص پر ماں باپ راضی ہیں اس پر خدا کی رحمتیں ہیں، خدا اس کو خصوصی لطف و کرامت سے نوازتا ہے اور دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی و کامرانی عطا فرماتا ہے جبکہ اس کے مقابل میں خدانخواستہ ماں باپ ناراض ہو جائیں تو خدا کی رحمتوں سے دور ہو جاتا ہے اور خاص لطف و کرم سے دنیا و آخرت دونوں میں محروم رہتا ہے اور پھر دونوں جہانوں میں بدبخت و بدنصیب و ناکام ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اہم روایات کی روشنی میں والدین کی نافرمانی اور عاق کے بدترین آثار و نتائج میں سے چند کو ذکر کر رہے ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص والدین کی نافرمانی کرے تو اس کے نتیجے میں اُسے کن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا؛

۱. عاقِ والدین بہشت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ پائے گا

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خبر دار! ماں باپ کی ناراضگی اور دل آزاری سے بچنا کیونکہ بے شک جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کے فاصلے سے سونگھی جانے کے باوجود اس کو عاقِ والدین اور قطع رحمی کرنے والے جہنمی کبھی بھی نہیں سونگھ پائیں گے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي كَلاَمٍ لَهُ: إِيَّاكُمْ وَ عُقُوقَ اَلْوَالِدَيْنِ فَإِنَّ رِيحَ اَلْجَنَّةِ تُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَلْفِ عَامٍ وَ لاَ يَجِدُهَا عَاقٌّ وَ لاَ قَاطِعُ رَحِمٍ وَ لاَ شَيْخٌ زَانٍ وَ لاَ جَارٌّ إِزَارَهُ خُيَلاَءَ إِنَّمَا اَلْكِبْرِيَاءُ لِلَّهِ رَبِّ اَلْعَالَمِينَ» (۱)

اس روایت کی روشنی میں عاقِ والدین کو خدا سے دور ہونے، خدا کی رحمت و جنت سے دور ہونے اور ہمیشہ عذابِ خدا میں مبتلا رہنے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج۲، ص۳۴۹

اور حضرت امام صادق علیہ السلام ماں باپ کی نافرمانی اور عاق کے بُرے آثار و نتائج کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: وہ شخص جو ماں باپ کی نافرمانی کرے، ان کو مارے پیٹے اور دل آزاری کرے تو یہ شخص ملعون ہے ملعون ہے، اس پر خدا کی اور انبیاء و آئمہ معصومین علیہم السلام کی لعنت ہے، اس روایت کو حضرت آیت اللہ دستغیبؒ نے اپنی کتاب «گناہانِ کبیرہ» میں اور علامہ مجلسیؒ نے «بحارالانوار» میں بھی بیان کیا ہے۔ روایت تو بہت طولانی ہے لیکن ہم اس میں سے ایک حصہ یہاں پر پیش کرتے ہیں:

«... مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ ضَرَبَ وَالِدَهُ أَوْ وَالِدَتَهُ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ عَقَّ وَالِدَيْهِ...»[1]

۲. عاقِ والدین دنیا و آخرت دونوں کے عذاب کا مستحق ہے

عاقِ والدین دنیا و آخرت دونوں کے عذاب کا مستحق ہے، یعنی وہ شخص جو اپنے والدین کی نافرمانی کرے یہ نہ تنہا قیامت کے دن عذاب میں گرفتار ہو گا بلکہ اس کی دنیا بھی جہنم بن جائے گی، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

«ثَلَاثَةٌ مِنَ الذُّنُوبِ تُعَجَّلُ عُقُوبَتُهَا فِي الدُّنْيَا لَا يُؤَخَّرُ إِلَى الْآخِرَةِ اَلْعَاقُّ وَالِدَيْهِ وَ الْبَاغِي عَلَى النَّاسِ وَ الْمُجَازِي الْإِحْسَانَ بِكُفْرٍ»[2]

تین ایسے بڑے گناہ ہیں جن کی عقوبت دنیا میں ہی مل جاتی ہے اور قیامت کا انتظار نہیں کیا جاتا:

۱) عقوقِ والدین یعنی والدین کی نافرمانی کرنا۔

۲) لوگوں پر ظلم و ستم کرنا۔

۳) احسان کا بدلہ برائی سے اور احسان کے انکار سے دینا۔

جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ﴾ (الابراہیم / ۷)

---

(۱) بحارالانوار، ج ۷۴، ص ۳۵۳

(۲) تنبیہ الخواطر و نزہۃ النواظر، ج ۲، ص ۷۸

اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو میں تمہاری نعمات میں اضافہ کروں گا اور اگر تم نے کفرانِ نعمت کیا تو میرا عذاب بہت شدید ہے۔ خدا کی نعمت کو خدا کی عنایت نہ سمجھنا اور ان کی قدر نہ کرنا اور مال و دولت کو بے جا اور ناجائز کاموں میں یا فضول خرچ کرنا یہ سب کفرانِ نعمت ہے، پھر یہ لوگ دنیا و آخرت دونوں میں عذابِ خدا میں گرفتار ہوں گے۔

لہٰذا عاقِ والدین خدا کی لعنت اور دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی کا سبب ہے، اس کے مقابل میں ماں باپ کی رضا اور ان کے ساتھ نیکی و احسان کرنا دنیا و آخرت کی خوشحالی، کامیابی اور کامرانی کا سبب ہے۔

۳. عاق والدین دنیا و آخرت میں رحمت خدا سے محروم

حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن چار قسم کے لوگوں پر خداوند عالم نظر رحمت نہیں کرے گا:

۱) عاق والدین۔ ۲) منت گذار اور احسان جتلانے والا۔

۳) قضاو قدر کا منکر۔ ۴) دائم الخمر یعنی ہمیشہ شراب پینے والا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَرْبَعَةٌ لَا يَنْظُرُ اللهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَاقٌّ وَ مَنَّانٌ وَ مُكَذِّبٌ بِالْقَدَرِ وَ مُدْمِنُ خَمْرٍ» [1]

۴. عاق والدین عمر میں کمی کا باعث

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک نیک و صالح انسان کی موت کا وقت آیا اور وہ احتضار کی حالت میں تھا، اس وقت ایک شخص جو کہ عاق والدین تھا اس نیک بندے کے پاس کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنابِ ملک الموت سے فرمایا: اے ملک الموت اس عاق شخص کی کتنی عمر باقی بچی ہے؟ تو ملک الموت نے جواب میں عرض کیا: تیس سال اس کی عمر کے باقی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ وہ تیس سال اس عاق کے کم

(۱) بحار الانوار، ج ۹۳، ص ۱۴۳

کر دو اور اس نیک و صالح بندے کی عمر میں اضافہ کر دو....

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اِحْتَضَرَ رَجُلٌ بَارٌّ فِي جِوَارِهِ رَجُلٌ عَاقٌّ قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لِمَلَكِ الْمَوْتِ يَا مَلَكَ الْمَوْتِ كَمْ بَقِيَ مِنْ أَجَلِ الْعَاقِّ قَالَ ثَلاثُونَ سَنَةً قَالَ حَوِّلْهَا إِلَى هَذَا الْبَارِّ...»[1]

۵. عاق والدین بغیر حساب و کتاب کے جہنم میں جانے کا سبب

حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: تین قسم کے لوگ وہ ہیں جو بغیر حساب و کتاب کے جہنم میں دھکیلے جائیں گے؛

۱) وہ شخص جس کی عمر چالیس سال ہو جائے اور زنا کرے۔

۲) عاق والدین۔ ۳) دائم الخمر۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: ... وَ ثَلاثَةٌ يَدْخُلُونَ النَّارَ بِغَيْرِ حِسَابٍ أُشَمَطُ زَانٍ وَ عَاقُّ الْوَالِدَيْنِ وَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ»[2]

۶. عاق والدین شب قدر میں بھی رحمت و مغفرتِ خدا سے محروم

دینِ مقدس اسلام میں شبِ قدر وہ باعظمت و بافضیلت رات ہے جس میں تقدیریں بدل جاتی ہیں، دعائیں مستجاب ہوتی ہیں، جہنمیوں کو جہنم کی آگ سے آزادی دی جاتی ہے اور خدا کی رحمت و مغفرت تمام انسانوں کو شامل ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود عاق والدین وہ بدبخت و بدنصیب شخص ہے کہ جو اس عظیم رات میں بھی رحمت و مغفرتِ خدا سے محروم رہتا ہے۔

جیسا کہ حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:... اور جب شبِ قدر واقع ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبرائیلؑ کو حکم فرماتا ہے کہ تم ملائکہ کے ایک بڑے اور عظیم لشکر کے ساتھ زمین کی طرف جاؤ اور

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۴، ص ۱۰۳

(۲) ارشاد القلوب، ج ۱، ص ۱۹۶

جناب جبرائیلؑ اپنے ساتھ ایک سبز رنگ کا پرچم لے کر آتے ہیں جس کو خانہ کعبہ پر نصب کرتے ہیں، جنابِ جبرائیلؑ کے چھ سو پر و بال ہیں جن میں سے دو پروں کو وہ کبھی نہیں کھولتے سوائے شبِ قدر کے اور جب شبِ قدر میں وہ دو پر کھولتے ہیں تو مغرب و مشرق سارے کا سارا ان دو پروں میں سما جاتا ہے اور پھر جنابِ جبرائیلؑ تمام ملائکہ کو اس رات میں پوری زمین پر پھیلا دیتے ہیں، پھر اس رات میں وہ ہر کسی کو سلام کرتے ہیں چاہے کوئی کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز میں مشغول ہوں یا نماز کے علاوہ ذکر خدا میں، ان کے ساتھ مصافحہ کرتے ہیں اور جب کوئی دعا مانگتا ہے تو یہ ملائکہ آمین کہتے ہیں، پوری رات ملائکہ کی مومنین کے ساتھ اسی حالت میں گزر جاتی ہے یہاں تک کہ طلوع فجر ہو جاتی ہے، پس جب طلوع فجر ہوتی ہے تو جنابِ جبرائیلؑ تمام فرشتوں کو کہتے ہیں کہ اے فرشتو! چلو اب آسمان کی جانب تو ملائکہ جنابِ جبرائیلؑ سے کہتے ہیں: اے جبرائیلؑ امت محمد ﷺ کے مومنین کے ساتھ آج رات کیا ہوا ہے؟ تو جبرائیلؑ فرماتے ہیں کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس رات میں تمام مومنین کے گناہوں کو بخش دیا ہے اور سب پر نگاہِ کرم و رحمت فرمائی ہے مگر سوائے چند قسم کے لوگوں کو کہ ان کے گناہ اللہ نے معاف نہیں کئے:

۱) جو دائم الخمر ہے۔ ۲) جو عاق والدین ہے۔

۳) جو قطع رحم کرنے والا ہے۔ ۴) جو مومنین کے ساتھ دشمنی رکھنے والا ہے۔

«قَالَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَ آلِهِ وَ سَلَّمَ :.... وَ إِذَا صَارَتْ لَیْلَةُ الْقَدْرِ أَمَرَ اللهُ تَعَالَی جَبْرَئِیلَ أَنْ یَأْتِيَ إِلَی الْأَرْضِ بِجَیْشٍ عَظِیمٍ مِنَ الْمَلَائِکَةِ وَ یَحْمِلُ مَعَهُ رَایَةً خَضْرَاءَ یَنْصِبُهَا فَوْقَ الْکَعْبَةِ الْمُعَظَّمَةِ، وَ لَهُ سِتُّمِائَةِ جَنَاحٍ وَ لَا یَفْتَحُ جَنَاحَیْهِ إِلَّا فِي لَیْلَةِ الْقَدْرِ، وَ حَیْثُ یَفْتَحُ جَنَاحَیْهِ فِي لَیْلَةِ الْقَدْرِ یُغَطِّي مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْغَرْبِ، وَ یَنْشُرُ جَبْرَئِیلُ تِلْكَ الْمَلَائِکَةَ فِي هَذِهِ اللَّیْلَةِ فِي أَطْرَافِ الْأَرْضِ ثُمَّ یُسَلِّمُونَ عَلَی کُلِّ وَ جَالِسٍ مُنْشَغِلٍ بِالصَّلَاةِ وَ ذِکْرِ اللهِ تَعَالَی وَ یُصَافِحُونَهُمْ وَ یُؤَمِّنُونَ عَلَی دَعَوَاتِهِمْ إِذَا دَعَوْا، وَ هُمْ عَلَی هَذِهِ الْحَالَةِ حَتَّی مَطْلَعِ الْفَجْرِ، فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ نَادَی جَبْرَئِیلُ أَنْ أَیَّتُهَا الْمَلَائِکَةُ عُودُوا إِلَی السَّمَاءِ، فَیَقُولُ الْمَلَائِکَةُ: یَا جَبْرَئِیلُ مَا ذَا صَنَعَ اللهُ فِي حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِینَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ؟ فَیَقُولُ جَبْرَئِیلُ: لَقَدْ غَفَرَ اللهُ تَعَالَی ذُنُوبَهُمْ کُلَّهُمْ إِلَّا مُدْمِنَ الْخَمْرِ

أَوْ عَاقَّ ٱلْوَالِدَيْنِ أَوْ قَاطِعَ ٱلرَّحِمِ أَوْ مُعَادِيَ ٱلْمُؤْمِنِينَ» (۱)

۷. حقیقی عاق والدین اور حقیقی فرمانبردار کون ہے؟

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر ایک شخص ماں باپ کی زندگی میں تو ان کا نافرمان وعاق ہو لیکن جب اس کے والدین فوت ہو جاتے ہیں تو ان کی قضا نمازیں، قضا روزے، ان کا قرض اور دیگر نیک کام اپنے والدین کی نیابت میں کرتا ہے اور اگر وہ ہمیشہ اسی طرح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو والدین کا فرمانبردار لکھ دیا جاتا ہے جبکہ اس کے مقابل میں اگر کوئی شخص ماں باپ کی زندگی میں تو بہت فرمانبرداری کرتا ہو، بہت اطاعت گزار ہو لیکن ماں باپ کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی قضا نمازیں، قضا روزے، ان کا قرض اور دیگر جو واجبات ان کے ذمہ میں تھے ان کی طرف توجہ نہ دے اور ادا نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو عاق والدین میں لکھ دیا جاتا ہے۔

«وَ عَنِ ٱلصَّادِقِ عَلَيْهِ ٱلسَّلاَمُ قَالَ: يَكُونُ ٱلرَّجُلُ عَاقّاً لِوَالِدَيْهِ فِي حَيَاتِهِمَا فَيَصُومُ عَنْهُمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا وَ يُصَلِّي وَ يَقْضِي عَنْهُمَا ٱلدَّيْنَ فَلاَ يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُكْتَبَ بَارّاً بِهِمَا وَ إِنَّهُ لَيَكُونُ بَارّاً بِهِمَا فِي حَيَاتِهِمَا فَإِذَا مَاتَ لاَ يَقْضِي دَيْنَهُمَا وَ لاَ يَبَرُّهُمَا بِوَجْهٍ مِنْ وُجُوهِ ٱلْبِرِّ فَلاَ يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُكْتَبَ عَاقّاً» (۲)

۸. عاق والدین ہرگز قابل مغفرت نہیں

حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے اپنی عزت و جلال و بلند وبالا مقام کی قسم کہ اگر کوئی عاق والدین تمام انبیاء کے اعمال کے برابر بھی عمل کرے تو میں اس کے عمل کو قبول نہیں کروں گا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں جو چیز لکھی وہ یہ تھی کہ بتحقیق میں ہی اللہ ہوں اور میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور وہ شخص کہ جس سے اس کے والدین راضی ہوں تو میں بھی راضی ہو

---

(۱) زاد المعاد، ج ۱، ص ۱۲۳

(۲) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۸۳

جاؤں گا اور وہ شخص کہ جس سے اس کے والدین ناراض ہوئے تو میں بھی ناراض ہو جاؤں گا۔

«وَوَرَدَ فِي بَعْضِ الأَخْبَارِ القُدسِيَّةِ: بِعِزَّتِي وَجَلَالِي وَارْتِفَاعِ مَكَانِي! لَوْ أَنَّ العَاقَ لِوَالِدَيهِ يَعْمَلُ بِأَعْمَالِ الأَنْبِيَاءِ جَمِيعاً لَمْ أَقْبَلْهَا مِنْهُ، وَرَوَى أَيضاً: أَنَّ أَوَّلَ مَا كَتَبَ اللهُ فِي اللَّوحِ المَحْفُوظِ: إِنِّي أَنَا اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا، مَنْ رَضِيَ عَنْهُ وَالِدَاهُ فَأَنَا مِنْهُ رَاضٍ، وَمَنْ سَخِطَ عَلَيهِ وَالِدَاهُ فَأَنَا عَلَيهِ سَاخِطٌ»[1]

۹. عاق والدین جنت سے محروم

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ (شبِ معراج) میں نے دیکھا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا تھا؛ اے جنت تم کو حرام قرار دیا گیا ہے؛

۱) بخیل پر۔ ۲) ریاکار۔

۳) عاق والدین پر۔ ۴) منت گزار پر یعنی احسان جتلانے والے پر۔

اس روایت سے واضح ہو جاتا ہے کہ بخل، ریاکاری، والدین کی نافرمانی اور احسان جتلانا، ان گناہانِ کبیرہ میں شامل ہیں جن کی وجہ سے انسان ہمیشہ کے لئے اللہ کی رحمت اور جنت سے محروم ہو جاتا ہے۔

«وَ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ: يَا عَلِيُّ رَأَيتُ عَلَى بَابِ الجَنَّةِ مَكْتُوباً أَنتِ مُحَرَّمَةٌ عَلَى كُلِّ بَخِيلٍ وَ مُرَاءٍ وَ عَاقٍّ وَ نَمَّامٍ»[2]

۱۰. عاق والدین زندگی میں تباہی کا سبب

حضرت امام صادقؑ سے روایت ہے کہ: وہ گناہ جو نعمتوں کے زوال کا سبب ہے، وہ بغاوت ہے۔ وہ گناہ جو ندامت کا سبب ہے، وہ قتل ہے۔ وہ گناہ جو نقمت وبلاء کا سبب ہے، وہ ظلم ہے۔ وہ گناہ جو رازوں کے فاش ہونے کا سبب ہے، وہ شراب پینا ہے۔ وہ گناہ جو رزق کو روکنے کا سبب ہے، وہ زنا کرنا ہے۔ وہ گناہ جو عمر کی کمی کا باعث

---

(۱) جامع السعادات، ج۲، ص ۲۰۳

(۲) جامع الاخبار، ج۱، ص ۸۴

ہے، وہ قطع رحمی ہے۔ وہ گناہ جو دعا کی قبولیت میں مانع و رکاوٹ بنتا ہے اور زندگی کو تباہ و برباد کر دیتا ہے، وہ عقوق والدین اور نافرمانی ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: اَلذُّنُوبُ الَّتِى تُغَيِّرُ النِّعَمَ الْبَغْىُ وَ الذُّنُوبُ الَّتِى تُورِثُ النَّدَمَ الْقَتْلُ وَ الَّتِى تُنزِلُ النِّقَمَ الظُّلْمُ وَالَّتِى تَهتِكُ السُّتُورَ شُربُ الخَمرِ وَ الَّتِى تَحبِسُ الرِّزقَ الزِّنا وَ الَّتِى تُعَجِّلُ الفَنَاءَ قَطِيعَةُ الرَّحِمِ وَالَّتِى تَرُدُّ الدُّعاءَ وَ تُظلِمُ الهَواءَ عُقوقُ الوالِدَينِ» (۱)

۱۱. عقوق والدین نماز کی عدم قبولیت کا سبب

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جس کسی نے بھی اپنے والدین کو غضب کی نگاہ سے دیکھا اگرچہ کہ اس کے والدین نے اس کے حق میں ظلم بھی روا رکھا ہو پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو قبول نہیں کرتا۔

«قَالَ الإمَامُ الصَّادِقُ عَلَيهِ السَّلَامُ: مَنْ نَظَرَ إِلَى أَبَوَيهِ نَظَرَ مَاقِتٍ وَ هُمَا ظَالِمَانِ لَهُ لَمْ يَقبَلِ اللهُ لَهُ صَلَاةً» (۲)

۱۲. ماں باپ کی نافرمانی فقر و غربت کا سبب ہے

امام علی نقی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: ماں باپ کے ساتھ نافرمانی کرنا فقر و زندگی میں قلت کا سبب بھی ہے اور رسوائی و ذلت کا سبب بھی۔

«قَالَ الإِمَامُ الهَادِي عَلَيهِ السَّلَامُ: العُقوقُ يُعقِبُ القِلَّةَ ، و يُؤَدِّي إِلَى الذِّلَّةِ» (۳)

۱۳. عاق والدین کا انجام اور عبرت انگیز واقعہ

مولائے کائنات امیر المؤمنینؑ سے روایت ہے کہ: ایک بوڑھا شخص اپنے بیٹے کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے لے کر آیا اور بیٹے کی شکایت کرتے ہوئے کہا، اے اللہ کے رسولؐ یہ میرا بیٹا ہے جس

---

(۱) علل الشرائع، ج ۲، ص ۵۸۴

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۳

(۳) میزان الحکمۃ، ج ۱۳، ص ۵۰۰

کو میں نے بہت پیار و محبت سے پالا ہے اور اس کی بہترین طریقے سے پرورش کی ہے، اس کے لئے میں نے سب کچھ قربان کر دیا ہے، اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور ہر طرح سے محتاج ہوں جبکہ یہ میرا بیٹا غنی، بے نیاز و مالدار ہے لیکن نہ میری خدمت کرتا ہے اور نہ ہی مالی مدد کرتا ہے، میں اس سے جب مدد طلب کرتا ہوں تو یہ انکار کر دیتا ہے، یہاں تک کہ میری زندگی کی اہم ترین ضروریات کو بھی پورا نہیں کرتا، حضور ﷺ نے جوان سے پوچھا کہ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ تو جوان نے کہا: میرے پاس اپنی ضرورت کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے اور میں والد کی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔

اس جوان کے والد نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ جھوٹ بولتا ہے، اس کے پاس بہت کچھ مال و دولت موجود ہے، اس کے پاس گندم، جو، خُرما، کشمش کے گودام ہیں اور درہم و دینار بھی فراوان ہیں اور یہ غنی انسان ہے۔

حضور ﷺ نے اس جوان سے خطاب کر کے فرمایا: اے نوجوان اللہ سے ڈرو اور اپنے والد پر رحم و احسان کرو، جس نے اپنی زندگی میں تم پر بہت زیادہ رحم اور احسان کیا ہے، اس کے بعد فرمایا: اس مہینے کا تو تمہارے والد کا خرچہ میں ادا کرتا ہوں لیکن اس کے بعد تم نے والد کی تمام ضروریات کو ادا کرنا ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک سو درہم اس بوڑھے باپ کو عطا کیا۔

ایک مہینہ گزرنے کے بعد پھر یہ بوڑھا باپ اپنے اس جوان بیٹے کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پھر دوبارہ وہی شکایت بیان کی، جب حضور ﷺ نے اس جوان کو باپ کی خدمت اور نیکی کرنے کا حکم دیا، تو اس جوان نے دوبارہ یہی کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے جو باپ کو دے سکوں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم نے جھوٹ بولا ہے اور خدمت کرنے کی قدرت و توانائی ہوتے ہوئے باپ کو محروم کر دیا ہے، تو تم واقعی فقیر و نادار ہو جاؤ گے اور تمہاری تمام تر دولت و ثروت چھن جائے گی۔

جب یہ جوان بارگاہِ رسالت سے فارغ ہو کر اپنے محلے میں پہنچا تو دیکھا کہ تمام لوگ اس کے گھر پر جمع ہیں اور بہت غصّے کی حالت میں اس جوان کو تلاش کر رہے ہیں، جیسے ہی جوان کو دیکھا تو کہنے لگے کہ تم نے اپنے گودام میں کیا گند جمع کر رکھا ہے کہ جس کی بدبو نے پورے محلے کا جینا حرام کر دیا ہے، جب یہ جوان اپنے گودام

کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ تمام گندم، جو، کشمش اور سب کچھ سڑ گل چکے ہیں اور ہر طرف سے بدبو کا طوفان ہے اور پوری دولت فنا ہو چکی ہے۔

پھر اس جوان نے مزدوروں کو بلایا جو اس گلے سڑے تمام گند کو اٹھائیں اور باہر پھینک دیں، جب مزدوروں نے اس کے تمام نابود و خراب شدہ مال کو باہر پھینک دیا اور اس سے مزدوری کا مطالبہ کیا، تو یہ جوان وہاں گیا جہاں اس کے درہم و دینار پڑے ہوئے تھے، جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ تمام کے تمام درہم و دینار پتھر بن چکے ہیں اور اس کی ساری دولت فنا ہو چکی ہے۔

لہٰذا اس شخص نے اپنا لباس، گھر اور گھر کا دیگر ضروری سامان مزدوروں کو کرایہ کے طور پر ادا کر دیا اور یہ شخص اب مکمل طور پر فقیر و نادار ہو گیا اور بیمار پڑ گیا، حضور ﷺ اس جوان کے پاس آئے اور کائنات کے تمام ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے جوانو! اس نافرمان جوان کی بدترین عاقبت اور انجام سے عبرت حاصل کرو، جس کی دُنیا بھی ماں باپ کی نافرمانی کی وجہ سے فنا و نابود ہو گئی اور آخرت بھی اور اس کے علاوہ قیامت میں بھی پروردگارِ عالَم نے ماں باپ کی اطاعت کرنے والے جوانوں کے لئے جو درجات اور جنت آمادہ کر رکھی تھی، وہ سب بھی جہنم اور عذاب میں بدل گیا۔ یہ جوان ماں باپ کی نافرمانی کرنے اور خدمت نہ کرنے کی وجہ سے دنیا میں بھی بدترین عذاب اور قہر خدا میں مبتلا ہو گیا ہے اور آخرت کا بھی بدترین عذاب اور عقاب اس کا منتظر ہے۔

یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی اور ناراضگی دنیا کو بھی برباد کر دیتی ہے اور قیامت میں بھی بدترین عقاب اور عذاب کا باعث ہے جبکہ اس کے مقابل میں ماں باپ کی رضا، دُعا، ماں باپ کی خدمت کرنا دنیا کو بھی جنت بنا دیتی ہے اور آخرت کو بھی بہشت بنا دیتی ہے، جس کے ثبوت کے لئے ہزاروں روایات کے علاوہ یہی واقعہ کافی ہے۔

وَقَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ ذٰلِكَ أَنَّ شَيْخاً كَبِيراً جَاءَ بِابْنِهِ إِلَىٰ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ الشَّيْخُ يَبْكِي وَ يَقُولُ يَا رَسُولَ اللهِ إِبْنِي هٰذَا غَذَوْتُهُ صَغِيراً وَ مُنْتُهُ طِفْلاً عَزِيزاً وَ أَعَنْتُهُ بِمَالِي كَثِيراً حَتَّىٰ إِشْتَدَّ أَزْرُهُ وَ قَوِيَ ظَهْرُهُ وَ كَثُرَ مَالُهُ وَ فَنِيَتْ قُوَّتِي وَ ذَهَبَ مَالِي عَلَيْهِ وَ صِرْتُ مِنَ

اَلضَّعفِ إِلَىٰ مَا تَرَىٰ فَلاَ يُوَاسِينِي بِالْقُوتِ اَلْمُمْسِكِ لِرَمَقِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لِلشَّابِّ مَا ذَا تَقُولُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لاَ فَضْلَ مَعِي عَنْ قُوتِي وَ قُوتِ عِيَالِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لِلْوَالِدِ مَا تَقُولُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لَهُ أَنَابِيرَ حِنْطَةٍ وَ شَعِيرٍ وَ تَمْرٍ وَ زَبِيبٍ وَ بِدَرَ اَلدَّرَاهِمِ وَ اَلدَّنَانِيرِ وَ هُوَ غَنِيٌّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لِلاِبْنِ مَا تَقُولُ قَالَ اَلاِبْنُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا لِي شَيْءٌ مِمَّا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ اِتَّقِ اللهَ يَا فَتَى وَ أَحْسِنْ إِلَىٰ وَالِدِكَ اَلْمُحْسِنِ إِلَيْكَ يُحْسِنِ اللهُ إِلَيْكَ قَالَ لاَ شَيْءَ لِي قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَنَحْنُ نُعْطِيهِ عَنْكَ فِي هَذَا اَلشَّهْرِ فَأَعْطِهِ أَنْتَ فِيمَا بَعْدَهُ وَ قَالَ لِأُسَامَةَ أَعْطِ اَلشَّيْخَ مِائَةَ دِرْهَمٍ نَفَقَةً لِشَهْرِهِ لِنَفْسِهِ وَ عِيَالِهِ فَفَعَلَ فَلَمَّا كَانَ رَأْسُ اَلشَّهْرِ جَاءَ اَلشَّيْخُ وَ اَلْغُلاَمُ وَ قَالَ اَلْغُلاَمُ لاَ شَيْءَ لِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ لَكَ مَالٌ كَثِيرٌ وَ لٰكِنَّكَ اَلْيَوْمَ تُمْسِي وَ أَنْتَ فَقِيرٌ وَقِيرٌ أَفْقَرُ مِنْ أَبِيكَ هَذَا لاَ شَيْءَ لَكَ فَانْصَرَفَ اَلشَّابُّ فَإِذَا جِيرَانُ أَنَابِيرِهِ قَدِ اِجْتَمَعُوا عَلَيْهِ يَقُولُونَ حَوِّلْ هَذِهِ اَلْأَنَابِيرَ عَنَّا فَجَاءَ إِلَىٰ أَنَابِيرَ وَ إِذَا اَلْحِنْطَةُ وَ اَلشَّعِيرُ وَ اَلتَّمْرُ وَ اَلزَّبِيبُ قَدْ نَتُنَ جَمِيعُهُ وَ فَسَدَ وَ هَلَكَ وَ أَخَذُوهُ بِتَحْوِيلِ ذٰلِكَ عَنْ جِوَارِهِمْ فَاكْتَرَىٰ أُجَرَاءَ بِأَمْوَالٍ كَثِيرَةٍ فَحَوَّلُوهُ وَ أَخْرَجُوهُ بَعِيداً عَنِ اَلْمَدِينَةِ ثُمَّ ذَهَبَ يُخْرِجُ إِلَيْهِمُ الكرى [اَلْكِرَاءَ] مِنْ أَكْيَاسِهِ اَلَّتِي فِيهَا دَرَاهِمُهُ وَ دَنَانِيرُهُ فَإِذَا هِيَ قَدْ طُمِسَتْ وَ مُسِخَتْ حِجَارَةً وَ أَخَذَهُ اَلْحَمَّالُونَ بِالْأُجْرَةِ فَبَاعَ مَا كَانَ لَهُ مِنْ كِسْوَةٍ وَ فُرُشٍ وَ دَارٍ وَ أَعْطَاهُمْ فِي اَلْكِرَاءِ وَ خَرَجَ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ صِفْراً ثُمَّ بَقِيَ فَقِيراً وَقِيراً لاَ يَهْتَدِي إِلَىٰ قُوتِ يَوْمِهِ فَسَقُمَ لِذٰلِكَ جَسَدُهُ وَ ضَنِيَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَا أَيُّهَا اَلْعَاقُّونَ لِلْآبَاءِ وَ اَلْأُمَّهَاتِ اِعْتَبِرُوا وَ اِعْلَمُوا أَنَّهُ كَمَا طُمِسَ فِي اَلدُّنْيَا عَلَىٰ أَمْوَالِهِ فَكَذٰلِكَ جُعِلَ بَدَلُ مَا كَانَ أُعِدَّ لَهُ فِي اَلْجَنَّةِ مِنَ اَلدَّرَجَاتِ مُعَدّاً لَهُ فِي اَلنَّارِ مِنَ اَلدَّرَكَاتِ»(۱)

۱۴. عاق والدین کا عبرت انگیز واقعہ اور دعائے مشلول کی سند

ایک اور عاق والدین کی بدترین عاقبت اور انجام کے لئے مستند و معتبر واقعہ کہ جس کو علامہ مجلسیؒ نے «بحار الانوار» میں اور جناب ابن طاؤس نے «مہج الدعوات» میں تحریر فرمایا ہے جو کہ ایک نافرمان جوان کا واقعہ

(۱) بحار الانوار ج ۱۷، ص ۲۶۵

ہے کہ جو اپنے والد کی نافرمانی اور توہین کرنے کی وجہ سے باپ کی نفرین و بددُعا سے اپنا ہاتھ شَل کروا بیٹھا اور زندگی سختیوں میں تبدیل ہو گئی، اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ؛

حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ خانہ کعبہ میں طواف میں مشغول تھا جبکہ تمام لوگ سوئے ہوئے تھے اور رات کی تاریکی ہر طرف چھائی ہوئی تھی، اتنے میں کسی ایک نوجوان کے گڑگڑانے اور انتہائی اضطراب کے ساتھ رونے کی آواز آئی، جو بارگاہِ الٰہی میں دُعا کرتے ہوئے بلند آواز کے ساتھ رو رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا، مولائے کائناتؑ کے کانوں سے اس کی فریاد ٹکرائی، تو مولائے کائناتؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا: بیٹا کسی کے رونے کی آواز آ رہی ہے، جو بہت زیادہ پریشان اور مضطرب ہے، جاؤ اس کو تلاش کرو اور میرے پاس لے کے آؤ۔

امام حسینؑ رات کی تاریکی میں اس جواب کو تلاش کر کے مولاؑ کی خدمت میں لائے، مولاؑ نے اس جوان سے پوچھا کہ تمہارا قصہ کیا ہے اور کیوں مضطرب و پریشان ہو؟ تو اس جوان نے اپنا واقعہ مولاؑ کے سامنے یوں بیان کیا کہ: میرا ایک مہربان والد تھا جو ہمیشہ مجھے ہدایت کرتا رہتا تھا، نیکیوں کی طرف دعوت دیتا تھا اور نافرمانی سے روکتا تھا لیکن میں نے ان کی کوئی بات نہیں سُنی، ایک دن والد نے جہاں گھر کا خرچہ رکھا ہوا تھا میں نے اٹھانے کی کوشش کی، والد نے مجھے منع کیا اور کہا کہ یہ گھر کا خرچہ ہے اس کو تم فضول کاموں میں خرچ کرو گے، ایسا نہ کرو، میں نے والد کی توہین کی اور ان کا ہاتھ موڑ دیا اور پیسا اٹھا کے جانے لگا تو میرے والد نے بارگاہِ الٰہی میں شکایت کی اور میرے لئے بددُعا کی، اس بددُعا کی وجہ سے میرا ہاتھ وہیں پر شَل ہو گیا اور میری زندگی تلخ ہو گئی، میں نے والد سے عرض کیا کہ آپ باپ ہیں مجھے معاف کر دیں اور میرے لئے دُعا کر دیں خدا مجھے معاف کرے اور میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے اور میری زندگی میں تلخیاں ختم ہو جائیں۔

میرے والد نے میری بات مان لی اور کہا مجھے خانہ کعبہ میں لے کے چلو میں تمہارے لئے دُعا کرتا ہوں، میں والد کو لے کے آرہا تھا کہ راستے میں ایک پرندہ جو سو رہا تھا اچانک سے اُٹھا اور ڈر کے مارے پرواز کرنے لگا، جس کی وجہ سے وہ سواری جس پر میرا باپ سوار تھا وہ بھی ڈر گئی اور باپ کو زمین پر گرا دیا اور وہیں پر میرے والد کا انتقال ہو گیا، میں نے باپ کو وہیں پر دفن کیا اور خود خانہ کعبہ میں آ کر بارگاہِ الٰہی میں رو رہا تھا اور معافی

طلب کر رہا تھا، میرے لئے ہاتھ کا شل ہونا اور پھر باپ کا انتقال ہونا اور سختیوں میں مبتلا ہونا، ان سب سے ناگوار لوگوں کا یہ طعنہ تھا کہ جو بھی مجھے دیکھتا یہ جملہ کہتا (المأخوذ بعقوق أبیه) یہ وہ نافرمان جوان ہے جو اپنے باپ کی نافرمانی کی وجہ سے عذابِ الٰہی میں مبتلا ہو چکا ہے، یہ جملہ میرے لئے بہت سخت تھا، اس وجہ سے میں خانہ کعبہ میں آیا ہوں تاکہ توبہ کروں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت طلب کروں اور اپنے لئے شفاء مانگوں۔

مولائے کائناتؑ نے اس جوان کو دُعائے مشلول تعلیم دی اور فرمایا یہ دُعا پڑھو اس میں اسمِ اعظم ہے، اللہ تعالیٰ اس دُعا کے طفیل تمہاری تمام مُشکلات کو حل فرما دے گا، یہ جوان چلا گیا اور روتے ہوئے اس دُعا کی تلاوت کی، اتنے میں اس کی آنکھ لگ گئی، تو حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ اس کے جسم پر دستِ رسالت پھیر رہے تھے اور فرما رہے تھے، تم ٹھیک ہو گئے ہو، میرے وصی نے جو دُعا تمہیں تعلیم دی ہے، اس دعا کی حفاظت کرو، یہ دُعا تمام مشکلات کے حل کے لئے اور بیماریوں سے شفاء کے لئے نہایت ہی مؤثر ہے۔

خود مولائے کائناتؑ نے بھی اس عظیم الشان دُعا کی فضیلت اور تاثیر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص بھی اس دُعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی ہر حاجت کو روا کرے گا اور ہر پریشانی اور غم سے نجات عطا کرے گا اور بیمار ہے تو شفاء عطا کرے گا، فقیر پڑھے گا تو بے نیاز ہو گا، مقروض پڑھے گا تو قرض ادا ہو گا، اگر نظرِ بد کے لئے پڑھے تو اس کا اثر دور ہو گا، شیطان اور ستم گر سے نجات پائے گا، یہ دُعا اگر پہاڑ پر پڑھ دی جائے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ہٹ جائے گا اور اگر یہ دُعا مُردہ پر پڑھ دی جائے تو بعید نہیں کہ وہ دوبارہ زندہ ہو جائے۔

حضرت امام حسینؑ نے اس قصّے کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: مجھے اس جوان کے شفایاب ہونے اور اس کی تمام پریشانیوں کے دور ہونے سے زیادہ اس بات پر خوشی ہوئی کہ اس دُعا میں کس قدر پروردگارِ عالَم نے طاقت اور تاثیر کو پوشیدہ رکھا ہے۔

اس دُعا کو اور اس قصّے کو مختصراً شیخ عباس قمیؒ نے «مفاتیح الجنان» میں بھی تحریر فرمایا ہے۔

«[مهج الدعوات]، رُوِيَ عَنْ جَمَاعَةٍ يُسْنِدُونَ ٱلْحَدِيثَ إِلَى ٱلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ فِي ٱلطَّوَافِ فِي لَيْلَةٍ دَيْجُوجِيَّةٍ قَلِيلَةِ ٱلنُّورِ

وَ قَدْ خَلاَ اَلطُّوَّافُ وَ نَامَ اَلزُّوَّارُ وَ هَدَأَتِ اَلْعُيُونُ إِذْ سَمِعَ مُسْتَغِيثاً مُسْتَجِيراً مُسْتَرْحِماً بِصَوْتٍ حَزِينٍ مَحْزُونٍ مِنْ قَلْبٍ مُوجَعٍ وَ هُوَ يَقُولُ يَا مَنْ يُجِيبُ دُعَا اَلْمُضْطَرِّ فِي اَلظُّلَمِ يَا كَاشِفَ اَلضُّرِّ وَ اَلْبَلْوَى مَعَ اَلسُّقْمِ قَدْ نَامَ وَفْدُكَ حَوْلَ اَلْبَيْتِ وَ اِنْتَبَهُوا يَدْعُو وَ عَيْنُكَ يَا قَيُّومُ لَمْ تَنَمْ هَبْ لِي بِجُودِكَ فَضْلَ اَلْعَفْوِ عَنْ جُرْمِي يَا مَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ اَلْخَلْقُ فِي اَلْحَرَمِ إِنْ كَانَ عَفْوُكَ لاَ يَلْقَاهُ ذُو سَرَفٍ فَمَنْ يَجُودُ عَلَى اَلْعَاصِينَ بِالنِّعَمِ قَالَ اَلْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمَا فَقَالَ لِي يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ أَ سَمِعْتَ اَلْمُنَادِيَ ذَنْبَهُ اَلْمُسْتَغِيثَ رَبَّهُ فَقُلْتُ نَعَمْ قَدْ سَمِعْتُهُ فَقَالَ اِعْتَبِرْهُ عَسَى تَرَاهُ فَمَا زِلْتُ أَخْتَبِطُ فِي طَخْيَاءِ اَلظَّلاَمِ وَ أَتَخَلَّلُ بَيْنَ اَلنِّيَامِ فَلَمَّا صِرْتُ بَيْنَ اَلرُّكْنِ وَ اَلْمَقَامِ بَدَا لِي شَخْصٌ مُنْتَصِبٌ فَتَأَمَّلْتُهُ فَإِذَا هُوَ قَائِمٌ فَقُلْتُ اَلسَّلاَمُ عَلَيْكَ أَيُّهَا اَلْعَبْدُ اَلْمُقِرُّ اَلْمُسْتَقِيلُ اَلْمُسْتَغْفِرُ اَلْمُسْتَجِيرُ أَجِبْ بِاللهِ اِبْنَ عَمِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فَأَسْرَعَ فِي سُجُودِهِ وَ قُعُودِهِ وَ سَلَّمَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ حَتَّى أَشَارَ بِيَدِهِ بِأَنْ تَقَدَّمْنِي فَتَقَدَّمْتُهُ فَأَتَيْتُ بِهِ أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ فَقُلْتُ دُونَكَ هَا هُوَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ شَابٌّ حَسَنُ اَلْوَجْهِ نَقِيُّ اَلثِّيَابِ فَقَالَ لَهُ مَنِ اَلرَّجُلُ فَقَالَ لَهُ مِنْ بَعْضِ اَلْعَرَبِ فَقَالَ لَهُ مَا حَالُكَ وَ مِمَّ بُكَاؤُكَ وَ اِسْتِغَاثَتُكَ فَقَالَ مَا حَالُ مَنْ أُوخِذَ بِالْعُقُوقِ فَهُوَ فِي ضِيقٍ اِرْتَهَنَهُ اَلْمُصَابُ وَ غَمَرَهُ اَلاِكْتِئَابُ فَارْتَابَ فَدُعَاؤُهُ لاَ يُسْتَجَابُ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ وَ لِمَ ذَلِكَ فَقَالَ لِأَنِّي كُنْتُ مُلْتَهِياً فِي اَلْعَرَبِ بِاللَّعِبِ وَ اَلطَّرَبِ أُدِيمُ اَلْعِصْيَانَ فِي رَجَبٍ وَ شَعْبَانَ وَ مَا أُرَاقِبُ اَلرَّحْمَنَ وَ كَانَ لِي وَالِدٌ شَفِيقٌ رَفِيقٌ يُحَذِّرُنِي مَصَارِعَ اَلْحَدَثَانِ وَ يُخَوِّفُنِي اَلْعِقَابَ بِالنِّيرَانِ وَ يَقُولُ كَمْ ضَجَّ مِنْكَ اَلنَّهَارُ وَ اَلظَّلاَمُ وَ اَللَّيَالِي وَ اَلْأَيَّامُ وَ اَلشُّهُورُ وَ اَلْأَعْوَامُ وَ اَلْمَلاَئِكَةُ اَلْكِرَامُ وَ كَانَ إِذَا أَلَحَّ عَلَيَّ بِالْوَعْظِ زَجَرْتُهُ وَ اِنْتَهَرْتُهُ وَ وَثَبْتُ عَلَيْهِ وَ ضَرَبْتُهُ فَعَمَدْتُ يَوْماً إِلَى شَيْءٍ مِنَ اَلْوَرِقِ فَكَانَتْ فِي اَلْخِبَاءِ فَذَهَبْتُ لِآخُذَهَا وَ أَصْرِفَهَا فِيمَا كُنْتُ عَلَيْهِ فَمَانَعَنِي عَنْ أَخْذِهَا فَأَوْجَعْتُهُ ضَرْباً وَ لَوَيْتُ يَدَهُ وَ أَخَذْتُهَا وَ مَضَيْتُ فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ ... اَلْمَأْخُوذَ بِدَعْوَةِ أَبِيهِ فَقَالَ لَهُ أَمِيرُ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَتَاكَ اَلْغَوْثُ أَتَاكَ اَلْغَوْثُ أَ لاَ أُعَلِّمُكَ دُعَاءً عَلَّمَنِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ فِيهِ اِسْمُ اللهِ اَلْأَكْبَرُ اَلْأَعْظَمُ اَلْعَزِيزُ اَلْأَكْرَمُ اَلَّذِي يُجِيبُ بِهِ مَنْ دَعَاهُ وَ يُعْطِي بِهِ مَنْ سَأَلَهُ وَ يُفَرِّجُ بِهِ اَلْهَمَّ وَ يَكْشِفُ بِهِ اَلْكَرْبَ وَ يُذْهِبُ بِهِ اَلْغَمَّ وَ يُبْرِئُ بِهِ اَلسُّقْمَ وَ يَجْبُرُ بِهِ اَلْكَسِيرَ وَ يُغْنِي بِهِ اَلْفَقِيرَ وَ يَقْضِي بِهِ اَلدَّيْنَ وَ يَرُدُّ بِهِ اَلْعَيْنَ وَ يَغْفِرُ بِهِ اَلذُّنُوبَ وَ يَسْتُرُ بِهِ

اَلْعُيُوبَ وَ يُؤْمِنُ بِهِ كُلَّ خَائِفٍ مِنْ شَيْطَانٍ مَرِيدٍ وَ جَبَّارٍ عَنِيدٍ وَ لَوْ دَعَا بِهِ طَائِعٌ لله عَلَى جَبَلٍ لَزَالَ مِنْ مَكَانِهِ أَوْ عَلَى مَيِّتٍ لَأَحْيَاهُ اللهُ بَعْدَ مَوْتِهِ وَ لَوْ دَعَا بِهِ عَلَى الْمَاءِ لَمَشَى عَلَيْهِ بَعْدَ أَنْ لاَ يَدْخُلَهُ الْعُجْبُ فَاتَّقِ اللهَ أَيُّهَا الرَّجُلُ فَقَدْ أَدْرَكَتْنِي الرَّحْمَةُ لَكَ وَ لِيَعْلَمَ اللهُ مِنْكَ صِدْقَ النِّيَّةِ أَنَّكَ لاَ تَدْعُو بِهِ فِي مَعْصِيَةٍ وَ لاَ تُفِيدُهُ إِلاَّ الثِّقَةَ فِي دِينِكَ فَإِنْ أَخْلَصْتَ فِيهِ النِّيَّةَ اِسْتَجَابَ اللهُ لَكَ وَ رَأَيْتَ نَبِيَّكَ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي مَنَامِكَ يُبَشِّرُكَ بِالْجَنَّةِ وَ الْإِجَابَةِ قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلاَمُ فَكَانَ سُرُورِي بِفَائِدَةِ الدُّعَاءِ أَشَدَّ مِنْ سُرُورِ الرَّجُلِ بِعَافِيَتِهِ وَ مَا نَزَلَ بِهِ لِأَنَّنِي لَمْ أَكُنْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ وَ لاَ عَرَفْتُ هٰذَا الدُّعَاءَ قَبْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ قَالَ ائْتِنِي بِدَوَاةٍ وَ بَيَاضٍ وَ اُكْتُبْ مَا أُمْلِيهِ عَلَيْكَ فَفَعَلْتُ قَالَ اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ يَا ذَا الْجَلاَلِ وَ الْإِكْرَامِ ...»[1]

۱۵. عقوقِ والدین کا تصور صرف والدین کی حیات تک ہی منحصر نہیں ہے

حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: کچھ لوگ اپنی زندگی میں ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتے ہیں، انکی خدمت کرتے ہیں لیکن ماں باپ کے مرجانے کے بعد ان کو بھول جاتے ہیں، ان کے لئے دعا نہیں کرتے، نماز ادا نہیں کرتے، تو ماں باپ کے مرنے کے بعد بھی عاقِ والدین ہو سکتے ہیں، لہٰذا عقوقِ والدین کا تصور صرف زندگی تک محدود نہیں ہے بلکہ اگر کوئی اولاد اپنے والدین کے مرنے کے بعد بھی ان کو بھول جائے اور ان کی مغفرت کی دعا نہ کریں اور ان کے واجبات کو ادا کرنے کی کوشش ہی نہ کریں تو یہ بھی عاقِ والدین میں شمار ہیں۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ لَيَكُونُ بَارّاً بِوَالِدَيْهِ فِي حَيَاتِهِمَا ثُمَّ يَمُوتَانِ فَلاَ يَقْضِي عَنْهُمَا الدَّيْنَ وَ لاَ يَسْتَغْفِرُ لَهُمَا فَيَكْتُبُهُ اللهُ عَاقّاً، وَ إِنَّهُ لَيَكُونُ فِي حَيَاتِهِمَا غَيْرَ بَارٍّ لَهُمَا فَإِذَا مَاتَا قَضَى عَنْهُمَا الدَّيْنَ وَ اِسْتَغْفَرَ لَهُمَا فَيَكْتُبُهُ اللهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى بَارّاً»[2]

یعنی اگر کوئی شخص اپنے والدین کی زندگی میں تو ان کے ساتھ نیکی و خدمت کرتا ہو اور ان کے مرنے کے

---

(۱) بحار الانوار، ج ۹۲، ص ۳۹۳؛ مہج الدعوات، ص ۲۳۰

(۲) الزہد، ج ۱، ص ۲۳۳

بعد ان کے واجبات ادا نہ کرے اور ان کے لئے طلبِ مغفرت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو عاقِ والدین میں شمار کر دیتا ہے جبکہ اس کے برعکس اگر کوئی شخص والدین کی حیات میں تو نافرمان رہا ہو لیکن ان کے مرنے کے بعد ان کا فرمانبردار بن جائے، ان کے واجبات کو ادا کرے اور ان کے لئے طلبِ مغفرت کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو والدین کے ساتھ نیکی کرنے والوں میں شمار کر دیتا ہے۔

کیا عاق والدین کی بخشش ممکن ہے؟

اس موضوع کے حوالے سے ہمیں دو قسم کی روایات دیکھنے کو ملتی ہیں ، ایک قسم کی روایات یہ بتاتی ہیں کہ عاق والدین اتنا بڑا گناہ ہے کہ شب قدر میں بھی مغفرت نہیں ہوتی اور جنت کی بُو بھی نہیں سونگھ سکے گا جبکہ ایک ہزار سال کے فاصلے پر جنت کی بو محسوس ہو گی لیکن یہ عاق شدہ اس سے بھی محروم رہے گا۔ اور دوسری طرف یہ روایت ہے جو دعائے مشلول کی سند بھی ہے جس کو امام حسینؑ نے بیان فرمایا ہے کہ جس میں ایک عاق شدہ کو اسی دُنیا میں شفاء بھی مل گئی اور مولا علیؑ نے اس پر عنایت کرتے ہوئے دعائے مشلول تعلیم دی جس سے اُس کی زندگی دوبارہ بحال ہو گئی۔

اب سوال یہ ہے کہ؛ کیا اس قدر عاق والدین کی مذمت اور بُرے آثار و انجام کو بیان کرنے کے باوجود عاق والدین کے لئے بخشش اور اس عظیم گناہ سے توبہ اور نجات کی امید اور امکان ہے یا نہیں؟

اس سوال کا فرضیہ یہ ہے کہ ہاں بالکل شرک کے علاوہ تمام گناہ قابل مغفرت ہیں اور مختصر تفصیل یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ہر گناہ کے لئے خدا نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جس طریقے سے توبہ کرنا چاہیے، اس طریقے کے ساتھ اور اس انداز سے اور انہی شرائط کے ساتھ توبہ کرے، جیسا کہ پروردگار عالم نے واضح لفظوں میں اعلان کیا ہے کہ؛ اللہ تعالیٰ شرک کے علاوہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

سورہ نساء کی آیت نمبر ۴۸ اور اسی سورہ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں ارشاد رب العزت ہے؛ بے شک اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں کو نہیں بخشتا اور اس کے علاوہ تمام گناہوں کو جسے خدا چاہے بخش دیتا ہے اور

جس نے بھی ذاتِ حق میں شریک قرار دیا اس نے بہت بڑا بہتان باندھا۔ اور دوسری آیت میں ہے کہ جس نے شرک کیا وہ بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہوا۔

﴿إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ (النساء/ ٤٨)

﴿إِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ (النساء/ ١١٦)

اس کے علاوہ پروردگارِ عالم نے سورۂ زمر کی آیت ۵۳ میں تمام گناہگاروں کو مغفرت اور رحمت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا ہے: اے میرے حبیب آپ میرے تمام گناہگار بندوں کو یہ خوشخبری دیجئے کہ وہ کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور یقیناً اس کی ذات غفور بھی ہے اور رحیم بھی۔

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللهِ إِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (الزمر/ ٥٣)

انہی آیات کی روشنی میں تمام مفسّرین اور علمائے اخلاق کا اجماع و اتفاق ہے کہ مایوسی سب سے بڑا گناہ ہے، کسی بھی گناہ کے بعد مایوس نہیں ہونا چاہئے، بلکہ مغفرت اور نجات کی امید رکھنی چاہئے ،خدا کی بارگاہ میں پلٹنا چاہئے، گڑگڑا کے صحیح معنوں میں توبہ و استغفار کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے تمام گناہوں کی مغفرت کے لئے اور خدا کی رحمت اور عنایت کو پانے کے لئے توبہ کا دروازہ سب کے لئے کھول رکھا ہے۔

یہ ایک قانونِ کُلی ہے کہ پروردگارِ عالَم نے ہر گناہ کے لئے مغفرت کا وعدہ کیا ہے اور مایوسی کو جُرم اور سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے، ان آیات کی روشنی میں اگرچہ عاق والدین گناہانِ کبیرہ میں سے ہے لیکن جو لوگ اس عظیم گناہ میں مُبتلا ہو چکے ہیں، ان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اپنے گناہوں کی تلافی کرتے

ہوئے سب سے پہلے والدین سے معافی مانگنا چاہئے، ان کو راضی کرنا چاہئے، ان کے حقوق کو ادا کرنا چاہئے اور اس کے بعد بارگاہِ الٰہی میں توبہ و استغفار کرنا چاہئے، والدین کی نافرمانی کی وجہ سے جو نقصان اور ضرر وارد کر چکا ہے، ان کی تلافی کرنا اور ان کا جبران کرنا بھی توبہ واستغفار کی اہم شرائط میں سے ہے۔

دعائے مشلول کے واقعہ سے یہی واضح ہوتا ہے کہ عاق والدین بہت بڑا گناہ ہے اور اس کا بہت بُرا انجام بھی ہے لیکن انسان پشیمان ہو جائے اور اپنی غلطی کا ازالہ کرنا چاہے تو اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے، اس نوجوان کی توبہ کو خدا نے قبول کر لیا اور اس کی تمام خطاؤں اور گناہوں کو بخش دیا، اس کی بگڑی ہوئی زندگی توبہ واستغفار اور امیر المؤمنینؑ کی بارگاہ میں رجوع کر کے مشکل کُشاء کی مدد اور دعائے مشلول کی برکت اور خدا کی خاص عنایات سے سنور چکی ہے۔

لہٰذا آیات وروایات کی روشنی میں عاق والدین کے لئے بھی بخشش اور مغفرت ممکن ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کو بدل دے اور پھر شریعت کے مطابق اپنی زندگی گزارے اور نافرمانی کی وجہ سے جو کچھ کر چکا ہے، اس کی تلافی بھی کرے۔ جیسا کہ اوپر ذکر شدہ روایات میں حضرت امام صادقؑ کا فرمان آچکا ہے؛

امامؑ نے فرمایا جو شخص اپنے والدین کی زندگی میں عاق ہو چکا ہے اگر وہ پشیمان ہو جائے توبہ کرے اور والدین کی قضا نماز اور روزوں کو ادا کرے اور ان کی مغفرت کے لئے نیکی واحسان کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اور عاق والدین سے نکال کر نیک وصالح اولاد میں شامل کر دیتا ہے۔

«وَ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: يَكُونُ الرَّجُلُ عَاقاً لِوَالِدَيْهِ فِي حَيَاتِهِمَا فَيَصُومُ عَنْهُمَا بَعْدَ مَوْتِهِمَا وَ يُصَلِّي وَ يَقْضِي عَنْهُمَا الدَّيْنَ فَلَا يَزَالُ كَذَلِكَ حَتَّى يُكْتَبَ بَارّاً بِهِمَا.» (۱)

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۱، ص ۸۳

آدابِ معاشرت (حصہ دہم آداب ہمسایہ داری)

ہمسائے کا مقام اور حقوق آیات وروایات کی روشنی میں

اسلام ایک معاشرتی اور اجتماعی دین ہے جس میں اجتماعی روابط اور تعلقات پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، انہی اجتماعی روابط میں سے ایک انتہائی اہم اور ضروری رابطہ ہمسایوں کے ساتھ رابطہ رکھنا ہے، ہمسایوں کے ساتھ رابطہ و تعلق برقرار رکھنا، ان کے ساتھ حسنِ سلوک، نیکی واحسان کرنا، ان کے حقوق کا خیال رکھنا، ان کے غم وخوشی میں شریک رہنا، ان کو ہر قسم کی تکلیف واذیت و آزار سے دور رکھنا، ان کو فائدہ پہنچانا، ان کی عزت واحترام کرنا اور ان کے ساتھ نہایت شائستہ وخوش اسلوبی کے ساتھ زندگی گزارنا آیات وروایات کی روشنی میں ایک نہایت ہی ضروری ،انسانی، اسلامی اور اہم ترین اخلاقی فریضہ قرار دیا گیا ہے، آیات وروایات میں ہمسائے کے حقوق اور اس کے ساتھ بہترین روابط کی اس قدر تاکید وسفارش کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سرورِ کائنات ﷺ کو ہمسائے کی سفارش کرتے رہے اور سرورِ کائنات ﷺ بھی ہمیشہ اپنی امت کو ہمسائے کی سفارش کرتے رہے اور امیر المؤمنین علیہ السلام بھی ہمیشہ اپنے چاہنے والوں کو ہمسائے کی سفارش وتاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ مولائے کائناتؑ نے شہادت سے پہلے اپنے وصیت نامہ میں تمام انسانوں کے لئے جن موضوعات کی سفارش کی ہے، ان میں سے ایک اہم ترین مولاؑ کی وصیت وسفارش یہ ہے کہ: خدارا! خدارا! ہمسائے کا خیال رکھنا اس لئے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے اس قدر ہمسائے کی سفارش کی ہے کہ ہم نے گمان کیا کہ ہمسائے ہمارے وارثوں میں بھی شریک ہو جائیں گے۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ: أَنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَوْصَانِي فِي الْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ يَرِثُنِي» (۱)

«هَذَا مَا أَوْصَى بِهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: اللهَ اللهَ فِي جِيرَانِكُمْ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ أَوْصَى بِهِمْ مَا زَالَ يُوصِي بِهِمْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُمْ» (۲)

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج۸، ص ۴۲۶

(۲) تحف العقول، ج۱، ص ۱۹۷

ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور شائستہ زندگی دنیاو آخرت دونوں کی کامیابی وسعادت کی ضمانت ہے، ہمسایوں کا خیال نہ رکھنا، ان کو اذیت وتکلیف پہنچانا یہ ایک عظیم گناہ ہونے کے ساتھ دنیاو آخرت دونوں میں بے شمار مشکلات وپریشانیوں کا سبب ہے، ہمسائے کے حوالے سے ہماری کیا ذمہ داری ہے ؟ اور روایات میں ہمسائے کے کیا حقوق بیان کئے گئے ہیں ؟ ہمیں اپنی زندگی میں ہمسائے کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرنا چاہئے ؟ ہمسائے کے ساتھ اچھے روابط وحسنِ سلوک کے کیا فوائد ہیں؟ ہمسایہ آزاری اور ان کے حقوق کا خیال نہ رکھنے کے کیا نقصانات ہیں؟ ان سب باتوں کو آیات وروایات کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ان میں چند اہم ترین روایات کو ذیل میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

قرآن میں نو گروہ کے ساتھ حسنِ سلوک واحسان کرنے کا حکم

قرآنِ پاک کی سورہ نساء آیت نمبر ۳۶ میں پروردگارِ عالَم نے اپنی عبادت وبندگی کے حکم کے بعد نو گروہ کے ساتھ حسنِ سلوک، نیکی اور احسان کرنے کا حکم دیا ہے، جہاں پروردگارِ عالَم نے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، نیکی واحسان کا حکم دیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے ہمسائے کے ساتھ بھی حسنِ سلوک ونیکی کرنے کا حکم دیا ہے، چاہے وہ ہمسایہ دور کا ہو یا نزدیک کا، مسلمان ہو یا کافر، وہ نو گروہ جن کے ساتھ پروردگارِ عالَم نے حسنِ سلوک ونیکی کرنے کا حکم دیا ہے یہ ہیں؛

۱)والدین ۲)رشتے دار ۳)یتیم ۴)مساکین

۵)قریبی پڑوسی ۶)دور کا پڑوسی ۷)دوست وساتھی

۸)ابن سبیل (وہ مسافر جس کا زادِراہ ختم ہو چکا ہو) ۹)غلام وخدمت گزار۔

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی شئے کو اس کا شریک نہ بناؤ، اور والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرو اور قرابتداروں کے ساتھ اور یتیموں، مسکینوں، قریب کے ہمسائے، دور کے ہمسائے، پہلو نشین، مسافر غربت زدہ، غلام وکنیز سب کے ساتھ نیک برتاؤ کرو کہ اللہ مغرور اور متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا﴾ (النساء/ ۳۶)

ہمسائے کے بارے میں سرورِ کائنات ﷺ کی ہمیشہ سفارش

مولائے کائنات علیہ السلام نے اپنے وصیت نامہ میں تمام بشریت کو ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک اور بہترین زندگی کرنے کی تاکید وسفارش کرتے ہوئے فرمایا: خدا کے لئے! خدا کے لئے! اپنے ہمسائیوں پر توجہ دو، کیونکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمسائیوں کے لئے خصوصی سفارش فرمائی ہے اور ہمیشہ ان کے بارے میں وصیت فرماتے رہتے تھے، یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ شاید ہمسائے ایک دوسرے کے وارث بھی قرار پا جائیں گے۔

«قال علی علیه السلام فی وصیته: اللهَ اللهَ فِي جِيرَانِكُمْ فَإِنَّ النَّبِيَّ ص أَوْصَى بِهِمْ وَ مَا زَالَ رَسُولُ اللهِ ص يُوصِي بِهِمْ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُم»[1]

ہمسائے کے حقوق اور وظائف حضور ﷺ کی نگاہ میں

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ ہمسایہ کہ جس کے ڈر کی وجہ سے انسان اپنے گھر کا دروازہ بند کر دے تو وہ ہمسایہ مؤمن نہیں ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ سے عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ ایک ہمسائے کا اپنے ہمسایہ پر کیا حق ہے؟

تو فرمایا: سب سے چھوٹا حق ایک ہمسائے کا اپنے ہمسائے پر یہ ہے کہ: اگر اس سے قرض کی درخواست کی جائے تو وہ قرض دے، اگر مدد کی اپیل کی جائے تو مدد کرے، اگر کسی چیز کو امانت کے طور پر مانگے تو اُسے دیدے، اگر اسے عاریہ کی ضرورت ہو تو عاریہ دے، اگر کسی چیز کی احتیاج رکھتا ہو تو اسے عطا کر دے، اگر اس کو دعوت دی جائے تو دعوت کو قبول کرے، اگر مریض ہو جائے تو اس کی عیادت کرے، اگر دنیا سے چلا جائے تو اس کی تشییع جنازہ میں حاضر ہو، اگر اس کو کوئی اچھائی وخوبی حاصل ہو تو اس کے ساتھ حسد نہ کرے

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۵۱؛ نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۴۲۱

بلکہ خوشحال ہو، اگر اُس پر کوئی مصیبت آجائے تو اُس کے غم میں شریک ہو، اپنے گھر کو اتنا بلند نہ بنائے کہ ہمسائے کو اس سے اذیت و آزار ہو اور ہمسائے کے گھر کی طرف تمہاری نگاہ (دید) پیدا ہو جائے اور بالخصوص اس کی تازہ ہوا کو نہ روکے (یعنی اگر گھر کی بلندی کی وجہ سے ہمسائے کا گھر نیچے ہو جائے اور تازہ ہوا کے گھر میں آنے سے مانع ہو تو اپنے گھر کو بلند نہ بنائے)، اگر کوئی چیز مثل فروٹ وغیرہ اپنے گھر کے لئے لے اور جانتا ہو کہ ہمسائے کے پاس نہیں تو اُس کے لئے بھی لے اور ہدیہ کرے، اگر وہ ہمسائے کو دینے میں بخل سے کام لے تو کم از کم اس کے گھر والے اور بچوں سے چھپا کے اپنے گھر لے جائے تاکہ وہ نہ دیکھیں۔

پھر فرمایا: سنو اس چیز کو جو تم سے بیان کر رہا ہوں، ہمسائے کے حق کو کوئی بھی ادا نہیں کرتا مگر سوائے اُن چند افراد کے کہ جن پر خداوند متعال کا رحم اور خاص کرم شامل حال ہو جائے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمسائے کے بارے میں اس قدر سفارش کی ہے کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ ہمسائے دار ارث لینے میں بھی شریک ہو جائیں گے۔

«وَ قَالَ ﷺ: مَنْ غَلَقَ بَابَهُ خَوفاً مِنْ جَارِهِ عَلَى أَهْلِهِ وَ مَالِهِ فَلَيْسَ جَارُهُ بِمُؤْمِنٍ فَقِيلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللهِ فَمَا حَقُّ الْجَارِ عَلَى الْجَارِ فَقَالَ مِنْ أَدْنَى حُقُوقِهِ عَلَيْهِ إِنِ اسْتَقْرَضَهُ أَقْرَضَهُ وَ إِنِ اسْتَعَانَهُ أَعَانَهُ وَ إِنِ اسْتَعَارَ مِنْهُ أَعَارَهُ وَ إِنِ احْتَاجَ إِلَى رِفْدِهِ رَفَدَهُ وَ إِنْ دَعَاهُ أَجَابَهُ وَ إِنْ مَرِضَ عَادَهُ وَ إِنْ مَاتَ شَيَّعَ جَنَازَتَهُ وَ إِنْ أَصَابَ خَيْراً فَرِحَ بِهِ وَ لَمْ يَحْسُدْهُ عَلَيْهِ وَ إِنْ أَصَابَ مُصِيبَةً حَزِنَ لِحُزْنِهِ وَ لَا يَسْتَطِيلُ عَلَيْهِ بِبِنَاءِ سَكَنَهُ فَيُؤْذِيَهُ بِإِشْرَافِهِ عَلَيْهِ وَ سَدِّهِ مَنَافِذَ الرِّيحِ عَنْهُ وَ إِنْ أَهْدِيَ إِلَى مَنْزِلِهِ طُرْفَةٌ أَهْدَى لَهُ مِنْهَا إِذَا عَلِمَ أَنَّهُ لَيْسَ عِنْدَهُ مِثْلُهَا أَوْ فَلْيَسْتُرْهَا عَنْهُ وَ عَنْ عِيَالِهِ إِنْ شَحَّتْ نَفْسُهُ بِهَا ثُمَّ قَالَ اسْمَعُوا مَا أَقُولُ لَكُمْ لَمْ يُؤَدِّ حَقَّ الْجَارِ إِلَّا قَلِيلٌ مِمَّنْ رَحِمَهُ اللهُ وَ لَقَدْ أَوْصَانِيَ اللهُ بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُورِثُهُ» (۱)

ہمسائے کی اقسام اور اہم ترین حقوق

سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہمسائے کا حق کیا ہے؟ (لیکن میں جانتا ہوں کہ) کوئی بھی ہمسائے کے حق کو نہیں جانتا مگر سوائے چند لوگوں کے، خبردار! آگاہ رہو کہ وہ شخص کہ جس کے آزار

وتکلیف سے ہمسایہ محفوظ نہ ہو تو گویا وہ خدا اور روز قیامت پر ایمان ہی نہیں لایا، پس (ہمسائے کا حق یہ ہے کہ) اگر وہ قرض کا خواہش مند ہو تو اُسے قرض دیا جائے، اگر خیر و خوبی اسے ملے تو اسے مبارک باد دی جائے، اگر کوئی کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو اس سے تسلیت کی جائے، ہمسائے کی اجازت کے بغیر اپنے گھر کو اس کے گھر کے سامنے اتنا بلند نہ بنائے کہ تازہ ہوا کے آنے جانے میں رکاوٹ اور اس کے لئے مشکلات کا سبب بن جائے، اگر اپنے لئے کوئی پھل فروٹ لیتا ہے تو اسے بھی ہدیہ کے طور پر دیا جائے، اگر ہدیہ کے طور پر نہ دے تو اپنے گھر میں چھپا کر لے جائے اور اپنے بچوں کو اس طرح اس میں سے کچھ نہ دے کہ وہ بچے آشکارا طور پر باہر آ کر کھائیں جس سے ہمسائے کے بچے مایوس ہوں۔

پھر سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: ہمسائے تین قسم کے ہیں؛

۱) بعض تین حق رکھتے ہیں: ۱) حق اسلام، ۲) حق ہمسائیگی، ۳) حق رشتہ داری۔

۲) بعض دو حق رکھتے ہیں: ۱) حق اسلام، ۲) حق ہمسائیگی۔

۳) اور بعض صرف ایک حق رکھتے ہیں؛ حق ہمسائیگی کہ اگر وہ کافر ہو تو۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ؛ هَلْ تَدْرُونَ مَا حَقُّ الْجَارِ مَا تَدْرُونَ مِنْ حَقِّ الْجَارِ إِلَّا قَلِيلًا أَلَا لَا يُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ وَ إِذَا اسْتَقْرَضَهُ أَنْ يُقْرِضَهُ وَ إِذَا أَصَابَهُ خَيْرٌ هَنَّأَهُ وَ إِذَا أَصَابَهُ شَرٌّ عَزَّاهُ وَ لَا يَسْتَطِيلُ عَلَيْهِ فِي الْبِنَاءِ- يَحْجُبُ عَنْهُ الرِّيحَ إِلَّا بِإِذْنِهِ وَ إِذَا اشْتَهَى فَاكِهَةً فَلْيُهْدِ لَهُ فَإِنْ لَمْ يُهْدِ لَهُ فَلْيُدْخِلْهَا سِرّاً وَ لَا يُعْطِي صِبْيَانَهُ مِنْهَا شَيْئاً يُغَايِظُونَ صِبْيَانَهُ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ الْجِيرَانُ ثَلَاثَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ لَهُ ثَلَاثَةُ حُقُوقٍ حَقُّ الْإِسْلَامِ وَ حَقُّ الْجِوَارِ وَ حَقُّ الْقَرَابَةِ وَ مِنْهُمْ لَهُ حَقَّانِ حَقُّ الْإِسْلَامِ وَ حَقُّ الْجِوَارِ وَ مِنْهُمْ مَنْ لَهُ حَقٌّ وَاحِدٌ الْكَافِرُ لَهُ حَقُّ الْجِوَارِ» (۱)

ہمسائے کے حقوق اور بہترین سلوک امام سجادؑ کی نگاہ میں

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: پڑوسی کا حق یہ ہے کہ اگر وہ غائب ہو تو اس (کے گھر و اہل و عیال) کی حفاظت کرو، اگر وہ حاضر ہو تو اس کا احترام کرو، اس کی نصرت و مدد کرو چاہے وہ حاضر ہو یا غائب، اس

---

(۱) مشکاۃ الانوار فی غرر الاخبار؛ انص: ص ۲۱۳

کی پوشیدہ باتوں اور رازوں کو جاننے کی کوشش نہ کرو، اس کی خامی و برائی اور اسرار کو جاننے کی کوشش نہ کرو، اگر بغیر ارادے کے تمہیں اس کی کوئی بدی کا علم ہو جائے تو اُسے اپنے سینے کے اندر اس طرح محفوظ کر لو کہ اگر تمہارے سینے میں نیزے بھی لگیں تو وہ نیزے اس راز تک نہ پہنچ سکیں، مشکلات میں اُسے تنہا نہ چھوڑو، اگر کوئی نعمت اسے ملے تو حسد نہ کرو، اس کی خطاؤں اور لغزشوں کو بخش دو، اگر نادانی و جہالت کی وجہ سے وہ تم پر میل کچیل اُنڈیلے تو تم صبر و بُردباری اختیار کرو، ہمیشہ اس کے ساتھ شائستہ و پسندیدہ زندگی کرو اس طریقے سے کہ وہ آپ کو دشنام نہ دے اور ہمیشہ نصیحت و خیر خواہی سے پیش آئے، اس کے ساتھ ایسی شائستہ زندگی گزارو جو نہایت پسندیدہ، کرامت اور بزرگی پر مشتمل ہو اور قوت و طاقت صرف خدا کے لئے ہے۔

«عن علی بن الحسین علیہما السلام : وَ أَمَّا حَقُّ الْجَارِ فَحِفْظُهُ غَائِباً وَ كَرَامَتُهُ شَاهِداً وَ نُصْرَتُهُ وَ مَعُونَتُهُ فِي الْحَالَيْنِ جَمِيعاً لَا تَتَبَّعْ لَهُ عَوْرَةً وَ لَا تَبْحَثْ لَهُ عَنْ سَوْءَةٍ لِتَعْرِفَهَا فَإِنْ عَرَفْتَهَا مِنْهُ عَنْ غَيْرِ إِرَادَةٍ مِنْكَ وَ لَا تَكَلُّفٍ كُنْتَ لِمَا عَلِمْتَ حِصْناً حَصِيناً وَ سِتْراً سَتِيراً لَوْ بَحَثَتِ الْأَسِنَّةُ عَنْهُ ضَمِيراً لَمْ تَتَّصِلْ إِلَيْهِ لِانْطِوَائِهِ عَلَيْهِ لَا تَسْتَمِعْ عَلَيْهِ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُ لَا تُسْلِمْهُ عِنْدَ شَدِيدَةٍ وَ لَا تَحْسُدْهُ عِنْدَ نِعْمَةٍ تُقِيلُ عَثْرَتَهُ وَ تَغْفِرُ زَلَّتَهُ وَ لَا تَدَّخِرْ حِلْمَكَ عَنْهُ إِذَا جَهِلَ عَلَيْكَ وَ لَا تَخْرُجْ أَنْ تَكُونَ سِلْماً لَهُ تَرُدُّ عَنْهُ لِسَانَ الشَّتِيمَةِ وَ تُبْطِلُ فِيهِ كَيْدَ حَامِلِ النَّصِيحَةِ وَ تُعَاشِرُهُ مُعَاشَرَةً كَرِيمَةً وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ» (۱)

چار چیزیں انسان کی سعادت اور کامیابی کا سبب

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں انسان کی سعادت اور خوش بختی اور چار چیزیں انسان کی شقاوت کا سبب ہیں؛

وہ چار چیزیں جو سعادت کا سبب ہیں یہ ہیں؛

۱) نیک و صالح زوجہ۔ ۲) وسیع اور بہترین گھر۔

---

(۱) تحف العقول، ۱لص، ص ۲۶۶

۳) نیک اور صالح ہمسایہ۔ ۴) بہترین سواری۔

اور وہ چار چیزیں جو شقاوت کا سبب ہیں یہ ہیں:

۱) بدترین ہمسایہ۔ ۲) بدترین بیوی۔

۳) چھوٹا اور تنگ گھر۔ ۴) بدترین سواری۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَرْبَعٌ مِنَ السَّعَادَةِ وَ أَرْبَعٌ مِنَ الشَّقَاوَةِ فَالْأَرْبَعُ الَّتِي مِنَ السَّعَادَةِ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ وَ الْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ وَ الْجَارُ الصَّالِحُ وَ الْمَرْكَبُ الْبَهِيُّ وَ الْأَرْبَعُ الَّتِي مِنَ الشَّقَاوَةِ الْجَارُ السَّوْءُ وَ الْمَرْأَةُ السَّوْءُ وَ الْمَسْكَنُ الضَّيِّقُ وَ الْمَرْكَبُ السَّوْءُ» (۱)

ہمسائے کی مدد اور اس کا خیال رکھنا

دین اسلام میں ہمیشہ ہمسائے کی مدد کرنے اور ان کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، اگر ہمسائے کے پاس کھانے پینے کے وسائل نہ ہوں تو اس صورت میں دوسرے ہمسائے پر ضروری ہے کہ جتنا ممکن ہو سکے تعاون اور مدد کرے، جیسا کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ شخص مؤمن نہیں ہے جو خود سیر و سیراب ہو کر سو جائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا و پیاسہ ہو۔

«عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ قَالَ: لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ رَيَّانَ وَ جَارُهُ جَائِعٌ ظَمْآن» (۲)

حضرت امام سجاد علیہ السلام کا فرمان ہے: جو شخص سیر ہو کر سو جائے اور اس کا ہمسایہ بھوکا ہو تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے خطاب کر کے فرماتا ہے: اے میرے ملائکہ! گواہ رہنا اس بندے کو میں نے (ہمسائے کی مدد کرنے اور اس کا خیال رکھنے کا) حکم دیا تھا لیکن اس بندے نے میری نافرمانی کی اور اس نے میرے غیر (شیطان) کی اطاعت کی ہے اور مجھے اپنی عزت وجلالت کی قسم کہ میں اس شخص کو ہرگز نہیں بخشوں گا۔

«قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ علیهما السلام: مَنْ بَاتَ شَبْعَانَ وَ بِحَضْرَتِهِ مُؤْمِنٌ طَاوٍ جَائِعٌ قَالَ اللهُ

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۳، ص ۱۵۴

(۲) امالی، ج ۲، ص ۲۶۸، ج ۱۳؛ ثواب الاعمال، ص ۲۹۸

عَزَّ وَ جَلَّ يَا مَلَائِكَتِي أُشْهِدُكُمْ عَلَى هَذَا الْعَبْدِ إِنِّي أَمَرْتُهُ فَعَصَانِي وَ أَطَاعَ غَيْرِي وَكَلْتُهُ عَلَى عَمَلِهِ وَ عِزَّتِي وَ جَلَالِي لَا غَفَرْتُ لَهُ أَبَداً»(۱)

پڑوسی کا مقام

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمسایہ انسان کی جان کی طرح ہے، اُسے کسی قسم کا ضرر و نقصان نہیں پہنچانا چاہیے اور نہ ہی ہمسائے کی نافرمانی کرنی چاہیے، ہمسائے کا مقام و منزلت انسان کی زندگی میں ماں باپ کی طرح ہے۔

«وقال صلی اللہ علیہ وآلہ: إِنَّ الْجَارَ كَالنَّفْسِ غَيْرَ مُضَارٍّ وَ لَا آثِمٍ وَ حُرْمَةَ الْجَارِ عَلَى الْجَارِ كَحُرْمَةِ أُمِّهِ وَ أَبِيهِ»(۲)

بہترین ہمسائے کے انتخاب کرنے کا حکم

اسلام میں ہمسائے پر توجہ دینے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور جہاں بہترین ہمسایہ اور پُر سکون ماحول فراہم ہو جائے اور نیک و صالح لوگوں کی سوسائٹی ہو تو وہاں رہائش و سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام سے روایت ہے، ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی: میں ایک مکان خریدنے کا ارادہ رکھتا، کہاں خریدوں، آیا قبیلہ جہنیہ میں، یا قبیلہ مزنیہ میں، یا قبیلہ ثقیف میں یا قبیلہ قریش میں، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم جہاں مکان خریدنا چاہتے ہو پہلے یہ دیکھو کہ نیک وصالح ہمسایہ کہاں میسّر ہے، پھر وہاں اپنے لئے سکونت اختیار کرو اور گھر خریدو۔ جس طرح سفر سے پہلے ہمسفر پر توجہ دینا ضروری ہے۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عليهما السلام قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ص فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي أَرَدْتُ شِرَاءَ دَارٍ أَيْنَ تَأْمُرُنِي أَشْتَرِي فِي جُهَيْنَةَ أَمْ فِي مُزَيْنَةَ - أَمْ فِي ثَقِيفٍ أَمْ فِي قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ص الْجِوَارَ ثُمَّ الدَّارَ الرَّفِيقَ ثُمَّ السَّفَرَ»(۳)

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج۸، ص۴۲۸

(۲) الکافی، ج۵، ص۳۱

(۳) مستدرک الوسائل، ج۸، ص۴۲۹

برے ہمسایہ کی مذمت

بدترین ہمسایہ ایک عذاب ہے، انسان کا سکون اور آسائش تباہ ہونے کا سبب ہے ، جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: بدترین ہمسایہ بڑا عذاب اور کمر شکن ہے اگر کوئی نیکی دیکھے تو چھپا دیتا ہے اور اگر کوئی برائی نظر آئے تو پھیلا دیتا ہے۔

اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بدترین ہمسائے سے جو بری نگاہ اور بری نیت سے دیکھتا ہے، کہ اگر تجھ سے کوئی اچھائی دیکھے تو ناراض ہو جاتا ہے (حسد کرنے لگتا ہے) اور اگر تم کسی مشکل اور مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ تو وہ خوش ہو جاتا ہے۔

«سِبطُ الطَّبْرِسِيِّ فِي مِشْكَاةِ الْأَنْوَارِ، نَقْلًا عَنِ الْمَحَاسِنِ عَنِ الْبَاقِرِ علیه السلام قَالَ: إِنَّ مِنَ الْفَوَاقِرِ الَّتِي تَقْصِمُ الظَّهْرَ جَارَ السَّوْءِ إِنْ رَأَى حَسَنَةً أَخْفَاهَا وَ إِنْ رَأَى سَيِّئَةً أَفْشَاهَا. وَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ جَارِ سَوْءٍ فِي دَارِ إِقَامَةٍ تَرَاكَ عَيْنَاهُ وَ يَرْعَاكَ قَلْبُهُ إِنْ رَآكَ بِخَيْرٍ سَاءَهُ وَ إِنْ رَآكَ بِشَرٍّ سَرَّهُ» (۱)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن میری امت میں سے دو گروہ خدا کی رحمت اور عنایت سے محروم رہیں گے:

۱) قطع رحم کرنے والا۔ ۲) بدترین ہمسایہ۔

«قال رسول الله ﷺ: إِثْنَانِ لَا يَنظُرُ اللهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَاطِعُ الرَّحِمِ وَ جَارُ السُّوْءِ» (۲)

ہمسائے کو تکلیف و آزار دینے کی مذمت

کسی بھی حوالے سے ہمسائے کو تکلیف پہنچانا اور اذیت و آزار کا باعث بننا شریعت میں حرام اور ناجائز ہے، چاہے وہ شور شرابے کی وجہ سے ہو، یا کسی بھی جہت سے ہمسائے کے لئے پریشانی کا باعث ہو، تو یہ ناروا اور نا

---

(۱) ایضاً، ص ۴۳۰

(۲) نہج الفصاحۃ، ص ۱۶۵

مناسب ہے، بلکہ گناہوں میں سے ہے۔ روایت میں اس چیز سے بہت سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ ہمسائے کو کسی قسم کی تکلیف اور اذیت نہ کرے۔

«وَ قَالَ ﷺ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ»(۱)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اصحاب نے سرورِ کائنات ﷺ سے ایک خاتون کے بارے میں پوچھا کہ جو دن بھر روزہ رکھتی تھی، راتوں کو عبادت کے لئے شب بیداری کرتی تھی، لوگوں کے ساتھ نیکی بھی کرتی تھی لیکن اس کی زبان اچھی نہیں تھی وہ اپنی زبان سے ہمسایوں کو اذیت کرتی تھی اور بد اخلاقی سے پیش آتی تھی، تو سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: اس عورت کی عبادتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہے یہ اہل جہنم میں سے ہے۔ (کیونکہ زبان سے ہمسایوں کو اذیت کرتی ہے اور بد اخلاقی سے پیش آتی ہے)، اس کے مقابل میں ایک اور خاتون کے بارے میں پوچھا کہ جو اپنے فرائض ادا کرتی تھی، واجب نمازیں اور رمضان کے روزوں کی پابندی کرتی تھی، کسی ہمسائے کو تکلیف نہیں پہنچاتی تھی، بلکہ سب کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتی تھی، سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: یہ خاتون اہل جنت ہے۔

«وَ قَالُوا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فُلَانَةٌ تَصُومُ النَّهَارَ وَ تَقُومُ اللَّيْلَ وَ تَتَصَدَّقُ وَ تُؤْذِي جَارَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ لَا خَيْرَ فِيهَا هِيَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ قَالُوا وَ فُلَانَةٌ تُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ وَ تَصُومُ شَهْرَ رَمَضَانَ وَ لَا تُؤْذِي جَارَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ هِيَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ»(۲)

اس روایت کی روشنی میں جنت میں جانے کے لئے صرف واجبات اور فرائض ادا کرنا کافی نہیں ہے، بلکہ بہترین اخلاق اور تمام انسانوں کے ساتھ خصوصاً ہمسایوں کے ساتھ بہترین سلوک اور شائستہ زندگی کرنا اور اُن کو ہر قسم کی اذیت و آزار سے محفوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج ۸، ص ۴۲۳

(۲) ایضاً

سرورِ کائنات ﷺ کی تین اہم سفارشات

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے، جنابِ صدیقہ کونین حضرت زہرا اپنی زندگی میں کچھ مشکلات کی شکایت لے کر سرورِ کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضور ﷺ نے جنابِ سیدہ کی مشکلات کو حل کرنے کے بعد ایک نوشتہ جنابِ سیدہ کو عطا فرمایا، جس میں تین اہم دستور تحریر کیے گئے تھے اور ان پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی تھی، وہ تین دستور یہ ہیں؛

۱) جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ ہمسائے کو تکلیف و اذیت نہ دے۔

۲) جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام واحترام کرے۔

۳) جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ اچھی و نیک بات کہے یا پھر خاموش رہے۔

سرورِ کائنات ﷺ کے اس فرمان میں اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھنے والے مؤمنین کی اہم ترین ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ہمسائے کا خیال رکھنا اور اُسے ہر تکلیف و اذیت سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ علیه السلام قَالَ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ تَشْكُو إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ بَعْضَ أَمْرِهَا فَأَعْطَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ كُرَيْسَةً وَ قَالَ تَعَلَّمِي مَا فِيهَا فَإِذَا فِيهَا «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ» فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ وَ «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ» فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَ «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ» فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَسْكُتْ»(۱)

ہمسایہ آزاری باعث لعنت

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے ہمسایوں کا خیال رکھنے کا حکم اور اُن کو اذیت کرنے سے منع کرتے

---

(۱) الکافی، ج۲، ص ۶۶۷

ہوئے فرمایا ہے: جب تم گوشت پکاؤ تو ہمسایوں کا بھی خیال رکھو اور اُن کے ساتھ نیکی اور احسان کرتے رہو، جو شخص ہمسایوں کو تکلیف واذیت پہنچائے اس پر خدا کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

«وَ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ: إِذَا طَبَخْتَ فَأَكْثِرْ مِنَ الْمَرَقِ وَ تَعَاهَدْ جِيرَانَكَ وَ مَنْ آذَى جَارَهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَ الْمَلَائِكَةِ وَ النَّاسِ أَجْمَعِينَ» (۱)

حضرتِ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص اپنے ہمسائے کی شکایت لے کر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، جب پہلی مرتبہ وہ شخص آیا اور اپنے ہمسائے کی شکایت کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رُخ پھیر لیا، پھر دوبارہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ بھی رُخ پھیر لیا، پھر تیسری مرتبہ جب اپنے ہمسائے کی شکایت لے کر آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا علی علیہ السلام، جنابِ سلمانؓ اور جنابِ مقدادؓ کو بلایا اور فرمایا: تینوں جا کر مدینہ میں اس بات کا اعلان کر دو کہ اُس شخص پر اللہ اور ملائکہ کی لعنت ہے جو اپنے ہمسائے کو تکلیف پہنچائے اور اذیت دے۔

«وَ امام صادق علیه السلام قَالَ: شَكَا رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ص جَارَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ عَادَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ عَادَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِعَلِيٍّ وَ سَلْمَانَ وَ مِقْدَادٍ اذْهَبُوا وَ نَادُوا لَعْنَةُ اللهِ وَ الْمَلَائِكَةِ عَلَى مَنْ آذَى جَارَهُ» (۲)

روایات میں کئی افراد پر ان کے بدترین کردار اور قبیح افعال کی وجہ سے لعنت کی گئی ہے اور ان افراد کو ملعون قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ امام صادق علیہ السلام کے فرمان میں آیا ہے، امامؑ نے اپنے صحابی جنابِ یونسؒ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے یونس!!

۱) ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص کہ جو ہمسائے کو تکلیف اور اذیت پہنچائے۔

۲) ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص کہ جب ایک برادرِ مؤمن اس سے مصالحت کے لئے تیار ہو جائے لیکن وہ مصالحت سے انکار کرے۔

---

(۱) عوالی اللئالی، ج۱، ص ۲۵۶

(۲) مستدرک الوسائل، ج۸، ص ۴۲۳

۳) ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص کہ جو قرآن پڑھتا ہے لیکن شراب بھی پیتا ہے۔

۴) ملعون ہے ملعون ہے وہ عالم کہ جو ظالم بادشاہ کے ساتھ تعاون کرتا ہے اور ان کا امام بنا ہوا ہے۔

۵) ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص کہ جو امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ دشمنی وعداوت کرے، کیونکہ جس نے امیر المؤمنینؑ سے بغض وعداوت کی اس نے رسولِ خدا کے ساتھ بغض وعداوت کی اور جس نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بغض وعداوت کی اس پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

۶) ملعون ہے ملعون ہے وہ شخص کہ جو کسی مؤمن پر کفر کا الزام لگائے اور جو کوئی مؤمن پر کفر کا الزام لگائے گویا کہ اُسے قتل کر دیا۔

۷) ملعون ہے ملعون ہے وہ عورت کہ جو اپنے شوہر کو اذیت پہنچائے اور پریشان کرے۔

«عن الصادق عليه السلام: يَا يُونُسُ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ آذَى جَارَهُ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ رَجُلٌ يَبْدَؤُهُ أَخُوهُ بِالصُّلْحِ فَلَمْ يُصَالِحْهُ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ حَامِلُ الْقُرْآنِ مُصِرٌّ عَلَى شُرْبِ الْخَمْرِ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ عَالِمٌ يَؤُمُّ سُلْطَاناً جَائِراً مُعِيناً لَهُ عَلَى جَوْرِهِ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مُبْغِضُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع فَإِنَّهُ مَا أَبْغَضَهُ حَتَّى أَبْغَضَ رَسُولَ اللهِ ص وَ مَنْ أَبْغَضَ رَسُولَ اللهِ ص لَعَنَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ مَلْعُونٌ مَلْعُونٌ مَنْ رَمَى مُؤْمِناً بِكُفْرٍ وَ مَنْ رَمَى مُؤْمِناً بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ مَلْعُونَةٌ مَلْعُونَةٌ امْرَأَةٌ تُؤْذِي زَوْجَهَا وَ تَغُمُّهُ» [1]

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی بھی انسان کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا دل درست نہ ہو اور دل درست نہیں ہو سکتا جب تک اس کی زبان درست نہ ہو اور وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کی اذیت و آزار و تکلیف سے ہمسایہ محفوظ نہ ہو۔

«وَ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: لاَ يَسْتَقِيمُ إِيمَانُ عَبْدٍ حَتَّى يَسْتَقِيمَ قَلْبُهُ وَ لاَ يَسْتَقِيمُ قَلْبُهُ حَتَّى

---

(۱) کنز الفوائد، ج ۱، ص ۱۵۰

يَسْتَقِيمَ لِسَانُهُ وَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ رَجُلٌ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ»(۱)

ہمسایہ آزاری باعث جہنم

مولائے کائنات علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص ہمسائے کو تکلیف اور اذیت پہنچائے اللہ تعالیٰ جنت کی خوشبو بھی اس کے لئے حرام قرار دیتا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم میں قرار دیتا ہے، جو کہ بدترین جگہ ہے اور جو شخص ہمسائے کے حقوق کا خیال نہ رکھے اور ہمسائے کے حقوق کو ضائع کر دے تو وہ ہم میں سے نہیں۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل امینؑ نے اس قدر مجھے ہمسایوں کی سفارش کی ہے کہ میں نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ ہمسایوں کو ہمارا وارث قرار دیگا۔

«عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ فِي حَدِيثِ الْمَنَاهِي قَالَ: مَنْ آذَى جَارَهُ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِ رِيحَ الْجَنَّةِ وَ مَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمَصِيرُ وَ مَنْ ضَيَّعَ حَقَّ جَارِهِ فَلَيْسَ مِنَّا وَ مَا زَالَ جَبْرَئِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ»(۲)

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: بدترین ہمسایہ سب سے عظیم ضرر و نقصان اور سخت ترین بلاؤں و مصیبتوں میں شامل ہے۔

«قال امير المؤمنين عَلَيْهِ السَّلَامُ: جَارُ السَّوْءِ أَعْظَمُ الضَّرَّاءِ وَ أَشَدُّ الْبَلَاءِ»(۳)

برے ہمسائے کی اصلاح کرنے کا انوکھا طریقہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آیا اور اپنے ہمسائے کی اذیت و آزار کرنے کی شکایت کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: صبر و برداشت کرو، پھر یہ شخص دوبارہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر صبر کی سفارش کی، یہ شخص تیسری مرتبہ پھر ہمسائے کی شکایت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب لوگ نمازِ جمعہ کے لئے آئیں گے تو تم اپنا سارا سامان گھر سے نکال

---

(۱) تنبیہ الخواطر و نزھۃ النواظر (مجموعۃ ورام)، ج۱، ص۱۰۵

(۲) وسائل الشیعۃ، ج۱۲، ص۱۲۷

(۳) غرر الحکم، ج۱، ص۳۳۷

کر راستے میں رکھ دو، تاکہ نمازِ جمعہ کے لئے جانے والے تمام مومنین دیکھ لیں، اگر مومنین تم سے پوچھیں کہ یہ سارا سامان کیوں گھر سے باہر نکالا ہے؟ تو سب کو کہہ دو کہ میرا ہمسایہ مجھے بہت تکلیف پہنچاتا ہے، اس شخص نے حضور ﷺ کے فرمان پر عمل کیا اور سارا سامان گھر سے باہر راستے میں رکھ دیا، اتنے میں وہ ہمسایہ آیا جو اس کو تکلیف دیتا تھا، اس نے جب یہ صورتحال دیکھی (کہ اب اس کی عزت و آبرو خطرے میں ہے، سب اس کو برا سمجھ رہے ہیں) تو اس نے کہا خدا کے لئے سارا سامان گھر کے اندر لے جاؤ، اب میں تمہیں ہرگز تکلیف نہیں پہنچاؤں گا اور میری ذات سے تم سکون میں رہو گے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ علیه السلام قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ص فَشَكَا إِلَيْهِ أَذًى مِنْ جَارِهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ ص اصْبِرْ ثُمَّ أَتَاهُ ثَانِيَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ص اصْبِرْ ثُمَّ عَادَ إِلَيْهِ فَشَكَاهُ ثَالِثَةً فَقَالَ النَّبِيُّ ص لِلرَّجُلِ الَّذِي شَكَا إِذَا كَانَ عِنْدَ رَوَاحِ النَّاسِ إِلَى الْجُمُعَةِ فَأَخْرِجْ مَتَاعَكَ إِلَى الطَّرِيقِ حَتَّى يَرَاهُ مَنْ يَرُوحُ إِلَى الْجُمُعَةِ فَإِذَا سَأَلُوكَ فَأَخْبِرْهُمْ قَالَ فَفَعَلَ فَأَتَاهُ جَارُهُ الْمُؤْذِي لَهُ فَقَالَ لَهُ رُدَّ مَتَاعَكَ فَلَكَ اللهُ عَلَيَّ أَنْ لَا أَعُودَ» (۱)

ہمسائے کی حدود

جب روایات میں ہمسائے کے ساتھ اس قدر حسن سلوک، شائستہ زندگی اور نیکی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمسایہ کون ہے؟ اور اس کی حدود کس قدر ہیں، کہاں تک روایات کی روشنی میں ہمسایہ میں شامل ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت امام صادق علیہ السلام نے حضور ﷺ سے اس روایت کو نقل کیا ہے: قبیلہ انصار میں سے ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اپنے ہمسائے کی شکایت کی، کہا کہ میرے نزدیک ترین ہمسائے سے مجھے کوئی خیر کی امید نہیں ہے اور اس کے شر سے بھی محفوظ نہیں ہوں، حضور ﷺ نے مولائے کائنات، جنابِ سلمانؓ، جنابِ ابوذرؓ اور مقدادؓ کو بلایا اور فرمایا: جاؤ مسجد نبوی سے سب کو بلند آواز کے ساتھ یہ پیغام پہنچاؤ کہ جس شخص کے شر اور تکلیف سے ہمسایہ محفوظ نہ ہو وہ مومن نہیں ہے اور تین مرتبہ یہ اعلان کر دو اور یہ بھی اعلان کر دو کہ مسجد کے چاروں طرف جتنے بھی گھر ہیں چالیس

---

(۱) الکافی، ج۲، ص ۶۶۸

گھروں تک ہمسایہ شمار ہوتا ہے، یا پھر ہمسائے کی حدود میں شامل ہے۔

«عن الصادق عليه السلام: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ أَتَاهُ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ إِنِّي اشْتَرَيْتُ دَاراً فِي بَنِي فُلَانٍ وَ إِنَّ أَقْرَبَ جِيرَانِي مِنِّي جِوَاراً مَنْ لَا أَرْجُو خَيْرَهُ وَ لَا آمَنُ شَرَّهُ قَالَ فَأَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلِيّاً وَ سَلْمَانَ وَ أَبَا ذَرٍّ قَالَ وَ نَسِيتُ وَاحِداً وَ أَظُنُّهُ الْمِقْدَادَ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُنَادُوا فِي الْمَسْجِدِ بِأَعْلَى أَصْوَاتِهِمْ أَنَّهُ لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَمْ يَأْمَنْ جَارُهُ بَوَائِقَهُ فَنَادَوْا ثَلَاثاً ثُمَّ أَمَرَ فَنُودِيَ إِنَّ كُلَّ أَرْبَعِينَ دَاراً مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ وَ عَنْ يَمِينِهِ وَ عَنْ شِمَالِهِ يَكُونُ سَاكِنُهَا جَاراً لَه» (۱)

ایک اور روایت میں امیر المؤمنین علیہ السلام نے مسجد کے پڑوسیوں کی حدود کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: مسجد کے چاروں طرف چالیس گھروں تک ہمسایہ شمار ہوتے ہیں۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام: حَرِيمُ الْمَسْجِدِ أَرْبَعُونَ ذِرَاعاً وَ الْجِوَارُ أَرْبَعُونَ دَاراً مِنْ أَرْبَعَةِ جَوَانِبِهَا» (۲)

---

(۱) الاختصاص، ص ۳۲

(۲) مستدرک الوسائل ج ۸، ص ۴۳۱

ہمسائے کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیکی کرنے کے فوائد

۱) رزق میں فراوانی

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمسائے کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیکی کرنا رزق میں اضافے و فراوانی کا سبب ہے۔

«حُسْنُ الْجِوَارِ يَزِيدُ فِي الرِّزْقِ. الإمام الصادق عَلَيْهِ السَّلَام» (۱)

۲) رزق میں فراوانی اور شہروں کی آبادی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمسائے کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیکی کرنا رزق میں اضافے اور شہروں کی آبادی کا سبب ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اَلْبِرُّ وَ حُسْنُ الْجِوَارِ زِيَادَةٌ فِي الرِّزْقِ، وَ عِمَارَةٌ فِي الدِّيَارِ» (۲)

۳) شہروں کی آبادی اور عمر میں اضافہ

ایک اور حدیث میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیکی کرنا شہروں کی آبادی اور عمر میں اضافے کا سبب ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ حُسْنُ الْجِوَارِ يَعْمُرُ الدِّيَارَ وَ يُنْسِئُ فِي الْأَعْمَارِ» (۳)

ایک اور حدیث میں ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیکی کرنے کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہمسایوں کے ساتھ بہترین سلوک اور نیکی کرنا شہروں کے آباد ہونے اور عمر میں برکت کا سبب ہے۔

«قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ عليه السلام: حُسْنُ الْجِوَارِ يَعْمُرُ الدِّيَارَ وَ يَزِيدُ فِي الْأَعْمَارِ» (۴)

---

(۱) الزھد، ص ۲۷۵

(۲) الاصول الستۃ عشر، ج ۱، ص ۲۳۵

(۳) الکافی، ج ۲، ص ۶۶۸

(۴) ایضاً، ص ۶۶۷

۴)انسان کی سعادت اور کامیابی

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: بہترین اخلاقی بزرگیوں اور کمالات کو اپناؤ، بے شک بہترین اخلاقی کمالات و بزرگیوں کو خدا پسند کرتا ہے اور برے افعال سے اجتناب کرو اس لئے کہ پروردگارِ عالَم برے افعال سے نفرت رکھتا ہے اور ہمیشہ قرآن کی تلاوت کرتے رہو، اس لئے کہ آخرت میں درجات آیاتِ قرآنی کے حساب سے ہیں، جتنی آیات کی تلاوت کروگے اتنا ہی قیامت کے دن درجات میں اضافہ ہوگا اور قیامت کے دن کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتے جاؤ اور اپنے درجات کو بلند کرتے جاؤ اور بہترین و پسندیدہ اخلاق کو ہمیشہ اپنے لئے ضروری قرار دو، اس لئے کہ جو شخص بہترین اخلاق کا مالک ہے اس کا مقام و درجہ وہی ہے کہ جو دن بھر روزہ رکھنے والے اور رات بھر شب بیداری کرنے والے کا ہے اور ہمیشہ ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور نیکی کرتے رہو، کیونکہ یہ دستورِ پروردگار ہے اور ہمیشہ مسواک کو اپنے لئے ضروری قرار دو، کیونکہ یہ پاکیزگی اور بہترین سنت پر عمل کرتا ہے اور فرائض الٰہی کو بر وقت انجام دینا اپنے لئے لازم و ضروری قرار دو، جتنے بھی محرمات اور اللہ کی طرف سے حرام کردہ چیزیں ہیں ان کا ہمیشہ خیال رکھو اور اجتناب کرتے رہو۔

«عَنِ الصَّادِقِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ علیہما السلام أَنَّهُ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّهَا وَ إِيَّاكُمْ وَ مَذَامَّ الْأَفْعَالِ فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُبْغِضُهَا وَ عَلَيْكُمْ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ فَإِنَّ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ عَلَى عَدَدِ آيَاتِ الْقُرْآنِ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ يُقَالُ لِقَارِئِ الْقُرْآنِ اقْرَأْ وَ ارْقَ فَكُلَّمَا قَرَأَ آيَةً رَقِيَ دَرَجَةً وَ عَلَيْكُمْ بِحُسْنِ الْخُلُقِ فَإِنَّهُ يَبْلُغُ بِصَاحِبِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ وَ عَلَيْكُمْ بِحُسْنِ الْجِوَارِ فَإِنَّ اللهَ أَمَرَ بِذَلِكَ وَ عَلَيْكُمْ بِالسِّوَاكِ فَإِنَّهَا مَطْهَرَةٌ وَ سُنَّةٌ حَسَنَةٌ وَ عَلَيْكُمْ بِفَرَائِضِ اللهِ فَأَدُّوهَا وَ عَلَيْكُمْ بِمَحَارِمِ اللهِ فَاجْتَنِبُوهَا»[1]

اس روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے تمام انسانوں کی کامیابی کے لئے چند بنیادی اصولوں کی تعلیم فرمائی ہے اور زندگی میں ان چیزوں کا خیال رکھنا دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی اور سعادت کا باعث ہے، ان بنیادی اصولوں کی فہرست یہ ہے؛

---

(۱) الامالی (الصدوق)، ص ۳۵۹

۱) اخلاقی کمالات اور بزرگیوں کو ہمیشہ اپنانا۔

۲) اخلاقی خامیوں اور بُرے افعال سے ہمیشہ اجتناب اور دوری اختیار کرنا۔

۳) ہمیشہ کثرت سے قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا۔

۴) بہترین اور پسندیدہ اخلاق کے ساتھ پیش آنا۔

۵) ہمیشہ ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرنا۔

۶) نظافت وپاکیزگی کا خیال رکھنا، خاص طور پر دانتوں کی پاکیزگی کا خیال کرتے ہوئے ہمیشہ مسواک کرنا۔

۷) فرائض اور واجبات کا اہتمام کرنا اور ہمیشہ ان کو پابندی کے ساتھ بروقت ادا کرتے رہنا۔

۸) حرام چیزوں پر توجہ دینا اور ہمیشہ ان سے اجتناب وپرہیز کرنا۔

۵) اچھے ہمسایوں کے اضافے کا باعث

مولائے کائنات علیہ السلام نے ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرنے کے فوائد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص ایسا کرے گا اس کے چاہنے والے ہمسائے بہت زیادہ ہوں گے۔

«مَنْ حَسُنَ جِوَارُهُ كَثُرَ جِيرَانُهُ» [1]

۶) قیامت کے دن خدا کا پڑوسی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس روایت کو نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اللہ کی جانب سے منادی حق آواز دے گا کہ جس کو سب اولین و آخرین سنیں گے، آواز آئے گی کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو اللہ کے پڑوسی ہیں، اس آواز پر لبیک کہتے ہوئے کچھ لوگ اٹھیں گے اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے، فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ تم دنیا میں کیا کرتے تھے کہ آج قیامت میں اللہ کے پڑوسی

---

(۱) غرر الحکم، ج ۱، ص ۵۲۸

بن گئے ہو (کمالِ تقرّب اور عظیم مقام کو پالیا ہے) ان کی طرف سے جواب آئے گا؛ ہم دنیا میں اللہ کی خاطر محبت کرتے تھے، اللہ ہی کی خاطر خرچ کرتے تھے، اللہ ہی کی خاطر لوگوں سے رابطہ رکھتے تھے اور لوگوں کی زیارت کیا کرتے تھے، تو پروردگار کی جانب سے آواز آئے گی، میرے بندوں نے سچ کہا ہے، ان کا راستہ چھوڑ دو تاکہ یہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں اللہ کے پڑوسی (مقامِ قرب) پر فائز ہو جائیں۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ الْبَاقِرِ عَنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ: يُنَادِي مُنَادٍ مِنْ عِنْدِ اللهِ (عَزَّ وَ جَلَّ)، يُسْمِعُ آخِرَهُمْ كَمَا يُسْمِعُ أَوَّلَهُمْ، فَيَقُولُ: أَيْنَ جِيرَانُ اللهِ (جَلَّ جَلَالُهُ) فِي دَارِهِ فَيَقُومُ عُنُقٌ مِنَ النَّاسِ، فَتَسْتَقْبِلُهُمْ زُمْرَةٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ، فَيَقُولُونَ لَهُمْ: مَا ذَا كَانَ عَمَلُكُمْ فِي دَارِ الدُّنْيَا فَصِرْتُمْ بِهِ الْيَوْمَ جِيرَانَ اللهِ (تَعَالَى) فِي دَارِهِ فَيَقُولُونَ: كُنَّا نَتَحَابُّ فِي اللهِ (عَزَّ وَ جَلَّ). وَ نَتَبَاذَلُ فِي اللهِ، وَ نَتَوَازَرُ فِي اللهِ. فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنْ عِنْدِ اللهِ: صَدَقَ عِبَادِي خَلُّوا سَبِيلَهُمْ لِيَنْطَلِقُوا إِلَى جِوَارِ اللهِ فِي الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ. قَالَ: فَيَنْطَلِقُونَ إِلَى الْجَنَّةِ بِغَيْرِ حِسَابٍ»[1]

۷) گناہوں کی مغفرت

حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص تین مومنین کو افطاری دے، تو اللہ اس کو بخش دیتا ہے اور جو شخص مر جائے اور اس کے تین ہمسائے ہوں اور سب کے سب اس سے راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

«قال نبی ﷺ: مَنْ فَطَّرَ ثَلَاثَةً غُفِرَ لَهُ وَ مَنْ مَاتَ وَ لَهُ جِيرَانٌ ثَلَاثَةٌ كُلُّهُمْ رَاضٍ عَنْهُ غُفِرَ لَهُ»[2]

۸) محبوبِ خدا اور رسول ہونا

حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ خدا اور رسول ﷺ تم سے محبت کریں اور تم محبوبِ خدا و رسول ﷺ بن جاؤ، تو تین کام انجام دیتے ہوں گے؛

۱) امین بن جاؤ اور لوگوں کی امانتوں کا خیال رکھو اور وقت پر ادا کرو۔

---

(۱) الامالي (للطوسي)، ر.اتص، ص ۱۰۳

(۲) اعلام الدين (للديلمي)، ر.اتص، ص ۲۲۸

۲) جب بھی گفتگو کرو تو صداقت و سچائی سے کلام کرو۔

۳) اپنے ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک اور بہترین طریقے سے زندگی کرو۔

«قال رسول الله ﷺ: إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ يُحِبَّكُمُ اللهُ وَ رَسُولُهُ فَأَدُّوا إِذَا ائْتُمِنْتُمْ وَ اصْدُقُوا إِذَا حَدَّثْتُمْ وَأَحْسِنُوا جِوارَ مَنْ جاوَرَكُمْ» (۱)

ایک کافر پڑوسی جو بسببِ نیکی عذاب جہنم سے نجات پا گیا

جنابِ علی ابن یقطین نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک مؤمن رہتا تھا، جس کے ہمسائے میں ایک کافر زندگی کر رہا تھا، وہ کافر پڑوسی اس مؤمن کا بہت خیال رکھا کرتا تھا، اس کے ساتھ ہمیشہ رفاقت، محبت اور نیکی سے پیش آتا تھا، جب اس کافر کا انتقال ہوا تو اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ایک مٹی کا گھر بنایا تا کہ جہنم کی آگ سے یہ محفوظ رہے، اس کے لئے جہنم کے باہر سے رزق اور نعمتیں فراہم کی جاتی تھیں، اس کافر پڑوسی سے کہا گیا کہ تم جہنم کی آگ سے اس لئے محفوظ ہو گئے ہو اور ان نعمتوں کے مستحق قرار پائے ہو کہ تم پڑوسی ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے مؤمن پڑوسی کے ساتھ نیکی اور احسان کیا کرتے تھے جس کے صلہ میں یہ مقام تمہیں دیا گیا ہے۔

«عَنْ عَلِيِّ بْنِ يَقْطِينٍ عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ: كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ وَ كَانَ لَهُ جَارٌ كَافِرٌ فَكَانَ يَرْفُقُ بِالْمُؤْمِنِ وَ يُوَلِّيهِ الْمَعْرُوفَ فِي الدُّنْيَا فَلَمَّا أَنْ مَاتَ الْكَافِرُ بَنَى اللهُ لَهُ بَيْتاً فِي النَّارِ مِنْ طِينٍ فَكَانَ يَقِيهِ حَرَّهَا وَ يَأْتِيهِ الرِّزْقُ مِنْ غَيْرِهَا وَ قِيلَ لَهُ هَذَا لِمَا كُنْتَ تُدْخِلُ عَلَى جَارِكَ الْمُؤْمِنِ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ مِنَ الرِّفْقِ وَ تُوَلِّيهِ مِنَ الْمَعْرُوفِ فِي الدُّنْيَا» (۲)

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرنے کی تاثیر دنیوی زندگی تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ آخرت میں بھی باعث نجات اور عذاب کی دوری کا سبب ہے اور ہمسائے کے

---

(۱) نہج الفصاحہ، ص ۲۶۳، ح ۵۵۳

(۲) ثواب الاعمال، ج ۱، ص ۱۶۹

ساتھ نیکی کرنے والا کافر بھی ہو تو بھی قیامت کے عذاب سے محفوظ رہنے کا وسیلہ ہے۔

اور یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ خدمتِ خلق اور نیکی خدا کی بارگاہ میں اس قدر محبوب ہے کہ کافر بھی اس عبادت کو انجام دے تو پروردگار اس شخص کو جہنم کے عقاب سے وعذاب سے نجات عطا کرتا ہے، اگرچہ کافر و خدا کے منکرین کے لئے جنت حرام ہے لیکن نیکی اور خدمتِ خلق کرنے اور پڑوسی کے حقوق کو ادا کرنے کے صلہ میں جہنم ہی میں ان کے لئے سکون اور نعمت کا وسیلہ فراہم کرتا ہے۔

جیسا کہ ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: اللہ رب العزت نے مقام مناجات میں حضرتِ موسیٰ کلیم اللہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: روئے زمین پر میرے کچھ بندے ہیں جن کے لئے میں نے جنت کو بنایا ہے اور اُن لوگوں کو جنت میں مکمل اختیار دوں گا، جنابِ موسیٰ علیہ السلام نے پروردگار سے سوال کیا اے میرے پروردگار! وہ کون لوگ ہیں جن کو تو جنت میں جگہ بھی عطا کرے گا اور مکمل اختیار بھی عطا کرے گا؟ رب العزت کی طرف سے آواز آئی؛ وہ لوگ جو دنیا میں نیکی کرتے ہیں، مؤمنین کو خوشحال کرتے ہیں (یعنی مؤمن کی پریشانی ومشکلات کو دور کر کے اُن کی خوشی وسُرور کے اسباب کو فراہم کرتے ہیں)، پھر امام علیہ السلام نے اس مطلب کے لئے استدلال کرتے ہوئے بنی اسرائیل کا ایک قصہ بیان فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک مؤمن، ظالم وستمگر بادشاہ کی حکومت میں زندگی کرتا تھا، اُس بادشاہ نے اس مؤمن کو ڈرایا دھمکایا اور یہ مؤمن خوف کے مارے فرار کر کے ایک مشرک کے گھر پناہ لے گیا، اس مشرک نے اس کو پناہ دی اور اس کے ساتھ رفاقت و محبت سے پیش آیا، اس مؤمن کی مہمان نوازی کی، جب اس مشرک کا انتقال ہوا تو اللہ رب العزت نے اس مشرک کی جانب وحی کی کہ؛ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم اگر تجھے جنت میں جگہ دینے کی گنجائش ہوتی تو میں تجھے جنت میں مقام عطا کرتا لیکن میں نے جنت کو مشرکین اور کفار پر حرام قرار دیا ہے، لہٰذا میں نے جہنم سے کہہ دیا ہے کہ وہ تجھے اذیت وتکلیف نہ پہنچائے اور جہنم کے عذاب سے تم محفوظ رہو گے، شب و روز تمہارا رزق پہنچتا رہے گا، راوی نے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ وہ رزق اس کے لئے جنت سے لایا جائے گا؟ تو امامؑ نے فرمایا: جہاں سے خدا چاہے۔

«عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْوَلِيدِ الْوَصَّافِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: إِنَّ فِيمَا نَاجَى

اللہ عَزَّ وَ جَلَّ بِهِ عَبْدَهُ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ إِنَّ لِي عِبَاداً أُبِيحُهُمْ جَنَّتِي وَ أُحَكِّمُهُمْ فِيهَا قَالَ يَا رَبِّ وَ مَنْ هَؤُلاَءِ الَّذِينَ تُبِيحُهُمْ جَنَّتَكَ وَ تُحَكِّمُهُمْ فِيهَا قَالَ مَنْ أَدْخَلَ عَلَى مُؤْمِنٍ سُرُوراً ثُمَّ قَالَ إِنَّ مُؤْمِناً كَانَ فِي مَمْلَكَةِ جَبَّارٍ فَوَلَعَ بِهِ فَهَرَبَ مِنْهُ إِلَى دَارِ الشِّرْكِ فَنَزَلَ بِرَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الشِّرْكِ فَأَظَلَّهُ وَ أَرْفَقَهُ وَ أَضَافَهُ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَوْحَى اللہُ عَزَّ وَ جَلَّ إِلَيْهِ وَ عِزَّتِي وَ جَلاَلِي لَوْ كَانَ لَكَ فِي جَنَّتِي مَسْكَنٌ لَأَسْكَنْتُكَ فِيهَا وَ لَكِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَى مَنْ مَاتَ بِي مُشْرِكاً وَ لَكِنْ يَا نَارُ هِيدِيهِ وَ لاَ تُؤْذِيهِ وَ يُؤْتَى بِرِزْقِهِ طَرَفَيِ النَّهَارِ قُلْتُ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ مِنْ حَيْثُ شَاءَ اللہُ»[1]

ہمسایہ داری کا خلاصہ اور نتیجہ روایات کی روشنی میں

ہمسایہ آزاری اور ہمسائے کو تکلیف دینا اور ہمسائے کے حقوق کا خیال نہ رکھنا عظیم گناہوں میں شامل ہے اور اس گناہ کو انجام دینے کے دنیا و آخرت دونوں میں عظیم نقصانات اور برے آثار روایات میں بیان کئے گئے ہیں، جس طرح سے ہمسائے کا خیال رکھنا اور حقوق کو ادا کرنا اور ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک کے عظیم فائدے روایات میں بیان ہوئے ہیں، جیسے عمر میں برکت، مال میں وسعت، رزق کی فراوانی، گناہوں کی مغفرت، اللہ کی رضا و خوشنودی کا سبب اور دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی و کامرانی، اسی طرح سے ہمسایہ آزاری اور ہمسایوں کو تکلیف دینا اور ان کے حقوق کو ضائع کرنا دنیا و آخرت دونوں میں عظیم نقصانات اور مشکلات کا باعث ہے، جیسا کہ روایات میں گزرا ہے کہ اس عظیم گناہ کی وجہ سے انسان کی زندگی میں فقر و غربت آتی ہے، عمر میں کمی واقع ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے محروم ہو جاتا ہے، باعث شقاوت و بدبختی ہے، اللہ ورسول و آئمہ طاہرین علیہم السلام کی ناراضگی اور جہنم میں جانے کا باعث ہے، ایسے لوگوں کی نیکیاں و اعمال و عبادات بھی بارگاہ الٰہی میں قابل قبول نہیں ہیں اور بہت ساری پریشانیاں اور مشکلات اور زندگی میں بہت ساری دشواریاں، پیچیدگیاں، زندگی کے سکون و آرامش کے چھن جانے کا سبب ہے، ہمسایہ آزاری سے اجتناب اور دوری اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ اگر ہمسائے سے کوئی تکلیف و پریشانی ہو تو معاف کر دینا اور ہمسائے سے حاصل ہونے والی مشکلات پر صبر کرنا بھی روایات میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔

---

(۱) الکافی، ج ۲، ص ۱۸۸

جیسا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک اور بہترین ہمسایہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ ہمسائے کو اذیت و تکلیف نہ دیں بلکہ ہمسائے کے ساتھ حسن سلوک اور بہترین ہمسایہ داری یہ ہے کہ اگر ہمسائے کی طرف سے کوئی تکلیف و اذیت و آزار پہنچے تو اس کو صبر و بردباری سے برداشت کرنا بھی ہے۔

«عَنْ عَبْدٍ صَالِحٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: لَيْسَ حُسْنُ الْجِوَارِ كَفُّ الْأَذَى وَ لَكِنَّ حُسْنَ الْجِوَارِ صَبْرُكَ عَلَى الْأَذَى» (۱)

---

(۱) ایضاً، ص ۶۶۷

آدابِ معاشرت (حصہ یازدہم آداب تجارت)

آیات وروایات کی روشنی میں تجارت کی فضیلت اور آداب

معنوی وابدی تجارت

دنیا میں ایک ایسی تجارت بھی ہے جس کے منافع ابدی و دائمی ہیں، اس تجارت کے کرنے والے بہت فائدہ و منافع حاصل کرنے والے ہیں اور اس تجارت کی طرف حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: دنیا ایک بازار ہے، اس سے ایک قوم نے خوب فائدہ اٹھایا اور دوسری قوم نے بہت بڑا خسارہ اور نقصان اٹھایا ہے۔

«وَ قَالَ [الامام الهادی] عَلَیْهِ اَلسَّلاَمُ: اَلدُّنْیَا سُوقٌ رَبِحَ فِیهَا قَوْمٌ وَ خَسِرَ آخَرُونَ» (۱)

وہ تجارت اللہ کے ساتھ تجارت کرنا ہے، جس میں بہت بڑے فائدے و منافع موجود ہیں، ایسے منافع و فائدے جن کی برکتیں و آثار و نتائج ابدی و دائمی ہیں، اولیائے الٰہی، انبیائے کرام، آئمہ طاہرین علیہم السلام، صالحین اور مؤمنین اسی تجارت کو انجام دینے والے ہیں، اس تجارت میں اللہ کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں، اپنی جان و مال و اولاد و زندگی کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں، راہِ الٰہی میں مسلسل جہاد و تلاش کرتے رہتے ہیں، جس کے نتیجے اور صلے میں خدا کی خوشنودی، عذابِ الیم سے نجات، جناتِ عدن، مساکن طیبہ، خلدِ برین میں اعلیٰ ترین مقامات پر بزرگ ہستیوں کے ساتھ رفاقت و عظیم نعمتوں کو پاتے ہوئے فوزِ عظیم حاصل کرتے ہیں، اس

---

(۱) تحف العقول، ج ۱، ص ۴۸۳

تجارت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا ہے: اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت کی طرف رہنمائی کروں جو تمہیں تکلیف دہ عذاب سے نجات دلائے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ﴾ (۱)

تم خدا اور اس کے رسول پر یقین رکھتے ہو اور اپنے اموال اور نفسوں کے ذریعے سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہو اور یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جان سکتے ہو تو۔

﴿تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۲)

وہ تمہارے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور تمہیں ان باغوں میں داخل کر دیتا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور باغات عدن میں ان مساکن میں جگہ عطا فرما دیتا ہے جو پاک و مطہر ہیں یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (۳)

حقیقت میں اللہ نے مؤمنین سے ان کے جان و مال کو جنت کے بدلے میں خریدا ہے، وہ لوگ کہ جو راہ خدا میں جنگ کرتے ہیں، قتل کرتے اور قتل ہوتے ہیں، یہ خدا کا سچا وعدہ ہے (جو اس نے) تورات و انجیل و قرآن میں (کیا ہے) اور کون ہے خدا کے علاوہ جو اپنے کئے ہوئے وعدے کی بہتر طور پر وفا کرے، پس اس بیعت پر کہ جو تم نے (اللہ سے) کی ہے، خوشحال رہو اور یہی بہت بڑی کامیابی و کامرانی ہے۔

اور سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے اس عظیم تجارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے؛ مؤمنین سے اللہ تعالیٰ نے ان کی جان و مال کو خرید لیا ہے اور اس کے عوض میں جنت عطا کی ہے، یہ مؤمنین اللہ کی راہ میں مسلسل دشمنانِ دین کے ساتھ جنگ کرتے ہیں، دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور خود بھی اپنی جانوں کو دین پر

---

(۱) الصف/ ۱۰
(۲) الصف/ ۱۱
(۳) الصف/ ۱۲

قربان کر دیتے ہیں، یہ ایک سچا وعدہ ہے، جس کو اللہ نے تورات، انجیل و قرآن میں لکھ دیا ہے اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو وفا کرنے والا ہے؟!! پس مبارک و بشارت ہو اس معاملہ و تجارت پر کہ جو اللہ کے ساتھ انجام دیا جائے اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے، اس بڑھ کر اور کوئی کامیابی وکامرانی نہیں ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنی راہ میں جان ومال وزندگی اور سب کچھ قربان کرنے اور ہمیشہ دین کے استحکام کے لئے جہاد کرنے کو سب سے بڑی کامیابی اور عظیم تجارت قرار دیا ہے۔

﴿إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَ أَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُونَ وَ يُقْتَلُونَ وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً فِي التَّوْرَاةِ وَ الْإِنجِيلِ وَ الْقُرْآنِ وَ مَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (۱)

اولیائے الٰہی، انبیاء و آئمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرت کو بیان کرتے ہوئے پروردگارِ عالم نے سورہ نور میں ارشاد فرمایا ہے؛ جو لوگ اللہ کے ساتھ تجارت کرتے ہیں، وہ ہمیشہ صبح وشام تسبیح پروردگار میں مشغول رہتے ہیں اور وہ کبھی بھی یادِ الٰہی، ذکرِ پروردگار اور اپنے فرائض وواجبات کی انجام دہی سے غافل نہیں ہوتے، یعنی برگزیدہ ہستیاں اللہ کے ساتھ تجارت بھی کرتی ہیں اور ہمیشہ عبادت وبندگی میں بھی مشغول رہتی ہیں اور اس دن کو بہت زیادہ یاد کرتی ہیں جس دن سب دل دہل جائیں گے اور آنکھیں مضطرب ہو جائیں گی، تاکہ اللہ تعالی کی رضا وخوشنودی وبہترین پاداش اور عظیم فضل وکرم کو حاصل کر سکیں۔

﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَن تُرْفَعَ وَ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْآصَالِ * رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَ لَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ وَ إِقَامِ الصَّلَاةِ وَ إِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْماً تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَ الْأَبْصَارُ * لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَ يَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (۲)

اور اسی تجارت معنوی وابدی اور پھر اس کے ساتھ دنیوی تجارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پروردگارِ

---

(۱) التوبہ / ۱۱۱
(۲) النور / ۳۶-۳۸

عالم نے ارشاد فرمایا: پس جب نماز (جمعہ) تمام ہو جائے تو (اپنی روزی کی تلاش میں) زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل وکرم سے (روزی) کو طلب کرو اور اللہ کا ذکر زیادہ کرتے رہو، تاکہ تم کامیاب وکامران ہو جاؤ۔

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الأَرْضِ وَ ابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللهِ وَ اذْكُرُوا اللهَ كَثِيراً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (الجمعة/ ۱۰)

اور اسی طرح سورہ قصص میں بھی معنوی ومادی اور دنیوی واخروی دونوں تجارتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پروردگارِعالم نے ارشاد فرمایا ہے: اور جو کچھ اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے، تم اس میں کوشش کرو کہ آخرت کے گھر کو حاصل کرو اور (لیکن) دنیاوی لذات ونعمتوں کو بھی نہ بھولو (ان سے بھی استفادہ کرتے رہو) اور نیک کام کرتے رہو، جیسا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد برپا نہ کرو کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

﴿وَ ابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللهُ الدَّارَ الآخِرَةَ وَ لاَ تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ أَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللهُ إِلَيْكَ وَ لاَ تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الأَرْضِ إِنَّ اللهَ لاَ يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ﴾ (القصص/ ۷۷)

تجارت کی فضیلت

تجارت کرنا بہت بڑی عبادت اور انبیاء واولیاء علیہم السلام کی سیرت ہے، تجارت ایک فریضے کی ادائیگی اور دین کی خدمت، غریبوں کی مدد، خدا کی رضا وخوشنودی کو حاصل کرنے کا طریقہ ہے، تجارت کے ذریعے انسان اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوسروں سے بے نیاز کرتا ہے اور اپنے مال ودولت کے ذریعے سے ضرورتمند و مجبور انسانوں کی خدمت کر کے ان کی دعائیں بھی لیتا ہے، پھر رزقِ حلال کے ذریعے سے اپنے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ خُمس وزکات اور دیگر مالی واجبات کو ادا کر کے آخرت میں بھی عظیم مقام ومرتبہ حاصل کرلیتا ہے، اس وجہ سے روایات میں تجارت کی تاکید وسفارش کی گئی ہے اور تجارت کو جنت میں جانے اور خدا کی رضا وخوشنودی کو پانے کا اہم ترین وسیلہ قرار دیا گیا ہے، خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے تجارت کر کے، تجارت کی فضیلت اور اس کے عظیم فوائد وآثار سے مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے، تجارت کی فضیلت کے لئے یہی کافی ہے کہ روایات میں سچے اور امین تاجر کے لئے نہ تنہا جنت کا وعدہ ہے بلکہ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جانے والوں میں بھی شامل ہے۔ اسی وجہ سے آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنے اصحاب کو تجارت کا حکم دیا ہے، تجارت کو ترک کرنے سے منع کیا ہے، تجارت کو عقل وتجربے میں اضافے کا سبب قرار دیا ہے، انسان شناسی کے لئے اور لوگوں سے بہترین روابط کے لئے وسیلہ قرار دیا ہے، لہٰذا ذیل میں ہم روایات آلِ محمد علیہم السلام کی تعلیمات کی روشنی میں ان تمام حقائق کو بیان کرتے ہیں۔

البتہ تجارت میں شرائط، احکام وآداب کا خیال رکھنا اور شرعی معیارات کے مطابق اس عبادت کو انجام دینا بھی نہایت ضروری ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو تجارت کرنا معصیت اور خدا کی نافرمانی اور جہنم میں جانے کا سبب بھی بن سکتا ہے، اسی وجہ سے آئمہ طاہرین علیہم السلام نے جہاں تجارت کی اہمیت وفضیلت کو بیان کیا ہے، وہاں تجارت کے حوالے سے بہت سارے شرعی اہم ترین احکام کو بھی ذکر فرمایا ہے اور پھر ان احکام وشرائط اور آدابِ تجارت کا خیال رکھنا ضروری قرار دیا ہے، لہٰذا ہم نے بھی کوشش کے مطابق آدابِ تجارت کو معتبر روایات کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے تاکہ مؤمنین ان آداب کا خاص خیال رکھیں۔

تجارت بے نیازی اور محبوبِ خدا بننے کا وسیلہ

مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: اپنے آپ کو تجارت کے لئے تیار کرو، اس لئے کہ تجارت میں تمہارے لئے دوسروں سے بے نیازی کا سبب ہے اور اللہ تعالیٰ ہنر مند وصنعت کار امین انسان کو پسند کرتا ہے۔

«عَنْ أَمِيرِالْمُؤْمِنِينَ (ع): تَعَرَّضُوا لِلتِّجَارَةِ فَإِنَّ فِيهَا غِنًى لَكُمْ عَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ وَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُحْتَرِفَ الْأَمِينَ»[1]

برکت کے نوحصے تجارت میں

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کی اہمیت اور فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: برکت کے دس اجزاء ہیں، ان میں سے نو اجزاء تجارت میں ہیں اور ایک جزء مویشیوں کے کاروبار میں ہے۔

اس روایت کی روشنی میں رزق اور برکت کے زندگی میں نو حصے تجارت اور کاروبار میں ہیں۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص الْبَرَكَةُ عَشَرَةُ أَجْزَاءٍ تِسْعَةُ أَعْشَارِهَا فِي التِّجَارَةِ وَ الْعُشْرُ الْبَاقِي فِي الْجُلُودِ»[2]

رزقِ حلال حاصل کرنے کے لئے تجارت کرنے والا بغیر حساب جنت میں

رزقِ حلال حاصل کرنے کے لئے محنت اور زحمت کرنا جہاں پر فرض اور عبادت ہے، وہاں پر مغفرت و جنت کے پانے کا وسیلہ بھی ہے، رزقِ حلال حاصل کرنا اس قدر خدا کی نگاہ میں محبوب اور پسندیدہ ہے کہ رزقِ حلال کے لئے تجارت کرنے والے تاجر اور محنتی انسان کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل کرتا ہے، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: تین گروہ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور تین گروہ ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب وکتاب کے جہنم میں ڈال دیتا ہے،

---

(۱) الخصال، ج۲، ص۶۲۱

(۲) ایضاً، ص۴۴۵

وہ تین گروہ جن کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل کرے گا درج ذیل ہیں؛

۱)امام عادل۔ ۲)سچائی اور صداقت کے ساتھ تجارت کرنے والا۔

۳)وہ بوڑھا شخص جس نے اپنی عمر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزاردی ہو۔

اور وہ تین گروہ جن کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب وکتاب کے جہنم میں ڈالے گا درج ذیل ہیں؛

۱)ظالم وجابر امام ۲)جھوٹ، دھوکا اور فریب کے ساتھ تجارت کرنے والا۔

۳)وہ بوڑھا شخص جو زناکار ہو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ص قَالَ: ثَلَاثَةٌ يُدْخِلُهُمُ اللهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَ ثَلَاثَةٌ يُدْخِلُهُمُ اللهُ النَّارَ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَأَمَّا الَّذِينَ يُدْخِلُهُمُ اللهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَإِمَامٌ عَادِلٌ وَ تَاجِرٌ صَدُوقٌ وَ شَيْخٌ أَفْنَى عُمُرَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ أَمَّا الثَّلَاثَةُ الَّذِينَ يُدْخِلُهُمُ اللهُ النَّارَ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَإِمَامٌ جَائِرٌ وَ تَاجِرٌ كَذُوبٌ وَ شَيْخٌ زَانٍ» (۱)

محنتی وزحمت کش انسان کا مقام ومرتبہ

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ شخص جو اپنے اہل وعیال کے لئے محنت اور زحمت کرتا ہے، اُس کا مقام راہِ الٰہی میں جہاد کرنے والے مجاہد کے برابر ہے۔

(یعنی کسبِ حلال کے لئے زحمت کرنا جہادِ اقتصادی ہے اور زحمت کرنے والا انسان راہِ الٰہی کا مجاہد ہے)

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: الْكَادُّ عَلَى عِيَالِهِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللهِ» (۲)

تجارت عقل میں اضافے کا اور ترکِ تجارت عقل میں کمی کا سبب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تجارت کو ترک کرنا عقل میں کمی اور نقصان کا باعث ہے۔

---

(۱)ایضاً،ج۱،ص۸۰

(۲)الکافی،ج۵،ص۸۸

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: تَرْكُ التِّجَارَةِ يَنْقُصُ الْعَقْلَ»(۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تجارت عقل کی توانائیوں میں اضافے کا باعث ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: التِّجَارَةُ تَزِيدُ فِي الْعَقْلِ»(۲)

فضیل ابن اعور سے روایت ہے کہ میں نے معاذ ابن کثیر کو حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہوئے سنا کہ میرے آقا و مولاؑ میں نے بہت زیادہ تجارت اور کاروبار کیا ہے، اب تجارت چھوڑنے کا ارادہ ہے اور تجارت کرنے کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے، امامؑ نے فرمایا: اگر تم ایسا کروگے (یعنی تجارت کو چھوڑ دوگے) تو تمہارے تجربات اور فکری توانائیوں میں نقص و کمی واقع ہو جائے گی۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام اپنے اصحاب کو تجارت و کاروبار کرنے کی تاکید و سفارش کرتے تھے اور تجارت کو ترک کرنے سے منع فرماتے تھے اور تجارت کو اقتصادی و مالی فوائد کے علاوہ انسان کی تربیت، فکری صلاحیتوں اور دیگر انسانوں کے ساتھ روابط و اجتماعی تعلقات کو محکم کرنے کا ایک وسیلہ سمجھتے تھے۔

«عَنْ فُضَيْلٍ الْأَعْوَرِ قَالَ: شَهِدْتُ مُعَاذَ بْنَ كَثِيرٍ وَ قَالَ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ ع إِنِّي قَدْ أَيْسَرْتُ فَأَدَعُ التِّجَارَةَ فَقَالَ إِنَّكَ إِنْ فَعَلْتَ قَلَّ عَقْلُكَ أَوْ نَحْوَهُ»(۳)

تجارت کو ترک کرنے کی مذمت

روایات میں سستی، تنبلی اور کام نہ کرنے اور تجارت کو ترک کرنے کی بہت سخت مذمت کی گئی ہے، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آئمہ طاہرین علیہم السلام کی روایات و تعلیمات میں کام نہ کرنے والے افراد اور دوسروں کے لئے بوجھ بننے والے تنبل و کاہل انسانوں کی بہت زیادہ مذمت وارد ہوئی ہے، جبکہ اس کے مقابل میں زحمت و محنت کرنے والوں اور رزقِ حلال کی طلب کے لئے کوشش کرنے والوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے، جیسا کہ علی بن

---

(۱) ایضاً، ص ۱۴۸

(۲) ایضاً، ص ۱۴۸

(۳) ایضاً، ص ۱۴۸

عبد العزیز سے روایت ہے کہ مولا امام صادق علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ عمر ابن مسلم آج کل کیا کرتا ہے؟ علی ابن عبد العزیز نے جواب میں عرض کیا: اے میرے آقا! میری جان آپ پر قربان ہو، وہ آج کل عبادت کی طرف متوجہ ہو گیا ہے اور سارا وقت عبادت میں صرف کرتا ہے اور تجارت (کاروبار) کو ترک کر دیا ہے، تو مولاؑ نے فرمایا: افسوس ہو اس پر، کیا اُسے پتا نہیں کہ جو تجارت کو ترک کرتا ہے اور رزقِ حلال حاصل نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو مستجاب نہیں کرتا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی کچھ لوگ اس آیت ﴿وَ مَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لا يَحْتَسِبُ﴾ (۱) (جو تقویٰ اختیار کرے اللہ تعالیٰ ان کے لئے کشائش، نجات اور بے شمار رزق عطا کرتا ہے) کو غلط سمجھنے کی وجہ سے تجارت کو ترک کر کے عبادت کی طرف رُخ کر چکے تھے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رزق کی ذمہ داری لے لی ہے، اب ہمیں صرف عبادت ہی کرنی چاہئے، جب یہ خبر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو جمع کیا اور فرمایا: تم لوگوں نے تجارت اور رزقِ حلال کو طلب کرنا کیوں ترک کیا ہے؟ تو انہوں نے عرض کی: اللہ نے ہمارے رزق کا ذمہ لے لیا ہے، اس وجہ سے ہم عبادت میں مشغول ہو گئے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ رزقِ حلال طلب نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نہ اُس کی عبادت کو قبول کرتا ہے اور نہ دعا کو مستجاب کرتا ہے، تم سب پر لازم و ضروری ہے کہ بہترین طریقے سے رزقِ حلال طلب کیا کرو اور اس راہ میں محنت و زحمت سے کام لو، رزقِ حلال کا طلب کرنا سب پر فرض ہے۔

«عَنْ هَارُونَ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللهِ ع مَا فَعَلَ عُمَرُ بْنُ مُسْلِمٍ قُلْتُ جُعِلْتُ فِدَاكَ أَقْبَلَ عَلَى الْعِبَادَةِ وَ تَرَكَ التِّجَارَةَ فَقَالَ وَيْحَهُ أَ مَا عَلِمَ أَنَّ تَارِكَ الطَّلَبِ لَا يُسْتَجَابُ لَهُ- إِنَّ قَوْماً مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ ص لَمَّا نَزَلَتْ وَ مَنْ يَتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجاً وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لا يَحْتَسِبُ أَغْلَقُوا الْأَبْوَابَ وَ أَقْبَلُوا عَلَى الْعِبَادَةِ وَ قَالُوا قَدْ كُفِينَا فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ ص فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى مَا صَنَعْتُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ تُكُفِّلَ لَنَا بِأَرْزَاقِنَا فَأَقْبَلْنَا عَلَى الْعِبَادَةِ فَقَالَ إِنَّهُ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ لَمْ يُسْتَجَبْ لَهُ عَلَيْكُمْ بِالطَّلَبِ» (۲)

---

(۱) الطلاق / ۳

(۲) ایضا الکافی، ج۵، ص ۸۴

کاروبار اور تجارت کے آداب

دینِ اسلام میں جہاں تجارت کی بہت زیادہ فضیلت اور اہمیت ہے، وہاں تجارت کے لئے بہت سارے آداب واحکام بھی ہیں، وہ تجارت عبادت اور عظمت کی حامل ہے جو شریعت کے احکام، قوانین اور دینی آداب کو ملاحظہ کرتے ہوئے انجام پائی ہو، آدابِ تجارت میں سے ایک اہم ترین اور نہایت ضروری ادب اور حکم تجارت کے احکام و مسائل کو یاد کرنا ہے، تجارت سے پہلے احکام و شرائطِ تجارت کو یاد کرنا اور سیکھنا واجب اور لازم ہے، جس طرح نماز پڑھنے سے پہلے نماز کے احکام و شرائط کا جاننا لازم ہے، لہٰذا ذیل میں تجارت کے احکام اور آداب میں سے اہم ترین آداب واحکام کو روایات کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے؛

۱) تجارت کے احکام اور آداب کو سیکھنے کی تاکید

جنابِ اصبغ ابن نباتہ سے روایت ہے کہ مولائے کائنات علیہ السلام نے تاجروں کو احکام تجارت سیکھنے کی تاکید کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا پہلے فقہ وشریعت کے احکام کو جان لو، پھر تجارت کرو اور اگر احکام وشریعت کے قوانین کو جاننے سے پہلے تجارت کروگے تو فعل حرام یعنی ربا اور سود خوری میں مبتلا ہو جاؤ گے اور ربا و سود خوری اس امت میں اس طرح مخفی ہے جس طرح چیونٹی سیاہ پتھر پر مخفی ہوتی ہے، لہٰذا صداقت اور سچائی کے ذریعے سے اپنے ایمان کو بچاؤ، کیونکہ بے دین تاجر فاجر ہے اور فاجر و گناہگار انسان کا مقام جہنم ہے، جبکہ جنتی انسان صرف وہ شخص ہے جو حق لے اور حق دے (یعنی اپنے حقوق کا بھی خیال رکھے اور دوسروں کے حقوق کا بھی)۔

«عَنِ الْأَصْبَغِ بْنِ نُبَاتَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ يَا مَعْشَرَ- التُّجَّارِ الْفِقْهَ ثُمَّ الْمَتْجَرَ الْفِقْهَ ثُمَّ الْمَتْجَرَ الْفِقْهَ ثُمَّ الْمَتْجَرَ وَ اللهِ لَلرِّبَا فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا شُوبُوا أَيْمَانَكُمْ بِالصِّدْقِ التَّاجِرُ فَاجِرٌ وَ الْفَاجِرُ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ أَخَذَ الْحَقَّ وَ أَعْطَى الْحَقَّ»[1]

---

(۱) ایضاً، ص ۱۵۰

۲-۶) تجارت کے پانچ آداب واحکام

تجارت کے آداب اور احکام کو بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص تجارت اور خرید و فروش کا معاملہ انجام دیتا ہے اس شخص کو چاہئے کہ وہ پانچ امور کا خاص خیال رکھے، وگرنہ وہ تجارت نہ کرے؛

۱) کاروبار میں ربا اور سود میں مبتلا نہ ہو۔ ۲) خرید و فروش میں قسم نہ کھائے۔

۳) بیچنے والی چیزوں میں جو عیب ہو اُسے نہ چھپائے۔ ۴) فروخت کرتے وقت اپنی چیز کی زیادہ تعریف نہ کرے۔ ۵) اور خریدتے وقت دوسرے کی چیز کی مذمت نہ کرے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ بَاعَ وَ اشْتَرَى فَلْيَحْفَظْ خَمْسَ خِصَالٍ وَ إِلَّا فَلَا يَشْتَرِيَنَّ وَ لَا يَبِيعَنَّ الرِّبَا وَ الْحَلْفَ وَ كِتْمَانَ الْعَيْبِ وَ الْحَمْدَ إِذَا بَاعَ وَ الذَّمَّ إِذَا اشْتَرَى»(۱)

۷) صداقت اور سچائی

تجارت اور معاملات میں صداقت اور سچائی سے کام لینا بہت ضروری ہے، جو شخص تجارت میں صداقت و سچائی کے ساتھ معاملات انجام دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے کاروبار میں خیر و برکت عطا کرتا ہے اور چھوٹے سے چھوٹا کاروبار بھی ایک عظیم اور بڑے فائدے میں تبدیل ہو جاتا ہے، لیکن اس کے برعکس اگر کوئی جھوٹ، دھوکہ اور فریب سے معاملات کو انجام دے تو کاروبار سے خیر و برکت ختم ہو جاتی ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدنے والا) جب معاملہ صداقت اور سچائی کے ساتھ انجام دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتا ہے اور جب جھوٹ وخیانت سے کام لیں تو اس سے برکت ختم ہو جاتی ہے، پھر آپ نے مزید فرمایا: بائع اور مشتری جب تک بیٹھے ہوئے ہوں معاملے کو فسخ (توڑنے) کا اختیار رکھتے ہیں لیکن جب دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو پھر فسخ کا حق نہیں رکھتے۔

«عَنْ أَبِيهِ عَلِيٍّ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص إِذَا التَّاجِرَانِ صَدَقَا وَ بَرَّا بُورِكَ لَهُمَا وَ إِذَا كَذَبَا وَ

(۱) ایضاً، ص۱۵۰

خَانَا لَمْ يُبَارَكْ لَهُمَا وَ هُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا ... » (۱)

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: وہ تاجر جو امین ہے اور صداقت و سچائی سے کام لیتا ہے، قیامت کے دن شہداء کے ساتھ محشور ہوگا۔

«عن النبی ﷺ: التَّاجِرُ الأَمِينُ الصَّدُوقُ الْمُسلِمُ مَعَ الشُّهَدَاءِ يومَ الْقِيَامَةِ» (۱)

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا: وہ تاجر جو صداقت، سچائی اور امانتداری کے ساتھ تجارت کرے وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ محشور ہوگا۔

« عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ» (۲)

۸) بازار میں یادِ خدا سے غافل نہ رہنا

تجارت کے آداب میں سے ایک ادب بازار میں اور کاروبار کے وقت اللہ کو یاد رکھنا ہے، تاکہ یادِ الٰہی انسانوں کو ہر گناہ و خاص طور پر حق الناس اور لوگوں کے ساتھ ہر قسم کی ظلم و ناانصافی سے باز رکھے، کیونکہ بازار شیطان کی آماجگاہ ہے اور شیطان کسی نہ کسی طریقے سے انسان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، اس وجہ سے روایات میں ہمیشہ اور خاص طور پر معاملات و تجارت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی بہت زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے، جیسا کہ مولائے کائنات امیر المؤمنین علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جب تم بازار میں داخل ہو اور لوگ کاروبار و تجارت میں مشغول ہوں تو کثرت سے ذکرِ خدا اور یادِ الٰہی میں مشغول رہو اور بے شک ذکرِ خدا گناہوں کے لئے کفارہ اور نیکیوں میں اضافے کا سبب ہے اور تمہیں غافلین سے نکال دیتا ہے اور جب بازار میں ضروریاتِ زندگی کو حاصل کرنے کے لئے داخل ہو تو اس ذکر «أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ صَفْقَةٍ خَاسِرَةٍ وَ يَمِينٍ فَاجِرَةٍ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ بَوَارِ الْأَيِّمِ» کو پڑھا کرو۔

---

(۱) الخصال، ج۱، ص۴۵

(۲) میزان الحکمۃ، ج۱، ص۵۲۸

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع أَكْثِرُوا ذِكْرَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ إِذَا دَخَلْتُمُ الْأَسْوَاقَ وَ فِي عِنْدِ اشْتِغَالِ النَّاسِ فَإِنَّهُ كَفَّارَةٌ لِلذُّنُوبِ وَ زِيَادَةٌ فِي الْحَسَنَاتِ وَ لَا تُكْتَبُوا فِي الْغَافِلِينَ وَ قَالَ ع إِذَا اشْتَرَيْتُمْ مَا تَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ مِنَ السُّوقِ فَقُولُوا حِينَ تَدْخُلُونَ الْأَسْوَاقَ- أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ صَفْقَةٍ خَاسِرَةٍ وَ يَمِينٍ فَاجِرَةٍ وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ بَوَارِ الْأَيِّمِ»[1]

۹-۱۳) چند اہم آداب

آدابِ تجارت میں سے چند اہم وضروری آداب یہ ہیں؛

۱) قسم کھانے سے اجتناب کرنا۔

۲) جھوٹ وغلط بیانی سے اجتناب کرنا۔

۳) ظلم وناانصافی سے اجتناب کرنا۔

۴) ربااور سود خوری سے اجتناب کرنا۔

۵) ناپ تول میں کمی کرنے سے اجتناب کرنا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے کہ مولائے کائنات علیہ السلام اپنی خلافت و حکومت کے دوران صبح سویرے بازاروں کی طرف ہاتھ میں تازیانہ لئے ہوئے نکلتے تھے اور ایک ایک بازار کی طرف جاتے اور حالات کا جائزہ لیتے تھے اور بازار میں کاروبار کرنے والے اہل تجارت کو نصیحت وہدایت کرتے ہوئے اور آدابِ تجارت سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے تھے: اے تجارت کرنے والو خدا سے خیر وبرکت کا تقاضا کرو اور لوگوں کے ساتھ آسانی کرکے اللہ کی برکت کو حاصل کرو اور لوگوں کو راضی وخوشحال رکھنے کی کوشش کیا کرو، حلم وبردباری سے کام لو، جھوٹ، قسم کھانے، ظلم وناانصافی ،ربا و سود خوری ، ناپ تول میں کمی بیشی سے اجتناب کرو اور لوگوں کے حقوق کا خیال رکھو اور لوگوں کی اشیاء کو کم قیمت پر حاصل کرنے یا فروخت کرنے سے اور زمین پر فساد پھیلانے سے پرہیز کرتے رہو۔

«عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع بِالْكُوفَةِ عِنْدَكُمْ يَغْتَدِي كُلَّ يَوْمٍ بُكْرَةً

---

(۱) بحار الانوار ج ۷۳، ص ۱۷۲

مِنَ الْقَصْرِ فَيَطُوفُ فِي أَسْوَاقِ الْكُوفَةِ سُوقاً سُوقاً وَ مَعَهُ الدِّرَّةُ عَلَى عَاتِقِهِ وَ كَانَ لَهَا طَرَفَانِ وَ كَانَتْ تُسَمَّى السَّبِيبَةَ فَيَقِفُ عَلَى أَهْلِ كُلِّ سُوقٍ فَيُنَادِي يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اتَّقُوا اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ فَإِذَا سَمِعُوا صَوْتَهُ ع أَلْقَوْا مَا بِأَيْدِيهِمْ وَ أَرْعَوْا إِلَيْهِ بِقُلُوبِهِمْ وَ سَمِعُوا بِآذَانِهِمْ فَيَقُولُ ع قَدِّمُوا الِاسْتِخَارَةَ وَ تَبَرَّكُوا بِالسُّهُولَةِ وَ اقْتَرِبُوا مِنَ الْمُبْتَاعِينَ وَ تَزَيَّنُوا بِالْحِلْمِ وَ تَنَاهَوْا عَنِ الْيَمِينِ وَ جَانِبُوا الْكَذِبَ وَ تَجَافَوْا عَنِ الظُّلْمِ وَ أَنْصِفُوا الْمَظْلُومِينَ وَ لَا تَقْرَبُوا الرِّبَا وَ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ ... وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ* فَيَطُوفُ ع فِي جَمِيعِ أَسْوَاقِ الْكُوفَةِ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَقْعُدُ لِلنَّاسِ»(۱)

۱۴) کاروبار میں حلال وحرام کی معرفت حاصل کرنا

دین مقدس اسلام میں بہت سارے کاروبار حرام بھی ہیں اور مباح بھی، مستحب بھی ہیں اور سنت بھی، لہٰذا کاروبار کرنے سے پہلے حلال وحرام کی تشخیص اور پھر معرفت وشناخت کے ساتھ کاروبار کرنا ضروری ہے، وگرنہ فعل حرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جو شخص تجارت و کاروبار کرنا چاہتا ہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے شریعت کے احکام کا علم حاصل کرے تا کہ حلال وحرام کی تشخیص دے سکے اور ربا و سود خوری اور دیگر حرام معاملات سے محفوظ رہ سکے، اگر ایسا نہ ہوا تو فعل حرام و شبہات میں مبتلا ہونے کا بہت زیادہ خطرہ ہے۔

«قَالَ الصَّادِقُ ع مَنْ أَرَادَ التِّجَارَةَ فَلْيَتَفَقَّهْ فِي دِينِهِ لِيَعْلَمَ بِذَلِكَ مَا يَحِلُّ لَهُ مِمَّا يَحْرُمُ عَلَيْهِ وَ مَنْ لَمْ يَتَفَقَّهْ فِي دِينِهِ ثُمَّ اتَّجَرَ تَوَرَّطَ الشُّبُهَاتِ»(۲)

۱۵) تجارت وکاروبار کا آغاز صدقہ سے کرنا

ہر کام سے پہلے، ہر روز کے آغاز میں اور خاص طور پر تجارت وکاروبار کے آغاز سے پہلے صدقہ دینا مستحب اور باعثِ خیر وبرکت ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام نے اہل تجارت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اپنے

(۱) الکافی، ج۵، ص۱۵۱

(۲) وسائل الشیعۃ، ج۱۷، ص۳۸۲

مال و دولت کو صدقے کے ذریعے سے محفوظ کرو کیونکہ صدقہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، اگر ایسا کرو گے تو تمہارا کاروبار پاک و پاکیزہ اور بابرکت ہو گا۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ع يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ صُونُوا أَمْوَالَكُمْ بِالصَّدَقَةِ تُكَفِّرْ عَنْكُمْ ذُنُوبُكُمْ وَ أَيْمَانُكُمُ الَّتِي تَحْلِفُونَ فِيهَا تُطَيِّبُ لَكُمْ تِجَارَتُكُمْ» (۱)

۱۶) ہر قسم کی دھوکہ دہی وفریب سے پرہیز کرنا

تجارت و معاملات میں صداقت وسچائی سے کام لینا اور ہر قسم کی دھوکہ دہی وفریب سے پرہیز کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ شریعت کا حکم بھی ہے اور انسانیت و ایمان کا تقاضا بھی، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو معاملات میں مسلمانوں کو دھوکہ دے یا نقصان پہنچائے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :لَيْسَ مِنَّا مَنْ غَشَّ مُسْلِماً أَوْ ضَرَّهُ أَوْ مَاكَرَهُ» (۲)

ایک اور مقام پر مولائے کائنات علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور ﷺ دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے اور دوسروں کے معاملات کو خراب کرنے سے منع کرتے تھے اور اسی طرح سرورِ کائنات ﷺ دوسرے مسلمانوں کو معاملات میں دھوکہ وفریب دینے سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص بھی مسلمانوں کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور روزِ قیامت یہودیوں کے ساتھ محشور کیا جائے گا، اس لئے کہ یہودی مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ خیانت کار اور فریب دہندہ مخلوق ہیں۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: أَنَّهُ نَهَى أَنْ يَدْخُلَ الرَّجُلُ فِي سَوْمِ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ ... وَ قَالَ مَنْ غَشَّ مُسْلِماً فِي شِرَاءٍ أَوْ بَيْعٍ فَلَيْسَ مِنَّا وَ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْيَهُودِ لِأَنَّهُمْ أَغَشُّ الْخَلْقِ لِلْمُسْلِمِينَ» (۳)

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۱۹۳

(۲) وسائل الشیعہ، ج ۱۷، ص ۲۸۳

(۳) بحار الانوار، ج ۱۰۰، ص ۸۰

ایک اور حدیث میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے کاروبار و تجارت میں چار چیزیں موجود ہوں تو اس کی تجارت و کاروبار پاکیزہ و حلال ہے؛

۱) جب خریدے تو اس چیز میں کوئی عیب نہ نکالے۔ ۲) جب بیچے تو زیادہ تعریف نہ کرے۔

۳) ایک دوسرے کو دھوکہ وفریب نہ دے۔ ۴) کاروبار میں قسم نہ کھائے۔

«رَسُولَ اللهِ ص يَقُولُ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَقَدْ طَابَ مَكْسَبُهُ إِذَا اشْتَرَى لَمْ يَعِبْ وَ إِذَا بَاعَ لَمْ يَحْمَدْ وَ لَا يُدَلِّسُ وَ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ لَا يَحْلِفُ» [1]

۱۷) کاروبار میں خدا کی طرف متوجہ رہنا اور خدا سے ہی امید رکھنا

محنت اور زحمت کرنا بندوں کی ذمہ داری اور برکت ورزق میں وسعت عطا کرنا خدا کا کام ہے، انسان ہمیشہ اپنے وظیفے کو انجام دے اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دے، ہمیشہ اس کی ذات کی طرف متوجہ رہے، اس کی رحمت و عنایت کا امیدوار رہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: جب کوئی شخص کاروبار کے لئے بازار میں داخل ہو تو خدا کی قدرت ووحدانیت کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اس ذکر «لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ» کو پڑھے، جس میں خدا کی قدرت وحکومت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ ایک لاکھ نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج کر دیتا ہے، ایک لاکھ گناہوں کو بخش دیتا ہے اور ایک لاکھ خطاؤں کو معاف کرتا ہے۔

«عَنِ النَّبِيِّ ص أَنَّهُ قَالَ: مَنْ دَخَلَ السُّوقَ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ كَتَبَ اللهُ لَهُ أَلْفَ أَلْفِ حَسَنَةٍ وَ مَحَا عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ سَيِّئَةٍ وَ حَطَّ عَنْهُ أَلْفَ أَلْفِ خَطِيئَةٍ» [2]

---

(۱) الکافی، ج ۵، ص ۱۵۳

(۲) مستدرک الوسائل، ج ۱۳، ص ۲۶۶

۱۸) معاملات میں آسانی پیدا کرنا اور سختی سے پرہیز کرنا

دینِ اسلام کی بنیاد آسانی اور سہولت پر ہے، عبادات کو اللہ تعالیٰ نے آسان بنادیا ہے اور جہاں سختیاں و دشواریاں پیدا ہو جائیں وہاں حکم کو اٹھالیا ہے، جیسا کہ روزہ رکھنا اگر کسی کے لئے دشوار و سخت ہو جائے تو اس سے وجوب کے حکم کو اللہ تعالیٰ اٹھالیتا ہے، قرآنِ پاک میں رب العزت کا اعلان ہے کہ دین میں تمہارے لئے کوئی سختی اور عُسر و حرج نہیں ہے ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ جس طرح عبادات میں اللہ تعالیٰ نے آسانیاں فراہم کی ہیں اسی طرح معاملات میں بھی آسانیاں فراہم کی ہیں، ہر قسم کی سختی سے پرہیز کا حکم دیا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص معاملہ کرنے کے بعد پشیمان ہو جائے اور معاملے کو فسخ کر دے اور اپنے پیسے واپس لینے کا تقاضا کرے تو اس کا یہ تقاضا قبول کر لینا چاہئے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کے فرمانِ پاک میں آیا ہے کہ: اگر کوئی شخص پشیمان ہو کر معاملے کو فسخ کرنے کا تقاضا کرے تو اس کی بات کو قبول کر لینا چاہئے اور اس سے دَرگذر کر لے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کے گناہوں سے درگذر کر دے گا، فقہی کتابوں میں اس کام کو «اقالہ» سے تعبیر کیا گیا ہے اور «اقالہ» کرنا یعنی معاف کرنا اور درگذر کرنا مستحب و سنت ہے۔

«مَنْ اقالَ نادِماً اقالَهُ اللهُ يوْمَ الْقِيمَةِ» (۱)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے اس شخص کے لئے خدا کی رحمت کی دُعا کی ہے جو شخص خرید و فروخت میں آسانیاں پیدا کرے اور جب کوئی بھی کسی چیز کا تقاضا کرے تو اس میں آسانی پیدا کرے۔

«قال رسول الله صلى اللهّ عليه و آله: رَحِمَ اللهُ عَبْداً، سَمْحاً اذا باعَ، سَمْحاً اذا اشْتَرى، سَمْحاً اذا قَضى، سَمْحاً اذا اقْتَضَى» (۲)

---

(۱) کنز العمال، ۹۶۵۷
(۲) کنز العمال، ۹۴۳۷

۱۹) گراں فروشی اور ضرورت کی چیزوں کو احتکار کرنے سے پرہیز کرنا

گراں فروشی اور بلاوجہ قیمت کو بڑھانا اجتماعی ظلم ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ ضرورت کی چیزوں کو قیمت بڑھانے کے لئے مارکیٹ سے غائب کرنا اور احتکار اور اسٹاک کر کے رکھ دینا ہے، شریعت میں احتکار و گراں فروشی کرنے کو گناہِ کبیرہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ: زحمت کرنے والا خدا کے رزق اور اللہ کی رحمت کو پالیتا ہے جبکہ احتکار اور اسٹاک کرنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: اَلْجَالِبُ مَرْزُوقٌ وَ اَلْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ» (۱)

اور مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: احتکار اور اسٹاک کرنا گناہگار اور بُرے لوگوں کی سیرت ہے۔

«قال امیر المؤمنین: اَلإِحْتِكَارُ شِيمَةُ الْفُجَّارِ» (۲)

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: بازار میں بلاوجہ قیمت کو بڑھانے والے اور اس کے ساتھ تعاون کرنے والے سب کے سب ملعون ہیں۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ : ... اَلنَّاجِشُ وَ اَلْمَنْجُوشُ مَلْعُونُونَ ...» (۳)

۲۰) ربا اور سود خوری سے پرہیز کرنا

ربا اور سود خوری آیاتِ قرآنی اور معصومین علیہم السلام کی روایات کی روشنی میں گناہانِ کبیرہ میں شامل ہے اور اس گناہ کو انجام دینے والوں کو اہل جہنم قرار دیا گیا ہے، قیامت کے دن ان لوگوں کی حالت سب سے بُری ہو گی، اللہ رب العزت کا اعلان ہے کہ: وہ لوگ جو ربا کھانے والے ہیں وہ اُٹھ نہیں سکیں گے مگر اس انسان کی طرح جس کو شیطان نے مَس کیا ہو، یہ لوگ ربا کو حلال سمجھتے تھے جبکہ خدا نے بیع اور خرید و فروخت کو جائز اور ربا کو حرام قرار دیا ہے اور جو لوگ خدا کی نصیحت و فرمان کو قبول کریں ان کے لئے اصل سرمایہ ہے، لیکن اگر

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۱۶۵

(۲) غرر الحکم، ج۱، ص۵۰

(۳) الکافی، ج۵، ص۵۵۹

... ربا و سُود خوری سے باز نہ آئیں تو ان کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے، جس میں ہمیشہ پڑے رہیں گے۔

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (البقرة/ ۲۷۵)

ربا اور سُود خوری اور اس ناجائز معاملے و کاروبار کو رائج کرنا اس قدر اسلام میں قبیح و مذموم ہے کہ ایسے کام کرنے والوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربا کھانے والے اور ربا کے حوالے سے تعاون کرنے والے اور اس کو رواج دینے والے اور جن لوگوں کا بھی کردار اس حرام فعل میں شامل ہے ان سب پر لعنت کی ہے اور ربا کو خبیث ترین کاروبار اور معاملہ قرار دیا ہے۔

«قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ : لَعَنَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ اَلرِّبَا وَ آكِلَهُ وَ مُؤْكِلَهُ وَ بَائِعَهُ وَ مُشْتَرِيَهُ وَ كَاتِبَهُ وَ شَاهِدَيْهِ»[1]

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ: أَخْبَثُ اَلْمَكَاسِبِ كَسْبُ اَلرِّبَا»[2]

۲۱) دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہ کرنا

آدابِ تجارت اور معاملہ کرنے کے اصولوں میں سے ایک اہم ترین اصول یہ ہے کہ دوسروں کے معاملات و کاروبار میں کسی بھی طرح سے مداخلت نہیں کرنی چاہیے، روایات میں دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے سے اور دوسروں کے معاملے کو خراب کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے اور دوسروں کے معاملات کو خراب کرنے سے منع کرتے تھے، اسی طرح سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے مسلمانوں کو معاملات میں دھوکہ و فریب دینے سے بھی سختی کے ساتھ منع کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ جو شخص بھی مسلمانوں کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور روزِ قیامت یہودیوں کے ساتھ محشور کیا جائے گا، اس لئے کہ یہودی

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۲۷۳

(۲) الکافی، ج ۵، ص ۱۴۷

مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ خیانت کار اور فریب دہندہ مخلوق ہیں۔

«عَنْ أَمِيرِ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: نَهى رَسُولُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: قَالَ: أَنَّهُ نَهى أَنْ يَدْخُلَ اَلرَّجُلُ فِي سَوْمِ أَخِيهِ اَلْمُسْلِمِ ... وَ قَالَ مَنْ غَشَّ مُسْلِماً فِي شِرَاءٍ أَوْ بَيْعٍ فَلَيْسَ مِنَّا وَ يُحْشَرُ يَوْمَ اَلْقِيَامَةِ مَعَ اَلْيَهُودِ لِأَنَّهُمْ أَغَشُّ اَلْخَلْقِ لِلْمُسْلِمِينَ» (۱)

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا: اگر کسی کا معاملہ بن رہا ہو یا کسی لڑکی کی خواستگاری اور اس کا رشتہ طلب کیا گیا ہو تو اس میں مداخلت نہ کرو۔

«عَنِ اَلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ أَنَّهُ قَالَ: لاَ يَبِيعُ أَحَدُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَ لاَ يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَتِهِ» (۲)

۲۲)لوگوں کی مجبوری سے فائدہ حاصل نہ کرنا

تجارت کے آداب اور معاملے کے اہم ترین اصولوں میں سے کسی کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھانا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی انسان اپنی چیز بیچنے پر مجبور ہو جائے تو بہت کم قیمت پر خریدنے کی کوشش کریں بلکہ بازار میں جو اس کی قیمت ہے اسی قیمت کو ادا کرنا چاہیے، اگرچہ فروخت کرنے والا مجبوری کی وجہ سے کم قیمت پر بھی راضی ہو سکتا ہے، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ ایک دوسرے کو لوٹنے اور ایک دوسرے سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے، نیکی واحسان (انسانیت) کو فراموش کر دیں گے جبکہ پروردگارِ عالم ہمیشہ نیکی واحسان کی تاکید فرماتا ہے، اس سے بھی برا زمانہ وہ ہوگا کہ لوگوں کی مجبوری سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھائیں گے، اپنا نفع حاصل کریں گے، یہ لوگ بدترین لوگوں میں شامل ہیں۔ جنہیں کسی کی مجبوری کا احساس نہیں ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ اَلسَّلاَمُ قَالَ : يَأْتِي عَلَى اَلنَّاسِ زَمَانٌ عَضُوضٌ يَعَضُّ كُلُّ اِمْرِئٍ عَلَى مَا فِي يَدِهِ وَ يَنْسَى اَلْفَضْلَ وَ قَدْ قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ وَ لاَ تَنْسَوُا اَلْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ثُمَّ يَنْبَرِي فِي ذَلِكَ

---

(۱)بحار الانوار، ج۱۰۰، ص۸۰

(۲)مستدرک الوسائل، ج۱۳، ص۲۸۶

اَلزَّمَانِ أَقْوَامٌ يُبَايِعُونَ الْمُضطَرِّينَ أُولٰئِكَ هُمْ شِرَارُ النَّاسِ»[1]

ایک اور روایت میں مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملات میں دوسروں کی مجبوری سے فائدہ اٹھانے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ عَنْ بَيْعِ الْمُضطَرِّينَ»[2]

۲۳) تجارت کی وجہ سے واجبات ترک نہ ہوں

تجارت کے آداب میں سے ایک اہم ترین ادب واصول یہ ہے کہ تجارت کی وجہ سے واجبات وفرائض ترک نہ ہونے پائیں، جب بھی فرائض کی ادائیگی کا وقت آجائے تو تجارت کو بند کر کے فرض کی ادائیگی کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں اور یہ حکم صریحاً قرآن میں بھی آیا ہے کہ جب انسان تجارت اور معاملے میں مشغول ہوں اور ایسے میں نماز کا وقت آجائے تو اپنے کاروبار وخرید وفروخت کو چھوڑ دیں اور دوڑ کر نماز کے لئے اور فرض کی ادائیگی کے لئے اللہ کے حضور میں پہنچیں، یہ حکم پروردگار ہے، جیسا کہ سورہ جمعہ میں آیا ہے کہ: اے صاحبانِ ایمان جب جمعہ کے دن نماز کے لئے تمہیں پکارا جائے تو فوراً نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے دوڑ کر پہنچ جاؤ اور اپنے کاروبار کو بند کر دو یہ تمہارے لئے بہتر اور کامیابی کا سبب ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (الجمعة/ ۹)

اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف نماز جمعہ کے لئے یہ حکم ہے بلکہ نماز جمعہ چونکہ سب سے اہم ترین نماز ہے جس کے لئے پروردگارِ عالم نے ایک خاص سورہ نازل فرمایا ہے، اس وجہ سے یہ آیت سورہ جمعہ میں نازل ہوئی ہے، وگرنہ یہی حکم تمام نمازیں اور دیگر فرائض بھی اگر تجارت سے ٹکرا جائیں تو تجارت کو چھوڑ کر اس فریضے کو وقت پر ادا کرنا ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: تجارت کا پیشہ اختیار کرو اور زندگی میں تجارت کیا کرو، اس میں تمہارے لئے لوگوں سے بے نیازی ہے اور اللہ تعالیٰ تجارت پیشہ امین

(۱) تھذیب الاحکام، ج۷، ص۱۸

(۲) بحار الانوار، ج۱۰۰، ص۸۲

انسانوں کو بہت پسند کرتا ہے اور نماز سے بڑھ کر کوئی عبادت خدا کی بارگاہ میں محبوب تر نہیں ہے اور تمہاری تجارت اور دنیاوی امور تمہیں اس عظیم عبادت سے محروم نہ کردے، پس اولِ وقت میں نماز ادا کرنے سے کوئی چیز تمہیں نہ روکے، اللہ تعالیٰ نے اُن قوموں کی مذمت کی ہے جو نماز کے بارے میں سُستی سے کام لیتے ہیں، یعنی نماز کو اولِ وقت پر ادا نہیں کرتے اور اپنے کاروبار کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

«قال امیر المومنین ع: تَعَرَّضُوا لِلتِّجَارَةِ فَإِنَّ فِيهَا غِنًى لَكُمْ عَمَّا فِي أَيْدِي النَّاسِ وَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّ العَبْدَ المُحْتَرِفَ الأَمِينَ لَيْسَ عَمَلٌ أَحَبَّ إِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَلَا يَشْغَلَنَّكُمْ عَنْ أَوْقَاتِهَا شَيْءٌ مِنْ أُمُورِ الدُّنْيَا فَإِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ ذَمَّ أَقْوَاماً فَقَالَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ يَعْنِي أَنَّهُمْ غَافِلُونَ اسْتَهَانُوا بِأَوْقَاتِهَا» (۱)

۲۴) ناپ تول میں کمی پیشی نہ کرنا

ناپ تول میں کمی پیشی کرنا بڑے گناہوں میں شامل ہے، قرآنِ پاک میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں اور دوسروں کے حق میں ناانصافی کرنے والوں کو جہنم اور ہلاکت کا حکم سنایا گیا ہے، سورہ مطففین کی ابتدائی آیات میں ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی مذمت اور ان کے لئے ہلاکت کی خبر دیتے ہوئے اللہ رب العزت کا اعلان ہے کہ: ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے ۰ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا تولتے ہیں ۰ اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں۔

﴿وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ * الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ * وَ إِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾ (المطففین/ ۱-۳)

ان آیات میں معاملات اور خرید وفروش میں حقوق الناس کے خیال رکھنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے اور جو لوگ حقوق الناس کا خیال نہیں رکھتے اور ناپ تول میں کمی کرتے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں پر ظلم و زیادتی ہو جاتی ہے، ایسے لوگوں کو ویل وہلاکت سے ڈرایا گیا ہے۔

---

(۱) الخصال، ج ۲، ص ۶۲۱

اور روایت میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب (چیز دیتے وقت) وزن کرو تو تھوڑا سا اضافہ ہونا چاہئے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ: إِذَا وَزِنْتُمْ فَارْجِحُوا» (۱)

حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: حق الناس میں وفا اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ کوئی چیز دیتے وقت کچھ اضافہ نہ ہو۔

«قَالَ الصَّادِقُ عَلَيهِ السَّلَامُ: لا يكونُ الْوَفاءُ حَتّى يميلَ الْمِيزانَ» (۲)

کسبِ حلال کی ضرورت اور مقصد

کسبِ حلال ایک اہم ترین عبادت بھی ہے اور انسانی زندگی کی ایک ضرورت بھی، شریعت نے کسبِ حلال کی تاکید و سفارش بھی کی ہے اور کسبِ حلال کے لئے زحمت و محنت کرنے کو عبادت بھی قرار دیا ہے۔ لیکن کس مقصد کے لئے کسبِ حلال کیا جارہا ہے اور مال جمع کرنے کا مقصد و ہدف کیا ہے؟ اس پر توجہ دینا بھی بہت ضروری ہے، تجارت کرنے کا مقصد اور کسبِ حلال کا ہدف سرمایہ دار بننا اور مال و دولت کو ذخیرہ کرنا اور پھر جب مالدار ہو جائے تو دوسروں پر فخر و مباہات کرنا اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنا نہیں ہے بلکہ تجارت و کسبِ حلال ایک حکمِ شرعی، ایک فرض کی ادائیگی، اپنے آپ کو دوسروں سے بے نیاز کرنا، لوگوں کی مالی مدد کرنا، اپنے مال و دولت کے ذریعے سے لوگوں کو فائدہ پہنچانا اور اس طرح سے اللہ کی رضا و خوشنودی کو حاصل کرنا ہے۔

اور یہی لوگ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب و خوشبخت ہیں، جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: جو شخص کسبِ معاش اور رزقِ حلال طلب کرے اس مقصد کے لئے کہ لوگوں سے بے نیاز ہو جائے، اپنے اہل و عیال کے لئے سہولت فراہم کرے اور ہمسایوں و دیگر لوگوں کے ساتھ نیکی کی جائے تو ایسا شخص قیامت کے دن اس شان سے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہو گا۔

---

(۱) کنز العمال، ۹۳۳۲

(۲) وسائل الشیعۃ، ج ۱۲، ص ۲۹۱

«عَنْ أَبِي حَمْزَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: مَنْ طَلَبَ [الرِّزْقَ فِي] الدُّنْيَا اسْتِعْفَافاً عَنِ النَّاسِ وَ تَوْسِيعاً عَلَى أَهْلِهِ وَ تَعَطُّفاً عَلَى جَارِهِ لَقِيَ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ وَجْهُهُ مِثْلُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ» (۱)

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: اُس شخص میں کوئی بھلائی وبہتری نہیں ہے جو اس مقصد کے لئے مال جمع نہیں کرتا کہ مال کے ذریعے سے اپنی عزت و آبرو کو بچائے، لوگوں کا قرض کو ادا کرے اور رشتے داروں کے ساتھ نیکی واحسان کرے۔ (۴)

اس روایت میں مولاؑ نے کسب ورزقِ حلال کمانے کا مقصد تین چیزوں کو قرار دیا ہے؛

۱) مال کے ذریعے سے اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا۔

۲) مال کے ذریعے اپنے قرض کو ادا کرنا۔

۳) مال کے ذریعے سے رشتے داروں اور دیگر نادار افراد کے ساتھ نیکی کرنا۔

«قَالَ الصادق ع لَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يُحِبُّ جَمْعَ الْمَالِ مِنْ حَلَالٍ فَيَكُفَّ بِهِ وَجْهَهُ وَ يَقْضِيَ بِهِ دَيْنَهُ وَ يَصِلَ بِهِ رَحِمَهُ» (۲)

مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: بہترین مال وہ ہے جس کے ذریعے عزت و آبرو کی حفاظت اور حقوق کی ادائیگی ہو۔

«قَالَ امیرالمومنین ع... وَ أَفْضَلَ الْمَالِ مَا وُقِيَ بِهِ الْعِرْضُ وَ قُضِيَتْ بِهِ الْحُقُوقُ» (۳)

اس روایت میں مال کا مقصد مولاؑ نے عزت و آبرو کی حفاظت اور حقوق کو ادا کرنا قرار دیا ہے، یہاں حقوق سے مراد حقوقِ مالی ہیں، جن میں واجب النفقہ اہل وعیال کے حقوق ادا کرنا، خمس وزکات ادا کرنا، قرض کو ادا کرنا، انتہائی ضرورت مند انسانوں کی مدد کرنا، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ ثروت مند مؤمن اور خدمت گذار عالم، دین کا ستون ہیں

---

(۱) الکافی، ج۵، ص۷۲

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ، ج۳، ص۱۶۶

(۳) بحار الانوار، ج۷۵، ص۷

مولائے کائنات علیہ السلام نے اس ثروت مند مؤمن کو دین کا ستون قرار دیا ہے جو اپنے مال سے دین و غریبوں کی خدمت کرتا ہے اور لوگوں کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوتی ہیں، اسی طرح اس عالم دین کو بھی دین کا ستون قرار دیا ہے جو لوگوں تک دین کا پیغام پہنچاتا ہے، مزید آپؑ نے مختلف انسانوں کی ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: عالم کی ذمہ داری علم پر عمل کرنا اور دین کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا ہے، ثروت مند و غنی کی ذمہ داری دین کی خدمت کرنا اور اپنے مال سے فقیروں کی مدد کرنا ہے، جاہلوں کی ذمہ داری اپنی جہالت کو دور کرنا اور دین کا علم حاصل کرنا ہے، فقیروں کی ذمہ داری اپنی ناداری پر صبر کرنا ہے۔ مزید مولاؑ نے فرمایا: جس کے پاس مال و دولت کی فراوانی ہو اور لوگ اس کی طرف رجوع کریں اور وہ لوگوں کی مشکلات کو حل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال و دولت میں وسعت و برکت و فراوانی و بقاء و دوام عطا کرتا ہے اور اگر مال کا حق ادا نہ کرے اور غریبوں کی مدد نہ کرے تو اس کا مال اس سے چھن جاتا ہے اور وہ فنا و زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔

«قَالَ امیرالمومنین ع لِجَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيِ يَا جَابِرُ قِوَامُ الدُّنْيَا بِأَرْبَعَةٍ عَالِمٍ مُسْتَعْمِلٍ عِلْمَهُ وَ جَاهِلٍ لَا يَسْتَنْكِفُ أَنْ يَتَعَلَّمَ وَ جَوَادٍ لَا يَبْخَلُ بِمَعْرُوفِهِ وَ فَقِيرٍ لَا يَبِيعُ آخِرَتَهُ بِدُنْيَاهُ فَإِذَا ضَيَّعَ الْعَالِمُ عِلْمَهُ اسْتَنْكَفَ الْجَاهِلُ أَنْ يَتَعَلَّمَ وَ إِذَا بَخِلَ الْغَنِيُّ بِمَعْرُوفِهِ بَاعَ الْفَقِيرُ آخِرَتَهُ بِدُنْيَاهُ يَا جَابِرُ مَنْ كَثُرَتْ نِعَمُ اللهِ عَلَيْهِ كَثُرَتْ حَوَائِجُ النَّاسِ إِلَيْهِ فَمَنْ قَامَ للهِ فِيهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا لِلدَّوَامِ وَ الْبَقَاءِ وَ مَنْ لَمْ يَقُمْ للهِ فِيهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا لِلزَّوَالِ وَ الْفَنَاءِ» (۱)

تجارت کا مقصد طلبِ آخرت ہو نہ کہ طلبِ دنیا

عبداللہ ابن یعفورؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور مولاؑ سے عرض کیا: اے میرے آقا! ہم دنیا طلب کرتے ہیں اور دنیا سے محبت کرتے ہیں، دنیا کا مال و دولت جمع کرتے ہیں اور اس بات کا بھی خوف ہے کہ کہیں ہمارا شمار دنیادار اور دنیا کے حریص لوگوں میں شامل نہ ہو جائے، تو مولاؑ نے اس شخص سے پوچھا کہ تم دنیا کا مال کیوں حاصل کرتے ہو؟ اس مال کے جمع کرنے کا مقصد و ہدف کیا ہے؟ تو اس شخص نے جواب میں کہا: ہم چاہتے ہیں کہ اس مال کے ذریعے سے اپنے لئے آسانی، اپنے اہل و

(۱) بحار الانوار ج ۷۱، ص ۳۱۷

عیال کے لئے سہولت ووسعت فراہم کریں، رشتے داروں کے ساتھ نیکی و احسان کریں اور اس مال کے ذریعے سے صدقہ و خیرات و حج و عمرہ ادا کریں، تو مولاؑ نے فرمایا: اگر تمہارا مال جمع کرنے کا مقصد یہی ہے تو یہ طلبِ آخرت ہے نہ کہ طلبِ دنیا۔

«عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِأَبِي عَبْدِ اللهِ ع وَ اللهِ إِنَّا لَنَطْلُبُ الدُّنْيَا وَ نُحِبُّ أَنْ نُؤْتَاهَا فَقَالَ تُحِبُّ أَنْ تَصْنَعَ بِهَا مَا ذَا قَالَ أَعُودُ بِهَا عَلَى نَفْسِي وَ عِيَالِي وَ أَصِلُ بِهَا وَ أَتَصَدَّقُ بِهَا وَ أَحُجُّ وَ أَعْتَمِرُ فَقَالَ ع لَيْسَ هَذَا طَلَبَ الدُّنْيَا هَذَا طَلَبُ الْآخِرَةِ»[1]

(۱) الکافی ج ۵، ص ۷۲

آدابِ معاشرت (حصہ دوازدہم در ضیافت و مہمان نوازی)

ضیافت و مہمان نوازی کی فضیلت آیات و روایات کی روشنی میں

ضیافت و مہمان نوازی دینِ مقدس اسلام کے اہم ترین اجتماعی آداب اور سنتِ دینی میں شامل ہے، قرآنِ پاک کی آیات اور معصومین علیہم السلام کی روایات میں ضیافت و مہمان نوازی کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے، مہمان نوازی کو نہ صرف ایک عظیم عبادت و سنتِ انبیاء علیہم السلام قرار دیا گیا ہے بلکہ اس عبادت کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں عظیم آثار و فوائد اور اجر و ثواب کو بھی قرار دیا گیا ہے، مہمان نوازی ایک طرف دنیا میں اُنس و اُلفت، پیار و محبت، روابطِ اجتماعی کی تقویت، رشتے داروں میں قربت و صلہ رحمی کی تقویت کا سبب ہے اور دوسری طرف رشتے داروں اور مؤمنین کے درمیان دوری، کینہ و کدورت اور غلط فہمیوں کے دور کرنے میں بھی بہت زیادہ مؤثر ہے، چونکہ ضیافت و مہمان نوازی اور مؤمنین کو دعوت دینا، کھانا کھلانا اور خاطر تواضع کرنا دنیا و آخرت دونوں میں عظیم آثار و فوائد کے حامل ہیں، اس وجہ سے آلِ محمد علیہم السلام کی تعلیمات میں ضیافت و مہمان نوازی کی اور مؤمنین و رشتے داروں کو دعوت دینا اور انہیں کھانا کھلانے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے، اس کے علاوہ مہمان کو پروردگارِ عالَم کی جانب سے تحفہ و ہدیہ قرار دیا گیا ہے۔

جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے لئے بھلائی و خیر کا ارادہ کرتا ہے تو ان کی طرف اپنا ہدیہ و تحفہ بھیج دیتا ہے، اصحاب نے آپ سے پوچھا: وہ ہدیہ کیا ہے جو خدا اپنے خاص بندوں کے لئے بھیج دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: وہ مہمان ہے جو تمہارے گھر اپنے ہمراہ اپنا رزق لے کر آتا ہے اور صاحب خانہ و میزبان کے گناہوں کو لے کر چلا جاتا ہے۔

یعنی مہمان گھر میں رحمت و خیر و برکت و رزق میں فراوانی کا سبب ہے اور پھر مہمان نوازی کے صلے میں اللہ تعالیٰ میزبان کے گناہوں کو بھی بخش دیتا ہے۔

«قَالَ النَّبِيُّ ص إِذَا أَرَادَ اللهُ بِقَوْمٍ خَيْراً أَهْدَى إِلَيْهِمْ هَدِيَّةً قَالُوا وَ مَا تِلْكَ الْهَدِيَّةُ قَالَ الضَّيْفُ يَنْزِلُ بِرِزْقِهِ وَ يَرْتَحِلُ بِذُنُوبِ أَهْلِ الْبَيْتِ» (۱)

مہمان نوازی سیرتِ انبیاء وآئمہ معصومین علیہم السلام پر عمل کرنا ہے

مہمان نوازی تمام انبیاء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی سیرت وسنّت کا حصہ ہے، ویسے تو تمام انبیاء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی نہایت پسندیدہ و محبوب ترین عبادت کھانا کھلانا و مہمان نوازی کرنا ہے لیکن روایات میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ مہمان نواز حضرتِ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کی ذاتِ گرامی ہے، اسی وجہ سے آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے خُلّت کا عُہدہ و مقام عطا کیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرتِ ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے خُلّت کا عُہدہ و مقام عطا کیا اور وہ خلیلِ خدا بن گئے، کہ آپؑ بہت زیادہ لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اور رات کی تاریکی میں جبکہ سب لوگ سوجاتے تھے آپؑ اللہ کی بارگاہ میں مناجات کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے۔

«عَنْ جَابِرٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَقُولُ: مَا اتَّخَذَ اللهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً إِلاَّ لِإِطْعَامِهِ الطَّعَامَ وَ صَلاَتِهِ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ» (۲)

قرآن پاک میں جہاں حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی نبوت، رسالت، خلّت اور دیگر عظیم صفات کو بیان کیا گیا ہے، انہیں صفات میں سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک عظیم صفت مہمان نواز ہونا اور مہمانوں کی بہت زیادہ خاطر تواضع کرنے کو بھی ذکر فرمایا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی اس قدر خالق کو محبوب ہے کہ ان کی مہمان نوازی کا قصہ اور داستان کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے، جیسا کہ سورہ ذاریات میں اللہ تعالیٰ نے جنابِ ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کی داستان کو بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے: کیا تم نے حضرتِ

---

(۱) جامع الاخبار (الشعیری)، ص ۱۳۶

(۲) علل الشرائع، ج ۱، ص ۳۵

ابراہیم کی مہمان نوازی کی داستان نہیں سنی کہ جب ان کے پاس مہمان وارد ہوئے تو انہوں نے ابراہیمؑ پر سلام کیا، تو جنابِ ابراہیم نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: تم پر بھی سلام ہو لیکن آپ لوگ نا آشنا واجنبی معلوم ہوتے ہو، پھر فوراً اپنے اہل وعیال کے پاس گئے اور ایک بہت ہی موٹا تازہ بچھڑا ذبح کر کے اور بنا کر مہمانوں کی خدمت میں پیش کیا اور جب دیکھا کہ مہمان تو کھانے کی طرف ہاتھ ہی نہیں بڑھا رہے تو تعجب سے فرمایا: کیا ہوا! آپ لوگ کھانا کیوں نہیں کھاتے ہو؟...

﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ * إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَاماً قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ * فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ * فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ﴾ (الذاریات/ ٢٤-٢٧)

حضرتِ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: جنابِ ابراہیم علیہ السلام بہت زیادہ مہمان نواز تھے اور اگر کبھی آپؑ کے پاس مہمان موجود نہ ہوتا تو مہمان کی تلاش میں گھر سے نکل پڑتے تھے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَبَا أَضْيَافٍ فَكَانَ إِذَا لَمْ يَكُونُوا عِنْدَهُ خَرَجَ يَطْلُبُهُمْ» [1]

اور مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: اس دنیا میں تین چیزیں مجھے بہت زیادہ محبوب ہیں؛

۱) مہمانوں کو کھانا کھلانا۔ ۲) گرمیوں میں روزہ رکھنا۔ ۳) اللہ کی راہ میں تلوار سے جہاد کرنا۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ ع أَنَّهُ قَالَ: حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ إِطْعَامُ الضَّيْفِ وَ الصَّوْمُ بِالصَّيْفِ وَ الضَّرْبُ بِالسَّيْفِ» [2]

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کو غمگین حالت میں دیکھا گیا، تو آپ سے کسی نے سوال کیا: آپ کیوں پریشان و غمگین ہیں؟ تو مولاؑ نے فرمایا: سات دن سے ہمارے پاس کوئی مہمان نہیں آیا۔

اس روایت سے یہ بات بالکل روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مہمان کا آنا اور مہمان نوازی کی توفیق

(۱) الکافی، ج ۴، ص ۴۰

(۲) مستدرک الوسائل، ج ۱۶، ص ۲۵۹

کا حاصل ہونا امیر المؤمنین علیہ السلام کی خوشحالی کا سبب اور مہمان نوازی کی سعادت سے محروم ہونا مولائے کائنات علیہ السلام کی پریشانی و غمگینی کا سبب ہے، جبکہ ہم اس کے برعکس مہمان کے آنے سے پریشان اور اُن کے نہ آنے سے خوشحال رہتے ہیں، کتنا بڑا فرق ہے ان کے درمیان جو ہمارے لئے نمونہ عمل ہیں اور ہمارے درمیان کہ جو ان کے شیعہ و پیروکار کہلوانے والے ہیں۔

«وَ رُئِيَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ حَزِيناً فَقِيلَ لَهُ مِمَّ حُزْنُكَ قَالَ لِسَبْعٍ أَتَتْ لَمْ يُضَفْ إِلَيْنَا ضَيْفٌ»[1]

(۱) بحار الانوار، ج ۴۱، ص ۲۷

دعوت و مہمان نوازی کے آثار و فوائد انسان کی زندگی میں

مؤمنین کو دعوت دینا اور مہمانوں کی ضیافت و مہمان نوازی کرنا دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی میں نہایت مؤثر ترین عمل ہے، خدا کی خوشنودی، رزق میں برکت و وسعت، گناہوں کی مغفرت و پریشانیوں کی دوری میں بھی مہمان نوازی کا بہت زیادہ کردار اور اثر ہے، مہمان نوازی اور مؤمنین کو کھانا کھلانے کے بے شمار آثار و فوائد اور برکات کو روایات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ان میں سے چند اہم ترین آثار کو روایات کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے؛

۱) رزق کی فراوانی کا سبب

متعدد روایات میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ مؤمنین کو کھانا کھلانا اور مہمان نوازی کرنا رزق کی وسعت و فراوانی میں بہت زیادہ تاثیر رکھتا ہے، جیسا کہ حضرت امام صادق علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: رزق کی وسعت و فراوانی میں سب سے زیادہ تاثیر کھانا کھلانا اور مہمان نوازی میں ہے، یہاں تک کہ مہمان نوازی تیز دھار چھری سے بھی زیادہ رزق کے حصول میں مؤثر ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص الرِّزْقُ أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُطْعِمُ الطَّعَامَ مِنَ السِّكِّينِ فِي السَّنَامِ» (۱)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا فرمان ہے: جس قدر انسان خرچ کرتا ہے اُسی حساب سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و عنایات سے بندے کو نوازتا ہے اور یقیناً جب کسی کے ہاں مہمان وارد ہوتا ہے تو وہ اپنے دامن میں رزق کو ہمراہ لے کر آتا ہے۔

«عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْأَوَّلِ ع قَالَ: إِنَّمَا تَنْزِلُ الْمَعُونَةُ عَلَى الْقَوْمِ عَلَى قَدْرِ مَئُونَتِهِمْ وَ إِنَّ الضَّيْفَ لَيَنْزِلُ بِالْقَوْمِ فَيَنْزِلُ رِزْقُهُ مَعَهُ فِي حَجْرِهِ» (۲)

---

(۱) المحاسن، ج ۲، ص ۳۹۰

(۲) الکافی، ج ۶، ص ۲۸۴

۲) جہنم سے آزادی وجنت کے حصول کا سبب

مؤمنین کو کھانا کھلانا جہنم کی آگ سے آزادی وجنت کے حصول کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ فیاض و مہمان نواز انسان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، جہنم سے آزد کر دیتا ہے اور اس کی تقدیر میں جنت قرار دے دیتا ہے، جیسا کہ معتبر روایت میں آیا ہے کہ: ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین طریقے سے وضوء کرتا ہوں، نماز ادا کرتا ہوں، وقت پر زکات بھی دیتا ہوں اور بہت خوشی کے ساتھ مہمان نوازی بھی کرتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے لئے جہنم کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ جہنم میں جانے کا سبب بخل و کنجوسی ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے آزاد کر دیا ہے، یعنی در حقیقت تمہیں جہنم سے آزاد کر دیا ہے، پھر حضور ﷺ نے مہمان کے لئے مشقت و تکلف میں پڑنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: مہمان اپنا رزق ہمراہ لے کر آتا ہے۔

«أَنَّ رَجُلاً أَتَى النَّبِيَّ ص فَقَالَ إِنِّي أُحْسِنُ الْوضوء وَ أُقِيمُ الصَّلَاةَ وَ أُوتِي الزَّكَاةَ فِي وَقْتِهَا وَ أَقْرِي الضَّيْفَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسِي فَقَالَ (رَسُولُ اللهِ ص) مَا لِجَهَنَّمَ عَلَيْكَ سَبِيلٌ إِنَّ اللهَ قَدْ بَرَّأَكَ مِنَ الشُّحِّ إِنْ كُنْتَ كَذَلِكَ ثُمَّ نَهَى عَنِ التَّكَلُّفِ لِلضَّيْفِ بِمَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ إِلَّا بِمَشَقَّةٍ وَ مَا مِنْ ضَيْفٍ نَزَلَ بِقَوْمٍ إِلَّا وَ رِزْقُهُ مَعَهُ»[1]

جس طرح مہمان نوازی اور سخاوت جنت میں جانے کا سبب ہے، اسی طرح سے بخل اور کنجوسی اور مہمان نوازی نہ کرنا اور کسی کو کچھ بھی نہ دینا جہنم میں جانے کا اور جنت سے محروم ہونے کا سبب ہے، جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ایک شخص مولائے کائنات علیہ السلام کے حضور میں یہ کہہ رہا تھا کہ: کنجوس انسان ظالم انسان سے بہتر اور مغفرت کے زیادہ قابل ہے تو مولا علی علیہ السلام نے فرمایا: اے شخص تو جھوٹ بولتا ہے، کیونکہ ظالم انسان اپنے ظلم سے توبہ کر لیتا ہے اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہے اور جو حق اس نے غصب کیا ہے وہ ان کے حقدار کو لوٹا دیتا ہے، جبکہ کنجوس انسان زکات ادا نہیں کرتا، صدقہ نہیں دیتا، صلہ رحم نہیں کرتا، مہمان نوازی نہیں کرتا اور اللہ کی راہ میں کسی قسم کا خرچ و انفاق بھی نہیں کرتا، چونکہ کسی

---

(۱) وسائل الشیعۃ، ج ۲۴، ص ۲۸۰

قسم کی خیر وخوبی نہیں کرتا ہے، لہٰذا جنت کے لئے حرام ہے کہ اس میں کنجوس انسان داخل ہو۔

«عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ: أَنَّ عَلِيّاً عَلَيْهِ السَّلَامُ سَمِعَ رَجُلاً يَقُولُ اَلشَّحِيحُ أَعْذَرُ مِنَ الظَّالِمِ فَقَالَ كَذَبْتَ إِنَّ الظَّالِمَ يَتُوبُ وَ يَسْتَغْفِرُ اللهَ وَ يَرُدُّ الظُّلَامَةَ عَلَى أَهْلِهَا وَ الشَّحِيحُ إِذَا شَحَّ مَنَعَ الزَّكَاةَ وَ الصَّدَقَةَ وَ صِلَةَ الرَّحِمِ وَ إِقْرَاءَ الضَّيْفِ وَ النَّفَقَةَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَ أَبْوَابَ الْبِرِّ وَ حَرَامٌ عَلَى الْجَنَّةِ أَنْ يَدْخُلَهَا شَحِيحٌ» (۱)

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے چار گناہوں کو جنت سے محروم رہنے اور جہنم میں جانے کا سبب قرار دیتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ میں نے جنت کے دروازے پر اس تحریر کا مشاہدہ کیا کہ: اے جنت تجھے حرام قرار دیا گیا ہے ہر اس انسان پر جو بخیل، ریاکار، والدین کی نافرمانی کرنے والا اور چغل خور ہے۔

اس روایت سے یہ بات بھی واضح وروشن ہو جاتی ہے کہ بخل و کنجوسی انسان کو جنت سے محروم کرتی ہے اور جہنم میں پہنچا دیتی ہے، لہٰذا بخل و کنجوسی دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی کا سبب ہے۔

«وَ قَالَ ص يَا عَلِيُّ رَأَيْتُ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوباً أَنْتِ مُحَرَّمَةٌ عَلَى كُلِّ بَخِيلٍ وَ مُرَاءٍ وَ عَاقٍّ وَ نَمَّامٍ» (۲)

۳) محبوبِ خدا بننے کا سبب

مہمان نواز و سخی انسانوں کو اللہ تعالی بہت زیادہ پسند کرتا ہے اور ان کو محبوب رکھتا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: اگر کوئی انسان خدا کا پسندیدہ و محبوب بننا چاہے تو اُسے چاہئے کہ ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھانا کھائے۔

«عَنِ النَّبِيِّ ص أَنَّهُ قَالَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ يُحِبَّهُ اللهُ فَلْيَأْكُلْ طَعَامَهُ مَعَ ضَيْفِهِ» (۳)

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولِ خدا ﷺ بننا چاہتا ہے، اُسے چاہئے

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۰، ص ۳۰۲

(۲) جامع الاخبار (الشعیری)، ص ۸۳

(۳) مستدرک الوسائل، ج ۱۶، ص ۲۶۰

کہ وہ ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھانا کھائے، پھر آپ نے مہمان نواز مؤمن کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا: جو شخص بھی ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھانا کھائے تو وہ خدا کا مقرب ترین بندہ ہو گا، تقرب کے لحاظ سے اس کے اور پروردگار کے درمیان کوئی حجاب وپردہ نہیں ہو گا۔

«قَالَ اَلنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُحِبَّهُ اللهُ وَ رَسُولُهُ فَلْيَأْكُلْ مَعَ ضَيْفِهِ مَنْ أَكَلَ طَعَامَهُ مَعَ ضَيْفِهِ فَلَيْسَ لَهُ حِجَابٌ دُونَ اَلرَّبِّ مِنْ قُرْبٍ» (۱)

مہمان نوازی اور لوگوں کو کھانے کھلانے کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ کو خدا نے اپنا سچا دوست قرار دیتے ہوئے مقام عطا فرمایا، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: حضرتِ ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے خلّت کا عہدہ و مقام عطا کیا اور وہ خلیل خدا بن گئے، کہ آپؑ بہت زیادہ لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اور رات کی تاریکی میں جبکہ سب لوگ سوجاتے تھے آپؑ اللہ کی بارگاہ میں مناجات کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔

«عَنْ جَابِرٍ اَلْأَنْصَارِيِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يَقُولُ: مَا اِتَّخَذَ اللهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً إِلاَّ لِإِطْعَامِهِ اَلطَّعَامَ وَ صَلاَتِهِ بِاللَّيْلِ وَ اَلنَّاسُ نِيَامٌ» (۲)

۴) ستر انبیاء علیہم السلام کی ضیافت و مہمانی کا ثواب

حضور ﷺ کا فرمان ہے: جو شخص مہمان نوازی کرتے ہوئے مہمان کی عزت واحترام کرے تو گویا اس نے ستر انبیاء علیہم السلام کی ضیافت و مہمان نوازی کرتے ہوئے ان کا اکرام واحترام کیا ہے اور ایک درہم مہمان پر خرچ کردینا ایک لاکھ دینار راہِ الٰہی میں خرچ کرنے کے برابر ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ص مَنْ أَكْرَمَ اَلضَّيْفَ فَقَدْ أَكْرَمَ سَبْعِينَ نَبِيّاً وَ مَنْ أَنْفَقَ عَلَى اَلضَّيْفِ دِرْهَماً فَكَأَنَّمَا أَنْفَقَ أَلْفَ أَلْفِ دِينَارٍ فِي سَبِيلِ اللهِ تَعَالَى» (۳)

(۱) تنبیہ الخواطر (مجموعۂ ورّام)، ج ۲، ص ۱۱۵

(۲) علل الشرائع، ج ۱، ص ۳۵

(۳) ارشاد القلوب (للدیلمی)، ج ۱، ص ۱۳۸

۵) بزرگی و سرداری کا سبب

مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: لوگوں پر نیکی و احسان کرنا، پریشان حال و مجبور انسانوں کی مدد کرنا اور مہمان نوازی کرنا بزرگی و سرداری کا سبب ہے۔

«وَ قَالَ عَلی عَلَيهِ السَّلَامُ :فِعلُ المَعرُوفِ وَ إِغَاثَةُ المَلهُوفِ وَ إِقرَاءُ الضُّيُوفِ آلَةُ السِّيَادَةِ» (۱)

۶) گناہوں کی مغفرت کا سبب

مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: جو بھی مؤمن مہمان کی آمد اور آواز سن کر خوش ہو جائے تو اللہ تعالی اس کے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے، اگرچہ اس کے گناہ زمین سے آسمان تک پُر ہی کیوں نہ ہوں۔

«وَ عَنْ أَمِيرِ المُؤمِنِينَ عَلَيهِ السَّلَامُ قَالَ :مَا مِنْ مُؤمِنٍ يَسْمَعُ بِهَمْسِ الضَّيفِ وَ فَرِحَ بِذَلِكَ إِلاَّ غُفِرَتْ لَهُ خَطَايَاهُ وَ إِنْ كَانَتْ مُطبِقَةً مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الأَرضِ» (۲)

حضرتِ امام صادق علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مہمان آتا ہے تو رزق و روزی کو اپنے ہمراہ لے کر آتا ہے اور جب کھانا کھالیتا ہے تو اللہ تعالی میزبان و مہمان سب کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبدِ اللهِ عَلَيهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَ آلِهِ:إِنَّ الضَّيفَ إِذَا جَاءَ فَنَزَلَ بِالقَومِ جَاءَ بِرِزْقِهِ مَعَهُ مِنَ السَّمَاءِ فَإِذَا أَكَلَ غَفَرَ اللهُ لَهُمْ بِنُزُولِهِ عَلَيهِمْ» (۳)

۷) روزِ قیامت نجات و جنت کی ضمانت

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی مؤمن اپنی زندگی میں ضیافت و مہمان نوازی کو انجام دے اور اس عبادت کو بہت پسند کرتا ہو، تو وہ اپنی قبر سے اس شان کے ساتھ کھڑا ہو گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح

---

(۱) مستدرک الوسائل، ج ۱۶، ص ۲۴۲

(۲) جامع الاخبار، ج ۱، ص ۱۳۶

(۳) وسائل الشیعۃ، ج ۲۴، ص ۳۱۷

چمک رہا ہو گا اور اہل محشر کہیں گے کہ یہ تو نبی مُرسَل کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا، کہ اتنے میں ایک فرشتہ کہے گا: یہ نبی مُرسَل نہیں ہے بلکہ یہ وہ مؤمن ہے جو اپنی زندگی میں مہمان نوازی کرتا تھا اور اس عبادت کو بہت زیادہ پسند کرتا تھا اور مہمانوں کی عزت و تکریم کرتا تھا، لہٰذا اس مؤمن کا مقام جنت کے علاوہ کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُحِبُّ الضَّيْفَ إِلاَّ وَ يَقُومُ مِنْ قَبْرِهِ وَ وَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَيَنْظُرُ أَهْلُ الْجَمْعِ فَيَقُولُونَ مَا هَذَا إِلاَّ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ فَيَقُولُ مَلَكٌ هَذَا مُؤْمِنٌ يُحِبُّ الضَّيْفَ وَ يُكْرِمُ الضَّيْفَ وَ لاَ سَبِيلَ لَهُ إِلاَّ أَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ» (۱)

۸) تقرّبِ خداوندی کا سبب

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بننا چاہتا ہے، اُسے چاہیے کہ وہ ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھانا کھائے، پھر آپ نے مہمان نواز مؤمن کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا: جو شخص بھی ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھانا کھائے تو وہ خدا کا مقرب ترین بندہ ہو گا، تقرّب کے لحاظ سے اس کے اور پروردگار کے درمیان کوئی حجاب و پردہ نہیں ہو گا۔

«قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُحِبَّهُ اللهُ وَ رَسُولُهُ فَلْيَأْكُلْ مَعَ ضَيْفِهِ مَنْ أَكَلَ طَعَامَهُ مَعَ ضَيْفِهِ فَلَيْسَ لَهُ حِجَابٌ دُونَ الرَّبِّ مِنْ قُرْبٍ» (۲)

۹) باعثِ اُلفت و محبت

ضیافت و مہمان نوازی کے آثار میں سے ایک اہم ترین اثر دلوں میں اُلفت و محبت کی تقویت ہے، مہمان نوازی کی روایات میں بہت زیادہ تاکید وارد ہونے کی علت یہ بھی ہے کہ جب مؤمنین ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کو دعوت دیتے ہیں تو اُن کی محبت و اُلفت کو تقویت ملتی ہے، نفرت و کدورتیں اور

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۳۶۱

(۲) تنبیہ الخواطر (مجموعۂ ورّام)، ج ۲، ص ۱۱۵

مؤمنین ورشتے داروں کے درمیان دوریاں ختم ہو جاتی ہیں۔

۱۰) اللہ کی رضا وخوشنودی کا سبب

مہمان نوازی اور مؤمنین کو کھانا کھلانے کے سب سے اہم ترین اور عظیم ترین آثار و فوائد میں سے ایک عظیم ترین فائدہ واثر اللہ کی رضا وخوشنودی کا حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس عبادت کو اس قدر پسند کرتا ہے کہ جو شخص بھی مہمان نوازی کرتا ہے اور لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اس قدر اجرو پاداش عطا کرتا ہے کہ جس کو ملکِ مقرب اور نبی مُرسَل کے علاوہ کوئی جان ہی نہیں سکتا۔

جیسا کہ حضرتِ امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: وہ شخص جو مہمان نوازی کرتے ہوئے مؤمن کو کھانا کھلاتا ہے اور سیر کراتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس قدر اجر وثواب عطا کرتا ہے کہ جسے ملکِ مقرب اور نبی مُرسَل بھی حساب نہیں کر سکتا سوائے اللہ تعالیٰ کے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: گناہوں کی مغفرت میں سب سے مؤثر ترین سبب بھوکے اور گرسنہ انسانوں کو کھانا کھلانا ہے، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جس میں یتیم، غریب اور مسکین انسانوں کو کھانا کھلانے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ قَالَ: مَنْ أَطْعَمَ مُؤْمِناً حَتَّى يُشْبِعَهُ لَمْ يَدْرِ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللهِ مَا لَهُ مِنَ الْأَجْرِ فِي الْآخِرَةِ لاَ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَ لاَ نَبِيٌّ مُرْسَلٌ إِلاَّ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ثُمَّ قَالَ مِنْ مُوجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ إِطْعَامُ الْمُسْلِمِ السَّغْبَانِ ثُمَّ تَلاَ قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ: ﴿أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ * يَتِيماً ذَا مَقْرَبَةٍ * أَوْ مِسْكِيناً ذَا مَتْرَبَةٍ﴾ (البلد/ ۱۴-۱۶)» [1]

---

(۱) اصول کافی، ج ۲، ص ۲۰۱

مہمان نوازی کے آداب

آلِ محمد علیہم السلام کی تعلیمات میں جہاں مہمان نوازی کی فضیلت و عظیم اجر و پاداش کو بیان کیا گیا ہے، وہاں مہمان نوازی کے بہت سارے آداب و شرائط کو بھی ذکر کیا گیا ہے، ان آداب و شرائط کا خیال رکھنا مہمان نوازی کی تکمیل، زیبائی و معراج کا سبب ہے، روایات میں مہمان نوازی کے بہت سارے آداب کو معصومین علیہم السلام نے بیان فرمایا ہے، جن میں سے چند اہم ترین آداب کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے؛

۱) مؤمن کی دعوت کو قبول کرنا

جب کوئی شخص نہایت خوشی و عقیدت کے ساتھ کسی کو دعوت دے تو اُس کی دعوت کو قبول کرنا ضروری ہے، مؤمن کی مخلصانہ دعوت کو ٹھکرانے سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: میری امت میں سے جو حاضر ہیں اور جو قیامت تک آنے والے ہیں سب کو سفارش کرتا ہوں کہ وہ ایک دوسرے کی دعوت کو قبول کیا کریں، اگرچہ پانچ میل کے فاصلے پر ہی کیوں نہ ہو، اس لئے کہ مؤمن کی دعوت کو قبول کرنا دین کے آئین کا حصہ ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ (ص) أُوصِي الشَّاهِدَ مِنْ أُمَّتِي وَ الْغَائِبَ أَنْ يُجِيبَ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِ وَ لَوْ عَلَى خَمْسَةِ أَمْيَالٍ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنَ الدِّينِ» [۱]

۲) مہمان کی تعظیم و تکریم

مہمان کی عزت، احترام و تعظیم انتہائی اہم ترین آداب میں شامل ہے، مہمان کے آنے پر خوشحال ہونا اور انتہائی ادب و احترام سے پیش آنا عظیم اجر و ثواب کا باعث ہے، متعدد روایات میں مہمان کی تعظیم و تکریم کا حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولا علی علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ ہمسائے کا احترام و خیال رکھو، اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، مہمان کی عزت اور اسکا احترام کرو اگرچہ مہمان کافر ہی کیوں نہ ہو، اپنے والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اگرچہ والدین کافر ہی کیوں نہ ہوں اور کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ

---

(۱) المحاسن ج ۲، ص ۴۱۱

پلٹاؤ اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

اس روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے چار گروہ کی تعظیم اور ان کا احترام و خاص خیال رکھنے کی تاکید فرمائی ہے، اگرچہ یہ لوگ کافر ہی کیوں نہ ہوں، ان میں سے ایک ہمسایہ، دوسرا مہمان، تیسرا والدین اور چوتھا سائل و مسکین ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ (ص) ... يَا عَلِيُّ أَكْرِمِ الْجَارَ وَ لَوْ كَانَ كَافِراً وَ أَكْرِمِ الضَّيْفَ وَ لَوْ كَانَ كَافِراً وَ أَطِعِ الْوَالِدَيْنِ وَ لَوْ كَانَا كَافِرَيْنِ وَ لَا تَرُدَّ السَّائِلَ وَ إِنْ كَانَ كَافِراً» (۱)

حضرتِ امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے: حضور ﷺ نے جن چیزوں کی مولائے کائنات علیہ السلام کو تعلیم دی ہے، ان میں سے سرورِ کائنات ﷺ کا یہ حکم بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ و روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کی ضرور عزت و تعظیم اور اس کا احترام و اکرام کرے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ (ع) قَالَ: مِمَّا عَلَّمَ رَسُولُ اللهِ ص عَلِيّاً ع قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ» (۲)

۳) مہمان کی تمام ضروریات کو فراہم کرنا

جب کوئی مہمان گھر میں آجائے تو مہمان کی ضروریات، کھانا پینا اور دیگر لوازمات جو مہمان کی ضرورت ہے ان کو فراہم کرنا ضروری ولازم ہے، یہاں تک کہ چھوٹی بڑی تمام چیزیں جن کا مہمان تقاضا کرے اور میزبان کی گنجائش و دسترس میں ہو تو انہیں فراہم کرنا ضروری ہے، روایات میں چھوٹی چیزوں کی مثال دیتے ہوئے مہمان کے لئے خلال فراہم کرنا بھی ضروری قرار دیا ہے، جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: مہمان کے حقوق میں سے مہمان کی عزت کرنا، اس کا احترام کرنا اور اس کے لئے خلال کا فراہم کرنا بھی شامل ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ (ص) إِنَّ مِنْ حَقِّ الضَّيْفِ أَنْ يُكْرَمَ وَ أَنْ يُعَدَّ لَهُ الْخِلَالُ» (۳)

---

(۱) جامع الاخبار (الشعیری)، ص ۸۴

(۲) الکافی، ج ۶، ص ۲۸۵

(۳) ایضا

۴) مہمان کے ساتھ کھانا کھانا

آدابِ مہمان نوازی میں سے مہمان کے ساتھ مل کر کھانا کھانا بھی شامل ہے اور میزبان کے لئے حکم ہے کہ سب سے پہلے کھانا کھانے میں آغاز کرے اور سب سے آخر میں ہاتھ اُٹھائے، جیسا کہ امام صادق علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس روایت کو نقل کیا ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا: جب مہمان کے ساتھ کھانا کھائیں تو میزبان کو چاہئے کہ وہ سب سے پہلے ہاتھ بڑھائے اور آخر میں کھانے سے ہاتھ اُٹھائے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ص إِذَا أَكَلَ مَعَ الْقَوْمِ أَوَّلَ مَنْ يَضَعُ يَدَهُ مَعَ الْقَوْمِ وَ آخِرَ مَنْ يَرْفَعُهَا إِلَى أَنْ يَأْكُلَ الْقَوْمُ» [1]

ایک اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محبوب بننا چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ وہ ہمیشہ مہمان کے ساتھ مل کر کھانا کھائے۔

«قالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ: مَن اَحَبَّ اَن یُحِبَّہُ اللہُ و رسولُہُ فَلیَأکُل مَع ضَیفِہِ» [2]

۵) تکلف، زحمت اور مشقت میں پڑنے سے پرہیز کرنا

ضیافت و مہمان نوازی ایک عظیم عبادت ہے، یہ عبادت ہر ایک کے لئے میسّر اور ممکن ہونی چاہئے، اس وجہ سے معصومین علیہم السلام نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ مہمان نوازی باعث مشقت، زحمت و دشواری نہیں ہونی چاہئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ میزبان کی جمع پونجی ایک ہی دعوت میں خرچ ہو جائے اور وہ دوبارہ کسی کو دعوت دینے سے توبہ کر لے، بلکہ یہ دعوت اس کے لئے باعثِ خیر و برکت اور نہایت آسانی کا سبب ہونی چاہئے، تا کہ آئندہ بھی دعوت کرنے کے لئے اس کے اندر شوق و رغبت باقی رہے، اس وجہ سے معاشرے میں جو نہایت پُر تکلف اور پُر خرچ اور انتہائی سنگین ہزینہ بردار دعوتیں ہوتی ہیں، جس میں بہت زیادہ فضول خرچی کی جاتی ہے، یہ دعوتیں اسلام کی پسندیدہ و تاکید شدہ دعوتیں نہیں ہیں، جب دعوت پُر خرچ اور پُر مشقت ہو تو یہ دعوت انسان کے لئے پریشانی و عداوت کا سبب ہے، پھر اس کے نتیجے میں انسان مہمانداری اور کسی کو دعوت دینے سے نفرت کرتا ہے اور اگر خدا

---

(۱) ایضاً

(۲) ایضاً، ص ۲۷۶، ح ۱؛ بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۴۵۶، ح ۳۱

نخواستہ انسان اس مرحلے میں پہنچ جائے تو پھر مہمانداری سے نفرت و بیزاری کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اس شخص سے بیزار ہو جاتا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: اپنے آپ کو مہمانوں کی خاطر تواضع کے لئے بہت زیادہ زحمت و مشقت میں نہ ڈالو، اس لئے کہ یہ کام مہمان سے نفرت کا باعث ہے اور پھر جو شخص مہمان سے نفرت کرتا ہے، تو اللہ بھی اس شخص سے نفرت کرتا ہے اور بیزار ہو جاتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لا تَكَلَّفوا لِلضَّيفِ فَتُبغِضوهُ، فَإِنَّ مَن أَبغَضَ الضَّيفَ فَقَد أَبغَضَ اللهَ، وَمَن أَبغَضَ اللهَ أَبغَضَهُ اللهُ» (۱)

ایک اور حدیث میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: کسی بھی شخص کو اپنی قدرت و توانائی سے بڑھ کر مہمان کے لئے زحمت و مشقت میں نہیں پڑنا چاہئے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: لا يَتَكَلَّفَنَّ أَحَدٌ لِلضَّيفِ ما لا يَقدِرُ عَلَيهِ» (۲)

البتہ میزبان کے لئے اپنی توانائی و امکان کے مطابق خرچ کرنا اور مہمان نوازی کرنا ضروری ہے، خاص طور پر جب مہمان کو دعوت دی گئی ہے تو صحیح طریقے سے خاطر تواضع کرنا اور بہتر انداز میں مہمان نوازی کرنا ضروری ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جب تمہارے پاس کوئی مہمان آجائے تو جو کچھ حاضر ہے اس کی خدمت میں پیش کرو، (جیسا کہ عربی ضرب المثل ہے «کمال الجود بذل الموجود»)، لیکن اگر مہمان کو دعوت دی گئی ہے تو اس کی درست و بہتر انداز کے ساتھ خدمت کرنا اور مہمان نوازی کو شائستہ طور پر انجام دینا ضروری ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) قَالَ: إِذَا أَتَاكَ أَخُوكَ فَأْتِهِ بِمَا عِنْدَكَ وَ إِذَا دَعَوْتَهُ فَتَكَلَّفْ لَهُ» (۳)

حضرتِ امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ: ایک مؤمن نے مولائے کائنات علیہ السلام کو دعوت دی، مولاؑ نے فرمایا: میں تین شرطوں کے ساتھ تمہاری دعوت کو قبول کرتا ہوں، اس شخص نے پوچھا اے میرے آقا وہ تین

(۱) المحجة البیضاء، ج ۳، ص ۳۱
(۲) نہج الفصاحہ، ص ۶۷۹؛ کنزالعمال، ج ۹، ص ۸۲، ح ۲۵۸۷۶
(۳) الکافی، ج ۶، ص ۲۷۶

شرائط کیا ہیں؟ تو مولاؑ نے فرمایا: وہ تین شرائط یہ ہیں:

۱) زحمت ومشقت کے ساتھ گھر کے باہر سے کوئی چیز نہ لائی جائے۔

۲) گھر میں جو چیز موجود ہے اس کو ضرور پیش کیا جائے۔

۳) یہ دعوت گھر والوں کے لئے سختی، زحمت ودشواری کا باعث نہ بنے۔

اس شخص نے کہا میں تینوں شرائط کو تسلیم وقبول کرتا ہوں، مولاؑ نے بھی فرمایا: میں بھی تمہاری دعوت کو قبول کرتا ہوں۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مہمان نوازی نہ میزبان کے لئے باعثِ مشقت وزحمت و دشواری ہو، نہ میزبان کے گھر والوں کے لئے۔

«عَنِ الرِّضَا عَنْ آبَائِهِ (ع) قَالَ: دَعَا رَجُلٌ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ع فَقَالَ لَهُ قَدْ أَجَبْتُكَ عَلَى أَنْ تَضْمَنَ لِي ثَلَاثَ خِصَالٍ قَالَ وَ مَا هُنَّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ لَا تُدْخِلْ عَلَيَّ شَيْئاً مِنْ خَارِجٍ وَ لَا تَدَّخِرْ عَلَيَّ شَيْئاً فِي الْبَيْتِ وَ لَا تُجْحِفْ بِالْعِيَالِ قَالَ ذَلِكَ لَكَ فَأَجَابَهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ (ع)» (۱)

۶) مہمان سے کام لینے سے پرہیز کرنا

مہمان نوازی کا مطلب فرصت سے فائدہ اٹھا کر مہمانوں سے کام کرانا اور اپنی حاجت وضرورت کو پورا کرنا نہیں ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ مہمان کو لینے کے دینے پڑ جائیں، اس وجہ سے روایات میں سختی کے ساتھ مہمان سے کام لینے سے اور مہمان کو زحمت میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ جنابِ ابن ابی یعفور سے روایت ہے کہ حضرتِ امام صادق علیہ السلام کی دولت سرا میں مہمان تشریف لائے، اور مہمانوں نے اپنی طرف سے گھر کے کچھ کام کرنا شروع کر دیا، امام صادق علیہ السلام نے ان کو کام کرنے سے منع کیا اور خود اس کام کو انجام دیتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہمان سے کام کرانے وخدمت لینے سے منع کیا ہے۔

---

(۱) بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۴۵۱

«عَنِ ابْنِ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: رَأَيْتُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) ضَيْفاً فَقَامَ يَوْماً فِي بَعْضِ الْحَوَائِجِ فَنَهَاهُ عَنْ ذَلِكَ وَ قَامَ بِنَفْسِهِ إِلَى تِلْكَ الْحَاجَةِ وَ قَالَ ع نَهَى رَسُولُ اللهِ (ص) عَنْ أَنْ يُسْتَخْدَمَ الضَّيْفُ» (۱)

۷) مہمان کو جہاں بٹھایا جائے وہیں بیٹھے

میزبان اپنے گھر کے حالات سے بہتر آشنا ہے اور مہمان کو کہاں بٹھانا چاہئے اور کون سی جگہ مناسب ہے میزبان بہتر جانتا ہے، اس وجہ سے مہمانی کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ مہمان اسی جگہ پر بیٹھے جہاں میزبان نے اُسے بٹھایا ہے، میزبان کی اجازت کے بغیر گھر کے مختلف کونوں میں یا کمروں میں جانا مناسب نہیں ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب تمہیں کوئی دعوت کرے تو اسی جگہ بیٹھ جاؤ جہاں صاحب خانہ نے تمہیں بٹھایا ہے، اس لئے کہ صاحب خانہ اپنے گھر کے حالات و اسرار سے بہتر آشنا ہے۔

«عَنِ الصَّادِقِ عَنْ أَبِيهِ (ع) قَالَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ فِي رَحْلِهِ فَلْيَقْعُدْ حَيْثُ يَأْمُرُ صَاحِبُ الرَّحْلِ فَإِنَّ صَاحِبَ الرَّحْلِ أَعْرَفُ بِعَوْرَةِ بَيْتِهِ مِنَ الدَّاخِلِ عَلَيْهِ» (۲)

۸) بغیر دعوت کے نہ خود جائے نہ کسی کو ساتھ لے جائے

دعوت کے بغیر جانا یا ایسے شخص کو ساتھ لے کر جانا جس کو دعوت نہ ہو، اس سے بہت سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ میزبان نے اپنے حساب سے دعوت کا اہتمام کیا ہوتا ہے، ایسا نہ ہو کہ بن بلائے کئی افراد کا آنا میزبان کے لئے مشقت و شرمندگی کا باعث بن جائے، بعض مواقع پر ہماہنگی و اجازت کے بغیر کسی کے گھر میں جانا حرام کے دائرے میں بھی داخل ہو سکتا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: اگر تم میں سے کسی کو دعوت دی گئی ہو تو اپنے ہمراہ اپنے بچے کو ساتھ نہ لے جائیں، کیونکہ جو ایسا کام کرے گا اس نے حرام کام کو انجام دیا ہے اور اس طرح گھر میں داخل ہونا ایسا ہے جیسے کوئی غاصب کسی کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہو گیا ہو۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ (ع) قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ (ص) إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلَا يَسْتَتْبِعَنَّ

---

(۱) الکافی، ج ۶، ص ۲۸۳

(۲) بحار الانوار، ج ۷۲، ص ۴۵۱

وَلَدَهُ فَإِنَّهُ إِنْ فَعَلَ ذَلِكَ كَانَ حَرَاماً وَ دَخَلَ [غَاصِبا]» (۱)

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں جفاء و ناانصافی ہیں؛

۱) کسی کے ساتھ ہمنشینی اختیار کریں لیکن نہ ان کا نام پوچھیں اور نہ کنیت۔

۲) کوئی مؤمن دعوت کرے لیکن اس کی دعوت کو قبول نہ کرنا، یا قبول کرنے کے بعد کچھ بھی نہ کھانا۔

۳) زوجہ کے ساتھ بغیر کسی آمادگی و مقدمہ کے ہمبستری کرنا۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ (ص) ثَلَاثَةٌ مِنَ الْجَفَاءِ أَنْ يَصْحَبَ الرَّجُلَ الرَّجُلُ فَلَا يَسْأَلَهُ عَنِ اسْمِهِ وَ كُنْيَتِهِ وَ أَنْ يُدْعَى الرَّجُلُ إِلَى طَعَامٍ فَلَا يُجِيبَ وَ أَنْ يُجِيبَ فَلَا يَأْكُلَ وَ مُوَاقَعَةُ الرَّجُلِ أَهْلَهُ قَبْلَ الْمُدَاعَبَةِ» (۲)

۹) مہمانداری وضیافت کے دورانیہ کا مختصر ہونا

کسی کے ہاں مہمان ہونے کا مطلب میزبان کے گھر میں ڈیرہ ڈال دینا اور بیٹھ جانا نہیں ہے بلکہ مہمانداری کے فوراً بعد میزبان کی زحمت کو کم کرنا چاہئے، اس وجہ سے مہمانداری کے آداب میں سے ایک اہم ترین ادب مہمانداری کے اوقات و دورانیہ کا کم ہونا ہے، یعنی کھانا کھانے کے بعد مزید گفتگو کرتے ہوئے میزبان کی زحمت کو بڑھانا نہیں چاہئے بلکہ صاحب خانہ کو استراحت وسکون کا موقع فراہم کرنا چاہئے، مہمانداری ایام کے لحاظ سے جتنا ہو سکے کم دن پر مشتمل ہونی چاہئے، اسی وجہ سے روایات میں آیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ مہمانی کے ایام دو دن ہیں اور تیسرے دن وہ شخص گھر والوں میں شامل ہے، وہی چیز کھائے جو گھر والے کھاتے ہیں، جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: دو راتیں مہمان کی خوب خاطر تواضع کرنی چاہئے اور جب تیسری رات بھی بیٹھ جائے تو وہ گھر کے افراد میں شامل ہے، لہٰذا وہی چیز کھائے جو گھر والے کھاتے ہیں۔

«رسول الله صلی الله علیه و آله :الضَّيفُ يُلطَفُ لَيلَتَينِ، فإذا كانَتِ الليلةُ الثالثةُ فهُوَ مِن

---

(۱) المحاسن، ج ۲، ص ۴۱۱

(۲) وسائل الشیعة، ج ۲۰، ص ۱۱۹

أهلِ البيتِ يأكُلُ ما أدرَكَ»[1]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے فرمایا: اگر رات میں گھر پر مہمان وارد ہو جائے تو ایک رات مہماندار ی لازم و واجب ہے لیکن صبح ہونے کے بعد میزبان کی مرضی ہے کہ وہ مہمان کو رکھے یا جانے کی اجازت دے اور آخر میں آپؐ نے فرمایا: مہمان گھر کے لئے خیر و برکت کا باعث ہے، جس گھر میں مہمان نہیں آتے اُس گھر میں رحمت کے فرشتے بھی نہیں آتے۔

«عَنِ النَّبِيِّ (ص) لَيْلَةُ الضَّيْفِ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مَنْ أَصْبَحَ إِنْ شَاءَ أَخَذَهُ وَ إِنْ شَاءَ تَرَكَهُ وَ كُلُّ بَيْتٍ لَا يَدْخُلُ فِيهِ الضَّيْفُ لَا يَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ»[2]

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے مہماندار ی کا دورانیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: زیادہ سے زیادہ مہماندار ی کے ایام تین دن ہیں، پہلا، دوسرا اور تیسرا، اس سے زیادہ ایام مہمانی میں شامل نہیں ہیں، اگر میزبان خرچ کر رہا ہے تو وہ نیکی اور صدقہ میں شامل ہے۔

«عنه صلی اللہ علیه و آله :الضِّيافَةُ أَوَّلُ يَومٍ والثاني والثالثُ، وما بعدَ ذلكَ فإنّها صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ بها علَيهِ»[3]

ان تین مختلف روایات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان میں تضاد ہے بلکہ ان احادیث کو ہم جمع کر سکتے ہیں اس لحاظ سے کہ بعض میں مہمان کے لئے وظائف کو بیان کیا گیا ہے تو بعض میں میزبان کے وظائف کو، مہمان کے لئے وظیفہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی کے گھر میں مہمان کے عنوان سے جاتا ہے تو اُسے کم ترین اوقات میں فارغ ہونا چاہیے، تین دن سے زیادہ نہیں رہنا چاہئے اور میزبان کے لئے وظیفہ یہ ہے کہ اُسے کم از کم آئے ہوئے مہمان کی ایک دن بھرپور خدمت کرنی چاہئے اور حداکثر تین دن خدمت کرے۔

---

(۱) کنز العمال، ج۹، ص۲۴۸، ح۲۵۸۷۵

(۲) جامع الاخبار (الشعيري)، ص۱۳۶

(۳) الکافي، ج۵، ص۳۶۸، ح۳

۱۰) میزبان کے لئے مناسب ہدیہ لے کر جانا

اخلاق، انسانیت اور ادب کا تقاضا یہ ہے کہ میزبان کے گھر خالی ہاتھ نہ جائے، میزبان کی شان و منزلت کے مطابق اُس کے لئے کوئی نہ کوئی چیز ہدیہ اور تحفے کے طور پر لے کر جانا چاہئے، ہدیہ انسان کی دوستی واُلفت میں تقویت واضافہ کا سبب ہے، اسی وجہ سے معصومین علیہم السلام کی روایات میں بہت زیادہ ہدیہ دینے کی تاکید وسفارش کی گئی ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: ہدیہ محبتوں کو کھینچ لاتا ہے۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ أَنَّهُ قَالَ :اَلْهَدِيَّةُ تَجْلِبُ الْمَحَبَّةَ» [1]

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، اس لئے کہ ہدیہ باعث اُلفت و محبت ہے اور ہدیہ کینہ، کدورت اور نفرتوں کو مٹادیتا ہے۔

«قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: تَهَادَوْا تَحَابُّوا تَهَادَوْا فَإِنَّهَا تَذْهَبُ بِالضَّغَائِنِ» [2]

۱۱) فقیروں وغریبوں کو دعوت کرنا

مہمانی کے آداب میں سے فقیروں، غریبوں ونادار انسانوں کو دعوت میں شامل کرنا ہے، دینِ مقدسِ اسلام میں فقیروں اور غریبوں پر ہمیشہ توجہ دینے کی اور ان کا خاص خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، خوشیوں کے ایام میں جیسے؛ عید فطر، عید قربان، عیدِ غدیر وغیرہ اور شادیوں کے ایام میں غریبوں پر توجہ دینے کی اور ان خوشیوں میں غریبوں کو شامل کرنے کی بہت زیادہ روایات میں سفارش کی گئی ہے، وہ دعوت جس میں کوئی بھی غریب ومسکین شامل نہ ہو بلکہ صرف امیروں اور بڑے بڑے لوگوں کو دعوت دی گئی ہو، اس کو روایات میں بدترین دعوت ومہمانداری قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: بدترین ولیمہ اور دعوت وہ ہے جس میں پیٹ بھرے ہوئے لوگوں کو بلایا گیا ہو اور بھوکے وفقیر لوگوں کو محروم رکھ دیا گیا ہو۔

«رسول الله صلی الله علیه و آله: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ؛ يُدعىٰ إِلَيهـا الشَّبعانُ وَيُحبَسُ

---

(۱) غرر الحکم، ج۱، ص۲۹

عنهُ الجيعانُ» (۱)

ایک اور روایت میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا: اُس دعوت میں جانا مکروہ ہے جس میں صرف اغنیاء و سرمایہ دار لوگوں کو دعوت دی گئی ہو اور فقراء کو محروم رکھا گیا ہو۔

«عنه صلى الله عليه و آله: يُكرَهُ إجابَةُ مَن يَشهَدُ وَليمَتَهُ الأغنياءُ دُونَ الفُقَراءِ» (۲)

ایک اور روایت میں حضور ﷺ نے اُس ولیمے اور دعوت میں جانے سے منع فرمایا ہے جس میں صرف سرمایہ داروں کو دعوت دی گئی ہو اور فقیروں کو ترک کر دیا گیا ہو۔

«عَنْ أَبِي إِبْرَاهِيمَ ع قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللهِ ص عَنْ طَعَامِ وَلِيمَةٍ يُخَصُّ بِهَا الأَغْنِيَاءُ وَ يُتْرَكُ الفُقَرَاءُ» (۳)

۱۲) میزبان کے حق میں دعا کرنا اور ان کے مرحومین کے لئے فاتحہ پڑھنا

کھانا کھانے کے بعد میزبان کے حق میں دعا کرنا اور ان کی توفیقات و رزق میں اضافہ اور حاجات کی برآوردگی کے لئے بارگاہِ الٰہی میں دعا و التجا کرنا اخلاق، انسانیت اور احسان کا تقاضا ہے، جب میزبان نے بہترین میزبانی کا اہتمام کر کے احسان کیا ہے، تو مہمان کی طرف سے اس احسان کے بدلے میں احسان یہ ہے کہ وہ میزبان کے لئے بہترین طریقے سے دعا کرے اور میزبان کے مرحومین کی مغفرت و درجات کی بلندی کے لئے دعا کے ساتھ فاتحہ پڑھے، قرآنِ مجید ہمیشہ ہمیں اس اصول و قاعدے کی رعایت و پابندی کرنے کا حکم دیتا ہے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے، ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (الرحمن/ ٦٠)

۱۳) رازداری اور آنکھوں کی حفاظت

مہمان اور میزبان کے لئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے اسرار و رازداری کا خاص خیال رکھیں، کسی

---

(۱) کنز العمال، ج ۱۶، ص ۷۰، ح ۴۳۶۲۷

(۲) الدعوات، ص ۱۴۱، ح ۳۵۸؛ بحار الانوار، ج ۷۵، ص ۴۴۸، ح ۱۱

(۳) الکافی، ج ۶، ص ۲۸۲

بھی راز کو دوسروں کے سامنے افشاء نہ کریں، جب کسی کے ہاں مہمان کی حیثیت سے گئے ہیں تو اپنی آنکھوں کی حفاظت کرنا اور ہر قسم کے تجسس و جستجو سے پرہیز کرنا ضروری ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ ایمان کو بدگمانی اور ایک دوسرے کے شخصی امور میں تجسس و جستجو اور ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہوئے اور تقویٰ الٰہی اختیار کرنے کی سفارش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: اے صاحبانِ ایمان بہت ساری بدگمانیوں سے اجتناب کرو اس لئے کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے امور میں تجسس و جستجو نہ کیا کرو اور ایک دوسرے کی غیبت بھی نہ کرو، کیا تم اپنے مردہ بھائی کے گوشت کو کھانا پسند کرو گے؟ یقیناً یہ کام تمہارے لئے ناپسند ہے، پس تقویٰ الٰہی اختیار کرو کہ بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول کرتا ہے اور بہت مہربان ہے۔

﴿یا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا أَیُحِبُّ أَحَدُکُمْ أَنْ یَأْکُلَ لَحْمَ أَخِیهِ مَیْتًا فَکَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ تَوَّابٌ رَحِیمٌ﴾ (الحجرات/ ۱۲)

۱۴) بدرقہ اور خدا حافظی کرنا

آدابِ مہمان نوازی میں سے ایک اہم ترین ادب مہمان کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ خدا حافظی کرنا ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جب تمہارے پاس کوئی مہمان آجائے تو اس کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اس کو خدا حافظی کرتے ہوئے دروازے تک جانا چاہئے۔

«أنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مِن حقِّ الضَّیفِ أن تَمشِی مَعَه فتُخرِجَه مِن حَرِیمِکَ إلی البَابِ» (۱)

---

(۱) جامع احادیث الشیعہ، ج ۲۳، ص ۱۶

روایات کی روشنی میں کھانا کھلانے کی فضیلت اور فوائد

دینِ مقدسِ اسلام میں لوگوں کو کھانا کھلانا خصوصاً گرسنہ اور نادار لوگوں کو سیر کرنا انتہائی عظیم اعمال و عبادات میں شامل ہے، کھانا کھلانے کی فضیلت و عظیم فوائد و آثار کو بیان کرتے ہوئے بیشمار روایات معصومین علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں، ان روایات میں مؤمنین اور ضرورتمند انسانوں کو کھانا کھلانے کی تاکید و سفارش بھی کی گئی ہے، کھانا کھلانے کے بیشمار فوائد و آثار کو بھی بیان کیا گیا ہے، کھانا کھلانا نہ تنہا پروردگار کی رضا و خوشنودی کا سبب ہے بلکہ کھانا کھلانا اور گرسنوں کو سیر کرنا دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی و سعادت کا باعث بھی ہے، بہت ساری روایات ایسی ہیں جن میں اُن سخی لوگوں کے لئے جنت کی بشارت دی گئی ہے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں اور ضرورتمند و گرسنہ لوگوں کو سیر کراتے ہیں، جیسا کہ حضرتِ امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: اگر کوئی شخص چار اہم عبادات میں سے کسی ایک کو لے کر بارگاہِ الٰہی میں آئے تو اس کا مقام جنت ہے، وہ چار عبادات یہ ہیں؛

۱) کسی تشنہ وپیاسے انسان کو پانی سے سیراب کرنا۔

۲) کسی بھوکے و گرسنہ انسان کو کھانا کھلانا۔

۳) برہنہ و مجبور انسان کو لباس پہنانا۔

۴) اللہ کی راہ میں غلاموں کو آزاد کرنا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: أَرْبَعٌ مَنْ أَتَى بِوَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ دَخَلَ الْجَنَّةَ- مَنْ سَقَى هَامَةً ظَامِئَةً أَوْ أَشْبَعَ كَبِداً جَائِعَةً أَوْ كَسَا جِلْدَةً عَارِيَةً أَوْ أَعْتَقَ رَقَبَةً عَانِيَةً» (۱)

۱) دنیا و آخرت دونوں میں نجات کا سبب

ایک اور روایت میں تمام کائنات کے انسانوں کو نجات کا راستہ دکھاتے ہوئے حضرتِ امام صادق علیہ السلام نے

---

(۱) وسائل الشیعۃ، ج ۲۴، ص ۱۲

فرمایا: تین چیزیں تمام انسانوں کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں نجات کا سبب ہیں؛

۱) کھانا کھلانا۔ ۲) تمام لوگوں کو آشکار طور پر سلام کرنا۔

۳) رات کی تاریکی میں جب سب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نمازِ شب ادا کرنا۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: الْمُنْجِيَاتُ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ إِفْشَاءُ السَّلَامِ وَ الصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ» (۱)

۲) بے شمار اجر و ثواب

ایک اور روایت میں حضرتِ امام صادق علیہ السلام مؤمنین کو کھانا کھلانے کے عظیم اجر و ثواب کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو شخص کسی مؤمن کو سیر ہو کر کھانا کھلائے تو اس شخص کے لئے اس قدر خدا کی بارگاہ میں اجر وثواب ہے کہ نہ ملکِ مقرب جان سکتا ہے اور نہ ہی نبی مُرسَل سوائے پروردگارِ عالَم کے، پھر آپؑ نے مزید کھانا کھلانے کی فضیلت و فوائد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: بھوکے انسانوں کو کھانا کھلانا انسان کی نجات اور مغفرت کا سبب ہے، پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ﴿أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيماً ذا مَقْرَبَةٍ أَوْ مِسْكِيناً ذا مَتْرَبَةٍ﴾ (البلد/ ۱۴-۱۶)۔ جس میں یتیم، مسکین اور غریبوں کو کھانا کھلانے کی تاکید کی گئی ہے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: مَنْ أَطْعَمَ مُؤْمِناً حَتَّى يُشْبِعَهُ لَمْ يَدْرِ أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ اللهِ مَا لَهُ مِنَ الْأَجْرِ فِي الْآخِرَةِ لَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَ لَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ إِلَّا اللهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ثُمَّ قَالَ مِنْ مُوجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ إِطْعَامُ الْمُسْلِمِ السَّغْبَانِ ثُمَّ تَلَا قَوْلَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ - أَوْ إِطْعامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ يَتِيماً ذا مَقْرَبَةٍ أَوْ مِسْكِيناً ذا مَتْرَبَةٍ» (۲)

۳) افضل ترین عمل

ابی منکدر کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آیا اور سواری کی لجام پر ہاتھ رکھ کر سوال کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینِ اسلام میں افضل ترین عمل کیا ہے؟ تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں

---

(۱) الکافي، ج ۳، ص ۵۱

(۲) الکافي، ج ۲، ص ۲۰۱

ارشاد فرمایا: کھانا کھلانا اور پاکیزہ و بہترین گفتگو کرنا۔

یعنی بہترین طعام کے ذریعے سے بدن کو تقویت دینا اور بہترین کلام کے ذریعے سے روح و ایمان کو تقویت دینا، یہ بہترین اعمال میں سے ہے۔

«عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي الْمُنْكَدِرِ قَالَ: أَخَذَ رَجُلٌ بِلِجَامِ دَابَّةِ النَّبِيِّ ص فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ فَقَالَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ إِطْيَابُ الْكَلَامِ» (۱)

۴) خداوندِ عالم کے نزدیک محبوب ترین عمل

حضرتِ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عبادت و عمل کھانا کھلانا اور قربانی کرنا ہے۔

«مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع يَقُولُ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ إِطْعَامَ الطَّعَامِ وَ هِرَاقَةَ الدِّمَاءِ» (۲)

ایک اور روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی بارگاہ میں محبوب ترین عبادت و عمل تین ہیں؛

۱) مؤمنین کی پریشانیوں کو دور کر کے خوشحال کرنا۔

۲) گرسنہ و بھوکے مسلمانوں کو کھانا کھلانا۔

۳) مقروض کا قرض ادا کرنا۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ: إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللهِ إِدْخَالُ السُّرُورِ عَلَى الْمُؤْمِنِ وَ شَبْعَةُ مُسْلِمٍ أَوْ قَضَاءُ دَيْنِه» (۳)

---

(۱) المحاسن، ج ۲، ص ۳۸۷
(۲) ایضاً
(۳) ایضاً، ص ۳۸۸

۵) ایمان کی نشانی

حضور ﷺ کا فرمان ہے: تین چیزیں ایمان کی نشانی ہیں؛

۱) بہترین اخلاق۔ ۲) کھانا کھلانا ۳) قربانی کرنا۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ ع قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ص الْإِيمَانُ حُسْنُ الْخُلُقِ وَ إِطْعَامُ الطَّعَامِ وَ إِرَاقَةُ الدِّمَاءِ» (۱)

۶) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہونا

روزِ قیامت بشریت اور تمام انسانوں کے لئے انتہائی پریشانی اور وحشت ناک دن ہے، جہاں ہر انسان حیران وپریشان، غمزدہ، خوف وہراس کی صورت میں نظر آئے گا، لیکن کچھ خوش نصیب لوگ ایسے بھی ہوں گے جو انتہائی سکون، اطمئنان اور سلامتی کے ساتھ جنت میں چلے جائیں گے، انہیں کسی قسم کی پریشانی وغم لاحق نہیں ہو گا، انہی خوش نصیب لوگوں کو بشارت دیتے ہوئے اور دیگر افراد کو قیامت کے دن پریشانیوں سے نجات پانے کی راہ بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے جنابِ عبدالمطلب کی اولاد کو جمع کر کے فرمایا: اے اولادِ عبدالمطلب آشکار وواضح طور پر سب کو سلام کیا کرو، رشتے داروں کے ساتھ رابطہ برقرار رکھو، رات کی تاریکی میں کہ جب سب سو جائیں نمازِ شب ادا کیا کرو، لوگوں کو کھانا کھلایا کرو اور لوگوں کے ساتھ نہایت پاکیزہ کلام و گفتگو کیا کرو، اگر ایسا کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

«عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ ع قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللهِ ص بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَفْشُوا السَّلَامَ وَ صِلُوا الْأَرْحَامَ وَ تَهَجَّدُوا وَ النَّاسُ نِيَامٌ وَ أَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَ أَطِيبُوا الْكَلَامَ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ» (۲)

۷) جنت میں عالیشان مقام کا حاصل ہونا

لوگوں کو کھانا کھلانا، ہمیشہ روزہ رکھنا، پاکیزہ گفتگو کرنا، رات کی تاریکی میں نمازِ شب ادا کرنا روزِ قیامت نہ تنہا

---

(۱) ایضاً، ص ۳۸۹

(۲) ایضاً، ص ۳۸۷

انسان کے لئے نجات کا باعث ہے بلکہ قیامت کے دن جنت میں نہایت عالیشان مقام و مرتبہ پانے کا سبب بھی ہے، جیسا کہ مولائے کائنات علیہ السلام سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میں نے جنت میں انتہائی عالیشان قصر کا مشاہدہ کیا جو ہر لحاظ سے آراستہ وزیبا تھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ عالی شان قصر و محل کس کے لئے ہے؟ تو جنابِ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم الشان قصر ان لوگوں کے لئے قرار دیا ہے جو بہترین کلام کے مالک ہیں، ہمیشہ روزہ رکھنے والے ہیں، لوگوں کو کھانا کھلانے والے ہیں اور رات کی تاریکی میں نمازِ شب ادا کرنے والے ہیں۔

«عَنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ (صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ)، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ): لَمَّا أُسْرِيَ بِي إِلَى السَّمَاءِ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ، فَرَأَيْتُ فِيهَا قَصْراً مِنْ يَاقُوتٍ أَحْمَرَ، يُرَى بَاطِنُهُ مِنْ ظَاهِرِهِ لِضِيَائِهِ وَ نُورِهِ، وَ فِيهِ قُبَّتَانِ مِنْ دُرٍّ وَ زَبَرْجَدٍ، فَقُلْتُ: يَا جَبْرَئِيلُ، لِمَنْ هَذَا الْقَصْرُ. قَالَ: هَذَا لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ، وَ أَدَامَ الصِّيَامَ، وَ أَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَ تَهَجَّدَ بِاللَّيْلِ وَ النَّاسُ نِيَامٌ» (۱)

۸) روح وایمان کی تقویت کا سبب

جس طرح کھانا کھانے سے انسان کے بدن کو تقویت ملتی ہے اور بدن رُشد و کمال حاصل کرتا ہے، اسی طریقے سے روحِ انسانی کی قوت اور رُشد و کمال اور مؤمنین کو کھانا کھلانے میں ہے، جیسا کہ مولا امیر المؤمنین علیہ السلام کا فرمان ہے: جسم کی قوت و توانائی کھانا کھانا ہے اور روح کی قوت و توانائی کھانا کھلانا ہے۔

«قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قُوتُ الْأَجْسَادِ الطَّعَامُ وَ قُوتُ الْأَرْوَاحِ الْإِطْعَامُ» (۲)

۹) بزرگ ہستیوں کی لذت وخوشی

مولائے کائنات علیہ السلام کا فرمان ہے: خدا کے نیک بندوں اور بزرگ ہستیوں کی لذت و سرور دوسروں کو کھانا کھلانا ہے جبکہ پست لوگوں کی لذت وخوشی خود کھانا کھانا اور اپنا پیٹ بھرنا ہے۔

(۱) الامالی (للطوسی)، ج۱، ص۳۵۸

(۲) بحار الانوار، ج۷۲، ص۳۵۶

«قَالَ أَمِيرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ: لَذَّةُ ٱلْكِرَامِ فِي ٱلْإِطْعَامِ وَ لَذَّةُ ٱللِّئَامِ فِي ٱلطَّعَامِ» (۱)

اور خود مولائے کائنات اپنی لذت و سرور کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے اس دنیا میں تین چیزیں نہایت محبوب ہیں؛

۱) مہمانوں کو کھانا کھلانا۔ ۲) گرمیوں میں روزہ رکھنا۔ ۳) اللہ کی راہ میں تلوار سے جہاد کرنا۔

«عَنْ أَمِيرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ع أَنَّهُ قَالَ: حُبِّبَ إِلَيَّ مِنْ دُنْيَاكُمْ ثَلَاثٌ إِطْعَامُ الضَّيْفِ وَ الصَّوْمُ بِالصَّيْفِ وَ الضَّرْبُ بِالسَّيْفِ» (۲)

۱۰) جنت الفردوس، جنتِ عدن اور جنتِ طوبیٰ کو پانے کا سبب

مؤمنین کو کھانا کھلانا پروردگارِ عالَم کو اس قدر محبوب و پسندیدہ ہے کہ جو شخص تین مسلمانوں کو سیر ہو کر کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کا مقام جنت الفردوس، جنتِ عدن اور جنت طوبیٰ میں قرار دیتا ہے اور ان تین جنتوں کی نعمتوں سے بہرہ مند کرتا ہے۔ جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ کا فرمان ہے: وہ شخص جو مسلمانوں میں سے تین افراد کو سیر ہو کر کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو تین جنتوں کے طعام و نعمتوں سے بہرہ مند فرماتا ہے؛

۱) جنت الفردوس ۲) جنتِ عدن ۳) جنتِ طوبیٰ

اور وہ میوہ جات بھی کہ جو جنتِ عدن میں خدا نے اپنے خاص مہمانوں کے لئے آمادہ کئے ہیں، اس شخص کو عطا کرتا ہے۔

«عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ ٱلسَّلَامُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ: مَنْ أَطْعَمَ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ أَطْعَمَهُ اللهُ مِنْ ثَلَاثِ جِنَانٍ فِي مَلَكُوتِ ٱلسَّمَاوَاتِ ٱلْفِرْدَوْسِ وَ جَنَّةِ عَدْنٍ وَ طُوبَى [وَ] شَجَرَةٍ تَخْرُجُ مِنْ جَنَّةِ عَدْنٍ غَرَسَهَا رَبُّنَا بِيَدِهِ» (۳)

---

(۱) غرر الحکم، ج۱، ص ۵۴۳

(۲) مستدرک الوسائل، ج۱٦، ص ۲۵۹

(۳) الکافی، ج۲، ص ۲۰۰

۱۱) ایک لاکھ انسانوں کو کھانا کھلانے کا ثواب

حضرتِ امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جو شخص کسی مؤمن کو رضائے الٰہی کی خاطر کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ایک فئام کو کھانا کھلانے کا ثواب عطا کرتا ہے؛ راوی نے امامؑ سے پوچھا: یہ فئام کیا ہے؟

مولاؑ نے فرمایا: فئام سے مراد ایک لاکھ انسان ہیں۔

«قَالَ أَبو عبدالله: من أطعَمَ أخاهُ فی الله كَان له مِنَ الأجرِ مِثْلُ مَن أطعَمَ فِئَاماً مِن النَّاسِ، قُلتُ: وَمَا الفِئَامُ مِن الناسِ؟ قَالَ مِاْةُ ألفِ مِن الناسِ» (۱)

۱۲) ایک سو غلام آزاد کرنے کا ثواب

حضرتِ امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جو شخص کسی محتاج مؤمن کو کھانا کھلا دے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو فرزندانِ اسماعیل علیہ السلام میں سے ایک سو غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا کرتا ہے۔

«قَالَ أبو عبدالله: مَن أطعمَ مؤمناً محتاجاً كانَ له يَعدِلُ مِاْةُ رقبةٍ مِن وُلدِ إسماعيل» (۲)

۱۳) موت اور جان کنی میں آسانی کا سبب

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: جو شخص کسی مؤمن کو خوشی کے ساتھ کھانا کھلائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے موت کی سختیوں کو دور کرتا ہے اور موت کے وقت اس کو خوشی عطا کرتا ہے۔

«قَالَ رسولُ اللهِ ﷺ: مَن أطعَمَ أخاهُ حَلاوَةً أذهَبَ اللهُ عنه مَرارةَ الموتِ» (۳)

۱۴) کھانا کھلانا مشرکین کے لئے بھی عذاب میں کمی کا سبب

کھانا کھلانے میں اس قدر تاثیر ہے کہ اگر اس عبادت کو کوئی مشرک بھی انجام دے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جہنم کے عذاب کو بہت آسان بنا دیتا ہے، جیسا کہ حضرتِ امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

(۱) ینابیع الحکمۃ، ج ۳، ص ۲۰

(۲) ایضاً، ص ۲۱

(۳) ایضاً، ص ۲۵

فرمایا: جہنم میں آسان ترین عذاب ابنِ جذعان کے لئے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ: یارسول اللہ علیہ السلام ابنِ جذعان کے لئے تمام کفار و مشرکین میں سے کم ترین عذاب کیوں ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیونکہ وہ بہت زیادہ لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

«عن جَعفَر بنِ محمدقَالَ؛ قَالَ رسُولُ الله: إنَّ أهوَنَ أهلَ النَّارِ عذاباً ابنُ جَذعان، فقِيلَ ؛ يا رُسُولَ الله: مَا بَالُ ابنُ جَذعَان أهوَنُ أهلِ النَارِ عَذاباً؟ قَالَ: إنَّه كَانَ يُطعِمُ الطَّعَامَ» (۱).

(۱)ایضا

خاص مواقع پر مہمان نوازی اور دعوت کرنے کی تاکید

دینِ مقدسِ اسلام میں بعض اہم مواقع ایسے ہیں جن پر کھانا کھلانا اور مہمان نوازی کرنے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش وارد ہوئی ہے، ان میں سے چند اہم ترین موارد کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے؛

۱) رمضان المبارک میں روزے داروں کو افطاری دینا اور کھانا کھلانا

رمضان المبارک عبادت، خدمت اور نیکیوں کا مہینہ ہے، پورے سال میں سب سے زیادہ رمضان المبارک میں نیکی کرنے، خدمتِ خلق کرنے، غریبوں، یتیموں، مسکینوں اور نادار لوگوں پر خاص توجہ دینے کی تاکید و سفارش کی گئی ہے اور ماہِ مبارک رمضان میں کھانا کھلانے اور افطاری دینے کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے، افطاری دینے والوں کے لئے خدا کی جانب سے بہت زیادہ اجر و ثواب اور گناہوں کی مغفرت اور آخرت میں درجات کی بلندی کا وعدہ کیا گیا ہے۔

جیسا کہ سرورِ کائنات ﷺ نے رمضان المبارک میں افطاری دینے اور کھانا کھلانے کی فضیلت و اجر ثواب کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو بھی شخص رمضان المبارک میں کسی روزہ دار کو افطاری دے اور کھانا کھلائے تو اللہ تعالی اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، اس شخص کو جہنم کی آگ سے نجات عطا کرتا ہے اور اس کے علاوہ اس شخص کو وہ بھی اجر و ثواب عطا کرتا ہے جو روزہ دار کو عطا کرتا ہے۔

کچھ اصحاب نے حضور ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس افطاری دینے کی قدرت نہیں ہے۔

تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم کسی کو ایک خرمہ یا ایک گھونٹ پانی یا ایک پیالہ دودھ بھی نہیں پلا سکتے ہو، پھر آپؐ نے فرمایا: جو شخص کسی روزہ دار کو سیراب کرے تو اللہ تعالی اس شخص کو حوضِ کوثر سے سیراب کرے گا، جس کے بعد کبھی بھی تشنہ نہ ہو گا۔

•عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ :أَنَّهُ خَطَبَ اَلنَّاسَ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ أَيُّهَا اَلنَّاسُ قَدْ أَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيمٌ إِلَى أَنْ قَالَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ مَنْ فَطَّرَ فِيهِ صَائِماً كَانَ لَهُ مَغْفِرَةٌ لِذُنُوبِهِ

وَ عِتْقُ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ وَ كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللهِ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ يُعْطِي اللهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِماً عَلَى مَذْقَةِ لَبَنٍ أَوْ تَمْرٍ أَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ وَ مَنْ أَشْبَعَ صَائِماً سَقَاهُ اللهُ مِنْ حَوْضِي شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ بَعْدَهَا» (۱)

۲) عیدِ غدیر پر مؤمنین کو دعوت دینا اور کھانا کھلانا

روزِ غدیر روزِ ولایت، روزِ امامت اور عیدِ آلِ محمد علیہم السلام ہے، دینِ مقدسِ اسلام کی سب سے بافضیلت اور عظیم ترین عید کا دن ہے، اس دن بہت سارے اعمال وارد ہوئے ہیں جن کو انجام دینے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کی گئی ہے اور ان اعمال کے لئے نہایت عظیم اجر و ثواب خدا کی جانب سے قرار دیا گیا ہے، ان اعمال میں سے غدیر کے دن روزہ رکھنا، امیر المؤمنین علیہ السلام کی زیارت کرنا، جشن منانا، مولاؑ کے فضائل و مناقب کو بیان کرنا، ایک دوسرے کو عید مبارک کہنا اور تبریک پیش کرنا، عیدی دینا، غسل کرنا، نیا لباس پہننا اور مؤمنین کو کھانا کھلانا انتہائی اہم ترین اعمال میں شامل ہیں۔

روزِ غدیر کھانا کھلانے کی اور مؤمنین کو دعوت دینے کی بہت زیادہ تاکید و سفارش کرنے کے ساتھ ساتھ معصومین علیہم السلام نے عظیم اجر و ثواب کو بھی بیان فرمایا ہے، خود آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنے زمانے میں روزِ غدیر مؤمنین کو دعوت دیتے تھے اور کھانا کھلاتے تھے، جیسا کہ ابنِ طاؤس نے اپنی کتاب «مصباح الزائر» میں حضرتِ امام رضا علیہ السلام کی سیرت کو بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: حضرتِ امام رضا علیہ السلام نے روزِ غدیر اپنے اصحاب کو گھر پر افطاری اور کھانا کھانے کے لئے دعوت دی اور جب تمام اصحاب امامؑ کے دولت سراہ پر تشریف لائے تو سب کو کھانا کھلایا اور پھر ان کو گھر پر لے جانے کے لئے بھی کھانا دیا اور غدیر کی خوشی میں احسان و نیکی کرتے ہوئے ان کو لباس، انگوٹھی اور جوتے تک عطا کئے۔

ایک اور روایت میں مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا: غدیر کے دن ایک درہم عیدی دینا دو لاکھ درہم دینے کا اجر و ثواب رکھتا ہے، غدیر کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے اور اس روزہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے عظیم اجر و ثواب

---

(۱) مستدرک الوسائل ج ۷، ص ۳۵۳

قرار دیا ہے، پھر غدیر کے دن کھانا کھلانے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص غدیر کے دن کھانا کھلائے اور غدیر کے دن روزہ رکھنے والوں کو افطاری دے، تو اللہ تعالیٰ ایک فئام کو کھانا کھلانے کا ثواب عطا کرتا ہے اور لفظِ فئام کو مولاؑ نے دس مرتبہ تکرار فرمایا: ایک شخص نے آپؑ سے پوچھا: یہ فئام کیا ہے؟

مولاؑ نے فرمایا: فئام سے مراد ایک لاکھ انبیاء، صدیقین و شہداء کو کھانا کھلانے کا ثواب ہے، یعنی جو شخص غدیر کے دن کھانا کھلائے یا غدیر کے دن روزہ رکھنے والوں کو افطاری دے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک لاکھ انبیاء، صدیقین و شہداء کو کھانا کھلانے کا ثواب عطا کرتا ہے۔

مزید مولاؑ نے فرمایا: جو شخص غدیر کے دن مؤمنین و مؤمنات کو کھانا کھلائے تو اس شخص کو کفر، فقر و غربت سے نجات پانے کی ضمانت دیتا ہوں۔

«قَالَ اَلسَّيِّدُ بْنُ طَاوُسٍ فِي كِتَابِ مِصْبَاحِ اَلزَّائِرِ .... : أَنَّهُ شَهِدَ أَبَا اَلْحَسَنِ عَلِيَّ بْنَ مُوسَى اَلرِّضَا عَلَيْهِ السَّلاَمُ فِي يَوْمِ اَلْغَدِيرِ وَ بِحَضْرَتِهِ جَمَاعَةٌ مِنْ خَاصَّتِهِ قَدِ اِحْتَبَسَهُمْ لِلْإِفْطَارِ وَ قَدْ قَدَّمَ إِلَى مَنَازِلِهِمُ اَلطَّعَامَ وَ اَلْبُرَّ وَ اَلصِّلاَتِ وَ اَلْكِسْوَةَ حَتَّى اَلْخَوَاتِيمَ وَ اَلنِّعَالَ... (قال أميرُ المؤمنين): فَالدِّرْهَمُ فِيهِ بِمِائَتَيْ أَلْفِ دِرْهَمٍ وَ اَلْمَزِيدُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ صَوْمُ هَذَا اَلْيَوْمِ مِمَّا نَدَبَ اللهُ إِلَيْهِ وَ جَعَلَ اَلْجَزَاءَ اَلْعَظِيمَ ... وَ مَنْ فَطَّرَ مُؤْمِناً فِي لَيْلَتِهِ فَكَأَنَّمَا فَطَّرَ فِئَاماً وَ فِئَاماً بعدها [يَعُدُّهَا] عَشَرَةً فَنَهَضَ نَاهِضٌ فَقَالَ يَا أَمِيرَ اَلْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلاَمُ مَا اَلْفِئَامُ قَالَ مِائَةُ أَلْفِ نَبِيٍّ وَ صِدِّيقٍ وَ شَهِيدٍ فَكَيْفَ بِمَنْ تَكَفَّلَ عَدَداً مِنَ اَلْمُؤْمِنِينَ وَ اَلْمُؤْمِنَاتِ فَأَنَا ضَمِينُهُ عَلَى اللهِ تَعَالَى اَلْأَمَانَ مِنَ اَلْكُفْرِ وَ اَلْفَقْرِ ...» [1]

جنابِ مفضّل ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرتِ امام صادق علیہ السلام نے غدیر کے دن کھانا کھلانے کی تاکید و سفارش کرتے ہوئے فرمایا: غدیر کا دن صیام، قیام و طعام کا دن ہے اور مؤمنین اور رشتے داروں کے ساتھ ملاقات، احسان اور نیکی کرنے کا دن ہے، یہ دن خدا کی رضا و خوشنودی اور شیطان کی مایوسی و شکست کا دن ہے۔

«اَلْمُفَضَّلِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ لِي أَبُو عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلاَمُ ثُمَّ ذَكَرَ حَدِيثاً فِي

---

(۱) بحار الانوار، ج ۹۴، ص ۱۱۲

فَضلِ یَوْمِ الْغَدِیرِ ... وَ إِنَّهُ لَیَوْمُ صِیَامٍ وَ قِیَامٍ وَ إِطْعَامٍ وَ صِلَةِ الْإِخْوَانِ وَ فِیهِ مَرْضَاةُ الرَّحْمٰنِ وَ مَرْغَمَةُ الشَّیْطَانِ»[1]

۳)شادی بیاہ کے موقع پر

شادی بیاہ کے موقع پر کھانا کھلانا اور اس خوشی میں سب کو دعوت دینا خصوصاً عزیز رشتے داروں، فقیروں، غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کو اس خوشی میں شامل کرتے ہوئے کھانا کھلانا سنّتِ مؤکدہ ہے۔

۴)گھر کی تعمیر کرنے کے بعد یا گھر کے خریدنے کے بعد

گھر کی تعمیر کے موقع پر یا گھر خریدنے پر یا نئے گھر کے افتتاح کے موقع پر کھانا کھلانا سنّت ہے اور روایات میں اس موقع پر کھانا کھلانے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

۵)اولاد کی ولادت کے موقع پر

بچے کی ولادت کے موقع پر کھانا کھلانا اور ولیمہ دینا مستحب ہے۔

۶)بچے کے ختنہ کے موقع پر

بچے کے ختنہ کرنے کے موقع پر کھانا کھلانا اور ولیمہ دینا بھی مستحب ہے۔

۷)حج، عمرہ اور زیارات سے واپسی کے موقع پر

حج و عمرہ اور معصومین علیہم السلام کی زیارات سے پلٹنے کے بعد اس عظیم عبادت کی توفیق ملنے پر شکرانہ کے طور پر کھانا کھلانے اور ولیمہ دینے کی روایات میں بہت زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے، جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولائے کائنات علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے علیؑ ولیمہ نہیں ہے مگر پانچ مواقع پر:

۱)شادی کے موقع پر۔ ۲)بچے کی ولادت کے موقع پر۔

۳)بچے کے ختنہ کے موقع پر۔ ۴)گھر بنانے اور خریدنے کے موقع پر۔

---

(۱)وسائل الشیعۃ، ج۱۰، ص۴۴۵

۵) حج وعمرہ انجام دینے کے موقع پر۔

«رسول الله صلى الله عليه و آله في وصيّتِهِ لعليٍّ عليه السلام :يا عليُّ، لا وَليمَةَ إلّا في خمسٍ: في عُرسٍ، أو خُرسٍ، أو عِذارٍ، أو وِكارٍ، أو رِكازٍ: فالعُرسُ التّزويجُ، والخُرسُ النِّفاسُ بالوَلَدِ، والعِذارُ الخِتانُ، والوِكارُ في بِناءِ الدارِ وشِرائها، والرِّكازُ الرجُلُ يَقدَمُ مِن مَكّةَ»(۱)

---

(۱) من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، بحار الانوار،